اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ

www.KitaboSunnat.com

موطا
امام مالک

صحیح
بخاری

صحیح
مسلم

حجیتِ حدیث نمبر

سنن
ترمذی

سنن
نسائی

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

۱۹۶۹ء

سنن
ابن ماجة

سنن
ابوداود

مسند
احمد

سنن
دارمی

مدیر: مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ

دارالدعوۃ السلفیۃ لاہور

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone 5866476, 5866396

اشاعت خاص

ہفت روزہ

الاعتصام لاہور

ترجمہ

جو شخص رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریگا تو
بے شک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی

مدیر:
مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

اشاعت اوّل ــ ۱۹۵۶ء
اشاعت دوم ــ ۲۰۱۰ء

یکے از مطبوعات: دار الدعوۃ السلفیہ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ اشاعت بحق الاعتصام محفوظ ہیں

اہتمام : حافظ احمد شاکر

طابع : شاکرین لاہور

طبع اوّل : 1956ء

طبع دوم : 2010ء

ناشر : دارالدعوۃ السّلفیہ، 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

فون نمبر: 042-37354406

www.KitaboSunnat.com

ملنے کے پتے

المکتبۃ السلفیہ	دارالکتب السلفیہ
4۔شیش محل روڈ لاہور 54000	اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔
فون نمبر: 37237184-37230271	0333-4334804-042-37361505-37008768

شہر	پتے
لاہور:	نعمانی کتب خانہ: 37321865۔ اسلامی اکیڈمی: 37357585۔ مکتبہ اسلامیہ: 37244973۔ کتاب سرائے: 37320318۔ دارالسلام: 37120054۔ مکتبہ محمدیہ: 37114650۔ فاران اکیڈمی: 37227905۔ مکتبہ قدوسیہ: 37351124۔ دارالاندلس: 37230549۔
فیصل آباد:	مکتبہ اہل حدیث: 2624007/2629292۔ مکتبہ اسلامیہ: 2631204
گوجرانوالہ:	مکتبہ نعمانیہ: 4235072۔ والی کتاب گھر: 4441613۔ دارالکتب: 0322۔4074195
کراچی:	فضلی سنز: 32212991۔32629724۔ دارالسلام: 34399367۔ قدیمی کتب خانہ: 32627608۔ علمی کتاب گھر: 32624097/32628939۔ المسعود: 35304834
اسلام آباد:	المسعود: 2261356۔ دارالسلام: 2281516۔ البلاغ: 2281420۔ دارالنور: 2106400
راولپنڈی:	مکتبہ عائشہ: 5551014۔ کتب خانہ رشیدیہ: 5771798۔ النور: 5794605۔ احمد بک کارپوریشن: 5558320

سعودیہ میں ملنے کے پتے

شہر	پتے
جدہ:	دارالعلوم الندیہ جدہ: 02-6336640
ریاض:	دارالفرقان: 01-4358646۔ مکتبہ بیت السلام: 01-4460129

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

نگاہِ اولیں

الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه . اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد . اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد .

ہفت روزہ الاعتصام کی ابتداء اگست ۱۹۴۹ء میں محمد عطاء اللہ حنیف نامی ایک فقیر بے نوا نے کی تھی ۔اس طرح مہ وسال کے اعتبار سے الاعتصام اپنی عمر کا ۶۲ واں سال گزار رہا ہے، جو جماعت کی تاریخ کے تمام سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہنامہ جرائد ورسائل کی عمر سے زیادہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد اس کے موسس وبانی کے اخلاص، جذبہء خدمتِ دین اور صدقِ نیت کی عملی شہادت ہے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

....

الاعتصام نے اپنی اشاعتی زندگی میں جمیت حدیث نمبر، تحریک آزادی (۱۸۵۷ء) نمبر، اسلامی آئین نمبر، عالمی سربراہی کانفرنس نمبر، معراج نمبر، حافظ محمد گوندلوی نمبر، مولانا محمد حنیف ندوی نمبر اور آخر میں اشاعت خاص بیاد محمد عطاء اللہ حنیف شائع کیے۔ جو ان اشاعت ہائے خصوصی کے علاوہ ہیں جو مرکزی جمیعت کے اہتمام میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں کے مواقع پر شائع کی جاتی رہیں۔

....

الاعتصام کا جمیت حدیث نمبر سب سے پہلا نمبر ہے جو اس وقت کے مدیر شہیر مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے حدیث شریف سے تعلق کی بنا پر مہینوں کی محنت شاقہ، شب وروز کی انتھک کوشش سے شائع کیا، جب نہ موجودہ دور کی سہولتوں......ٹیلیفون، تیز ترین خط وکتابت، فیکس وغیرہ......کا اس وقت نام ونشان تھا، نہ دفتر الاعتصام میں رفقائے کار کا ہجوم۔ وہ اکیلے ہی اداریہ نویس تھے اور آمدہ مضامین کے ایڈیٹر بھی، تب وہ خط وکتابت کا جواب بھی دیتے تھے اور اہل علم سے رابطے اور ملاقاتیں بھی کرتے تھے۔ الاعتصام کے بارے میں چوں کہ ان کا جذبہ جواں اور علم کا شوق فراواں تھا، اہل علم کے ہاں ان کی نیازمندانہ حاضری اور فروتنی...... جواب تک ہے...... بے لوث اور بے انتہا تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جمیت حدیث نمبر کی اشاعت اس ایک ہی فرد فرید نے انجام دی جو دورِ حاضر کے مدیروں اور مرتبین کی ایک جماعت بھی شاید انجام نہ دے سکے۔

جزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔

آپ اس میں مواد کی علمی حیثیت کے علاوہ مختلف المسالک حضرات کے مقالہ نگاروں کا تنوع بھی پائیں گے۔ اس کے وقیع ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ جو اہل علم اس سے مستفید ہوئے وہ اس کو ہمیشہ یاد کرتے رہے اور جس طبقہء علماء نے اسے بعد میں پڑھا وہ اس کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہے اور الاعتصام سے اس کی اشاعت کا بار بار تقاضا کرتے رہے جن میں ہندوستان کے اہل علم کے علاوہ الاعتصام کے قدیم محبّ، مخلص دوست الشیخ عارف جاوید محمدی ﷾ (کویت) اس کی اشاعت کا پیہم تقاضا کرتے رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اللہ تعالیٰ نے ان محبین و مخلصین کی دعاؤں کو شرف قبول بخشا اور یہ اشاعت کتابی صورت میں پیش خدمت ہے۔

حجیت حدیث نمبر میں

- ہر قابل احترام مقالہ نگار کے مختصر حالات درج کیے گئے تھے، ان حالات کو موجودہ احوال کے مطابق کافی حد تک مکمل کر دیا گیا ہے۔
- مضامین کے حوالہ جات کی تکمیل کی کوشش کی گئی ہے۔
- عبداللہ چکڑالوی کے ذکر میں بابا محمد چٹو کا ذکر بھی آیا تھا، بعد میں بابا محمد چٹو کے نواسے نے مدیر الاعتصام کے نام ایک وضاحتی خط لکھا جس میں ان کے نظریہ انکارِ حدیث ترک کر دینے کا ذکر ہے۔ یہ خط بھی شامل اشاعت ہے۔
- برصغیر پاک و ہند کے اخبارات و جرائد نے اس وقیع نمبر پر جو تبصرے کیے تھے، انہیں بھی درج کر دیا گیا ہے۔
- قدیم بڑے سائز کی بجائے الاعتصام کے موجودہ سائز پر اس کو نئے سرے سے خوب صورت کمپوزنگ کے ساتھ اس کے ظاہری حسن کی کوشش کی گئی ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر ہم محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ کی قدم قدم پر راہ نمائی کا شکریہ ادا نہ کریں کہ ان کے علم اور تجربے نے ہماری بہت سی مشکلات حل کر دیں جو بلاشبہ الاعتصام کے لیے ان کی آبشارِ محبت کا مظہر ہے۔

اسی طرح دارالدعوۃ السلفیہ کے صدر گرامی مولانا ابوبکر صدیق سلفی ﷾ کی خصوصی توجہ اور مشفقانہ نگرانی اس کی اشاعت میں مہمیز کا کام دیتی رہی۔ جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین

دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر اس کے بانی، معاونین اور کارکنون کے لیے ذریعہ نجات بنائے، آمین ثم آمین۔

www.KitaboSunnat.com

خادم العلم والعلماء

احمد شاکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر

www.KitaboSunnat.com

اخبارات ورسائل کی نظر میں

روز نامہ امروز: الاعتصام لاہور کا ایک مشہور مذہبی ہفت روزہ ہے جو مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہے۔ یہ رسالہ بڑی سنجیدگی اور متانت سے مذہبی مسائل پر اظہار خیال کرتا ہے اور اختلافی امور پر بحث کرتے ہوئے بھی اس کے لہجے کی متانت میں فرق نہیں آتا۔اس ہفت روزہ کا زیر تبصرہ شمارہ حجیت حدیث نمبر ہے۔جس میں سے علمائے اہل حدیث میں سے قریب قریب تمام قابل شخصیتوں نے حصہ لیا۔ شروع میں مولانا داؤدغزنوی نے جماعت اہل حدیث کے عقیدہ ونصب العین پر روشنی ڈالی ہے اور سخن ہائے گفتنی میں اخبار کے مدیر محمد اسحاق صاحب نے اس نمبر کے مقاصد بتائے ہیں۔مولانا محی الدین قصوری،مولانا محمد اسماعیل،مولانا محمد حنیف ندوی،علامہ محمد اسد،پروفیسر یوسف سلیم چشتی،ڈاکٹر محمد حمید اللہ،مولانا حافظ محمد اسحاق،مولانا محمد علی قصوری (مرحوم) مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور پروفیسر عبدالقیوم وغیرہ کے مضامین میں روح حدیث روح سنت اور حدیث نبوی کی تدوین وحفاظت وغیرہ کے موضوعات کے مختلف پہلوؤں پر علمی بحث کی گئی ہے۔ الاعتصام کا یہ نمبر بہت اہم اور علمی سرمایہ ہے۔

روز نامہ آفاق: زیر نظر نمبر اس تحریک کے جواب میں نکالا گیا ہے جو آج کل مسلمانوں کے ایک گروہ میں حدیث کے خلاف شروع ہوئی ہے۔کون سی احادیث مستند ہیں اور کون سی غیر مستند،اس مسئلے کے طے نہ ہونے کے باعث اسلام کے اکثر مسائل کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان تنازعہ رہا ہے اور مسائل سلجھانے کے بجائے زیادہ الجھے ہیں۔اس صورت حال کے خلاف ایک ردِّعمل یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے احادیث کو نظر انداز کر کے محض قرآن کو کسوٹی بنانے پر اصرار کیا لیکن اس وقت ہمارے یہاں انکار احادیث کی جو روچلی ہے وہ ایک اور وجہ کی پیدا کردہ ہے۔وہ ہے اپنے ماضی کے خوف......تاریخ سے انکار،روایت سے انکار،اپنے آرٹ اور تہذیب سے انکار،اپنی رسوم اور رواج سے انکار،غرض اپنے ماضی میں جہاں گھپلا نظر آیا۔اس سے انکار کیا اور کہا کہ بس قرآن کو دیکھو،گویا قرآن کوئی مردہ علمی کتاب ہے جس نے مسلمانوں کی سوچ پر اور افعال و اعمال پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔اگر ہم یہ مانتے ہیں کہ قرآن ایک زندہ اخلاقی طاقت رہا ہے اور ہے تو مسلمانوں کی فکروعمل کی جو تاریخ رہی ہے اسے ہم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور قرآن کا مطالعہ خلا میں کیسے کر سکتے ہیں مسلمانوں کے ماضی کے اگر کچھ ناخوشگوار پہلو ہیں تو اس کا حل ماضی سے انکار نہیں ہے بلکہ ماضی کے متعلق سوچ بچار اور اس کی تحقیق وتفتیش ہے۔

احادیث کے جواز میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔احادیث فرضی بھی ہوسکتی ہیں۔غیروں کی سازش یا اپنوں کی مبالغہ آرائی کے باعث بھی ایسے اقوال رسول مقبول سے منسوب ہوسکتے ہیں جو آپ کی زبان سے کبھی نہ نکلے ہوں لیکن اس بنا پر احادیث سے سرے سے منکر ہوجانا محض ایک منفی فعل ہے۔جس مقدس شخصیت پر قرآن نازل ہوا تھا۔اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اتنے غیر اہم نہیں ہوسکتے کہ ان کی افادیت سے ہی انکار کر دیا جائے۔یہ وہ زمانہ ہے کہ جن ادوار کی کوئی تاریخ موجود نہیں ان کے بارے میں بھی ایک ایک تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور جن عظیم شخصیتوں نے انسانیت پر احسان کیے ہیں ان کے ہر ہر لفظ اور ایک ایک حکیمانہ قول کو محفوظ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور ہمارے یہاں احادیث سے انکار کیا جارہا ہے تاریخ کو مردود قرار دیا جارہا ہے۔

الاعتصام نے ۱۹۵۶ء میں حجیت حدیث نمبر شائع کر کے ایک منفی رجحان کے خلاف آواز بلند کی ہے۔اس نمبر میں احادیث کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کی افادیت پر مختلف زاویوں سے بحث کی گئی ہے۔ کئی ایک مضامین ایسے ہیں جنہیں سلسلہ وار پڑھنے سے ذہن میں ایک تاریخ مرتب ہوتی ہے کہ احادیث سے انکار کب شروع ہوا اور اس کے اسباب کیا رہے ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل کے مقالہ ''عجمی سازش کا فسانہ'' میں اس نظریہ پر بحث کی گئی ہے کہ احادیث عجمی سازش کا نتیجہ ہیں، انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے اس نظریہ کی سطحیت واضح کی ہے اور اسے مضحکہ خیز ثابت کیا ہے۔

اس نمبر میں جن حضرات نے مضامین لکھے ہیں، ان کے تعارف کا بھی اہتمام کیا گیا ہے پرچہ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

روز نامہ ''زمیندار'': جماعت اہل حدیث ایک تبلیغی ادارہ ہے جو گزشتہ پچاس سال سے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا ٹھوس کام کر رہا ہے۔ ادارے کا ترجمان الاعتصام مذہبی امور و مسائل کا ایک بصیرت افروز جریدہ ہے۔

''الاعتصام'' کا زیر نظر نمبر دو لحاظ سے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، اول یہ کہ اس شمارہ میں اہل حدیث جماعت کے اور حدیث شریف کے بارے میں عقائد تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔ دوئم حدیث نبوی کا قرآن مجید سے تعلق، کئی علماء نے تاریخی شواہد اور عالمانہ انداز سے واضح کیا ہے۔

تاریخی لحاظ سے ''عجمی سازش کا افسانہ'' از مولانا محمد اسماعیل صاحب قابل قدر و مطالعہ مضمون ہے۔ اس میں مولانا نے حدیث نبوی کے مخالفین کا سیاسی اور تمدنی پس منظر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہماری رائے میں اس نوعیت کے مضامین اپنی دلچسپی اور علمی حیثیت کے لیے عام طبقہ میں بھی مقبولیت حاصل کر سکتے ہیں۔ جس طبقہ کا مذہبی علم واجبی ہوتا ہے اور تاریخی پس منظر سے ان مذہبی امور کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے جو ایک زمانہ میں ریاست و مذہب کی کشمکش اور اختصار کے لیے صدیوں سے جاری ہے۔

اسلام کی تاریخ میں اس امر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ سیاسی کشمکش اور ریاستی امور میں مذہب کو اپنے عزائم کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی جاتی رہی، چونکہ قرآن مجید کو براہ راست اپنے مفاد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا لہٰذا مختلف ادوار اور مختلف گروہوں نے حدیث نبوی ﷺ پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور کئی لوگوں نے اپنے مفاد کے حصول کے لیے اتنی جسارت کی کہ حدیث میں اضافہ یا قطع برید کر دی۔ چنانچہ یہ مسئلہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر متفق ہے۔

حدیث کے مخالفین کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کی تاویل بھی اپنے مطلب کے تحت کی جا سکتی ہے اور یوں قرآن مجید اور حدیث نبوی کو زیر بحث لاتے ہوئے مختلف فرقے اور جماعتوں کا ظہور ہوا۔ جو آج تک جاری ہے۔

مشہور جرمن عالم علامہ محمد اسد کا مضمون ''روح سنت'' قرآن مجید اور حدیث شریف کے تعلق پر ایک دل افروز مقالہ ہے اور اس میں علامہ صاحب آغازِ مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''سنت اپنے باطنی اور روحانی پہلو کے نقطۂ نظر سے بھی اسی درجہ کی اہمیت رکھتی ہے جس درجہ کہ اپنے ظاہری پہلو کے لحاظ سے، ظاہری پہلو سے ہماری مراد اس کی اسناد کی تاریخی استواری ہے اور یہ وہ شے ہے جسے ہم شرعی یا اس کی آئینی و فقہی حیثیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سنت کی پیروی و اطاعت کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اس کے بغیر اسلامی زندگی کا صحیح مفہوم ہی متعین نہ ہو سکے۔ کیا اسلام تک رسائی حاصل کرنے کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں کہ ہم اعمال و عادات اور اوامر و نواہی کے ایک وسیع و عریض سلسلہ کو ماننے پر مجبور ہوں۔ جب کہ اس میں بعض نہایت معمولی باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ جو سنت سے ماخوذ و مستفاد ہوں۔ یہ مانا کہ آنحضرت بہت بڑے انسان تھے لیکن ان کی زندگی کے ہر ہر گوشہ کی تقلید و اطاعت کے کہیں یہ معنی تو نہیں کہ اس سے فرد کی شخصی آزادی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراض کی یہ نوعیت بہت پرانی ہے۔ ہمیشہ اسلام دشمن عناصر نے ان کو دہرایا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے اسباب زوال میں سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ انہوں نے سنت کی اطاعت اور پیروی کے معاملہ میں تشدد اختیار کیا اور ان کی یہ رائے ہے کہ اسلام کے بارے میں یہ طرزِ عمل آئندہ چل کر انسان کی حریت رائے پر بہت بڑی قدغن ثابت ہوسکتا ہے اور معاشرہ کے طبعی ارتقاء کو روک دینے کا باعث بن سکتا ہے لیکن ہم یہ کہے دیتے ہیں کہ اس ضمن میں یہ حقیقت جان لینے کی ہے کہ چاہے کہ اس سوال کا تسلی بخش جواب دے سکیں یا نہ دے سکیں اسلام کا مستقبل بہر حال سنت کے صحیح صحیح موقف کی تعیین کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر سنت کا مقام وموقوف سمجھ میں آ گیا تھا تو اسلام کی روح کو اپنا لینے میں کوئی دشواری حائل نہیں اور اگر سنت کا مقام وموقف کی تعین کے ساتھ وابستہ ہے اگر سنت کا مقام وموقف سمجھ میں آ گیا تھا تو اسلام کی روح کو اپنا لینے میں کوئی دشواری حائل نہیں اور اگر سنت کے مقام وموقف کی تعیین میں غلطی ہوئی تو اس نسبت ہم اسلام کے مستقبل کو تاریک بنا دینے کے ذمہ دار قرار پائیں گے۔“

یہی چند سطور جریدہ کی روح ہے اور اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے مولانا داؤد غزنوی، مولانا محی الدین قصوری، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولانا محمد اسحاق کے مضامین شامل ہیں۔

روزنامہ ”نوائے وقت“: ہفت روزہ الاعتصام لاہور جماعت اہل حدیث کا ترجمان ہے اور جناب محمد اسحاق صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس کا حجیت حدیث نمبر اس وقت ہمارے سامنے ہے جو حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ یہ نمبر سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور ان تمام مسائل پر حاوی ہے۔ جن سے حدیث کی حجیت واستناد کے سلسلہ میں واقفیت حاصل کرنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کو پاکستان وہندوستان کے چوٹی کے علماء، محققین کے مضامین سے مزین کیا گیا ہے جن میں مولانا سید داؤد غزنوی، ڈاکٹر حمید اللہ ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی (پیرس یونیورسٹی)، علامہ محمد اسد (جرمن) مولانا محمد حنیف ندوی، پروفیسر عبد القیوم، مولانا محمد اسماعیل، مولانا رئیس احمد جعفری، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ایم۔ اے، مولانا محمد علی قصوری، ایم اے (کینٹب) اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں ان ذی علم واہل تحقیق حضرات نے تدوین حدیث، عجمی سازش کا فسانہ، حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت پہلی صدی ہجری میں جمع وتدوین حدیث کے چند اہم دور، ہندوستان میں انکارِ حدیث کی تاریخ، روح سنت، اطاعت رسول کی ہمہ گیری وغیرہ عنوانات پر کامیاب ومدلل بحث کی ہے۔

روزنامہ ”کوہستان“: الاعتصام مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہے اس نے اپنا حجیت حدیث نمبر شائع کیا ہے جس کا مطالعہ اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے حدیث کے خلاف پرویزیوں نے بعض بااثر لوگوں کے تعاون سے جو مہم چلا رکھی ہے اور علمی طور پر حدیث کے خلاف جو محاذ بنایا گیا ہے اس نمبر میں مستند علماء کی طرف سے اس کا مسکت جواب دیا گیا ہے یہ نمبر ہر مسلمان کے مطالعے میں ہونا چاہیے۔

روزنامہ ”الجمعیۃ“ دہلی: آج کل مغربی پاکستان اور ہندوستان میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہیں احادیث منسوب الی الرسول کی حجیت شرعی سے انکار ہے وہ احادیث کے عظیم الشان ذخیرہ کو تاریخی حیثیت دینے کے لیے تو تیار ہیں مگر شرعی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں مگر یہ ایک بہت بڑی اور بنیادی غلطی ہے جس کی اصلاح علمائے کرام کے ذمہ ہے۔ زیر تبصرہ مجلّہ الاعتصام (کا خاص نمبر) اسی غلطی کی اصلاح کے لیے شائع کیا گیا ہے اور [illegible] ہے کہ احادیث کے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ذخیرے ہمارے پاس موجود ہیں۔ وہ ہر اعتبار سے شرعی حیثیت رکھتے ہیں اگر احادیث کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر قرآن کریم کو سمجھنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہ سکتا۔

اصل میں روایات کا انکار زمانہ کی بگڑی ہوئی آزادی کا ایک شعبہ ہے، جہاں احادیث سے انکار ہوا مزوکیت کی راہ بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ بے قیدی اور دین سے انارکی کا کھلا راستہ یہی ہے کہ چپکے سے احادیث سے دست برداری دے دی جائے۔ مجموعی حیثیت سے یہ نمبر بہت قابل قدر ہے اور ہم اس کی ترکیب واشاعت پر الاعتصام کے کارکنوں اور مضمون نگاروں کو مبارک باد دیتے ہیں۔

ہفت روزہ ''فردوس'' مظفر آباد آزاد کشمیر: میرے سامنے اس وقت ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور کا حجیت حدیث نمبر ہے۔ جریدہ مذکور کی ظاہری اور باطنی خوبیوں سے متاثر ہو کر میں فردوس کے ان کالموں میں اس کے متعلق چند حروف ہدایتاً سپرد قلم کر رہا ہوں۔

الاعتصام کا یہ نمبر حجیت حدیث کے موضوع پر ایک محققانہ مجموعہ ہے جس کا مطالعہ ہر اس مسلمان کے لیے مشعل راہ بن سکتا ہے جو موجودہ تہذیب کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پھنس گیا ہو۔

مضامین کی خوبی کے ساتھ ساتھ اس نمبر کی طباعت و کتابت بھی دیدہ زیب ہے، سرورق پر صحاح ستہ کے جھم نجوم الھدی الی الرشد کے ستارے عالمانہ تبحر اور محققانہ غوامض کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ان خوبیوں کے باوجود اس نمبر کی قیمت مناسب یعنی ڈیڑھ روپیہ ہے۔

جریدہ ''اہل حدیث''، سوہدرہ: الاعتصام لاہور کا یہ خاص نمبر خاص شان سے نکلا ہے جو ہر حیثیت سے قابل قدر ہے معنوی اعتبار سے یعنی مضامین کی اہمیت، حجیت حدیث پر دلائل اور منکرین حدیث کے استدلال کو توڑنے میں تو اس کا مقام بلند ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ یہ اہل حدیث کا آرگن ہے لطف یہ ہے کہ صوری اعتبار سے بھی یہ دیگر خاص نمبروں پر گویا سبقت لے گیا ہے، حامیان حدیث کا فرض ہے کہ وہ اس کی اشاعت بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔

الہدی۔ دربھنگہ: الہدیٰ کے اسی سائز پر سو صفحات کا یہ خاص نمبر بڑی گراں قدر معلومات سے آراستہ ہے۔ اس کے فاضل مقالہ نگاروں میں مولانا محمد حنیف صاحب ندوی، علامہ محمد اسد صاحب (جرمنی) مولانا محمد علی قصوری، مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اور ان کے علاوہ بہت سے دیگر لائق اور قابل اہل علم شامل ہیں۔ احادیث نبوی کی حجیت پر اس نمبر میں بڑے عمدہ اور قابل تعریف مواد فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ ہم مولانا محمد اسحاق صاحب مدیر الاعتصام کو ان کی اس محنت پر قابل شکریہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے پرویزی فتنہ کے مقابلہ میں اس نمبر کو نکال کر ایک اہم قدم اٹھایا ہے۔ اس کے متعلق ہمارا اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

ہر شخص کے دیکھنے کی چیز ہے۔

صدق جدید لکھنو: الاعتصام لاہور مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان ہے اور اہل حدیث (امرتسر) مرحوم کے بعد جماعت کا سب سے بڑا پرچہ غالباً یہی ہے، فرقہ اہل قرآن یا منکرین حدیث کے جواب میں اس نے یہ خصوصی نمبر بڑے اہتمام اور آب و تاب سے نکالا ہے۔ مضمون نگاران زندہ اور بعض مرحومین مشاہیر میں سے ہیں اور مضامین میں بھی متعدد ایسے ایسے ہیں جو اپنے ٹھوس معلومات اور پروزن استدلال کے لحاظ سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ مثلاً تدوین حدیث، فتنہ انکار حدیث کا عقلی اور تاریخی تجزیہ حدیث نبوی کی تدوین وحفاظت،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند امام احمد بن حنبل منکرین حدیث کے دلائل حقائق کی روشنی میں مولانا سید داؤد غزنوی کا مختصر مضمون جماعت اہل حدیث کے عقیدہ اور نصب العین اور ادارہ کی طرف سے سخن ہائے گفتنی اور مولوی سید رئیس احمد جعفری ندوی کا مضمون مزاج شناس قرآن کا نظام ربوبیت بھی اپنی اپنی جگہ دلچسپ اور بصیرت افروز ہیں۔ البتہ یہ دیکھ کر دل کو دکھ ہوا کہ بعض مضامین میں مناظرانہ خشونت بلاضرورت آ گئی ہے اور مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مضمون ''عجمی سازش کا فسانہ'' میں تو سرسید پر حملے علاوہ بے محل ہونے کے تکلیف دہ بھی ہیں۔ اس قسم کے نقائص سے اگر قطع نظر کر لی جائے تو یہ نمبر اپنے اصل موضوع کے لحاظ سے کامیاب ہے اور مدلل و پُر مغز۔

سہ روزہ دعوت، دہلی ہفت روزہ الاعتصام نے حجیت حدیث کے موضوع پر حال ہی میں ایک خاص نمبر شائع کیا ہے۔ مضامین اور مواد کے لحاظ سے پرچہ کافی معلوماتی ہے اور ان حضرات کے لیے جو حدیث اور علم حدیث سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں ان کی نظر میں اچھا خاصہ مواد موجود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیام پاکستان کے بعد سے دینی اور علمی حلقوں میں بہت سی نئی نئی بحثیں اُبھری ہیں، فکری اور ذہنی سانچوں کے طبعی اختلافات کی بنا پر ان بحثوں میں بھی تائید و تردید کے پہلو پیدا ہوئے۔ دعاوی اور دلائل سب کچھ ہی پیش کیے گئے اور اس طرح بہت سی پرانی بحثیں بھی زندہ ہو گئیں۔ جن میں پہلے مباحثے اور گفتگوئیں ہو چکی ہیں۔ دوسرے پہلوؤں سے قطع نظر فکر و نظر کی انگیخت اور ذہن و شعور کی صیقل کے لیے یہ خوش آئند ہے۔ بشرطیکہ مختلف حلقوں کی طرف سے جو چیزیں بھی اس سلسلہ میں سامنے آئیں، ان میں جذباتیت اور جوش کے بجائے عالمانہ استدلال اور انداز اختیار کیا جانا ضروری ہے۔ کسی شخص کے لیے ''چھیڑ...... سے چلی جائے اسد'' کا اصول صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں انتہائی معقولیت پسند اور معتدل مزاج افراد بھی بسا اوقات نچلی سطح پر اتر کر گفتگو کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یہ اس امت کے لیے کوئی اچھی علامت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج اگر کسی مسئلہ میں کوئی علمی اختلاف سامنے آتا ہے تو وہ ختم ہونے یا طے ہونے کی بجائے مزید دوسرے اختلافات کی پیدائش کا سبب بن جاتا ہے اور ایک طرف اہل علم ان اختلافات کے باعث ضمنی بحثوں میں الجھ کر مزید علمی تقاضوں کی تکمیل سے معذور ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف، عوام کو ذہنی اور فکری انتشار میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح ملت اسلامیہ اپنی اجتماعی زندگی کے اس موڑ پر جہاں اس کی اجتہادی قوتوں کو جاگنے اور تخلیقی صلاحیتوں کو تیز کرنے کا انقلابی موقع صدیوں کے بعد حاصل ہوا ہے، ٹھٹکی ہوئی کھڑی دکھائی دیتی ہے۔ ہم دیانتداری کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ حمایت حدیث کے اس گرما گرم دور میں اہل علم حضرات کی بیشتر کاوشیں اس حد سے آگے نہیں جاسکیں کہ معترضین حدیث کے مضامین سے عقیدت مندان حدیث میں اضطراب پیدا ہوتا ہے، ان کاوشوں کی بدولت بہت سے وہ اضطراب انحراف میں تبدیل نہ ہو سکے۔

زیر تبصرہ حجیت حدیث نمبر میں چند مضامین ندرت فکر، خلوص مقصد اور کاوش صحیح کے لحاظ سے اپنے موضوع میں کامیاب اور منفرد ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا مضمون اپنی تحقیق اور تاریخی نوعیت کی بنا پر سب مضامین پر بھاری ہے۔ علامہ محمد اسد کا مقالہ ''روح سنت'' بڑا دل نشیں اور فکر انگیز ہے۔ مترجم نے ترجمے کا حق ادا کر دیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کا مقالہ ''حجیت حدیث پر ایک یقین افروز دلیل'' ہے۔ پیرایۂ بیان کے اعتبار سے خاصہ شگفتہ ہے۔

ہم امید کرتے ہیں آئندہ ہمارے ارباب قلم اور اہل علم مزید محنت اور تیاری کے ساتھ حدیث کی نئے نئے پہلوؤں سے تعمیری اور تحقیقی خدمات انجام دیں گے اور امت مسلمہ کی شخصیتی قدروں کے لیے ان کا علم و فضل بہتر ثابت ہوگا۔

ماہنامہ ''ثقافت'' لاہور: ''الاعتصام'' مسلک اہل حدیث کا ترجمان اور داعی ہے۔ جماعت اہل حدیث کی سرپرستی میں پابندیٔ اوقات کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب اس کے ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے اپنے دورِ ادارت میں اس پرچے کو بہت زیادہ مفید اور بکار آمد بنا دیا ہے۔ ملک کی ایک جاہل اور برخود غلط جماعت نے جس کے افراد لوگوں کو مغالطہ دینے کے لیے اپنے آپ کو اہل قرآن کے مرعوب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone 5866476, 5866396

کن نام سے یاد کرتے ہیں اہل قرآن اور ان کے ساتھ حدیث رسول ﷺ کے خلاف بے سروپا اور لایعنی باتوں کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے کہ اگر ان کی بات مان لی جائے تو ماننا پڑے گا، احادیث کا مجموعہ (نعوذ باللہ) خرافات کا مجموعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل قرآن کی تحریک عجمی سازش کا ایک نہایت مہلک اور خطرناک شاخسانہ ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ختم کہاں جا کر ہوگا۔

''الاعتصام'' نے حجیت حدیث نمبر نکال کر بہت بڑی دینی اور مذہبی خدمت انجام دی ہے اور جو لوگ واقعی احادیث کی حیثیت اور اہمیت سے متعلق کچھ نہیں جانتے لیکن جاننا چاہتے ہیں، وہ ان مقالات کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے خیالات کی تصحیح بھی کر سکتے ہیں اور معلومات میں اضافہ بھی۔

اس نمبر میں جن حضرات نے مضمون لکھے ہیں۔ ان میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد علی قصوری، علامہ محمد اسد، مولانا محمد حنیف ندوی، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ڈاکٹر حمید اللہ ایم اے، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد اسماعیل، مولانا ابوالمحمود سوہدروی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کوئی مضمون بھی بھرتی کا نہیں ہے۔ ہر مضمون اپنے موضوع پر پورے طور پر حاوی ہے۔

ماہنامہ ''فاران'' کراچی: ''الاعتصام'' مسلک اہل حدیث کا ترجمان اور داعی ہے اور اس کی دینی خدمات شاندار ہیں۔ اہل حدیث کے دوسرے پرچوں کے مقابلہ میں یہ مجلہ زبان وادب اور تنوع کے اعتبار سے بلند تر ہوتا ہے۔ اس کا ''حجیت حدیث نمبر'' اپنے موضوع پر ایک قابل قدر دینی پیشکش ہے۔ قریب قریب تمام مضامین سنجیدہ، مدلل اور معلومات آفریں ہیں۔ فتنہ انکارِ حدیث پر مسلسل ایسی ہی ضربیں پڑتی رہیں گی تو اس فتنہ کا پوری طرح قلع قمع ہوگا۔

مولانا محی الدین قصوری کے مضمون ...... انکارِ حدیث یا انکارِ رسالت ...... میں یہ بات ہر پڑھنے والے کو کھٹکے گی کہ انہوں نے منکرین حدیث کے دو گروہ قائم کیے ہیں۔ پہلے گروہ میں پرویز اور ان کے ہمنواؤں کو اور دوسرے گروہ میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو زبردستی شامل کر دیا ہے۔ یہ کھلی ہوئی زیادتی ہے۔ سنت رسول ﷺ کو دین میں حجت مانتے ہوئے کسی ''حدیث'' کو پرکھنا اور کتاب اللہ کی طرح حدیث کے کسی مجموعہ کو ''لا ریب فیہ'' نہ سمجھنا ''انکارِ حدیث'' نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔

ماہنامہ ''چراغِ راہ''، کراچی ہفت روزہ ''الاعتصام'' مسلک اہل حدیث کا ترجمان و داعی ہے۔ اس کا حجیت حدیث نمبر فروری میں نکالا گیا تھا۔ اس نمبر کا مقصد حدیث کی شرعی حیثیت کا انکار کرنے والے جدید فتنوں کا ردّ ہے۔ مولانا داؤد غزنوی، مولانا محی الدین قصوری، مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد حنیف ندوی، علامہ محمد اسد، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ڈاکٹر حمید اللہ ایم اے، مولانا حافظ محمد اسحاق شیخ الحدیث دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد علی قصوری ایم اے (کینٹب) مرحوم، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، پروفیسر عبد القیوم ایم اے، مولانا سید رئیس احمد جعفری اور بعض دوسرے اصحاب علم وقلم نے اس کی ترتیب میں حصہ لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اس خاص نمبر کا مواد اعتقاد پرور اور علم آموز ہے۔ البتہ اس نمبر کے ایک مقالہ نگار محی الدین احمد قصوری بی اے نے مولانا مودودی جیسے جانے اور مانے ہوئے حامئی سنت اور پاسبانِ حدیث کو منکرین حدیث کے زمرے میں شمار کر کے بے انصافی سے کام لیا ہے۔ اگر بڑے کام کرنے کے حوصلے ہوں تو ایسی چھوٹی حرکات سے دامن بچائیے۔ تاہم قارئین سے یہی عرض کریں گے کہ یہ مجموعۂ مقالات مفید مطالعہ ہے۔

''صحیفہ اہل حدیث'' کراچی ہفت روزہ ''الاعتصام'' بھی ان اخبار ورسائل میں سے ایک ہے جو جماعت اہل حدیث کے زیرِ ادارت ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مقامات سے شائع ہوتے ہیں۔ اس کا حجیت حدیث نمبر ہمارے سامنے ہے۔ اس خاص نمبر کی قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے۔ دراصل ہندوستان میں فتنہ انکارِ حدیث کی خشت اوّل عبد اللہ چکڑالوی نے رکھی تھی اور اسی بنیاد پر مولوی اسلم صاحب جیراجپوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غلام احمد صاحب پرویز جیسے اہل قلم حضرات ایک قلعہ تیار کر رہے ہیں۔اس قلعہ کی فصیلوں پر جو منجنیقیں نصب ہیں، ان کا کام ہی یہ ہے کہ جس سمت سے بھی قال قال رسول اللہ کی صدائے شیریں آئے اس طرف بے تحاشا آگ اور پتھر برسانا شروع کر دیں۔افسوس ان لوگوں کو دنیا میں سب سے زیادہ دشمنی اور بیزاری سنت رسول ﷺ حدیث نبوی سے ہے۔یہ لوگ قیامت کے دن خدا کے رسول ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور کس طرح آپ سے شفاعت کرائیں گے؟ ھداھم اللہ تعالیٰ الی الایمان اللہ تعالیٰ ادارہ کو جزائے خیر دے اور منکرین حدیث کو نیک توفیق بخشے۔آمین

ماہنامہ ''الحرم'' میرٹھ: سب پڑھے لکھے جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم اور سنت نبی شریعت اسلامی کی اصل ہیں اور نظام اسلامی کی عمارت الٰہی بنیادوں پر کھڑی ہے۔قرآنِ کریم اصول کا مجموعہ ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے ان اصول کی تفریع وتشریح فرمائی ہے۔اگر قرآنِ کریم سے حدیث شریف کو الگ کر لیا جائے تو قرآنی احکام وضاحت طلب رہ جاتے ہیں اور ان کو کھینچ تان کر من مانے محملوں پر محمول کرنے کے لیے میدان صاف ہو جاتا ہے اور ان مغرب زدہ لوگوں کو کوئی دقت باقی نہیں رہتی جو اسلامی نظام زندگی کو اپنے لیے موت سمجھتے ہیں، تاہم اس کے برحق ہونے سے انکار بھی نہیں کر سکتے۔

ان وجوہ کی بنا پر پاکستان میں یہ مہم شروع کر دی گئی ہے کہ قرآنِ کریم تو تسلیم ہے مگر حدیث رسول نامقبول۔مشہور مضمون نگار پرویز صاحب اس مہم کے سالارِ اعلیٰ ہیں۔

مگر خدا بھلا کرے علماء اسلام اور دینی اخبارات کے مدیران کرام کا وہ بھی اپنی پوری طاقت کے ساتھ میدان میں آ گئے ہیں۔اسی سلسلہ میں لاہور کے ممتاز دینی اخبار الاعتصام نے اپنا خاص نمبر ''حجیت حدیث نمبر'' کے نام سے شائع کیا ہے۔یہ نمبر الحرم سے دوگنی تقطیع کے تقریباً سو صفحات پر شائع ہوا ہے۔پاکستان کے جن اہل علم وفضل اور اصحاب فکر ونظر نے اس کی ترتیب میں حصہ لیا ہے ان میں حضرت مولانا سید داؤد غزنوی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد حنیف ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ (برلن یونیورسٹی)، علامہ محمد اسد (جرمن نومسلم)، مولانا محمد علی قصوری ایم اے (مرحوم) اور مولانا محی الدین احمد قصوری خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مضامین محققانہ ہیں اور کوشش وکاوش کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ہم قارئین الحرم سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس بیش قرار علمی ذخیرہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' لاہور: ''الاعتصام'' جماعت اہل حدیث کا آرگن ہے۔قدرتی طور پر اس ہفت روزہ جریدہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کتاب وسنت کی حمایت میں فتنۂ انکارِ حدیث کے خلاف معرکہ آرا ہو اس توقع کے مطابق یہ نمبر ہماری نگاہوں میں قابل خیر مقدم ہے۔بہت سے اہل علم وفکر کے متنوع مقالات اس میں جمع کیے گئے ہیں۔حدیث کی گراں بہا سائنس کے متعدد پہلو ان مقالات کی روشنی میں قارئین کے سامنے واضح ہوتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغامات

''حجیت حدیث نمبر'' کے لیے جن حضرات علم وفضل سے مضامین کی درخواست کی گئی تھی۔ ان میں مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق جدید لکھنؤ، مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ علما ہند دہلی، مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پور (اعظم گڑھ) اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔

یہ اصحابِ علم وفضل بزرگ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث مضامین تو ارسال نہیں فرما سکے البتہ انھوں نے جو مکتوب اس سلسلہ میں روانہ فرمائے ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔

برادرم، وعلیکم السلام!

حجیت حدیث کا خصوصی نمبر نکالنا مبارک ہو۔

موجودہ انکارِ حدیث ایک شعبہ اباحیت کا ہے۔ سنت وحدیث کی حجیت سے انکار کردینے کے بعد نفس کو آزادی و بے قیدی کا پورا موقع مل جاتا ہے۔ اباحیت کے لیے راستہ صاف ہوجاتا ہے اور نفس اسی کا حریص ہے۔ پرانے منکرین حدیث کے پاس علمی دلائل تھوڑے بہت جو کچھ بھی موجود ہوں، موجودہ دورِ پرویزی میں اس دین جدید کی اتنی اشاعت وقبولیت کا ایک کھلا ہوا راز اس کی یہی دعوتِ ''بے قیدی'' ہے۔ اس پر نظر ضرور رکھیے۔

اور پھر یہ بات نہیں کہ منکرین کے جواب میں مضامین بہتر سے بہتر اب تک نہ لکھے گئے ہوں ۲۰، ۲۵ سال کے عرصہ میں خدا معلوم کتنے مقالے تو ''معارف'' اور ''صدق'' ہی میں نکل چکے ہیں۔ اور آپ کے ہاں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے جو کام کیا، وہ الگ اور مولانا مناظر احسن گیلانی مدظلہ کی ''تدوین حدیث'' تو اپنے موضوع پر ایک فاضلانہ کیا محققانہ تصنیف ہے۔ لیکن اسے کیا کیجیے کہ ان جواہر پاروں کی اشاعت ہمیشہ محدود ہی رہی، اپنوں ہی کے حلقہ کے اندر، پہلی اور سب سے بڑی کوشش اس کی کیجیے کہ آپ کے ہاں کی چیزیں زیادہ سے زیادہ پیش ہوسکیں، یہ سب پر مقدم ہے۔ جو لوگ نہ خرید سکتے ہوں، انھیں مفت پہنچایے ایک مخصوص فنڈ اس کے لیے رکھیے اور اسے ضائع ہونا نہ سمجھیے۔ والسلام

دُعا گو و دُعا خواہ

عبدالماجد

۵/ستمبر ۱۹۵۵ء

مکرم ومحترم سلام مسنون

مزاج شریف

عنایت نامہ صادر ہوا۔ یادآوری کا شکرگزار ہوں۔ مکرم ومحترم مولانا داؤد غزنوی صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہیے۔ میں نے مولانا موصوف سے آمادگی ظاہر کی تھی کہ الاعتصام کے لیے کچھ لکھوں گا۔

جو وقت آپ نے تحریر فرمایا ہے، وہ بہت تنگ ہے۔ میرے حالات پچھلے آٹھ برس سے ایسے ہیں کہ کبھی اپنے اخبار یا رسالہ کے لیے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار سطریں لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ صبح وشام اسفار۔ اس وقت بھی تین روز کے لیے سفر پر جا رہا ہوں۔ لکھنے پڑھنے کیلیے دماغ کو جس سکون اور یکسوئی کی ضرورت ہے، اس سے محروم ہوں۔

اس لیے بہت افسوس کے ساتھ معذرت پیش کروں گا کہ اس وقت تو مجبور ہی تصور فرمایے۔ ان شاء اللہ کسی فرصت میں کچھ لکھ پایا تو ضرور ارسال خدمت کروں گا۔ والسلام

آپ کا مخلص

محمد حفظ الرحمن

۱۰ر ستمبر ۱۹۵۵ء

محترم جناب مدیر صاحب زیدت الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملفوف گرامی وصول ہوا۔ یادفرمائی کا بہت بہت شکریہ۔ اگرچہ یہ "مسکین" اس لائق نہیں ہے کہ "الاعتصام" کے معزز اور بلند پایۂ مضمون نگاروں کی صف میں داخل ہو سکے، لیکن پھر بھی اس کی دلی تمنا اور خواہش ہے کہ اس خاص نمبر کے لیے کچھ لکھ سکے، مگر اس تمنا کے بر آنے کی اُمید نہیں ہے۔ "مصباح" اور "الہدیٰ" کے مدیرانِ محترم بھی تقاضا کر رہے ہیں۔ ان دونوں سے معذرت کر چکا ہوں اور آج آپ کو بھی یہ معذرت نامہ لکھ رہا ہوں۔

سب سے بڑی رُکاوٹ اور مجبوری میری صحت کی خستگی ہے۔ کاش میں آپ کے سامنے ہوتا۔ پھر مجھے کچھ عذر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ میرا وجود شاید خود ترجمان بن جاتا۔ والسلام

خواستگارِ معافی

عبیداللہ رحمانی

مبارک پور

یکم محرم ۱۳۷۵ھ

مکرمی محترمی! زید مجدکم سلام مسنون

قریباً ایک ہفتہ ہوا، گرامی نامہ مجھے لکھنؤ میں ملا تھا۔ میں اُس وقت سفر کے لیے گویا پابہ رکاب تھا۔ جواب کے لیے کچھ خطوط ساتھ رکھ لیے تھے۔ آج تک جواب کے لیے وقت نہ نکال سکا آج ہی لے کے بیٹھ سکا ہوں۔ اُمید ہے کہ اس تاخیر میں معذور تصور فرمائیں گے۔

آپ کی فرمائش کے جواب میں گزارش ہے کہ جناب میرے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ ادھر کئی سال سے میرا حال کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ جس کو مضمون نگاری کہتے ہیں اس سے گویا بالکل مناسبت نہیں رہی۔ الفرقان میں بھی چند آیتوں یا چند حدیثوں کے ترجمہ کے سوا برسوں سے میرا کچھ نہیں ہوتا۔ والسلام

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

درمیان سہارنپور و مراد آباد چلتی ٹرین سے

۲۵ر محرم ۱۳۷۵ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہل حدیث کا عقیدہ اور نصب العین

از: مولانا سید داؤد غزنوی

حضرت مولانا سید داؤد غزنوی صاحب اپنی علالت کے باعث مفصل مضمون تو عنایت نہیں فرما سکے، البتہ مقامِ حدیث پر اُن کی ایک مختصر مگر جامع تحریر شائع کی جارہی ہے جس میں جماعت اہل حدیث کا عقیدہ حدیث کے متعلق وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔ [مدیر]

حضرت الاستاذ سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ ۱۸۹۵ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے ''صرف ونحو، حدیث وتفسیر'' اپنے والد بزرگوار سے پڑھی۔ فقہ اور اصولِ فقہ حضرت مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ سے اور منطق دہلی کے مشہور منطقی عالم مولانا سیف الرحمٰن صاحب کابلی دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ فراغت کے بعد اپنے ہی بزرگوں کے قائم کردہ مدرسہ ''مدرسہ غزنویہ'' میں پڑھاتے رہے۔ تا آنکہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا مشہور واقعہ پیش آیا تو آپ رحمہ اللہ نے سیاسی زندگی میں قدم رکھا۔ مدتوں آپ ''احرار'' کے ناظم اعلیٰ، جمعیۃ العلماء ہند کے نائب صدر اور کانگرس پنجاب کے صدر رہے۔

تقسیم ہند کے بعد جماعت اہل حدیث کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ گوجراں والا کی رفاقت ومعیت میں منظم کیا۔ لائل پور میں ایک مرکزی تعلیمی ادارہ ''جامعہ سلفیہ'' کی بنیاد رکھی۔ صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تو اسلامی نظام کے حق میں اسمبلی کے اجلاسوں میں پرزور تقریریں کی۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی نصاب کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تمام مکاتب فکر کے ۳۱ علمائے کرام نے ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ مرتب کیا تو مولانا غزنوی رحمہ اللہ بھی ان میں شامل تھے۔ شاہ سعود رحمہ اللہ نے رابطہ عالم اسلام کمیٹی اور مدینہ یونی ورسٹی کی مجلس مشاورت کا ممبر مقرر کیا۔ تحریک ختم نبوت کی ''مجلس عمل'' نے جسٹس منیر کے سوالات کا جواب دینے کے لیے مولانا غزنوی رحمہ اللہ ہی کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ قبل از تقسیم امرتسر میں ماہنامہ ''توحید'' جاری کیا، جو علم وفضل کا شاہکار تھا۔ آپ ہر ایک مکتب فکر کے بزرگ کی عزت کرتے۔ ائمہ دین سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔ ان کی خدمات کو سراہتے تھے۔ ان کے حق میں بے ادبی کو سوءِ خاتمہ کی دلیل سمجھتے تھے۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ نہایت خوش اخلاق، ملنسار اور مہمان نواز تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے۔ یہ علم وفضل، زہد وتقویٰ، مذہب وسیاست کا بحر بیکراں اور اتحاد واتفاق کا علمبردار ۱۶/دسمبر ۱۹۶۳ء بروز پیر ۲/۱/۹ بجے دن ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔ اگلے دن بروز منگل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجراں والا رحمہ اللہ نے یونیورسٹی گراؤنڈ لاہور میں نماز جنازہ پڑھائی۔ [از: محمد حنیف یزدانی]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا عقیدہ ہے کہ:

۱- قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری وحی اور قیامت تک کے لیے بنی نوع انسان کے لیے خدا کا آخری پیغامِ رشد و ہدایت ہے۔

۲- یہ وحی الٰہی سید المرسلین و خاتم النبیین سیدنا محمد بن عبداللہ المطلبی الہاشمی ﷺ پر نازل ہوئی۔

۳- آپ ﷺ اس وحی الٰہی کے صرف مبلغ ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ اس کے مبین اور مفسر بھی ہیں۔

فرمایا: ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (سورۃ النحل: ۴۴)

''اے نبی ﷺ! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو آیاتِ قرآنی اچھی طرح وضاحت سے سمجھا دیں۔''

۴- آپ ﷺ نے قرآن مجید کی جو تشریح بیان فرمائی اُس کا نام حکمت یا سنت ہے۔

فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱۳)

''اللہ نے آپ ﷺ پر کتاب اور اُس کے معارف و حکم بھی نازل فرمائے اور آپ ﷺ کو وہ علوم سکھائے جو آپ ﷺ کو معلوم نہ تھے۔''

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے علاوہ دوسری چیز بھی آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی جس کو قرآن مجید ''حکمت'' (معارف و حکم) سے تعبیر کرتا ہے...... پس قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیز جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ نازل ہوئی، احادیث یا سنت رسول اللہ ﷺ ہی ہے جسے قرآن حکیم کی پیغمبرانہ تشریح سمجھا جاتا ہے۔

۵- قرآن کریم کی اس تشریح کو نبی کریم ﷺ کی رائے پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنیہ کی تبیین و تشریح اپنے ذمہ لی...... فرمایا:

﴿اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ﴾ (سورۃ القیامۃ: ۱۷-۱۹)

''قرآن کا یاد کرا دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے۔ پس جب ہم (جبرئیل کے ذریعہ) قرآن پڑھ چکیں تو اس کے بعد آپ اس کو دہرائیں۔ پھر قرآن (کے احکام) کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔''

۶- یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم حسب وعدہ الٰہی قیامت تک محفوظ رہے مگر اس کی پیمبرانہ شرح گم ہو جائے یا محفوظ نہ رہے۔ قرآن کریم کا دنیا میں بطور ذکر و ہدایت محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید اپنے تمام متعلقات کے ساتھ محفوظ رہے یعنی عربی زبان، عربی قواعد اور سنت رسول اللہ ﷺ بھی قرآن مجید کے ساتھ تا ابد محفوظ رہے۔

۷- اگر ہدایت بنی نوع انسان کے لیے قرآن مجید کے علاوہ اسوۂ رسول ﷺ یا سنت رسول ﷺ کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر نزول قرآن کے لیے تئیس (۲۳) سال کی طویل مدت غیر ضروری تھی۔ یہ کام چند مہینوں میں انجام پا سکتا تھا۔ آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے سن کر قرآن مجید حفظ کر لیتے اور صحابہ کو مختصر عرصہ میں حفظ کرا دیتے...... لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم اور اس کا نزول بتدریج ہوا اور ۲۳ سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کیونکہ قرآن مجید کتاب کی صورت میں ایک جامع مگر مختصر ہے لیکن جب سنت رسول ﷺ اور پیمبرانہ شرح اس کے ساتھ شامل کی گئی تو یہی مختصر کتاب دینی تکمیل و تشریح کے لیے ۲۳ سال کی طویل مدت کی محتاج ہوگئی اور یہ صرف اس لیے کہ قرآن مجید کے ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸- جس طرح نبی ﷺ کی ذات اقدس قرآن مجید سے علیحدہ نہیں کی جاسکتی یعنی قرآن اور صاحب قرآن دونوں پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے، اسی طرح پیغمبرِ خدا ﷺ کی ذات گرامی سے ان کے تابندہ نقوش (سنت و اسوۂ رسول ﷺ) کی علیحدگی ناممکن ہے۔ اس لیے ہمارا ایمان ہے کہ سنت کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔

۹- نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب کرام کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے۔ جو تکمیل انسانیت اور اخلاق و اعمال حسنہ کا اکمل نمونہ ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ تھے جن کے سامنے وحی الٰہی نازل ہوتی رہی اور رسول پاک ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن اور پیمبرانہ تشریح سنتے رہے اور انہی دو چیزوں (کتاب وسنت) کو انھوں نے اپنے اقوال و اعمال کا محور بنائے رکھا اور کتاب وسنت کی امانت جواُن کے سپرد کی گئی تھی، کمال دیانت کے ساتھ انھوں نے اپنے شاگردوں (تابعین) کو پہنچادی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

۱۰- اسلامی علوم، اسلامی تہذیب اور اسی طرح مسلم معاشرہ نے اپنے اپنے زمانوں میں اپنی ہم عصر قوموں کے اختلاط سے چونکہ ایسے اثرات قبول کر لیے ہیں جن سے اسلامی تعلیمات قرن اوّل کی سادگی پر قائم نہیں رہیں، اس لیے مسلم معاشرہ کے نظامِ حیات کو آج اسی چشمۂ صافی سے سیراب کیا جاسکتا ہے جسے ہم قرن اوّل کی فطری سادگی کا چشمۂ حیات کہتے ہیں، یعنی اسلام کو اُسی طرح سمجھا جائے جس طرح صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ دین نے سمجھا۔

ہمارا نصب العین:

ہمارا حقیقی نصب العین احکم الحاکمین کی رضا اور خوشنودی کا حاصل کرنا ہے اور اس کے حصول کا واحد ذریعہ ہم اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع سمجھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخن ہائے گفتنی

از: مدیر (محمد اسحاق بھٹی)

مولانا بھٹی صاحب نے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے درسِ نظامی کی فاضلانہ تکمیل کے بعد اپنی عملی زندگی کی ابتدا ہفت روزہ الاعتصام میں ائمہ کرام، خواتین اسلام کے حالات لکھنے سے کی۔ پھر مولانا محمد حنیف ندویؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوکر مولانا ندویؒ سے استفادہ بھی خوب کیا اور معاون مدیر کی حیثیت سے ''الاعتصام'' کے ادارتی اُمور میں شریک عمل بھی رہے۔ مولانا ندویؒ کے ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تشریف لے جانے کے بعد الاعتصام کی جملہ ادارتی ...... بلکہ انتظامی بھی ...... ذمہ داریوں کو سنبھال لیا، جس کی مدت پندرہ سال کا طویل عرصہ تھی۔ اسی دور میں زیرِنظر اشاعت خاص شائع کی۔ ''الاعتصام'' سے علیحدہ ہوکر مولانا بھٹی بھی جب ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہوگئے تو وہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو برصغیر میں اسلام کے اوّلیں نقوش، ترجمہ وحواشی الفہرست، (ابن ندیم)، فقہائے ہند دس جلدیں، ارمغانِ حنیف اور برصغیر میں علم فقہ جیسی اہم تصنیفی خدمات سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ ادارے کے علمی مجلّے ''المعارف'' کی ادارت بھی ان کے سپرد رہی۔ علاوہ ازیں مختلف اخبارات میں مضامین اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں علمی مقالات بھی تحریر فرماتے رہے۔ انھوں نے بتیس (۳۲) سال ادارہ ثقافت اسلامیہ میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ اس سے ریٹائرمنٹ کے بعد ان کا اشہب قلم اگرچہ تذکرہ وتراجم رجال کی شاہراہ پر دوڑ رہا ہے تاہم ان کے قلم نے ریاض الصالحین کے اُردو ترجمہ کے علاوہ، لسان القرآن جلد سوم...... جس کی پہلی دو جلدیں مولانا محمد حنیف ندویؒ کے قلم سے تھیں...... کے علاوہ مولانا ندویؒ ہی کے معروف مضامین ''چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں'' کی تکمیل بھی کی۔ یہ مضامین اس زمانے میں ''الاعتصام'' میں چھپتے رہے تھے، جب بھٹی صاحب اس کی ادارت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

برصغیر میں اہل حدیث کی آمد اور برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن جیسی گراں قدر تحقیقی اور تاریخی کتابیں تصنیف کیں، دبستانِ حدیث زیر تصنیف ہے اور صوفی عبداللہ مرحوم بانی دارالعلوم اوڈاں والا اور ماموں کانجن کی مکمل سوانح حیات اسی طرح قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کے حالات پر ایک مستقل تصنیف طبع ہو چکی ہیں۔ [از حافظ احمد شاکر]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم الاعتصام کا ضخیم حجیت حدیث نمبر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔
اس نمبر کے لیے مضامین کے حصول و ترتیب میں ہمیں جو محنت اور تگ و دَو کرنا پڑی ہے۔اس کا اندازہ انھیں حضرات کو ہو سکتا ہے جو اس راہ پر آشوب سے تھوڑی بہت آگاہی رکھتے ہیں۔

اس نمبر میں ایک اضافہ یہ کیا گیا ہے کہ ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف بھی ان کے مضمون کے ابتدائی صفحہ پر کرا دیا گیا ہے۔اگرچہ یہ حضرات اپنے علم و شہرت کی بنا پر کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں اور الاعتصام کے حلقہ قارئین کے لیے یہ حضرات نئے بھی نہیں ہیں،لیکن اس کے باوجود چند تعارفی الفاظ کو ضروری سمجھا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں افسوس ہے کہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی کا تعارف نہیں کرایا جا سکا۔ ان کا مضمون بمبئی سے آیا اور دیکھ کر کاتب کے حوالے کر دیا گیا۔کاتب صاحب سے وصول ہوا تو تصحیح کر کے پریس بھیج دیا گیا اور ان کا تعارف جلدی سے لکھا نہ جا سکا۔اس پر ہم اپنے محترم خواندگان سے بصمیم قلب معذرت خواہ ہیں۔

مضامین میں تصحیح کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔طباعت سے پیشتر چار چار دفعہ کا پیاں پڑھی گئی ہیں۔کتابت کے بعد دو دفعہ پروف پڑھے گئے ہیں۔بایں ہمہ اگر اس کی تصحیح میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس پر ادارہ تمام حضرات سے سراپا اعتذار ہے۔

جن معزز اور فاضل حضرات نے حجیت حدیث کے لیے اپنے علمی و تحقیقی مضامین عنایت فرمائے ہیں اور اس باب میں ہمارے ساتھ کسی طریق سے تعاون فرمایا ہے،ہم ان کے ممنون احسان اور ان کے علمی و اخلاقی ایثار کے بے حد قدردان ہیں۔جزاهم الله خير الجزاء

حجیت حدیث نمبر آپ کے سامنے ہے۔اس کے مضامین کی ترتیب کس نوعیت کی حامل ہے،یہ فیصلہ کرنا اب آپ کا کام ہے۔ہم اس سلسلے میں بجز اس کے اور کچھ عرض نہیں کریں گے کہ ہم نے اس کو حجیت حدیث کے موضوع پر ہر ہر نوع کے مضامین سے مزین کرنے کی سعی کی ہے۔اس مجموعہ میں فنی مضامین بھی ہیں،علمی و تحقیقی بھی ہیں اور تاریخی بھی!ان مضامین کی روشنی میں ہمیں اُمید ہے کہ مخالف و موافق صف میں سے اس کے مطالعہ سے کوئی صاحب بھی بے نیاز نہیں رہیں گے۔ [مدیر]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکارِ حدیث کی وبا نئی نہیں بلکہ خاصی پرانی ہے، لیکن اِس دور کے انکارِ حدیث اور ابتدائی دور کے انکارِ حدیث میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں لوگوں کے علم وعمل کی سرحدیں بہت مضبوط تھیں اور قلب و ذہن دین و مذہب کی اثر آفرینیوں سے مجلی اور اسلام کے معانی ومطالب کی گتھیوں کو سلجھانے کے عادی تھے۔ اس لیے اُس دور میں کہیں اس فتنہ نے اگر کسی رنگ میں سر اُٹھانے کی سعی کی بھی تو اہل علم کی ہمہ گیر اور بے پایاں خدمت اسلام کے بے پناہ ریلے نے اس کے پاؤں جمنے نہیں دیے۔ جہاں اس نے بال و پر پھیلانے کی ادنیٰ کوشش کی...... اس کا انتہائی سختی کے ساتھ تعاقب کیا گیا۔ علامہ ابن حزمؒ نے اپنی معروف تصنیف ''احکام الاحکام'' میں ان زمانہ کے مطابق اس فتنہ کا خاصی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور نویں صدی ہجری کے مشہور محقق اہل علم علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ''مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ'' میں اس پر مفید بحث فرمائی ہے۔

لیکن موجودہ دَور، اسلام میں پختگی اور دین و مذہب میں عمق و رسوخ کے اعتبار سے بہت پسماندہ دَور ہے۔ لوگوں کے سوچ بچار کے زاویے اور غور وفکر کے پیمانے اتنے بدل چکے ہیں کہ ایک شخص حدیث رسول ﷺ کی حجت واستناد سے نہ صرف یہ کہ انکار کرتا ہے بلکہ حد یہ ہے کہ اس کا برسرِ عام مضحکہ اُڑاتا ہے۔ اس کی احکامی وتشریعی حیثیت کو چیلنج کرتا ہے، اس سے تمسخر کرتا ہے، اس کی پھبتی اُڑاتا ہے، اس کو عجمی سازش کا فسانہ قرار دیتا ہے۔ اس کی گستاخیوں کی حد یہ ہے کہ اسے کذب وافترا اور جھوٹ کا پلندا قرار دیتا ہے مگر کوئی نہیں جو اس کی زبان پکڑنے کی جرأت کرے اور اس کے منہ میں لگام دینے کی کوشش کرے۔ ایک طرف حکومت ہے کہ مملکت کا قانون کتاب وسنت کی بنیادوں پر استوار کرنے کا اعلان کرتی ہے لیکن دوسری طرف اس کی سہل انگاریوں اور تغافل شعاریوں کا یہ عالم ہے کہ عین اس کی ناک کے نیچے ایک شخص کھلے بندوں ''سنت'' کا انکار کرتا ہے اور پوری آزادی سے اس کی توہین وتضحیک کا ارتکاب کرتا ہے مگر حکومت اس سے قطعی باز پرس نہیں کرتی اور نہیں پوچھتی کہ اس کے منہ میں کے دانت ہیں! اگر ''کتاب'' کے ساتھ ''سنت'' کا لفظ آئین کا جزو بن جاتا ہے تو کیا اُس کی مخالفت آئین کی مخالفت اور قانون سے بغاوت قرار نہیں پائے گی؟ اور یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہو جائے گا کہ اس پر اس بیہودگی سے بحث کی اجازت نہ دی جائے اور اگر اس پر کسی طرف سے حملہ ہو تو قانون کو حرکت میں لایا جائے اور اس کو از روئے آئین سٹیٹ کا جرم قرار دیا جائے۔

یہ کتنے افسوسناک تعجب کی بات ہے کہ ایک ایسی مملکت میں جس کا وجود ہی کتاب وسنت پر عمل کرنے کی مواعید ومواثیق کا رہینِ منت ہے، اس کے عین قلب میں انھیں میں کے ایک جزو (سنت) پر بھرپور وار کیے جاتے ہیں مگر ارکانِ حکومت سکوت کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں، حالانکہ رسول ﷺ کی تو وہ ذاتِ اقدس ہے جن پر قرآن نازل ہوا اور زبانِ وحی سے جنھوں نے اس کے نکات کی گتھیوں کو وا فرمایا۔ پھر اس میں ایک قابل غور امر یہ ہے کہ قرآن ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہو گیا تھا بلکہ پورے تیئس سال میں اسے سینۂ رسول ﷺ کی گہرائیوں میں جبرئیل امین علیہ السلام نے اُتارا ہے۔ بتایا جائے، فترت وحی کے زمانہ میں (جو کہ بعض دفعہ چھ چھ ماہ سے بھی متجاوز ہو جاتا تھا) صحابہ کرامؓ کس چیز پر عمل کرتے تھے؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، یا تو صحابہ کرامؓ اس اثنا میں نعوذ باللہ بے عمل ہو کر بیٹھ جاتے تھے، یا کسی چیز پر عمل کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس اثنا میں ان کے عمل وفعل کی بنیادیں اقوالِ رسول ﷺ اور ارشاداتِ پیغمبر ﷺ ہی ہوتے تھے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں قرآن حکیم اتنی تفصیلات کا حامل نہیں ہے کہ اس کا ہر ہر حکم اور اس کی ہر ہر ہدایت الفاظ و حروف کے قالب میں ڈھل گئی ہو، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم اس طریق سے بعض مقامات پر مجمل ہے اور اس جمال کو زبانِ رسالت سے ہی تفصیل کا جامہ پہناتی ہے۔ حتیٰ کہ قرآن نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ ایسے اہم ارکان کی تفصیلات میں بھی نہیں جاتا۔ ان کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور صاحب حدیث (فداہ ابی وامی) کے تعامل و احکام پر نگاہ ڈالی جائے گی تو کام چلے گا لیکن اگر اس باب میں محض قرآن کریم کو سامنے رکھا جائے گا تو اس میں زیادہ تفصیلات کے نہ ہونے کی وجہ سے اسی قسم کے خیالات وافکار پیدا ہوں گے جو کہ حلقہ انکارِ حدیث کے مختلف گروہوں میں پیدا ہو چکے ہیں یعنی انکارِ حدیث کے باعث ان میں متعدد گروہ پیدا ہو گئے ہیں اور یہ نماز تک میں مختلف ہیں اور ان کی پریشان خیالی یہاں تک ممتد ہے کہ یہ نماز کی رکعات کی تعداد اور اس کے اوقات میں ہی کسی واضح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔

قرآنِ حکیم کے بعض مقامات تو اس نوعیت کے حامل ہیں کہ اگر واقعہ کے پورے پس منظر کا علم نہ ہو اور اس سے آگاہی نہ ہو، کہ ان الفاظ کے پیچھے کیا اصل شے کارفرما ہے تو ان مقامات کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کے چند مقامات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ دوسرے پارہ کے شروع میں تحویل قبلہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۴۲)

ترجمہ: ''اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے۔ تو کہہ کہ اللہ کے لیے ہیں مشرق اور مغرب، چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ۔''

اس سے ذرا آگے چل کر فرمایا:

﴿وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ﴾

ترجمہ: ''اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول ﷺ کا اور کون پھر جائے گا اُلٹے پاؤں۔'' (سورۃ البقرۃ:۱۴۳)

ان آیات میں ''اَلْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ'' کا لفظ خصوصیت سے قابل غور ہے۔ فرمایا جائے، اس کا محل کیا ہے؟ جب کہ قرآن میں اس کی تفصیلات کا کہیں ذکر نہیں اور یہ ایسا لفظ ہے جو ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

۲۔ دسویں پارہ کے شروع میں سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ نے میدانِ بدر میں حق و باطل کی کشمکش کا ذکر فرمایا ہے اور اس کو ''یوم الفرقان'' قرار دیا ہے اور ﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ (جس وقت تم تھے پرلے کنارہ پر اور وہ دوسرے کنارہ پر اور قافلہ نیچے اُتر گیا تھا تم سے) فرما کر ابوسفیان کے اس تجارتی قافلہ کی طرف اشارات کیے ہیں جو نشیب کی طرف ہٹ کر سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا اور اس قافلہ اور مسلمانوں کے درمیان قریش کی فوج حائل ہو چکی تھی لیکن آپ کو قرآن میں کہیں یہ چیز نظر نہیں آئے گی اور یہ عقدہ کشائی حدیث کے دفاتر ہی کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۳۔ سورہ توبہ میں ہے: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ﴾ (سورۃ التوبۃ:۲۵)

ترجمہ: ''مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت میدانوں میں اور حنین کے میدان میں، جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تنگ ہوگئی تم پر زمین، باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ موڑ کر۔''

اس آیت میں اور اس سے آگے ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ﴾ کی ساری آیت میں مسلمانوں کے ساتھ پیش آمدہ بڑے بڑے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور قرآن مجید میں اس کی تفصیلات مذکور نہیں ہیں۔ فرمایئے آپ یہاں حدیث سے بے نیاز ہو کر کس طرح اس صورت میں مذکور واقعات کی تہہ کو پہنچیں گے؟

۴۔ اسی سورہ توبہ میں آگے چل کر آپ کو یہ آیت ملے گی:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (سورۃ التوبہ:۴۰)

ترجمہ: ''اگر تم مدد نہ کرو گے رسول ﷺ کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا، جب وہ دونوں تھے غار میں۔ جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

اس آیت کے چند الفاظ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہجرت کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن آیت میں کہیں حضرت ابوبکرؓ کا نام نہیں۔ اگر حدیث کے دروازے پر دستک نہ دی جائے گی تو بتایئے، اس واقعہ کی چہرہ کشائی کس طرح ہو سکے گی؟

۵۔ سورہ احزاب کی آیت ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ (الاحزاب:۳۷) ایک واقعہ کی طرف اشارہ کناں ہے جس کی وضاحت تفسیر و حدیث ہی سے دستیاب ہوگی۔

۶۔ اٹھائیسویں پارہ سے سورہ مجادلہ شروع ہوتی ہے۔ اس کی ابتدائی آیت ذرا تلاوت کیجیے:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ﴾ (سورۃ المجادلہ:۱)

ترجمہ: ''سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور شکایت کرتی تھی اللہ کے آگے اور اللہ سنتا تھا سوال و جواب تم دونوں کا۔ بے شک اللہ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔''

اس آیت کا ایک ایک لفظ یہ بتا رہا ہے کہ اس میں کوئی خاص واقعہ بیان ہوا ہے، لیکن وہ کیا واقعہ ہے؟ اور کون عورت حضور ﷺ سے اپنے خاوند کے بارہ میں جھگڑی اور اللہ کے حضور اس نے اپنی شکایت پیش کی؟ قرآن حکیم اس کا نام نہیں بتاتا اس کی پوری تفصیلات اگر آپ کو مطلوب ہوں تو اس کے لیے حدیث رسول ﷺ کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔

۷۔ سورہ جمعہ کی آخری آیت کے یہ الفاظ پڑھیے:

﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ (الجمعہ:۱۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور جب وہ دیکھیں سودا بکتا ہوا یا کچھ تماشا مستغرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا ہوا۔''

یہ الفاظ اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل صاف ہیں اور یہ کسی واقعہ کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں۔ کیا حدیث سے استمداد کیے بغیر اس آیت کا مفہوم مکمل ہو سکتا ہے؟

۸- اس سے آگے چل کر اسی پارہ میں سورہ تحریم کی ابتدائی آیات پر نظر ڈالیے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ﴾ (التحریم:۱)

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔ چاہتا ہے تو رضا مندی اپنی عورتوں کی۔''

اس سے آگے ایک آیت چھوڑ کر فرمایا:

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ....﴾ (التحریم:۳)

یعنی ''جب چھپا کر کہی نبی ﷺ نے اپنی کسی عورت سے ایک بات..........''

حضور ﷺ نے کس حلال چیز کو اپنی ذات گرامی پر اپنی کس بیوی کے کہنے سے حرام قرار دے لیا تھا؟ اور ازواج مطہرات میں سے کس کو آپ ﷺ نے کون سی بات چھپ کر کہی تھی؟ اس کی تفصیل ظاہر ہے کہ قرآن بیان نہیں کرتا اور اس کے لیے حدیث کے دفاتر ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

۹- تیسویں پارہ میں سورہ عبس پر ایک نظر ڈالیے:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى ○اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ○وَمَا يُدْرِيْکَ لَعَلَّهٗ يَزَّکّٰى○اَوْ يَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰى ○اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى○فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى○وَمَا عَلَيْکَ اَلَّا يَزَّکّٰى ﴾ (العبس:۱-۷)

ترجمہ: ''تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا۔ وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اس کی فکر میں ہے اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا۔''

ان آیات کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی واقعہ بیان کرر ہی ہیں اور ان میں کسی ایسے شخص کی بات بیان ہوئی ہے جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن حضور ﷺ نے اس کی طرف برِبناً مصلحت زیادہ توجہ مبذول نہ فرمائی اور دوسرے لوگوں سے گفتگو میں مصروف رہے۔ قرآن کا انداز بتاتا ہے کہ وہ شخص طالب صادق تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مگر قرآن کریم یہ نہیں بتاتا کہ وہ شخص کون تھا، اس کا کیا نام تھا؟ اور حضور ﷺ اس سے اغماض فرما کر کن لوگوں سے مصروف گفتگو تھے۔ یہ ساری تفصیل آپ کو کتب حدیث کے اوراق سے ملے گی!

۱۰- سورہ تبت پر ایک نگاہ ڈالیے! اگر یہ معلوم نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا واسطہ ایک شخص ابولہب سے پڑا تھا۔ اس کا اور اس کی بیوی کا اسلام اور حضور ﷺ سے متعلق ایک خاص کردار تھا جو بے حد تکلیف دہ اور اذیت رساں تھا اور حضور ﷺ کے لیے وہ گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا تھا (تبالک سائر الیوم) اور اس کی بیوی آپ ﷺ کے راستہ میں مشکلات کے کانٹے بچھانے میں مصروف رہتی تھی۔ اس وقت تک اس سورت کا مفہوم و محل سمجھ میں نہیں آسکتا اور یہ سب کچھ حدیث کے دروازے پر دستک دیے بغیر حل ہونے والا نہیں!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ قرآن پاک کے چند مقامات ہیں جن کا ہم نے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ متعدد مقامات آپ کو ایسے ملیں گے جن کا خاص پس منظر ہے اور جن کے پیچھے کوئی نہ کوئی واقعہ کارفرما ہے۔

لیکن منکرین حدیث کا گروہ ہے کہ یہ موٹی بات بھی اُن کی سمجھ میں نہیں آتی اور یہ اپنی ہی ہانکے چلے جارہے ہیں!

آخر میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ فتنۂ انکارِ حدیث کے سدِباب کے لیے اہل حدیث نے کیا کیا خدمات انجام دی ہیں، اس سلسلہ میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ چند اشارات پر ہی اکتفا کریں گے۔

اس ضمن میں ایک اہم اور لائق تذکرہ خدمت حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی ہے جو انھوں نے مولوی عبداللہ چکڑالوی اور میاں محمد چٹو کے مقابلے میں مسجد چینیاں والی لاہور میں انجام دی۔ یہ اُن کی خدمت حدیث کا ایسا اہم باب ہے کہ جس نے ایک طرف تو مسجد چینیاں والی کو منکرین حدیث کے وجود سے پاک کرکے اسے اہل حدیث کی تولیت میں دے دیا۔ دوسری طرف حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم و مغفور ایسے اکابر اہل حدیث و اہل قلم حضرات کی عنانِ توجہ اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف مبذول کرائی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں اس فتنہ پر پہلی ضرب لگانے کا شرف حضرت الامام مرحوم کو حاصل ہے۔

رحمه الله و غفرله و رفع درجته في اعلي عليين۔

مختصر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ: محمد چٹو نام کے ایک شخص مسجد چینیاں والی لاہور کے متولی تھے اور خطابت و امامت کے فرائض مولوی عبداللہ چکڑالوی انجام دیتے تھے۔ جب یہ دونوں حلقہ بگوش انکارِ حدیث ہوگئے تو انھوں نے اپنے نئے مسلک کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مسجد چینیاں والی کو مرکز بنانا چاہا لیکن مسجد کے مقتدی اور اس علاقہ کے مقتدر حضرات ان کے راستہ میں مزاحم ہوئے اور انھوں نے اس صورت حال سے پریشان ہو کر امرتسر میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے بابِ عالی پر دستک دی اور اُن سے عرض کیا کہ وہ اس المیہ سے اُنھیں نجات دلانے کی مؤثر سعی فرمائیں۔ امام صاحب مرحوم نے ان کی گفتگو سے متاثر ہو کر جمعہ کی ایک صبح کو امرتسر سے لاہور کے لیے رخت سفر باندھا اور اپنے تلامذہ کی ایک تعداد کے ساتھ جمعہ کے وقت مسجد چینیاں والی میں تشریف لے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ میاں محمد چٹو اور مولوی عبداللہ امام صاحب کی تشریف آوری کے وقت وضو کررہے تھے۔ لیکن عجیب اتفاق ملاحظہ ہو کہ ادھر امام صاحب مسجد میں داخل ہوئے اور اُدھر یہ دونوں ان کو دیکھتے ہی مسجد سے باہر نکل گئے! اور اس طرح مسجد چینیاں والی منکرین حدیث کے وجود سے پاک ہوگئی!

بغیر کسی بحث و مناظرہ اور جنگ و جدال کے ان کے مسجد کو چھوڑ دینے سے اہل محلّہ اور جماعت کے لوگ اتنے مسرور و متاثر ہوئے کہ انھوں نے اس پر اصرار کیا کہ حضرت امام صاحب مستقل طور پر مسجد چینیاں والی میں قیام فرمائیں۔ امام صاحب امرتسر کے مرکز کو چھوڑنے کے لیے خود تو تیار نہ ہو سکے لیکن انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبدالواحد غزنویؒ کو وہاں مقرر فرمادیا اور اس وقت انھوں نے مسجد کو چھوڑا، جب کہ انھیں یقین ہوگیا کہ لوگ مولانا عبدالواحد غزنوی کی خطابت و امامت اور اُن کے درس قرآن سے کلیتہً مطمئن ہیں۔

امام صاحب نے اس کے بعد ایک سوال نامہ شائع کیا۔ جس میں مولوی عبداللہ اور ان کے رفقا سے چند سوالات کیے تھے۔ ان سوالات کا شائع کرنا تھا کہ پورے پنجاب میں اس کی دھوم مچ گئی اور حضرت مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی نے ایک رسالہ لکھا (یہ رسالہ میاں محمد باقر، جھوک دادو، ضلع لائل پور کے کتب خانہ میں موجود ہے) جس میں انھوں نے حضرت امام مرحوم کی مساعی کا ذکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے ان سوالات کو بنیاد قرار دے کر اُن پر اپنی کوششوں کی دیواریں اُٹھائیں اور اس فتنہ کے خلاف ایک ہمہ گیر مہم شروع کر دی!

حضرت امام صاحب مرحوم کے اس عملی اقدام کے علاوہ ذیل کے چند مختصر اشارات ملاحظہ فرمایئے:

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ومغفور نے اپنے معروف علمی ماہنامہ "اشاعة السنة" کے ذریعے حدیث کی عظیم خدمت انجام دی اور فتنہ انکارِ حدیث کا سختی کے ساتھ تعاقب کیا۔ان کا رسالہ "اشاعة السنة" نہایت علمی اور ہر ہر طبقہ میں مقبول و متوارد تھا اور اُن کا اندازِ بیان اور اسلوب تحریر بڑا علمی اور زوردار تھا۔انھوں نے ہر ہر میدان میں منکرین حدیث کا تعاقب کیا اور ان کو پیہم شکستیں دیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اپنے شہرہ آفاق اخبار "اہلحدیث" کے صفحات اس فتنہ کے انسداد کے لیے وقف کر دیے تھے اور انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں اس حلقہ کے بڑے بڑے صنادید کی پُر فریب تحریروں کا پردہ چاک کیا۔

حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنے علمی و مذہبی ماہنامہ "الہادی" میں اس فتنہ کو بار بار للکارا اور اُن کے اہل قلم سے ٹکر لی۔

حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن عمر پوری مرحوم نے کلکتہ سے ایک ماہنامہ "ضیاء السنة" جاری کیا تھا جس میں انھوں نے فتنہ انکارِ حدیث کا ہر طرح مقابلہ کیا۔

حضرت مولانا محمد جونا گڑھیؒ نے اپنے رسالہ "محمدیؐ" دہلی کے صفحات میں اس فتنہ کی ہر طریق سے مخالفت ومزاحمت کی۔

حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ نے مرحوم ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" (امرتسر) میں حجیت حدیث کے موضوع پر علمی مقالے حوالہ قلم فرمائے۔حضرت مولانا سیّد داؤد غزنویؒ نے اپنے بلند مرتبت ہفت روزہ "توحید" (امرتسر) کے صفحات پر اس فتنہ کی ہر اعتبار سے سرکوبی کی اور اس پر زوردار اور مدلل مضامین تحریر فرمائے۔

دہلی کی جماعت کے اخبارات مثلاً "محدث"، "صحیفہ اہلحدیث" (حال کراچی) وغیرہ نے اس باب میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

پنجاب کے مندرجہ فوق اخبارات و جرائد کے علاوہ "مسلمان" سوہدرہ نے اس موضوع پر خاصا مواد اپنے قارئین کو دیا۔

جزاهم الله خير الجزاء عنا و عن سائر المسلمين۔

یہ تو رسائل و اخبارات کا مختصر سا قصہ تھا۔اس کے علاوہ علمائے اہل حدیث نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں، جن میں انھوں نے اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے اندازِ اسلوب میں علمی وفنی مباحث کیے اور اس فرقہ باطلہ کے خلاف ایک ہمہ گیر اور وسعت پذیر محاذ قائم کر دیا اور ان کو مسلسل ہزیمتیں دیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کا لطف بے پایاں یہ ہے کہ فتنہ انکارِ حدیث کے خلاف اور حدیث کی حجیت و استناد کے باب میں جماعت اہل حدیث نے جو سلسلہ شروع کیا تھا، اس کے اخبارات و رسائل برابر اس میں مصروف ہیں۔اور جب تک یہ فتنہ دنیا میں موجود ہے، وہ ہر قیمت پر اس کے خلاف اپنی مہم جاری رکھیں گے! ان شاء اللہ العزیز۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکارِحدیث یاانکارِرسالت

از:مولانامحی الدین احمدقصوری بی اے

مولانامحی الدین احمداپریل ۱۸۸۹ءمیں پیداہوئے۔مولاناکاآبائی وطن تودلاورضلع گوجرانوالہ ہے۔لیکن آپ کے والد محترم حضرت مولاناعبدالقادرصاحب قصوریؒ کے مستقل طورپرقصورمیں سکونت پذیرہوجانے کے باعث''قصوری'' کالفظ اس خاندان کے نام کاجزوبن کررہ گیاہے۔مولانانے ابتدائی تعلیم گھرمیں ہی حاصل کی۔میٹرک پاس کرکے گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا۔اور۱۹۱۱ءمیں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔دینیات کی تعلیم اپنے والدبزرگوارمولاناعبدالقادرقصوریؒ،مولانافضل حقؒ، مولانااسمٰعیل دلاوریؒ اورمولاناعبدالرحمٰنؒ سے حاصل کی۔ابتدامیں اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ میں ہیڈ ماسٹربھی مقرر ہوئےلیکن ہیڈماسٹری ذوق کی تسکین کاذریعہ نہ ثابت ہوسکی اوراس پرابھی دوسال کاعرصہ ہی گزراتھاکہ اس سے سبکدوش ہوگئے۔مولاناابوالکلام آزادکے ساتھ اس خاندان کے گہرے مراسم تھے۔دوستی اورتعلقات کے اعتبارسے یہ مولاناکے اور مولاناان کے تھے اس لیےمولانانے ان کواپنے پاس کلکتے بلالیا۔مولاناان دنوں''الہلال'' نکالتے تھے،یہ بھی''الہلال'' سے منسلک ہوگئے۔اس کے ساتھ ساتھ کلکتہ سے اپناایک روزنامہ اخبار''اقدام'' جاری کردیا۔یہ سلسلہ ۱۶-۱۹۱۵ءیعنی دو سال تک جاری رہاہے۔۱۹۱۶ءمیں انگریزی حکومت نے انھیں گرفتارکرکے جالندھرمیں دسوہہ کے مقام میں نظربندکردیا۔یہ نظربندی ۱۹۱۹ءتک جاری رہی۔رہائی کے بعد۱۹۲۶ءتک تبلیغ واشاعت کاکام کرتے رہےاوراس باب میں متعددکتابیں لکھیں جومختلف اوقات میں شائع ہوئیں۔اس کے بعدمدراس،احمدآباد،پونا،بمبئی وغیرہ مقامات میں تجارتی مشاغل میں مصروف ہوگئے۔اسی اثنامیں تفسیرسورہ فاتحہ اورتفسیرسورہ یوسف مکمل کی۔تفسیرسورہ فاتحہ توچھپ چکی ہےلیکن تفسیرسورہ یوسف ابھی تک غیرمطبوعہ ہے۔کچھ عرصہ دائرۃ المعارف اسلامی میں ترجمہ کاکام کیا۔آج کل لاہورمیں قیام ہےاورمختلف علمی وتصنیفی امورمیں مصروف ہیں۔

ان کی تصنیفی خدمات میں سے تفسیرسورہ نوراورآیہ کریمہ کی تفسیربھی شامل ہیں جوغیرمطبوعہ ہیں۔اسی طرح آپ نے اپنے آباؤاجدادکے متعلق بھی اچھاخاصالکھاتھاجوان کے مسودات میں دیکھاگیااسی طرح آپ کے مقالات ومضامین ہفت روزہ''توحید'' امرتسراورہفت روزہ الاعتصام وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔مولانامحی الدین احمد قصوری نے ۲۴جنوری۱۹۷۱ء......۲۶ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ کولاہورمیں وفات پائی اورقصورمیں دفن ہوئے۔

وجوداوہمہ حسن است وہستیم ہمہ عشق

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ○ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾ (سورۃالنساء:۱۵۰-۱۵۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے برگشتہ ہیں اور چاہتے ہیں، اللہ میں اور اس کے رسولوں میں (تصدیق اور اطاعت کے لحاظ سے) تفرقہ کریں اور کہتے ہیں، ہم ان میں سے بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور اس طرح چاہتے ہیں، ایمان اور کفر کے درمیان کوئی (تیسری) راہ اختیار کرلیں تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں (اللہ کا اقرار اور رسول ﷺ کو منقاد و مطاع تسلیم کرنے سے انکار یا کسی ایک رسالت کا اقرار اور باقی رسالتوں کا انکار اُنھیں مومن نہیں بنا سکتا) اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت دینے والا عذاب تیار رکھا ہے۔“

آیۂ مبارکہ زیب عنوان میں قرآن حکیم نے حقیقی کفر کی بعض صورتوں کو واشگاف کیا ہے۔ مختصراً وہ یہ ہیں: اللہ کا انکار، نفس رسالت کا انکار، اللہ کا اقرار اور نفس رسالت کا انکار۔ ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ﴾ [اور (دیکھو) جب ان لوگوں نے کہا، خدا نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اُتاری (یعنی وحی تنزیل سے انکار کیا) تو خدا کی خدائی کا جو اندازہ کرنا چاہیے، وہ اُنھوں نے نہیں کیا] اللہ کی اطاعت کا اقرار لیکن رسول کو مطاع و منقاد تسلیم کرنے سے انکار (کہ تفریق بین اللہ و رسولہ کی یہ نہایت صریح اور نہایت بھیانک صورت ہے) بعض رسالتوں یا انبیاء کا اقرار اور بعض کا انکار۔ (یہود کا رسالت مسیحی علیہ السلام اور رسالت محمدی ﷺ سے انکار اور نصاریٰ کا رسالت مصطفوی ﷺ سے اعراض)

منکرین حدیث کے دو گروہ

منکرین حدیث سلف و خلف کی تحریروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ہمیشہ دو قسم کے لوگ رہے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو نفس حدیث ہی کا انکار کرتا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی قول و فعل کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا اور **کفانا کتاب اللّٰہ** کہہ کر منہ موڑ لیتا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو حدیث کو علم ظنی کہہ کر اس کی حجیت سے انکار کر دیتا ہے۔ زمانہ حاضر میں پہلے گروہ میں پرویز اور اس کی ذریت شامل ہے جس کا شجرہ نسب عبداللہ چکڑالوی آنجہانی سے جا ملتا ہے۔ دوسرے گروہ کی سب سے روشن و تابندہ مثال عہد حاضر کے فاضل اجل مولانا مودودی ہیں۔ اس آخری گروہ کی تحریریں پڑھ جایے اور ایک ہزار سال پیچھے چلے جایے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ معتزلہ کا وہی اُگلا ہوا نوالہ ہے جو یہ لوگ جگالی کر کے ہمارے سامنے پھینک رہے ہیں۔ جدت و ندرت کہیں نہ پائیں گے۔ قرآن حکیم نے ایک نہایت ہی مختصر جملے میں ان کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے:

﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (سورة البقرة:۱۱۸)

”تو (دیکھو گمراہی کی) جیسی بات یہ کہہ رہے ہیں، ٹھیک ٹھیک ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اس بارے میں پہلوں اور پچھلوں سب کے دل ایک ہی طرح کے ہوئے۔“

پہلا گروہ اکھڑ منکرین کا ہے جن کی جہالت، ضد اور انکار کو قرآن جا بجا واشگاف کرتا ہے۔ ان کا حکم منکرین رسالت کا ہے۔ دوسرا گروہ علماءِ موؤلین کا ہے جو اپنے علم کے زور اور گھمنڈ پر ہمیشہ حدیث کے مقابلہ کے لیے خم ٹھونک کر میدان میں نکلا ہے۔ یہ ایک عجیب توارد ہے کہ عہد سلف میں بھی جن لوگوں نے حدیث کی حجیت کا انکار کیا تھا، وہ بھی علم و فضل میں وقت کے استاذ تسلیم ہوتے تھے۔ ان کی تقریریں نہایت دل نشیں اور تحریریں بغایت زبردست اور پُرزور ہوتی تھیں۔ آج بھی اس گروہ کی قیادت ان لوگوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں میں ہے جن کا شمار وقت کے مشاہیر علما میں ہوتا ہے اور جو بڑی بڑی جماعتوں کے مقتدا اور پیشوا متصور ہوتے ہیں۔

قرآن کا اسلوبِ بحث واستدلال

پہلے گروہ کی بنیاد چونکہ محض جہل، بے خبری اور ضد پر تھی۔ قرآن حکیم نے ان کی رفع جہل کے لیے رسول اکرم ﷺ کی حیات اقدس کی بے مثال جامعیت کو واضح فرمایا ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر فرما کر ثابت کیا ہے کہ نسل انسانی کی فلاح و بہبود محض اس کی اقتداء اور اتباع میں موقوف ہے۔ دوسرے گروہ کا متاع استدلال چونکہ ظن وتخمین کے سوا کچھ نہ تھا۔ قرآن نے بھی ان کے متعلق ﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ۔اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۔اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ وغیرہ ایسے اشارات فرما کر انھیں اپنے نظریات پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دی ہے اور ان کو غلط فہمیوں کے ظلمت سے نکالنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس گروہ میں ایک چیز ہمیشہ قدر مشترک رہی ہے۔ وہ یہ کہ اس گروہ کو جب کبھی کوئی حدیث اپنے موافق مطلب نظر آتی ہے تو اسے جھٹ لے لیتے ہیں اور ضعیف وقوی، غث وثمین کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ قدیم معتزلہ سے لے کر سید مکولی تک اور عہد حاضر کے زندہ ''مجددین'' سب کا یہی حال ہے۔ قرآن نے انہی کے متعلق کہا ہے:

﴿كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا﴾ (البقرۃ:۲۰)

ہم بھی اس مضمون میں حضور اقدس ﷺ کی حیات مقدسہ کے ان پہلوؤں کو اُجاگر کریں گے جنھیں اسلام نے بطور تحدی کے پیش فرما کر ثابت کیا ہے کہ بنی نوع انسان کی سعادت، اس کی فلاح وہدایت کے لیے سوائے حضور ﷺ کی اطاعت واتباع کے کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔

ایک کامل اور بے عیب زندگی

قرآن کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ایک کامل اور بے عیب زندگی ہے۔ اس کا ہر عمل تمہارے لیے نمونہ کا حکم رکھتا ہے۔ وہ عمل چاہے خانگی اور گھریلو زندگی سے متعلق ہو، یا اخلاقی معاشرتی، جماعتی، سیاسی، تدبیر منزل یا تدبیر مملکت سے وابستہ ہو۔ آپ ﷺ روشنی کے فروزاں مینار ہیں جس سے انسانی زندگی کا جہاز دنیا کے ہر بحرِ ظلمات میں ہدایت ورہنمائی حاصل کر سکتا اور منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔

اسوۂ حسنہ

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی پوری زندگی کو نوعِ انسانی کے لیے نمونہ قرار دیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

(سورۃ الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: ''اس میں کلام نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (کی حیات طیبہ کے ہر واقعہ) میں تمہارے لیے ایک بہتر نمونہ موجود ہے (مگر وہی شخص اس سے مستفید ہو سکتا ہے) جو اللہ سے ملنے اور یوم آخرت (کے محاسبہ) کا یقین رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یاد کرتا ہو۔''

قرآن پاک میں حضرت خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام کی مبارک زندگی کو بھی ہمارے لیے نمونہ ٹھہرایا گیا ہے۔ مناسب ہے کہ یہاں اس کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ ...... ﴾ (سورۃ الممتحنۃ:۴)

ترجمہ: ''یہ حقیقت ہے کہ تمہارے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان لوگوں (کی زندگیوں میں) جو آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے، ایک بہتر نمونہ موجود ہے۔ جب کہ اُنھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا......''

دو آیت بعد اسی حقیقت کو پھر دہرایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (سورۃ الممتحنۃ:۶)

ترجمہ: ''یہ حقیقت ہے کہ تمہارے لیے اُن لوگوں (کی زندگیوں) میں ایک بہتر نمونہ موجود ہے (مگر اس سے وہی شخص متمتع ہوسکتا ہے) جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یومِ آخرت کے محاسبہ کا یقین رکھتا ہے۔

دونوں مقامات کو یکجا پڑھنے سے آپ پر مندرجہ ذیل حقائق بالکل عیاں ہوجائیں گے:

اوّل: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی تنہا نمونہ نہیں، بلکہ آپ علیہ السلام کے ساتھی بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ شامل ہیں۔ یعنی سب مل کر نمونہ پورا ہوتا ہے۔

دوم: ''و الذین معه'' سے کون لوگ مراد ہیں؟ قرآن نے خود اس کا فیصلہ فرما دیا ہے:

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (سورۃ آل عمران:۶۸)

یعنی فی الحقیقت ابراہیم علیہ السلام سے نزدیک تر لوگ تو وہ تھے جو اُس کے قدم بقدم چلے، نیز اللہ کا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور رہ وہ لوگ جو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت **رضوان اللہ علیہم اجمعین**)

سوم: آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی جماعت کا وہ فعل نمونہ قرار دیا گیا ہے جس میں آپ علیہ السلام نے اپنے خاندان، اپنی قوم اور ان کے اعمالِ شرکیہ سے کامل طور پر انقطاعِ تعلقات (ترکِ موالات) فرمایا نیز وقت کی حکومت کے خلاف کھلم کھلا اعلان فرما دیا اور فرما دیا کہ اب ہمارے تمہارے تعلقات قیامت تک بھی بحال نہیں ہوسکتے! الا یہ کہ تم خدائے واحد پر ایمان لے آؤ۔

ان آیات کی روشنی میں اُس آیت کو ایک بار پھر سامنے لاؤ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کو مسلمانوں نہیں بلکہ پوری کائنات انسانی کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ پہلی چیز تو یہ ہے کہ اس میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات واحد کو نمونہ قرار دیا گیا ہے، وہاں ''و الذین معه'' نہیں فرمایا۔ کیونکہ کامل نمونہ وہی ذات ستودہ صفات ہوسکتی تھی کہ جس میں دنیا جہان کی خوبیاں بیک وقت جمع کردی گئی ہوں۔ یہ چیز نہ اس سے پہلے ہوئی نہ آئندہ الی یوم القرار کبھی ہونے والی تھی ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس میں جناب خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں اور پیروؤں کے ایک فعل کی طرح کسی مخصوص فعل کو نمونہ قرار نہیں دیا، بلکہ پوری زندگی پیش کی ہے۔ مزید برآں اس کامل زندگی میں سے "الا قول ابراھیم" کی طرح کسی چیز کا استثنا نہیں فرمایا اور ایک کامل چیز میں سے استثنا ہو ہی کیسے سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو وہ کامل کیسے کہلا سکتی؟

آپ کی سیرت قبل از بعثت

مگر قرآن نے یہیں پر بات ختم نہیں کر دی۔ اس نے دنیا کے سامنے اتنا بڑا چیلنج پھینکا ہے جسے انسانیت کی پوری تاریخ میں آج تک کسی نے قبول نہیں کیا اور نہ رہتی دنیا تک کوئی شخص قبول کرنے کی جرأت کرے گا۔ وہ کہتا ہے اور کس تحدی کے ساتھ کہتا ہے:

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

(سورۃ یونس:۱۶)

ترجمہ: "اور تم کہو، اگر اللہ چاہتا تو میں قرآن تمھیں سناتا ہی نہیں اور تمھیں اس سے خبردار ہی نہ کرتا (مگر اُس کا چاہنا یہی ہوا کہ تم میں اس کا کلام نازل ہو اور تمھیں اقوامِ عالم کی ہدایت کا ذریعہ بنائے) پھر دیکھو، یہ واقعہ ہے کہ میں اس معاملہ سے پہلے تم لوگوں کے اندر ایک پوری عمر بسر کر چکا ہوں۔ کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کو حکم ملتا ہے کہ ان سے کہو، میں نے تم میں اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں جو تمام دنیا کے اطباء، حکماء، معلّمین اخلاق کے نزدیک انسان کے قوائے جسمانی، ذہنی، اخلاقی کے بلوغ و تکمیل کی حد و غایت ہے۔ میری چالیس سالہ زندگی کا ایک ایک دن، بلکہ ایک ایک لمحہ تمہارے سامنے ہے۔ تم میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے ساتھ میں بچپنے میں کھیلا ہوں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جن میں بیٹھ کر میں نے اپنی جوانی گزاری ہے۔ ایسے بھی ہیں جن کے ساتھ مجھے تجارت، کاروبار، امانتوں کے لین دین کا معاملہ ہوا ہے۔ پھر گزشتہ چالیس سالہ زندگی کے کسی دور میں میرے منہ سے کبھی کوئی جھوٹی بات نکلی؟ کبھی کوئی وعدہ شکنی ہوئی؟ میرے کسی فعل پر تمہاری پوری آبادی میں کسی ایک متنفس کو انگشت نمائی کرنے کی جرأت ہوئی؟ نہیں، بلکہ تم نے مجھے اپنے بڑے بڑے تنازعات اور معاملات میں حَکم بنایا اور میرے فیصلوں کو خوش دلی سے قبول کیا۔ میرے پاس آ آ کر امانتیں رکھیں اور انھیں جوں کا توں من وعن واپس لے کر مجھے خراج تحسین ادا کیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تم نے مجھے متفق ہو کر "صادق" اور "امین" کہہ کر پکارا۔ (صادق بات کا سچا، امین عمل و کردار کا خالص)۔ پھر آج تمہاری عقول و اذہان کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے "مفتری" وغیرہ لفظوں سے یاد کرتے ہو؟ کیا ایسا شخص جس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، خدا پر افترا باندھ سکتا ہے؟

دیکھو! پھر دیکھو!! کہ حضور ﷺ کی عظمت و قبولیت کا یہ کتنا بڑا چیلنج ہے؟ اور یہ رسول اللہ ﷺ (بابی وامی) خود نہیں فرما رہے بلکہ اللہ کی بارگاہ سے حکم ہو رہا ہے کہ ایسا کہو۔ خدارا غور کرو کہ اللہ کی بارگاہ سے حضور ﷺ کی جلالت مرتبت اور علو قدر و منزلت کا کتنا بڑا اعتراف ہے؟ وللہ درّ ما قال

ترا چنانکہ توئی ہر کسے کجا داند
بقدر ہمت خود می کنند استدراک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسلِ انسانی کا خدائی نظام تربیت

یہ معلوم ہے کہ اسلام کی دعوت زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد تھی۔ وہ ایک عالمگیر دعوت تھی۔ اس کے سامنے ایک مقصد تھا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

(سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

''(اے پیغمبر! تم لوگوں سے کہو) اے افرادِ نسلِ انسانی! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ وہ خدا کہ آسمانوں کی اور زمین کی ساری بادشاہت اسی کے لیے ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر اسی کی ذاتِ واحد۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ پس اللہ پر ایمان لے آؤ اور اُس کے رسول نبی اُمی پر جو کہ اللہ اور اس کے کلمات (یعنی اس کی تمام کتابوں) پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی پیروی کرو تاکہ (کامیابی کی) راہ تم پر کھل جائے۔''

سب سے انوکھی پکار ہے جو انسانوں کے سامنے سب سے پہلی مرتبہ بلند ہوئی، اوّلین دعوت ہے جس کی طرف بھولی بھٹکی نسلِ انسانی کو پہلی بار بلایا گیا۔ سب سے نرالی منادی ہے جو انسانی کانوں نے سنی، جس کا واحد مقصد تمام انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔ اختلافات، اور تفرقوں کو مٹانا اور صدیوں اور ہزار ہا سالوں کے بچھڑے ہوؤں کو ملانا تھا۔

ایسی عالمگیر دعوت اور ایسا عظیم الشان مقصد شرمندۂ تکمیل نہیں ہوسکتا تھا جب تک وہ اپنے ساتھ پورا نظام تربیت نہ رکھتا اور کوئی نظام تربیت بھی جو محض چند لکھی ہوئی یا سنی سنائی سنہری باتوں پر مبنی ہو، زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا، نہ بار آور ہوسکتا ہے جب تک کہ ایک زندہ اور فعال شخصیت اس کے پیچھے نہ ہو، جو اگر ایک طرف خود کامل اور اپنی تعلیم کا مکمل نمونہ ہو تو دوسری طرف اس نظام کے تمام شعبوں اور انسانی زندگی کے کل پہلوؤں پر یکساں گہری نظر رکھتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ نادر الوجود شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾

(سورۃ الاحزاب: ۴۵-۴۶)

''اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے نیز اللہ ہی کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔''

اس آیہ کریمہ میں آنحضرت ﷺ کو مبشر، منذر اور داعی الی اللہ کے علاوہ آفتاب روشن فرمایا گیا ہے۔ یہ تشبیہ اس عالمگیر نظام تربیت میں آپ ﷺ کی مرکزی حیثیت کو ظاہر کرتی ہے، جس طرح آفتاب پورے نظام شمسی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے کہ اس نظام کا ہر سیارہ اسی کے گرد گھومتا ہے اور اسی سے مستفید ہے۔ بعینہٖ اس نظام تربیت کا جس پر تمام نسل انسانی کی فلاح و بہبود موقوف ہے، مرکز و محور وہ ذات ستودہ صفات ہے کہ فلاح اسی کو حاصل ہوگی جو اس سے مستفید ہوگا اور منزلِ مقصود پر وہی پہنچ سکے گا جو اس کے گرد طواف کرے گا۔ چنانچہ قرآن فوز و فلاح کا وعدہ اسی شخص، اسی قوم، اسی جماعت کو دیتا ہے جو اس پاک ذات کا جُوا اپنی گردن میں ڈالے گا۔ اس درگاہ کے راندے ہوؤں کے لیے سوائے خسران و ہلاکت کے دوسرا کوئی انجام نہیں۔ قرآن کو پڑھ جاؤ، اس کا کوئی صفحہ اس دعوت سے خالی نہ پاؤ گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم رحمت الٰہی کے حقدار ٹھہرو۔''

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (سورۃ النور:۵۲)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور بچ کر چلے تو ایسے ہی لوگ کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔''

اسی سورت میں دو آیات بعد اطاعت و فرمانبرداری کو صرف رسول ﷺ کے ساتھ مخصوص فرمادیا:

﴿وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا﴾

''اگر اس (رسول ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے''

﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۷۱)

''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو بے شک اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔''

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ﴾ (سورۃ محمد:۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔ (یعنی رسول ﷺ کی مخالفت کر کے)''

www.KitaboSunnat.com

اور پھر اس تفریق کو یک بارگی اُٹھا دیا اور فرمایا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (سورۃ النساء:۸۰)

''اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔''

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر صرف اللہ کی اطاعت ہی کافی تھی یا محض قرآن ہمارے لیے کافی تھا تو یہ بیسیوں جگہوں پر اطیعوا الرسول کا کلمہ کیوں بڑھایا گیا؟ قرآن میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جسے محض تاکید کے لیے بڑھا دیا گیا ہے۔ ایسا کہنا قرآن کی فصاحت و بلاغت سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔

قرآن حکیم متعدد مقامات پر بنی نوع انسان کو اپنی طرف بلانے کے ساتھ خاص طور پر حضرت رسول اکرم ﷺ کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ وہ صاف صاف کہتا ہے کہ میری دعوت کو صحیح طور سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرو۔ آپ ﷺ کی زندگی، آپ ﷺ کے کردار سے رہنمائی حاصل کرو کہ آپ ﷺ کا وجود قرآن پاک کی مجسم دعوت ہے:

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَھْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ:۱۰۴)

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے (عقل و بصیرت کی) اس بات کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے نیز اللہ کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں ''ہمارے لیے تو وہی طریقہ بس کرتا ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلتے دیکھا ہے۔'' (اُن سے پوچھو کہ) اگران کے باپ دادا کچھ جانتے بوجھتے نہ ہوں اور سیدھے راستے پر بھی نہ ہوں (تو کیا پھر بھی انھیں کی تقلید کرتے رہیں گے)؟

قرنوں اور صدیوں کے اس روگ کے استیصال کے لیے اس سے بہتر تدبیر اور مداوئی کیا ہوسکتا تھا کہ ان کے سامنے رسول ﷺ کا کردار اور آپ ﷺ کے روزمرہ کے معمولات پیش کیے جاتے؟ ''الی الرسول'' کے الگ لانے کی یہی حکمت تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس ﷺ کا وجود مقدس ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے بغیر دین کا سمجھنا محال ہے۔

قرآن نے اسی پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ جولوگ قرآنِ مجید کی تعلیم اور اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے نمونہ کو دیکھ کر بھی متاثر نہیں ہوتے اور ان کی زندگیوں میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تو وہ منافق ہیں، کیونکہ یہ خصوصیت نفاق کی ہے کہ ایک سچائی کو دیکھنے کے بعد نہ صرف اس کے دل میں اس کے قبول کرنے کے لیے کوئی آرزو پیدا نہ ہو، بلکہ اُلٹا اس سے نفرت پیدا ہوجائے اور وہ اس سے زیادہ دور ہوجائے۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾

(سورۃ النساء:۶۱)

''اور (اے پیغمبر!) جب ان لوگوں کو اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے نازل کیا ہے اور رسول ﷺ کی طرف (جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے) بلایا جاتا ہے۔ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے روگردانی کرتے ہیں اور ان کے قدم ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں۔''

یہ تو رسول مقبول ﷺ کی اطاعت کا پہلو تھا۔ اب ذرا اس کا مخالف پہلو یعنی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا پہلو بھی لے لیجیے کہ قرآن اسے کس نظر سے دیکھتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۶)

''اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہ ہوگیا (یعنی فوز و فلاح کی راہ سے بھٹک گیا)''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾ (سورۃ المجادلہ:۲۰)

''جولوگ خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہی نہایت ذلیل ہوں گے۔''

رسول اکرم ﷺ کے نافرمان کے لیے اخروی عذاب کی بشارت

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (سورۃ الاحزاب:۱۴)

''لیکن جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اس کی ٹھہرائی ہوئی حدبندیوں سے باہر نکل گیا تو یاد رہے وہ (جنت کی ابدی راحتوں کی جگہ) آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا۔ وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔

جس طرح اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اسی طرح اس نے رسول ﷺ کی مخالفت کو بھی براہِ راست اپنی مخالفت ٹھہرایا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (سورۃ الحشر:۴)

''یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر اُتر آئے تو جو کوئی اللہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا تو (اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ عذاب دینے میں نہایت ہی سخت ہے۔''

رسول ﷺ کی حیثیت

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کائنات سماوی میں کئی نظامِ شمسی ہیں۔ ہر ایسے نظام کا آفتاب اپنے نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے کہ اس نظام کا بقا و وجود ہی اس نظام کے آفتاب کی مرکزیت سے وابستہ ہے۔ یہی حیثیت ہر آیت میں اس کے رسول ﷺ کی رہی ہے اسی لیے قرآن اس حقیقت کو بطور اصول کے پیش کرتا ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ (سورۃ النساء:۶۴)

''اور (اے پیغمبر! ان لوگوں کو جو تمہاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو انہی کے ساتھ ہوئی ہو) ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر دنیا میں کھڑا کیا ہے تو اس لیے کہ ہمارے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

یہاں ہمارے دوستوں کے لیے ''بِاِذْنِ اللّٰہِ'' کا لفظ غور طلب ہے یعنی مشیت الٰہی یہی ہے۔ رسول ﷺ کی اطاعت ہی میں اللہ کی اطاعت، نظامِ شریعت کا قیام، حدود الٰہی کی اقامت اور امت کے نظام تربیت کا بقا مضمر ہے۔ ہر حرکت میں، ہر عمل میں، ہر فکر میں ایک سلیم الطبع انسان کا قبلہ توجہ نبی کا وجود ہونا چاہیے۔

سورۃ الشعراء میں، اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ کسی قوم کی فوز و فلاح اپنے نبی کی اطاعت پر موقوف ہے۔ چنانچہ پہلے اسے بطور سنت اللہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد مختلف انبیاءِ کرام حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہی کہا ''**فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ**'' (اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) دراصل اس سورہ کا موضوع بھی یہی ہے کہ بنی نوعِ انسان کی نجات صرف نبی علیہ السلام کی اطاعت پر موقوف ہے۔ اس صورت میں اسی چیز کی وضاحت فرمائی ہے کہ جب قوم نے اپنے نبی علیہ السلام کی اطاعت سے منہ موڑ لیا اور اس کی اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تو اللہ کا قانون تعذیب عمل میں آیا اور پوری قوم کی قوم صفحۂ ہستی سے نابود کر دی گئی۔

محمد رسول اللہ ﷺ نبی آخر الزماں ہیں۔ یہی پیغام آپ ﷺ کی طرف سے تمام آنے والی نسلوں کو سنا دیا گیا ہے:

﴿وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ○ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ﴾

(سورۃ الشعراء:۱۹۲-۱۹۴)

رسول اکرم ﷺ کا مقامِ اعظم و ارفع

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا وجودِ اقدس چونکہ رہتی دنیا تک تمام آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا مینار ہے، جس کی روشنی نہ بجھ سکتی ہے نہ کم ہو سکتی ہے بلکہ ظلم و معصیت اور کفر و عصیان کے ہر دور کے بعد وہ پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی ہے (**لا اعلم: اولها خير ام آخرها**) اس لیے آپ ﷺ کی ذات اقدس میں تمام انسانی کمالات، تمام فضائل و محاسن بیک وقت جمع کر دیے گئے ہیں تا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ڈھونڈنے والے کے لیے اس کی زندگی کے ہر مرحلے اور ہر مقام پر ایک کامل نمونہ مل جائے۔

حضورِ اقدس ﷺ کی حیثیاتِ مختلفہ

۱۔حضور ﷺ مُبیّن یعنی قرآن کے شارح اور مفسر ہیں:

منکرین حدیث کی جسارت اور بے باکی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کو محض ایک ڈاکیہ تصور کرتے ہیں جس کا کام ڈاک یا خدا کا کلام نادانوں کے آگے پھینک دینا ہے:

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (سورۃ الکہف:۵)

''کیا ہی بڑی بات ہے جو ان کی زبانوں سے نکلتی ہے۔ یہ کچھ نہیں کہتے مگر سرتاسر جھوٹ۔''

قرآن کہتا ہے کہ نبی ﷺ کے یہ فرائض میں سے ہے کہ وہ کتاب کے مطالب کو کھول کر بیان کر دے۔ اس کے کنایات و اشارات کو واضح کر دے، اس کے اجمالات کی تفصیل کر دے۔ یہی نہیں بلکہ اس تعلیم پر جو شکوک اور اعتراضات سننے والوں کے دلوں میں پیدا ہوں، انھیں باحسن طریق سے رفع کر دے۔ اسی سے عبارت ہے تزکیہ نفوس (ویزکیھم) اسی کا نام کہیں وہ ''موعظت'' رکھتا ہے اور کہیں اسے ''بلاغِ مبین'' کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔

ایک عام اصول:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ (سورۃ ابراہیم:۴)

''اور ہم نے کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ اپنی قوم ہی کی زبان میں پیامِ حق پہنچانے والا تھا۔ تاکہ لوگوں پر (اس کے) مطالب واضح کر دے۔''

جب بھی کسی قوم میں کوئی رسول بھیجا گیا تو وہ ان کی زبان ہی میں بات چیت کرتا تھا۔ یہ صرف اس لیے کہ کتاب کے سمجھنے میں ان لوگوں کو کسی قسم کا اُلجھاؤ یا خلجان یا اشکال پیدا نہ ہو۔ اس پر رسول ﷺ کی وضاحتِ مطالب سونے پر سہاگے کا حکم رکھتی ہے۔ آیہ متذکرۃ الصدر میں یہ چیز بھی بالکل واضح ہے رسول اپنی کتاب کا خود شارح اور مفسر ہوتا ہے۔

ایک مقام پر بطور عادت جاریہ اس اصول کو واضح فرمایا ہے:

﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورۃ النحل:۳۵)

''پھر (بتلاؤ) کہ پیغمبروں کے ذمے اس کے سوا اور کیا ہے کہ وضاحت کے ساتھ پیامِ حق پہنچا دیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورۃ العنکبوت:۱۸/سورۃ النور:۵۴)

''رسول کے ذمے اس کے سوا کیا ہے کہ وہ خدا کا پیام وضاحت کے ساتھ پہنچا دے۔''

سورہ یٰسین میں ایک بستی والوں کی طرف جن میں رسولوں کے بھیجنے کا ذکر فرمایا ہے، وہاں خود رسولوں کی زبان سے یہی کہلوایا ہے:

﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورۃ یٰسین:۳۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہمارے ذمے اس کے سوا کیا ہے کہ ہم پیامِ حق صاف صاف پہنچا دیں۔''

خدارا بتلاؤ کہ اگر رسول ﷺ کی حیثیت صرف ایک ''قاصد'' کے سوا کچھ نہ تھی تو لفظ ''مبین'' کے بار بار اعادے کی کون سی ضرورت تھی؟ حضور اقدس ﷺ کی اس شارحانہ حیثیت کو قرآن نے غالباً اسی لیے باندازِ ہائے مختلفہ اور باسالیب متنوعہ بیان فرمایا ہے کہ اس کے بھیجنے والے کے علم میں یہ بات تھی کہ اس اُمت میں ایسے سرپھرے لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے جو رسول ﷺ کی اس حیثیت کا انکار کریں گے۔

آنحضور ﷺ کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ﴾ (سورۃ النحل:۴۴)

''ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو تعلیم لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے، اس کی وضاحت کرو نیز اس لیے کہ وہ خود بھی غور وفکر کریں۔''

اسی سورہ مبارکہ میں چند آیات کے بعد پھر اسی مطلب کی طرف غور کرتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾
(سورۃ النحل:۶۴)

''اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھ پر الکتاب (یعنی قرآن) نہیں اُتاری ہے مگر اس لیے کہ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، اُن کی حقیقت اُن پر واضح کر دے اور ایمان والوں کے لیے یہ ہدایت ہے اور رحمت۔''

پھر اسی پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ صاف صاف فرما دیا کہ رسول اکرم ﷺ کا وجودِ اقدس واطہر اللہ کی زمین پر اُس کا سب سے بڑا نشان ہے۔ وہ کتاب اللہ کا بیان ہی نہیں بلکہ خود مجسم کتاب اللہ ہے اسے دیکھ لینے سے کتاب اللہ خود بخود سمجھ میں آجائے گی۔ کیونکہ قرآن حکیم محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں متشکل ہو کر آگیا ہے۔:

﴿لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ○ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ (سورۃ البینۃ:۱-۲)

''اہل کتاب میں سے کافر لوگ اور مشرکین اس وقت تک باز آنے والے نہیں ہیں جب تک کہ ان کے پاس کوئی دلیل آجائے۔ اللہ کی طرف سے رسول آئے جو ان پر پاک صحیفے پڑھے۔''

۲۔ نبی بطور مزکّی نفوس وانسانیت اور معلّم علوم وحکمت

ع ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دُعائے خلیلؑ اور نوید مسیحا

﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ﴾ (سورۃ الجمعہ:۱-۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کی پاکیزگی اور قدوسیت بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، وہ خدا جو بادشاہِ حقیقی ہے، قدوس (پاک) ہے، غالب ہے زبردست حکمت والا۔ وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا۔ وہ ان کے سامنے اس (اللہ) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو (شرک اور ہر قسم کی اخلاقی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک کرتا ہے اور اُنھیں ''الکتاب'' (قرآن) کی تعلیم دیتا اور ''الحکمت'' سکھاتا ہے۔''

مؤخرالذکر آیت میں رسول اکرم ﷺ کے چار عظیم الشان اوصاف کا ذکر ہوا ہے:

۱- وہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتے ہیں۔

۲- وہ اُن کو ہر قسم کی معصیت اور ہر قسم کے رذائلِ اخلاق سے پاک وصاف کرتے ہیں۔

۳- وہ لوگوں کو ''الکتاب'' (قرآن) کی تعلیم دیتے ہیں اور

۴- ''الحکمت'' سکھاتے ہیں۔

حضور آیۂ رحمت علیہ الف الف تحیاۃ و التسلیمات کے یہ چاروں اوصاف جمیلہ خدا کی ان چاروں صفات حسنہ کے مقابل بیان ہوئے جن کا ذکر پہلی آیت میں آیا ہے۔

وہ ملک المختار ہے اس لیے اسے اپنی شاہیت کے اعلان کے لیے ایک اعلان کرنے والے کی ضرورت ہے جو ان تمام احکام کو جو وقتاً فوقتاً بارگاہ رب العزت سے صادر ہوتے رہیں، لوگوں تک پہنچاتا رہے ﴿یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ﴾ وہ ''قدوس'' ہے، اس لیے اس کا منادی کرنے والا بھی پاکباز ہونا چاہیے۔ وہ صرف پاکباز ہی نہیں بلکہ اس سے جو چھوا وہ بھی پاکباز ہوگیا۔ ﴿یُزَکِّیْهِمْ﴾ وہ عزیز (غالب) ہے، لازماً اس کا مناوی ہی نہیں بلکہ جن تک وہ پیغام پہنچ جائے، وہ بھی دنیا میں غالب ہو جائیں۔ یہ اس کتاب کی تعلیم کا لازمی نتیجہ ہونا چاہیے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۃ المنافقون:۸)

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (سورۃ الصافات:۱۷۳)

﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۳۹) ﴿یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ﴾

تعلیم ''الحکمت''

اس کو ایک مثال سے سمجھنا پڑے گا۔ ''مخزن حکمت'' میں تو دنیا بھر کی مفردات کی تاثیریں بیان کردی گئی ہیں لیکن ہر مرض کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ بعض مخصوص علامات ہوتی ہیں اور بعض مشترک، یعنی وہ علامات بعض دوسری مرضوں میں موجود رہتی ہیں۔ پھر ہر مریض کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ پھر ہر مرض میں مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ ہر مرحلہ میں ایک ہی دوائی کام نہیں دیتی۔ حکیم کا فرض ہے کہ وہ مرض کی تشخیص کرے، اس کے اسباب معلوم کرے، پھر غور کرے کہ کس کس دوائی کو کس کس مقدار میں ملانا ہوگا۔ پھر ہر دوائی میں اگر کچھ صحت آور خصوصیات ہوتی ہیں تو بعض مضرتیں بھی پنہاں ہوتی ہیں۔ ان کا تدراک بھی کرنا ہوگا۔ نیز ہر مریض کے لیے مختلف قسم کی احتیاطوں اور پرہیزوں کا تجویز کرنا، پھر مرض کے ہر مرحلے پر دوائی میں تبدیلی، ان سب چیزوں کا سوچنا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ کرنا حکیم کا کام ہوتا ہے۔

پس دوستو! قرآن میں تو سب کچھ موجود ہے۔ وہ ایک مکمل مخزن حکمت ہے: ﴿لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ مگر وہ حکیم کون ہے؟ جس کا کام مرض کی تشخیص، مریض کی حالت اور مزاج، دواؤں کی مختلف اور بعض صورتوں میں متضاد اثرات وغیرہ اُمور پر غور کر کے پیش کرنا ہے؟ وہ محمد رسول اللہ ﷺ (بابی واُمی) ہیں۔

نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ارکانِ اسلام میں سے ہیں۔ ''من اقامھم فقد اقام الدین و من ھدمھم فقد ھدم الدین'' (جس نے ان کو قائم رکھا اُس نے دین کو قائم رکھا، جس نے ان کو توڑ دیا تو اس نے دین کو منہدم کر دیا) قرآن میں رکوع بھی موجود ہے ﴿وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ﴾ سجدہ کا ذکر بھی ملتا ہے ﴿وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا﴾ قیام کا نشان بھی پا جاؤ گے مگر بتاؤ کہ نماز کی موجودہ شکل اور رکعتوں کی تعداد کہاں سے ملے گی؟ جو چودہ سو سال سے بلا اختلاف اُمت محمدیہ ﷺ میں اسی تواتر کے ساتھ پڑھی جا رہی ہے جس طرح کہ خود قرآن۔ اب زکوٰۃ کو لے لو، قرآن میں انفاق فی سبیل اللہ کے بے شمار فضائل موجود ہیں۔ ﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ کا حکم بھی آ چکا ہے لیکن زکوٰۃ کا نصاب، اس کے حدود و قیود کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ پھر یہ تفصیل، یہ حدود کا تعین کس نے کیا؟ اُسی حکیم نے جس کا منصب یعلمھم الحکمۃ تھا۔

سورہ بقرہ میں ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے:

﴿یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ البقرہ:۱۵۱)

''وہ ہماری آیتیں تمھیں سناتا ہے (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) تمہارے دلوں کو پاک و صاف کرتا ہے۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ وہ باتیں سکھلاتا ہے جن سے تم یکسر نا آشنا تھے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ ''الکتاب''، ''الحکمۃ'' کے علاوہ بھی کچھ تعلیم دیتے تھے، وہی سنت تھی۔

یہ سب کچھ ہی مِنَ اللہِ تھا

پھر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اس رؤف و رحیم نے دل سے یا ہواء نفس سے کہی ہو۔ وہاں تو آپ ﷺ کے ہر بول پر نگرانی ہے، ہر فعل اور حرکت کی تار کھینچنے والا کوئی اور ہے:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (سورۃ النجم:۳-۴)

''آپ ﷺ کا ایک بول بھی خواہش نفسانی سے نہیں ہے، وہ تو زبان سے وہی لفظ نکالتے ہیں جو وحی کے بے خطا سانچے میں سے ڈھل کر نکلا ہو۔''

نبی اکرم ﷺ اگر ہمیں ''الکتاب'' پڑھاتے ہیں تو وہ کچھ اپنی طرف سے تھوڑا پڑھاتے ہیں۔ وہ وہی کچھ پڑھاتے ہیں جو انھیں اس کے بھیجنے والے نے پڑھایا ہے اور اس کی ساری تفصیلات بھی اسی کی طرف سے ہیں:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ٥ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ (سورۃ الرحمٰن:۱-۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''الرحمٰن (خدائے مہربان) اسی نے قرآن کی تعلیم دی۔''

ظاہر ہے کہ قرآن کی تعلیم سب سے پہلے نبی کریم ﷺ ہی کو دی گئی۔ کیونکہ وہ مہبط وحی تھے۔ پس انھوں ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہی سکھلایا جو آپ ﷺ نے الرحمٰن سے سیکھا، وہی ہم تک پہنچا ہے۔ یہ فن حدیث کا اعجاز ہے۔ اب ایک اور نکتہ یہاں قابل توجہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کا ذکر پہلے فرمایا اور اس کے بعد انسان کی تخلیق کا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ کائنات انسانی پر خدا کی رحمت کا سب سے بڑا ظہور قرآن کے نزول اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت کی شکل میں ہوا۔ ''عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ'' کہہ کر دونوں چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ قرآن سکھلایا تو آخر کس کو سکھایا؟ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو۔

دوسرے مقام پر اس کی مزید وضاحت فرما دی:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (سورۃ القیامہ: ۱۶-۱۹)

''(اے پیغمبر!) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کر لو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ پس جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو۔ پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس کے معانی کا بیان (یعنی شرح و تفصیل) بھی ہمارے ذمے ہے۔''

اس آیت سے بدیہی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا نزول، اس کی جمع و ترتیب، اس کے افہام و تفہیم اور شرح و تفصیل ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ خود ہے۔ پھر ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ حدیث کے وجود سے انکار کرتے ہیں تو اس کی جمع و ترتیب کا ثبوت کیا ہے کہ یہ وہی ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا؟ پھر قرآن تو رہ گیا اور اس کی شرح و تفصیل جس کی حفاظت کا ذمہ بھی خدا نے اسی طرح کیا تھا جس طرح قرآن کا تو وہ شرح و تفصیل کیا ہوئی؟ اور اگر ایک غائب ہو گئی تو دوسرے کے قائم و برقرار رہ جانے کی کون سی معقول دلیل ہے......؟

آپ ﷺ کے بعض افعال قبل از وحی کو بحال رکھا گیا

یہ معلوم ہے کہ قرآن مجید نجماً نجماً نازل ہوا ہے اور ۲۳ رسال میں یہ نزول پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس دوران میں انفرادی، منزلی، اجتماعی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اُمور روزانہ پیش آتے تھے۔ ان کا تصفیہ کیونکر ہوتا رہا؟ کیا وہ وجود اقدس ﷺ ان تمام معاملات میں اس مقدس جماعت کا قبلہ آمال اور مرجع قلوب اذہان نہ تھا؟ کیا اس کا فیصلہ ناطق نہ تھا؟ وہ تمام فیصلے کیا ہوئے؟ کیا قرآن نے اس میں سے کسی ایک کو بھی منسوخ فرمایا؟ اسی نماز ہی کو لے لو جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے ''من اقامها فقد اقام الدين و من تركها فقد هدم الدين'' (جس نے اسے قائم رکھا اُس نے دین کو قائم رکھا، جس نے اسے گرا دیا تو اس نے دین کی پوری عمارت کو مسمار کر دیا) وہ نماز جو مسلم اور غیر مسلم کا واحد مابہ الامتیاز ہے، یہ معراج کے بعد فرض ہوئی اور مکہ میں پڑھی جاتی تھی۔ یہ بھی معلوم ہے اور قطعاً اور حتماً معلوم ہے کہ باوضو پڑھی جاتی تھی۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ عاشقان و خادمان رسول ﷺ وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ حالانکہ وضوء کا حکم ۶ رہجری میں نازل ہوا۔ سورہ مائدہ میں (اور سورہ مائدہ کا نزول باتفاق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسرین ۶ ہجری میں ہوا) قرآن پاک نے وضو کی اسی شکل کو برقرار رکھا جس پر آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں صحابہ کرامؓ عمل پیرا تھے۔اس طرح کی کئی مثالیں جمع کی جاسکتی ہیں جن پر عمل پہلے سے ہو رہا تھا اور قرآن پاک نے ان کی توثیق بعد میں فرمائی۔اسی طرح تیمّم،عیدین کی نماز کو لے لو۔پہلے کی تفصیل اور دوسری کا ذکر تک قرآن مجید میں نہیں۔صرف یہی آتا ہے کہ خدا کی کبریائی بیان کیا کرو (یعنی تکبیریں کہا کرو) یہ نماز عیدین کہاں سے آگئی......؟

۳-آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت

قرآن کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریعی اختیارات بھی حاصل ہیں اور آپ ﷺ کے فیصلے الٰہی فیصلوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ایسا نہ ہوتا تو قرآن کے چند اوامر کے سوا ہمارے پاس کیا تھا۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورۃ الحشر:۷)

''اور جو چیز تمھیں خدا کا رسول ﷺ دے دے وہ لے لو اور جس سے وہ تمھیں روک دے،اس سے رُک جاؤ۔''

ظاہر ہے کہ آیہ مبارکہ میں ''مَآ اٰتٰكُمُ'' ''مَا نَهٰكُمْ'' کے مقابلے میں آیا ہے۔اس لیے پہلے حصہ میں وہ تمام اوامر مقصود ہیں جو بارگاہِ نبوت سے جاری ہوں اور دوسرے میں وہ تمام نواہی مراد ہیں جن کے متعلق حضرت رسالت پناہ ﷺ کی طرف سے *INJUNCTION* (حکم امتناعی) جاری ہو جائے۔

ایک دوسرے مقام پر اس کی مزید تصریح فرمادی،یہ مقام بڑا ہی غور طلب ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے دُنیوی و اُخروی فلاح کے لیے دعا فرماتے ہیں۔آپ حیران ہوں گے کہ انھیں بارگاہ رب العزت کی طرف سے جواب کیا ملتا ہے:

﴿قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف:۱۵۶-۱۵۷)

''خدا نے فرمایا،میرے عذاب کا حال یہ ہے کہ جسے چاہتا ہوں،دیتا ہوں اور رحمت کا حال یہ ہے کہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔پس میں ان لوگوں کے لیے رحمت لکھ دوں گا جو برائیوں سے بچیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور ان کے لیے جو میری نشانیوں پر ایمان لائیں گے۔جو ''الرسول'' کی پیروی کریں گے کہ نبی اُمّی ہوگا اور اس کے ظہور کی خبر اپنے یہاں تورات اور انجیل میں لکھی پائیں گے۔وہ انھیں نیکی کا حکم دے گا۔برائی سے روکے گا،پسندیدہ چیزیں حلال کرے گا،گندی چیزیں حرام ٹھہرائے گا اور اُس بوجھ سے نجات دلائے گا جس کے نیچے دبے ہوں گے۔ان پھندوں سے نکالے گا جن میں گرفتار ہوں گے تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کے مخالفوں کے لیے روک ہوئے (راہِ حق میں) اس کی مدد کی اور اس روشنی کے پیچھے ہو لیے جو اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے،سو وہی ہیں جو کامیابی پانے والے ہیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیات مبارکہ حضورﷺ کے مہمات فضائل پر مشتمل ہیں۔اس میں آپ کی تشریعی حیثیت کا بھی ذکر ہے: ''پاک وصاف چیزیں حلال کرتا ہے، گندی اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔'' یہ آیات یعنی تشریح کے لیے مستقل مضمون بلکہ رسالہ کی محتاج ہیں۔

حضورﷺ کی بارگاہ ہمارے لیے امپارشل کورٹ آف جسٹس ہے۔آپﷺ کا فیصلہ نگرانی ،نظر ثانی اور اپیل سے بالاتر ہے۔ آپﷺ کے فیصلے کے سامنے سرفگندگی ہمارا ایمان ہے۔اور آپﷺ ہی کے حکم کی سمع و طاعت ہمارا دین ہے۔اپنے تمام اختلافات میں رجوع الی الرسولﷺ ہمارے ایمان کی شرط قرار دی گئی ہے۔فتدبر!

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾(سورۃ النساء:۶۵)

''پس (دیکھو) تمہارا پروردگار اس پر گواہ ہے کہ یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایسا نہ کریں کہ اپنے تمام جھگڑوں، قضیوں میں تمھیں حاکم بنائیں اور پھر (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ) ان کے دلوں کی بھی حالت ایسی ہو جائے کہ جو کچھ تم فیصلہ کر دو، اُس کے خلاف اپنے اندر کسی قسم کی کھٹک محسوس نہ کریں اور وہ جو کسی بات کو پوری طرح مان لینا ہوتا ہے تو ٹھیک اُسی طرح مان لیں۔''

ہم اپنے دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ آیت اب بھی قرآن میں موجود ہے یا نہیں؟ اس سے دو آیت قبل قرآن یہ حکم دے چکا ہے کہ اپنے تمام اختلافات کو اللہ اور اُس کے رسولﷺ کی طرف لوٹاؤ۔جس کا مطلب سوائے اس کے کوئی نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں کو اپنے تمام اختلافات اپنے تمام نزاعات چاہے وہ دُنیوی ہوں یا دینی قرآن وسنت پر پیش کرنے چاہئیں۔پھر وہاں سے جو فیصلہ ہو، اس کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا چاہیے۔اب اگر دنیا میں سنت کا وجود ظنی ہے یا سرے سے اس کا وجود قابل تسلیم ہی نہیں تو قرآن کا یہ حکم معاذ اللہ کیا معنی رکھتا ہے؟

حضورﷺ کی زندگی کا یہ پہلو اس قدر اہم ہے کہ بجائے خود ایک مبسوط مقالہ کا محتاج ہے۔ہم یہاں مزید اطناب سے بچتے ہوئے قرآن پاک کی صرف دو نہایت ہی اہم آیات کو پیش کرنے پر اکتفا کریں گے:

﴿اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(سورۃ النور:۵۱)

''یہ واقعہ ہے کہ جب مومنوں کو اللہ اور اس کے رسولﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کردے تو ان کے منہ سے سوائے اس کے کوئی دوسری بات نکل ہی نہیں سکتی ''ہم نے (آپ کا فیصلہ) سن لیا اور ہم نے سرِتسلیم خم کر دیا'' اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اس آیہ مبارکہ نے ایک مومن کے صحیح قلب کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو رسول پاکﷺ کے فیصلہ کی سماعت پر اُس میں طاری ہوتی ہے۔اس میں اگرچہ مومن کو اللہ اور اس کے رسولﷺ کی طرف فیصلہ کے لیے بلایا گیا ہے لیکن فیصلہ بارگاہ رسالت ہی سے صادر ہوا ہے۔لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج بارگاہِ رسالت سے تحصیل فیصلہ کی کیا صورت ہے؟ کیا سنت کے سوا کوئی دوسری چیز ہے جو آج بھی اُسی طرح زندہ ہے جس طرح وہ تعلیم زندہ ہے جس پر عمل کا نام سنت نبوی ﷺ ہے......؟

ع پس اے قومِ مسلم یہ عبرت کی جا ہے

آج تم رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں سے تو انکار کر سکتے ہو لیکن ہائیکورٹوں کے فیصلوں کو جو نصوصِ صریحہ قرآنیہ کے خلاف ہوں، بڑی جرأت کے ساتھ پیش کر دیتے ہو۔

تم یہ کہتے ہو کہ دو بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح ہو سکتا ہے کیونکہ کلکتہ اور بمبئی یا مدراس کے ہائی کورٹوں نے اسے جائز رکھا ہے۔ مگر تمہیں قرآن کے حکم ﴿اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ﴾ کو من وراءِ ظہور پھینک دینے میں ذرا بھی شرم یا خوف محسوس نہ ہو، یہ ایک مسلمان وکیل (بدنام کنندہ نکونامے چند) کا مسلمانوں کو مشورہ ہے اور آپ کے شہر کے ایک مشہور اخبار کے ایڈیٹر صاحب اسے بغیر کسی اختلافی نوٹ کے شائع فرماتے ہیں اور......تم اس کافرانہ مضمون کو پڑھتے ہو اور تمہاری زبانیں خاموش رہتی ہیں......اور غالباً تمہارے قلوب میں بھی اس کے خلاف نفرت کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ **و ذلک اضعف الایمان۔**

دوسری جگہ ایک سچے مسلم کی اس خصوصیت کا اس انداز میں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۶)

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اُس کا رسول ﷺ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو وہ اس معاملے میں اپنا کوئی اختیار سمجھیں اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ بہت ہی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔''

اس آیہ مبارکہ کو پڑھو اور بار بار پڑھو۔ کیا اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے بعد تمہیں یہ حق پہنچتا ہے یا اختیار حاصل ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ سننے کے بعد اس کی سمع و طاعت کے سوا کوئی دوسرا خیال بھی اپنے دل میں لا سکو؟

اب خدارا بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ حاصل کرنے کی تمہاری پاس اس کے سوا دوسری صورت کیا ہے کہ تم حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو......؟ پھر خدارا بتلاؤ کہ حدیث رسول ﷺ کے انکار یا اسے مشکوک قرار دینے کے بعد ایمان کا کوئی ذرّہ تمہارے اندر باقی رہ جاتا ہے......؟

حضور ﷺ کے بعض افعال کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں حضور ﷺ کے متعلق قرآن ناطق ہے کہ آپ ﷺ کا ہر بول وحی کی طرف سے ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (سورۃ النجم:۳-۴)

اب آپ دیکھیں کہ حضور ﷺ کے افعال کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت دی ہے۔ چنانچہ غزوۂ اُحد میں آپ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریوں کی کفار کے لشکر کی طرف پھینکی۔ اس کے متعلق قرآنی فیصلہ سن لیجیے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (سورۃ الانفال:۱۷)

''پھر کیا تم نے انھیں (جنگ میں) قتل کیا؟ نہیں اللہ نے کیا (یعنی محض اس کی تائید سے ایسا ہوا) اور (اے پیغمبر!) جب تم نے (میدانِ جنگ میں مٹھی بر خاک) پھینکی تو حقیقت یہ ہے کہ تم نے نہیں پھینکی تھی، اللہ نے پھینکی تھی۔''

حدیبیہ کے میدان میں جب فدایانِ رسول ﷺ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر رہے تھے تو اس بیعت کو بھی اللہ نے براہِ راست اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (سورۃ الفتح:۱۰)

''(اور اے پیغمبر!) یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں وہ (براہِ راست) اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔''

آپ ﷺ کا اتباع اللہ کی محبوبیت کا ڈپلومہ ہے

خدا کی محبت کے دعوے داروں کو حکم ملتا ہے کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو میرا اتباع کرو اور اگر تم اس میں پورے اترے تو اللہ کی محبت نہیں، تمھیں اللہ کی محبوبیت کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اتباعِ محمدی کا یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

(سورۃ آل عمران:۳۱)

''(اے پیغمبر ﷺ!) ان لوگوں سے کہہ دو، اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمھیں چاہیے کہ میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا۔ وہ بڑا ہی بخشنے والا رحمت رکھنے والا ہے۔''

یہ چند ٹوٹے ہوئے کلمات ہیں جو بے ساختہ اس شخصیت کبریٰ کی شان میں نکل گئے ہیں ورنہ ؏

ماترا چنانکہ توئی ہر کسے کجا داند

اس کی شان تو یہ ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾

(الکھف:۱۰۹)

''(اے پیغمبر ﷺ!) اعلان کر دو۔ اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے دنیا کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں، تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا مگر میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگر ان سمندروں کے ساتھ دینے کے لیے ویسے ہی سمندر اور بھی پیدا کر دیں جب بھی وہ کفایت نہ کریں۔''

مندرجہ بالا بیان سے یہ چیز کالشمس فی النہار واضح ہو جاتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ مجسم قرآن ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ حقیقی اور اصلی دین ہیں۔ جس نے انھیں دنیا میں راضی کر لیا، اس خوش نصیب پر خدا آسمانوں میں راضی ہو گیا اور جس بد بخت نے ان سے منہ موڑ لیا، اس سے آسمانوں پر اللہ نے منہ موڑ لیا۔

یہی حقیقت تھی جو مشرق کے سب سے بڑے شاعر پر روشن ہوئی اور وہ عالم محویت والہیت میں بے اختیار پکار اُٹھا ؏

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اصحابی کالنجوم

یہ چند بے جوڑ جملے اور چند بے ربط خیالات ہیں جو بے اختیارانہ اس نظام شمسی کے محور و مرکز (آفتاب رسالت) کی شان میں دہانِ قلم سے ٹپک پڑے۔ مگر جس طرح کائنات سماوی ہمارے نظام شمسی کا آفتاب اپنی گرد کئی ماہتابوں اور سینکڑوں سیاروں کو لے کر گھوم رہا ہے۔ والشمس تجری لمستقرلها، اسی طرح آفتابِ رسالت بھی اپنے جلو میں ہزاروں اور لاکھوں سیاروں اور ستاروں کو لیے ہوئے ہے جو سب اسی کی روشنی سے مستنیر ہو رہے ہیں۔

نسل انسانی کی اس عالمگیر اصلاح میں قدوسیوں کی یہ عظیم و جلیل جماعت اپنے مقدس راہنما کے ساتھ "والذین معه" کے شرف سے مشرف ہو کر اس خطاب عظیم سے سرفراز کی جاتی ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾

(سورۃ آل عمران:۱۱۰)

"مسلمانو!) تم تمام اُمتوں میں بہتر اُمت ہو، جو لوگوں (کی ارشاد و اصلاح) کے لیے ظہور میں آئی ہو۔ تم نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ پر (سچا) ایمان رکھنے والے ہو۔"

اس آیہ شریفہ میں "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ اور اُمتیں اور جماعتیں تو اپنے لیے اُٹھیں اور زندہ رہیں لیکن تمہاری تو تخلیق کی غرض ہی بنی نوع انسان کی خدمت، راہنمائی اور اعانت ہے اور اعانت کی یہ صورت ہے کہ جو کنویں میں گرنے لگا ہو، اس کو تھام لو۔ جو آنکھوں کی بصارت سے محروم ہو چکا ہو، اس کا ہاتھ پکڑ کر منزل پر پہنچا دو۔ اور کانوں کے بہرے کے سامنے اس زور سے پکارو کہ وہ تمہاری صدا کو سن کر چنگا بھلا ہو جائے۔

قدوسیوں کی یہی وہ جماعت ہے جسے تمام آنے والی نسلوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے اور اسی جماعت حقہ کے بارے میں لسانِ الٰہی رقمطراز ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

(سورۃ البقرہ:۱۴۳)

"(اور مسلمانو! جس طرح یہ بات ہوئی کہ بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ "قبلہ" قرار پایا) اسی طرح یہ بات بھی ہوئی کہ ہم نے تمھیں "نیک ترین اُمت" ہونے کا درجہ عطا فرمایا۔ تاکہ تمام انسانوں کے لیے (سچائی کی) گواہی دینے والے بنو اور تمہارے لیے اللہ کا رسول ﷺ گواہی دینے والا ہو۔"

گواہی کی صورت یہی ہوگی کہ ان کے اعمال آنے والوں کے لیے نمونہ کا حکم رکھتے ہیں۔ اور رسول پاک ﷺ کی مبارک و مقدس زندگی ان سب کے لیے نمونہ ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر:۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ خود ہم نے ''الذکر'' (یعنی قرآن کہ سرتاپا نصیحت ہے) اُتارا ہے اور بلاشبہ خود ہم اس کے نگہبان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے لیکن یقیناً کتاب اللہ کی حفاظت پوری نہ ہوتی اگر اس عظیم الشان شخصیت کی زندگی کی بھی ساتھ ہی حفاظت نہ کی جاتی جو مجسم قرآن ہے، جس کی نشست برخواست، قول و فعل نہیں بلکہ پورا کردار قرآن ہی کا آئینہ دار ہے۔ یہ وعدہ بھی ﴿وَ اللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾ کی شکل میں پورا ہوا، یعنی اللہ تمھیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اس میں ہر قسم کی حفاظت آگئی۔ زندگی میں جسمانی طور پر محفوظ رکھا اور مرنے کے بعد اس طرح محفوظ رکھا کہ آپ کا ہر قول، ہر فعل، ہر حرکت، سونا، جاگنا، کھانا، پینا، پند و موعظت، تبلیغ و رسالت، معاملات دینی و دنیوی، منزلی اور خارجی اُمور، لڑائی اور صلح، جہانگیری و جہانبانی، نظامِ سلطنت، تدبیر مملکت، قضایا وغیرہ سب ایک ایک کر کے محفوظ کر دیے گئے۔ ہمیں یہاں تک معلوم ہے کہ آپ ﷺ بیویوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی انتہائی پرائیویٹ زندگی بھی ہمارے سامنے بالکل کتاب کی طرح کھلی ہے ع

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یہاں تک کہ بلا مبالغہ یہ چیز کہی جا سکتی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کتب احادیث میں سے آپ ﷺ کی روزانہ زندگی کی سرگزشت مرتب کر لیں۔

از سرتا پا اعجازِ زندگی

دنیا بھر کی تاریخ دیکھ جاؤ، مختلف قوموں کے رہنماؤں، ہیروز کے حالات پڑھ جاؤ، تمہارے سامنے دنیا کا بڑے سے بڑا مصلح، بڑا سے بڑا رہنما، بڑے سے بڑا کسی قوم و ملک کا نجات دہندہ، بڑے سے بڑا فاتح، بڑے سے بڑا حکمران، بڑے سے بڑا حکیم اور مبلغ اخلاق موجود ہے، پورے غور، پورے مطالعہ کے بعد بتاؤ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری شخصیت ایسی ملتی ہے جس کی زندگی کی کتاب ہمارے سامنے اس طرح کھلی ہوئی ہو کہ ہم اس کے کردار کا پورا پورا جائزہ لے سکیں، بلکہ غور کرو گے تو معلوم ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا جو شخصیت جتنی بڑی ہے اس کے حالات اتنے ہی من وراءِ حجاب ہیں۔ یہاں تک کہ اس شخصیت کا وجود بھی غیر یقینی ہو گیا ہے۔ سکندر کو دنیا نے فاتح اعظم کہا اور سکندر اعظم کہہ کر پکارا۔ یہاں تک کہا کہ اس کی پیدائش کے وقت سانپ اس کی والدہ کے پاس گیا تھا۔ یعنی وہ مافوق ہستی تھا۔ لیکن ع

دنیا میں آج اس کو کوئی جانتا نہیں

تاریخ داں بھی اُسے پہچانتا نہیں

حضرت مسیح علیہ السلام کو اُن کی محیر العقول پیدائش کی وجہ سے غافلوں نے خدا کا بیٹا کہہ کر پکارنا شروع کیا لیکن الحق کہ اگر قرآن اور اللہ کا رسول ﷺ اُن کی زندگی کی تقدیس نہ کرتے اور اُنھیں ایک اولوالعزم پیغمبر ثابت نہ کرتے تو آج کی علمی دنیا اُنھیں ایک فرضی انسان (نعوذ باللہ) سے زیادہ نہ جانتی۔ یہی حال کرشن مہاراج اور مہاتما بدھ کا ہے کہ آج سرے سے اُن کی شخصیت ہی زیر بحث ہے۔

پھر بتاؤ کہ اگر محمد ﷺ زندہ نہیں ہیں تو اُن کے سوا کون انسان ہے جو زندہ ہونے کا حقدار ہو سکتا ہے؟ کون ہے جس کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے؟

کیا پھر آج تم سنت نبوی ﷺ نفس حدیث کا انکار کر کے اسی زندگی کو مٹانے کے درپے ہو جسے خدا اور اُس کے ملائکہ ابدالآباد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک زندہ رکھنا چاہتے ہیں؟

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (سورۃالتوبہ:۳۲)

''یہ لوگ چاہتے ہیں، اللہ کی روشنی اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ یہ روشنی پوری کیے بغیر رہنے والا نہیں، اگر چہ کافروں کو پسند نہ آئے۔''

گیٹے فرانس کا بڑا نامور فلسفی اور مشہور شاعر ہے، وہ لکھتا ہے:

''میں نے اوّل اوّل قرآن مجید کو پڑھا تو مجھے بے جوڑ کلمات اور بے ربط فقروں کا ایک مجموعہ نظر آیا۔ اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ اس شخص کی سوانح عمری پڑھنی چاہیے جس کا دعویٰ ہے کہ یہ اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کی سیرت اُٹھا کر پڑھی تو میں محوحیرت رہ گیا کہ صحرائے عرب کے اُمّی نے اتنا بڑا حیرت انگیز انقلاب کیونکر پیدا کر دیا جس کی نظیر تاریخ انسانی کے سارے ورق اُلٹ لینے کے بعد بھی نہیں ملتی۔ ہونہ ہو، یہ اسی کتاب کا نتیجہ ہوسکتا ہے جو بقول اس کے اس پر نازل ہوئی، تو میں نے قرآن کو دوسری مرتبہ پڑھنا شروع کیا، اس کلام کی بے مثال روانی اور محیر العقول گہرائی سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسے تیسری مرتبہ پھر پڑھا۔ اب کے میری حالت یہ تھی کہ میں اس کتاب میں گم ہو گیا، بالکل کھو گیا۔''

حضور ﷺ کی مقدس سیرت کے اعجاز کا یہ ایک اعتراف ہے جو ایک مغربی کی زبان سے آپ سن رہے ہیں۔ پھر کیا آپ اس محیر العقول سیرت کو مٹانا چاہتے ہیں؟ جس کی ایک نظر نے صدیق، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، خدیجہؓ، عائشہؓ، فاطمہؓ اور ایسے ہزاروں فقید المثال انسان پیدا کر دیے؟

اللہ نے صرف آپ ﷺ کو حیاتِ جاوید نہیں بخشی بلکہ آپ ﷺ کی جماعت کو بھی اُس کے اعمال و افعال کو محفوظ کر کے حیاتِ جاوداں بخشی۔ ولنعم ماقیل ع

اقبالؔ کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشیؓ کو دوام ہے

محدثین کرام کا مقدس گروہ

اللہ تعالیٰ جس کام کو کرنا چاہتا ہے، اس کے اسباب پہلے سے مہیا کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کی زندگی کے ہر قول، فعل، چھوٹے سے چھوٹے واقعہ سے لے کر بڑے سے بڑے واقعہ کو محفوظ کرنے کے لیے، تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے قرآن کا یہ مجسم نمونہ بھی قرآن کے ساتھ زندہ رہے، اس نے محدثین کرامؒ کی ایسی جماعت پیدا کر دی جو ایک طرف اپنی خدا پرستی و خداترسی، صداقت و راست بازی، عفت و پاکدامنی، عدالت و امانت، قوتِ حافظہ، توازن دماغی، صحت ذہنی کے اعتبار سے تمام بنی نوع انسان میں اسی طرح بلند اور ممتاز ہے جس طرح حضور اکرم ﷺ انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں ممتاز اور سربلند ہیں۔ اس نے دنیا میں وہ کام کر دکھایا جو آج تک دنیا کی کسی قوم، قوم کی کسی جماعت نے نہیں کیا۔ اس نے نہ صرف سرور کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو ضبط کیا بلکہ ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی پوری تاریخ مرتب کر دی جن کا رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے سلسلے میں بعید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تعلق بھی تھا۔ انھوں نے یہاں تک بتا دیا کہ فلاں راوی کو آخر عمر میں سہو ہو گیا تھا۔ فلاں راوی کی اپنے پیش رو سے ملاقات ثابت نہیں مگر وہ اس سے روایت کرتا ہے فلاں راوی درمیان میں سے ایک راوی کو چھوڑ دیتا ہے۔ فلاں شخص نے زندگی میں ایک موقع پر غلط بیانی کی، فلاں شخص ضعیف الروایہ ہے، مولانا حالی لکھتے ہیں:

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسون
کیا فاش جو عیب راوی میں پایا
مناقب کو چھانا مثالب کو ناپا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
ائمہ میں جو داغ دیکھا جتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

یہ ایسا مجموعہ ہے جس پر دنیا کی کوئی بھی قوم فخر کر سکتی ہے بڑے بڑے گھاگ مستشرقین جن کی نگاہیں اسلام میں عیوب و نقائص تلاش کرنے میں بڑی ہی تیز ہیں بلکہ اس فن میں انھیں موجد و مخترع ہونے کا طرہ امتیاز حاصل ہے، اسلام اور محدثین کے اس کارنامے کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتے ہیں لیکن آپ اسلام کے وہ سپوت ہیں کہ اس گھر کو جو لاکھوں نفوس قدسیہ کے پسینہ اور خون سے تعمیر ہوا ہے، مسمار کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور وہ بھی ''**بثمنٍ بخس دراهم معدودة**'' یعنی گنتی کی چند چھوٹی کوڑیوں کے عوض۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۷۹)

''تو ان کے لیے خرابی ہے اس سے کہ ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ان کے لیے خرابی ہے اس سے کہ وہ کماتے ہیں۔''

تاریخ اور علمِ حدیث

آپ کہتے ہیں کہ علمِ حدیث ظنی ہے، آپ یہ کہہ کر دنیا کی پوری تاریخ کو جھٹلا رہے ہیں۔ خدارا غور فرمایے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا کندھوں پر سر اور سر میں ذرا سا دماغ رکھنے والا انسان ایسی بات زبان سے نکال سکتا ہے؟ اگر کوئی ایسا سر پھرا انسان ہو بھی تو وہ جب اس سے تھوڑے سے ہوش و حواس سے بھی جو اس میں موجود ہوں، کام لے گا تو فوراً پکار اُٹھے گا کہ ہمارا فن روایت عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی تاریخ سے کہیں بلند چیز ہے۔

اگر آپ ذرا تحمل سے غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کی حفاظت کے لیے جو اسباب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کیے گئے، اُن میں سب سے پہلا اور سب سے زیادہ وقیع محدثین کا یہ گروہ ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے قرآن بھی اسی طرح سنداً پڑھا ہے جس طرح بخاری شریف کو پڑھا۔ قرآن اور بخاری دونوں کی سند میں ایک ہی سلسلہ اساتذہ کا ہے جو بخاری اور شیوخ بخاری پر پھیلا ہوا ہے۔ فن حدیث کے وہی امام جو قرآن ہم تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں، انھیں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ''اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری''۔ یقیناً بخاری قرآن نہیں ہے، لیکن انسانی محنت وکاوش، انسانی تحقیق وتفتیش، انسانی طلب وجستجو، عشق ومحبت رسول ﷺ، صحت دماغی، توازن ذہنی، صداقت وعدالت، اصابت فکر ورائے، پھر خشیت وخوفِ الٰہی کے بلند ترین مقام پر جہاں حضور ﷺ کا کوئی عاشق، خادم پہنچ سکتا ہے، وہاں یہ مردِ حق (بخاری) پہنچا ہے۔ پھر جو سخت ترین اُصول کسی واقعہ کی جانچ پڑتال میں استعمال ہو سکتے ہیں، وہ اس کتاب میں جمع کردہ واقعات پر استعمال ہو چکے اور بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس آسمان کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے کردار، اقوال وافعال کا جن میں انسانی زندگی کے ہر پہلو میں ایک روشن نمونہ اور ایک واضح ہدایت موجود ہو، اس سے زیادہ جامع، اس سے زیادہ صحیح، اس سے زیادہ قابل اعتماد مجموعہ موجود نہیں ہے، اگر ہے تو:

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (سورۃ البقرہ:۱۱۱)

﴿وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۴)

''پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور حقیقت یہ ہے کہ کبھی نہ کر سکو گے تو اُس آگ کے عذاب سے ڈرو جو (لکڑی کی جگہ) انسان اور پتھر کے ایندھن سے سلگتی ہے اور منکرین حق کے لیے تیار ہے۔''

حد ہو گئی کہ امام بخاریؒ اس شخص سے بھی حدیث لینے سے انکار کر دیتے ہیں جسے آپ بازار میں چلتے چلتے کھاتا دیکھتے ہیں کہ وہ اس درجہ کا مہذب انسان نہیں ہے جیسا ایک حامل حدیث نبوی ﷺ کو ہونا چاہیے۔ آپ اس شخص سے بھی حدیث لینے سے انکار کر دیتے ہیں جو اپنے بھاگے ہوئے گھوڑے کو خالی توبرا دکھا کر پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے، حالانکہ آپ کئی روز کا سفر کر کے اس کے پاس پہنچے تھے۔ صرف اس بات پر کہ جو شخص ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھوٹ سے نہیں بچتا وہ حدیث رسول ﷺ کے محفوظ رکھنے میں کہاں تک محتاط ہوگا؟

اُمت مسلمہ کے ہر عہد اور ہر دور میں ائمہ فن نے اس کتاب کو سخت ترین اصول حدیث کی کسوٹی پر پرکھا اور اس پر وہ پوری اُتری۔ شہرت وقبولیت کا یہ وہ تاج ہے جو کتاب اللہ کے بعد بخاری اور صرف بخاری کو حاصل ہے اور بخاری کے بعد مسلم کو! حق یہ ہے کہ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود پاک عالم انسانیت میں یکتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے خدام کے گروہوں میں محدثین کا گروہ نظیر نہیں رکھتا اور محدثین کی جماعت میں بخاریؒ اور مسلمؒ کا وجود بھی بے نظیر ہے۔

میں ''مجدد عہدِ حاضر'' سے باادب دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ''کوئی شریف آدمی'' یا ''کوئی صاحب عقل وخرد انسان'' یہ گوارا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا ہے کہ ایسی کتاب کو بازیچہ اطفال بنا دیا جائے؟ کہ جو آدمی اتنی عربی جانتا ہو کہ بخاری کا ٹوٹا پھوٹا ترجمہ کرلے یا مترجم بخاری اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لے اور بخاری و مسلم پر جرح و قدح شروع کردے۔ بخاری پر لوگوں نے جرح کی ہے لیکن وہ کون لوگ تھے۔ وہ جو خود بخاری کے ہم عصر یا ہم پایہ شیوخ حدیث تھے۔ مگر انھوں نے بھی بخاری کی احادیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ چند احادیث امام بخاریؒ کی تجویز کردہ شرائط پر پوری نہیں اُترتیں لیکن محققین علما نے معترضین کی غلط فہمی بڑی تفصیل سے بیان کردی ہے۔ (دیکھو مقدمہ فتح الباری)

انبیائے کرام اور تحکیم بالعدل

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا وجود صداقت و عدالت اور دیانت و امانت کا مجسمہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہی صفات فاضلہ کے کمال و اتمام کا نام نبوت ہے۔ اسی لیے ہر اُمت کو ہمیشہ یہی حکم ملا ہے کہ وہ اپنے تمام قضیوں اور جھگڑوں میں نبی کو حَکَم بنائیں اور اپنے اختلافات و نزاعات میں فیصلے کے لیے اسی دربار اور اسی عدالت کی طرف رجوع کریں۔ ساتھ ہی ہر نبی کو یہ حکم ملا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے۔ بلکہ ہر نبی کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ وہ حاکم بالعدل ہوتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ (سورۃ الانبیاء:۷۸-۷۹)

''اور داؤد اور سلیمان (کا معاملہ بھی یاد کرو) جب وہ (ملک کے) کھیت میں کہ لوگوں کی بکریاں اس میں منتشر ہوگئی تھیں حکم چلاتے تھے۔ اور ہم اُن کی حکم فرمائی دیکھ رہے تھے۔ پس ہم نے سلیمان کو اس بات کی پوری سمجھ دے دی! اور ہم نے حکم دینے کا منصب اور (نبوت کا) علم ان میں سے ہر ایک کو عطا فرمایا تھا۔''

اس آیۂ مبارکہ سے دو تین اُمور بالکل واضح ہو جاتے ہیں: (۱) قوم کا اپنے فیصلہ کے لیے انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہونا۔ (۲) انبیاء اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت و راہنمائی فیصلہ فرماتے ہیں وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ، (۳) انبیائے کرام کو یہ منصب خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے ''وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا''۔

انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ منصب اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم میں دوسرے مقامات پر بھی تصریحات موجود ہیں۔ سورۂ بقرہ میں ایک مقام پر انبیاء کی بعثت کے سلسلے میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے وہاں فرمایا ہے:

﴿وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۱۳)

''نیز ان کے ساتھ کتاب الٰہی نازل کی گئی۔ تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے، ان میں وہ فیصلہ کردینے والی ہو۔ اور تمام لوگوں کو راہِ حق میں متحد کردے۔''

اُمت مسلمہ کو چونکہ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت و راہنمائی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ (اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) اس لیے اسے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہی دو چیزوں کا حکم ملا تحکیم بالعدل اور ردّ امانات إلی أھلھا یعنی ان میں عدالت و امانت کے دو وصف پورے ہونے چاہئیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾

(سورۃ النساء:۵۸)

''(مسلمانو!) خدا تمھیں حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو، وہ اس کے حوالے کر دیا کرو، (ایسا نہ کرو کہ کسی حقدار اور اہل کے حق سے انکار کرو) اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو چاہیے کہ انصاف کے ساتھ کرو۔''

آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ (سورۃ النساء:۱۰۵)

''(اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تم پر ''الکتاب'' سچائی سے نازل کر دی ہے، تا کہ جیسا کچھ خدا نے بتلا دیا ہے، اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔''

آیت متذکرۃ الصدر سے دو تین چیزیں بالکل صاف ہو جاتی ہیں (۱) فرائض رسالت میں تحکیم بین الناس ایک زبردست فریضہ ہے۔ (۲) کتاب اللہ کے نزول میں ایک نہایت عظیم غرض یہ پوشیدہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے نبی یا حاملین کتاب اللہ لوگوں کے قضایا چکائیں۔ (۳) نبی کے فیصلے اللہ تعالیٰ کی زیر ہدایت و نگرانی ہوتے ہیں ''بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ''۔

ایک دوسرے مقام پر اس سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ اور چیز کو فرمایا:

﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ:۴۹-۵۰)

''(اور اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تمھیں حکم دیا کہ جو کچھ خدا نے تم پر نازل کیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ نیز ان کی طرف سے ہوشیار رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس کے کسی حکم (کی تعمیل و نفاذ) میں تمھیں ڈگمگا دیں (یعنی ایسی صورت حال پیدا کر دیں کہ کسی حکم کا نفاذ عمل میں نہ آسکے) پھر مگر یہ لوگ روگردانی کریں اور حکم الٰہی نہ مانیں تو جان لو، خدا کو یہی منظور ہے۔ کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُن پر مصیبت پڑے اور حقیقت یہ ہے کہ انسانوں میں سے بہت سے انسان (احکامِ حق سے) نافرمان ہیں اور پھر جو لوگ احکامِ الٰہی کا فیصلہ پسند نہیں کرتے تو وہ کیا چاہتے ہیں؟) کیا جاہلیت کے عہد کا حکم چاہتے ہیں (جب علم و بصیرت سے لوگ محروم تھے اور اپنے اوہام و خرافات پر عمل کرتے تھے؟) اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھنے والے ہیں اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے؟

علاوہ مندرجہ بالا نتائج کے اس آیۃ مبارکہ سے یہ مزید نتائج سامنے آتے ہیں۔ (۱) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو نہیں مانتے، ان پر ان کے انکار کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت آئے گی۔ (۲) وہ لوگ فاسق (خدا کے نافرمان) ہیں۔ (۳) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو نہ ماننے والے زمانہ جاہلیت کے اوہام و خرافات کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ (۴) رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ خود خدا کا فیصلہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مومن نہیں جو اپنے تمام معاملات میں حضور ﷺ کو حَکَم نہ مانے

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے ان لوگوں کو مومن تسلیم کرنے سے قطعاً انکار کر دیا ہے جو اپنے تمام قضیوں اور جھگڑوں میں حضور ﷺ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور پھر آپ ﷺ کے فیصلے کو چاہے وہ ان کے کتنا خلاف کیوں نہ ہو نہایت خوش دلی بلکہ پوری طمانیت قلبی کے ساتھ قبول نہیں کرتے۔

ایک مثال

جناب ﷺ کی سیرت کا یہ مشہور و معروف واقعہ ہے کہ آپ نے مختلف بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو مراسلات یا دعوت نامے ارسال فرمائے چنانچہ اس ضمن میں کسریٰ، قیصر اور مقوقس شاہ مصر کے نام خاص طور سے مذکور ہیں۔ ان خطوط کے الفاظ بھی احادیث میں محفوظ ہیں۔ ان لوگوں نے ان مراسلات کے ساتھ جو جو سلوک کیا وہ بھی ہمیں معلوم ہے۔ اس سلوک پر جو الفاظ مبارک حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے وہ ابھی تک ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کو کیونکر پورا کیا اس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں، مقوقس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ اس نے وہ خط نہایت عزت کے ساتھ محفوظ کر لیا تھا۔ وہ نامۂ مبارک مصر کے کھنڈروں کی کھدائی کے بعد صحیح سالم نکل آیا ہے اس کے فوٹو یورپ اور امریکہ اور ہندوستان کے اخبارات میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے۔ کیا یہ محدثین کی تحقیق و کاوش، راویوں کی صداقت و عدالت اور قوتِ حافظہ کا حیرت انگیز ثبوت نہیں ہے کہ محدثین کے روایت کردہ الفاظ اور اس دریافت شدہ نامۂ مبارک میں ایک لفظ، ایک حرف بلکہ ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں۔ حد ہو گئی کہ روایت میں جو نقشہ حضور ﷺ کی مہر کا دیا گیا وہی بعینہٖ اس خط میں بھی موجود ہے۔ محمد رسول اللہ کیا حدیث کی صحت کے لیے اس سے بھی کسی بڑے ثبوت کی ضرورت ہے؟

عرب قوم اور قوت روایت

واقعہ یہ ہے کہ عرب میں حضور ﷺ کی بعثت کے جو مخصوص اسباب و دواعی محرک ہوئے ان میں ایک بڑا سبب عرب کی قوت بیان اور اس کی قوت حافظہ تھی۔ عرب کے حافظوں کا یہ عالم تھا کہ انھیں گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد ہوتے تھے۔ خود حضرت صدیق اکبرؓ بہت بڑے نساب تھے۔ اُم المومنین حضرت صدیقہؓ (آپ کی صاحبزادی) کو نو سال کی عمر میں عرب جاہلیت کے سینکڑوں اشعار یاد تھے، اس قسم کی سینکڑوں مثالیں جمع کی جا سکتی ہیں جو عربوں کے بے خطا قوت حافظہ پر گواہ ہیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے حبیب پاک ﷺ کا ہر قول، ہر فعل بلکہ ہر جنبش و حرکت محفوظ کر دی جائے اس لیے آپ کو ایسی قوم میں مبعوث فرمایا جو بے مثال قوت حافظہ اور فقید النظیر قوت گویائی کی مالک تھی۔

روایت اور درایت

اس راہ میں ایک بڑا فتنہ عقل کا فتنہ ہے، کہا جاتا ہے کہ حدیث کے رواۃ فقیہ نہ تھے۔ وہ حدیث کی صرف روایت کر دیتے ہیں درایت سے کام نہیں لیتے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کسی واقعہ کے راوی کے لیے سب سے بڑے اوصاف کیا ہونے چاہئیں! یہی نہ کہ وہ سچا ہو، راست باز ہو، صحیح الدماغ ہو، قابل اعتماد حافظہ رکھتا ہو، جس واقعہ کی وہ روایت کر رہا ہے اس کا عینی شاہد ہو یا اگر اس نے کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے واقعہ سنا ہے تو اس کی اپنے راوی سے ملاقات ایسی حالت میں ثابت ہو کہ وہ ذہنی اور دماغی بلوغ کو پہنچ چکا تھا۔ اور اس کا وہ شیخ (یا استاد راوی) جس سے وہ روایت کر رہا ہے انہیں متذکرۃ الصدر اوصاف کا مالک ہو، جب ایک حدیث کی روایت کے پورے سلسلہ میں یعنی سب راویوں کے متعلق یہ چیز محقق ہو چکی ہو تو پھر وہ کون سی مزید عقل ہے جس کی آپ راوی سے توقع رکھتے ہیں؟ آپ کے نزدیک وہ راوی غالباً زیادہ وقیع ہوتا ہے جو ہر اس چیز کو نکال پھینکتا ہے جو آج آپ کے عقول واذہان میں خلش کو پیدا کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے آپ اسی اصول کو قرآن کی روایت پر چسپاں کر کے دیکھیں کہ معاملہ کہاں سے کہاں پہنچتا ہے؟ اولین رواۃ کو چاہیے تھا کہ قرآن میں سے تمام معجزات کو نکال پھینکتے یہ انشقاق قمر کیا چیز ہے؟ اس کو کون سی عقل تسلیم کر سکتی ہے؟ عصائے موسیٰ کے ذریعہ انفجار سنگ سے چشموں کا پھوٹ نکلنا کون باور کر سکتا ہے؟ عصائے موسیٰ کی ضرب سے سمندر کا دو بڑے حصوں میں پھٹ کر راستہ بنا دینا۔ اسے کون ''شریف آدمی'' مان سکتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ مداریوں کا کھیل ہے۔ اس پر قرآن نے خواہ مخواہ اتنے ورق کیوں سیاہ کر دیے؟ حضرت مسیح کو کیا ہو گیا تھا کہ چڑیاں بنا کر ان میں روح پھونکا کرتے، کوڑھیوں اور گنجوں کو چنگا کرتے؟ غرض کہ اگر ہمارے رواۃ اور ہمارے مجددین زماں کے سے فقیہ ہوتے تو بتلایے کہ ایسے تمام واقعات کا کیا حشر ہوتا؟ فقاہت تو ہر جگہ چلتی ہے، اس فقاہت کے آرے نے قرآن پر کیا کیا قیامت برپا نہیں کی؟ عزیزانِ من! راوی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ صادق ہو، عادل ہو، بے خطا حافظہ رکھتا ہو، صحیح الدماغ ہو، واقعہ کا عینی شاہد ہو، یا جس سے روایت کر رہا ہے وہ انہی صفات کا مالک ہو اور دونوں کی ملاقات ثابت ہو ان اوصاف کا حامل ہونے کے بعد وہ واقعہ کو من وعن بلاکم وکاست بغیر کسی تبصرہ یا انتقاد کے بیان کر دے راوی کی اصلی خوبی اور اس کا اصلی حال یہ ہے۔

بخاری (اور اس کے بعد مسلم) کا یہی وہ وصف ہے جس نے اس کی شہرت وقبولیت کو آسمان پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اسی روایت کو صحیح کہتا اور انتخاب کرتا ہے جس کے تمام راویوں کی صداقت وعدالت، قوتِ حافظہ، سماعت اور ملاقات وغیرہ کے متعلق اسے یقین ہو جاتا ہے۔ پھر خدارا بتلایے کہ درایت کی وہ کونسی صورت باقی رہ جاتی ہے جس کے لیے آپ کے شکوک زدہ قلوب متلاشی ہیں؟

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾

علم الحدیث کے متعلق اغیار کی رائے

آپ جس علم کو آج ہدف مطاعن بنا رہے ہیں اس پر اگر ان لوگوں کی رائے پڑھ لیں جنھوں نے محض اسلام میں معائب کی تلاش میں نہ صرف قرآن پاک کی ایک ایک آیت کو غور سے پڑھا ہے بلکہ اس جنون اور جستجو میں احادیث، رجال، فقہ، اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کے تمام دفاتر کھنگال ڈالے ہیں، تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

۱۸۸۱ء میں لوک پادری صاحب میلکم میکالی نامی نے لندن کے مشہور رسالہ کنٹمپرری ریویو میں ایک مضمون لکھا جس میں انھوں نے قرآن وحدیث اور سب سے زیادہ کتب فقہ سے شواہد پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ مسلمانوں کے احیا کا خیال ایک سودائی جنون یا اُمید موہوم سے کم نہیں کیونکہ ان کے سیاسی و معاشرتی وغیرہ قوانین میں حک و اضافہ یا ترمیم و اصلاح کی کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنجائش نہیں اور یہ دورِ حاضرہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ناچار اگر مسلمانوں کو دنیا میں ترقی کرنا ہے تو انھیں قرآن، حدیث اور فقہ کو بالکلیہ خیر باد کہنا پڑے گا۔

اس کے جواب میں مولوی چراغ علی مرحوم نے جو سرسید کے نورتنوں میں سے ایک نہایت درخشندہ رتن تھے ایک کتاب لکھی جس کا اُردو ترجمہ اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام چھپ چکا ہے۔ یہ کتاب جب مختلف نامی گرامی مستشرقین کے پاس پہنچی تو انھوں نے اس کی بے حد تعریف کی۔ انہی میں سے ایک بہت مشہور مستشرق ڈاکٹر سپرنگر تھے انھوں نے اس کتاب پر مبسوط خاتمہ تحریر کیا اس میں انھوں نے جو کچھ فن حدیث پر لکھا ہے ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے اس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں:

"علم الحدیث کی صحیح طور پر قدر و منزلت معلوم کرنے کے لیے ہمیں پہلے اس بات کو صحیح طور پر سمجھنا چاہیے کہ اخبار و آثار کی ابتدا کیونکر قائم ہوئی۔ شام، عراق اور مصر کی فتح کے بعد تابعین کے زمانے میں ملت اسلامیہ خوب پھلی پھولی اور قوت و ثروت حاصل ہوئی اور چونکہ وہ ایک پر جوش قوم تھی لہٰذا اب اس نے دینی، فقہی اور تمدنی مسائل کو جو جدید حالات کی رو سے پیدا ہو گئے تھے، حاصل کرنا شروع کیا۔ آپ نے (مولوی چراغ علی مرحوم نے) اس دانشمندانہ ہدایت کا بھی ذکر کیا ہے جو پیغمبر خدا ﷺ نے معاذ بن جبل کو فرمائی کہ "تم اپنی رائے کا اتباع کرو۔" [1] سوسائٹی کی ابتدائی حالت میں یہ بالکل روا اور موزوں تھا۔ لیکن ایک عظیم الشان سلطنت کے والیوں اور ججوں کے ہاتھ میں خود مختارانہ حکومت (غالباً فیصلہ کا اختیار مراد ہے۔ راقم) دے دینا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا اس کے لیے ایک ضابطہ اور قانون کی ضرورت تھی۔ ایک ایسی ریاست کے قوانین جسے ایک پیغمبر نے قائم کیا ہو اور جس میں لوگ آزاد ہوں، قوانین سلطانیہ نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ وہ ایک ایسی شریعت ہوں جس کی بنا سنت پر ہو۔ کم سے کم سنیوں کے لیے تو یہ ضرور ہونا چاہیے۔ شیعوں کی حالت دوسری ہے اور اسی وجہ سے وہ رافضی کہلاتے ہیں، جوں جوں مسلمان تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کرتے جاتے تھے نئے نئے مسائل بھی ہر روز پیدا ہو جاتے تھے اور تابعین جو زمینوں پر قابض ہوتے جاتے تھے ان مسائل کے حل کے لیے صحابہ سے معلومات حاصل کرتے تھے۔ اس طور پر علم الحدیث مرتب ہوا اور اسی کے ذریعہ سے مسلمانوں کی قوم نے ایک ضابطۂ قانون تیار کیا جو اس زمانہ کے لیے موزوں تھا۔ یہ سچ ہے کہ حدیث کے زمانے میں بڑی بڑی رزمیہ نظمیں اور ڈرامے نہیں لکھے گئے تھے اور نہ کیمسٹری میں انکشافات ہوئے تھے۔ تاہم اس وقت ایک ایسی علمی تحریک موجود تھی جس کی نظیر بلحاظ وسعت و مقدار کے، تاریخ میں نہیں ملتی۔ صحابہ کی تعداد جن سے یہ علم حاصل کیا گیا دس ہزار سے زائد ہے اور ان کے بعد ائمہ کی تعداد بے حد و حساب ہے۔"

اس کے بعد فاضل مصنف نے بعض جزئیات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً کہا ہے کہ صرف مسواک پر احادیث کی دو جلدیں موجود ہیں۔ مسندوں اور کتب فقہ میں اختلاف کو واضح کیا ہے، فقہا کے قیاس کا ذکر کیا ہے یہ سب کچھ لکھنے کے بعد وہ پھر لکھتا ہے میں حدیث کو پہلی دو صدیوں کی ایک عظیم الشان یادگار سمجھتا ہوں اور یہ میرا یقین ہے کہ اصلاح کے لیے جب سعی کی جائے تو اس کی ابتدا احیاء علم الحدیث سے ہونی چاہیے۔

---

[1] ابوداود، کتاب القضاء، باب اجتہاد الرای فی القضاء۔ رقم الحدیث ۳۵۹۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا اقتباس اس لیے پیش نہیں کیا گیا کہ کسی کمی کی تکمیل مقصود تھی بلکہ اپنے بھائیوں کی غفلت کو نمایاں کرنے کے لیے پیش کیا گیا ہے کہ جس چیز کو آپ غیر ضروری اور نا قابل اعتنا سمجھ کر چھوڑنا چاہتے ہیں اس کے متعلق اغیار کی کیا رائے ہے اور اغیار بھی وہ اغیار جن کی پوری زندگیاں اس کاوش اور سعی و جستجو میں صرف ہوئی ہیں کہ کہاں کہاں سے اسلام کے برج مشید پر گولہ باری ہوسکتی ہے اور وہ کیونکر زیادہ سے زیادہ مؤثر ہوسکتی ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

مجھے یہ احساس ہے کہ مضمون شاید مقالہ کی حیثیت سے گزر کر رسالہ کی صورت اختیار کر گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سعی و جستجو سے نہیں لکھا بلکہ بے اختیارانہ ایک کے بعد دوسری چیز آتی چلی گئی ہے قلم رُکا بھی ہے تو اس خوف سے کہ مضمون زیادہ لمبا ہو چکا ہے مبادا الاعتصام کا دامن اس کے لیے تنگ ہو جائے ورنہ مضمون کے آخری حصص مزید تفصیل کے محتاج ہیں اگر الاعتصام کے پڑھنے والوں کے ہاں یہ نظر پسندیدگی سے دیکھا گیا تو ممکن ہے مزید اضافوں کے ساتھ مستقل رسالے کی شکل میں شائع کر دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجمی سازش کا فسانہ

از: مولانا محمد اسماعیل

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ذاتِ گرامی علمی و تحقیقی حلقوں میں کسی تعریف و تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ مولانا ایک بلند پایہ عالم دین اور مشہور محقق بزرگ ہیں۔ گوجراں والہ کا مردم خیز خطہ ان کا مولد و مسکن ہے۔ ۱۹۰۰ء میں یہ وزیر آباد کے قریب ایک گاؤں ڈھونیکے میں پیدا ہوئے۔ ان کو استاذ العلما حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ اور مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ العالی ایسے علوم و فنون میں متبحر علما سے تلمذ کا فخر حاصل ہے۔

شہر گوجراں والہ میں مولانا تیس سال سے مقیم ہیں اور وہاں کی جماعت پر ان کا گہرا اثر ہے۔ ان کی پرخلوص و سیاسی سرگرمیاں تمام حلقوں میں یکساں شہرت کی حامل ہیں۔ تقریر و تحریر کے میدان کے کامیاب شہسوار ہیں ان کی تقریر کو یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس سے اعلیٰ تعلیم یافتہ و کم تعلیم یافتہ حضرات ایک سے مستفید ہوتے ہیں جب یہ تقریر کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاثیر کا ایک دریا ہے کہ بہہ رہا ہے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی تاسیس و ترقی میں مولانا کا گہرا اثر کارفرما ہے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں دیہات، قصبات اور مغربی پاکستان کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ اور بلا کسی جھجک اور خارجی تاثر کے اظہارِ مدعا کیا۔ مولانا ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ایک طرف حریت و آزادی کی متعدد تحریکوں میں حصہ لیا اور اس کے نتیجہ میں کئی دفعہ جیل گئے۔ دوسری طرف درس و تدریس میں اتنی نمایاں خدمات انجام دیں کہ آج ملک میں ان کے سینکڑوں تلامذہ خدمتِ ملک و ملت میں مصروف ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی زندگی میں برکت پیدا کرے اور ان کی بے لوث خدمات کا ستارہ ہمیشہ روشن و تابندہ رہے۔

آپ کی تصنیفی خدمات میں ''اسلامی حکومت کا خاکہ، حجیت حدیث، رسول اکرم ﷺ کی نماز، تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے فتویٰ، مشکوٰۃ کے ربع اوّل کا ترجمہ معہ فوائد اور درسِ نظامی کی مشہور کتاب سبعہ معلقہ کی عربی شرح کا اردو ترجمہ بھی شمار کی جاسکتی ہیں، اسی طرح حالات حاضرہ کے مطابق آپ کے مضامین ماہنامہ اہل حدیث امرتسر، ہفت روزہ الاعتصام، ماہنامہ رحیق، اسلامی زندگی اور روزنامہ امروز و کوہستان میں شائع ہوتے رہے۔ حضرت مولانا سلفی نے ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو اپنے وطن گوجراں والا میں وفات پائی۔ اور گوجراں والا ہی کے قبرستان میں مولانا علاؤالدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔

سنت اور بدعت کا اختلاف بہت پرانا ہے اہل بدعت کو ہر دور میں ائمہ حدیث سے ہمیشہ مخالفت رہی۔ سنت اور بدعت کے درمیان کوئی ایسا مقام نہیں جہاں دونوں میں سمجھوتہ ہو سکے اہل بدعت جس آزادی یا آوارگی سے اسلام کا اپریشن کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ مزاحمت ائمہ حدیث نے کی اعتزال و تجہم کی بدعات سے شروع ہو کر قادیانیت اور پرویزیت تک اہل بدعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت ﴿جُندٌ مَّا هُنَالِکَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾ کی رہی صدیوں کی جنگ کے بعد بھی حدیث اور اس کے حامیوں میں اصول کی حد تک کوئی لچک ظاہر نہیں ہوئی۔ حالانکہ اہل بدعت نے اس لمبے سفر میں کئی پینترے بدلے۔

نیا ہتھیار

منکرین سنت نے ایک نیا پینترا بدلا ہے۔ تاریخ کے چند صحیح واقعات سے غلط نتائج اخذ کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کچھ شک نہیں کہ اسلامی فتوحات نے پہلی صدی کے آغاز میں اپنی مخالف طاقتوں کو مسل کر رکھ دیا تھا۔ نجد، شام، تہامہ، عراق وغیرہ ممالک کو سرنگوں کر دیا، ایران، روس، ترکستان اور فارس میں عجمی شہنشاہیت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اسی طرح ہرقل اور اس کی معاون طاقتوں کو چند سالوں میں بے دست و پا کر دیا۔ ایسے حالات میں بعض سازشیوں کے امکان ذہنی طور پر کچھ بعید نہیں ایک عام ذہن جو اس وقت کی ذہنیت اور ماحول سے نا آشنا ہو اور آج کی ڈپلومیسی اس کے دماغ پر محیط ہو آسانی سے اس نظریہ کو قبول کر سکتا ہے۔

تاریخ کا طالب علم

تاریخ کا ایک طالب علم جس کا دماغ جذبات سے خالی ہو۔ وہ اسے آسانی سے قبول نہیں کرے گا وہ سوچے گا کہ آیا یہ فتوحات عوام کی منشا کے خلاف تھیں۔ مسلمانوں کے اس استیلاء کو زیادہ عربی اور عجمی رعایا نے ناپسند کیا یا مسلمان فاتحین عوام کی صوابدید اور دعوت پر وہاں گئے۔ فتح کے بعد عوام پر ظلم کیے، یا عوام کو سہولت پہنچائی اگر پہلی صورت ہے تو سازش کے امکانات ہو سکتے ہیں اسے امکان کی حد تک قبول کرنا چاہیے لیکن اگر صورتحال اس کے خلاف ہے، غیر مسلم رعایا اپنے آقاؤں سے تنگ آ چکی تھی وہ شہنشاہیت کے ناروا بوجھ کو اپنی گردن سے اُتار دینا چاہتی تھی مسلمان ان کی دعوت یا اُن کی منشا کے مطابق وہاں گئے۔ غیر مسلم رعایا نے نئے فاتحین کو خوش آمدید کہا تو سازش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جن فارسی علما نے اسلام قبول کیا ان کی اکثریت عوام سے تھی۔ شاہی خاندان کے بہت کم لوگ اسلام لائے اور علمی مشغلہ تو ان میں اور بھی کم تھا۔ کون نہیں جانتا کہ فارس کا آخری فرمانروا یزدجرد اپنی قوم کے ہاتھوں مارا گیا۔ جو قوم اپنے بادشاہ کو خود قتل کرتی ہے۔ تاکہ فاتح آسانی سے آگے بڑھ سکے وہ اس کے خلاف سازش کیوں کرے گی اور پھر یہ دانش مندی عجمیوں ہی نے کیوں کی عرب مفتوحین نے سازش کیوں نہ کی۔

حدیثوں کے بم

اور پھر مفتوح قوموں نے انتقام کے لیے نہ تلواریں بنائیں نہ توپیں بلکہ حدیثوں کے بم بنا کر فاتحین کی پسلیاں توڑ ڈالیں اور یہ فاتحین حدیثوں کی مار سے نڈھال ہو کر پوری عربی اور عجمی قلمرو پر قابض ہو گئے اور صدیوں حکومت کرتے رہے اور ان مفتوحین نے تقسیم کار کے طور پر مساجد اور مدارس کا شعبہ سنبھال لیا گویا بطور انتقام فاتحین کے تعلیم ایسے اہم شعبہ کی ذمہ داریاں خود سنبھال لیں اور عرب بادشاہوں نے ان انتقام لینے والے عجمیوں کے لیے خزانوں کے منہ کھول دیے۔

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ یہ ہے وہ اکتشاف جو پرویز اینڈ کمپنی نے آج کل کیا اور بعض سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (الشعراء: ۲۲۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجزیہ

ہم نے اس تہمت کا اسی ماحول میں تجزیہ کیا ہے اور گزارشات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

(۱) سازش ثابت کرنے کے لیے کس قسم کے ثبوت کی ضرورت ہے جس میں یہ حضرات ناکام ہوئے ہیں۔

(۲) فن حدیث اور دفاتر سنت کے اندر بھی کوئی ایسا مواد موجود ہے جو سازش کا پتہ دے۔

(۳) عجمی سازش کا ہنگامہ بپا کرنے والے خود ہی کسی سازش کا شکار تو نہیں ہوئے۔

یہ پہلی کوشش ہے اُمید ہے اہل قلم اس نہج پر مزید لکھیں گے۔

عجمی سازش

حدیث کے متعلق آج کل ایک انکشاف ان لوگوں کو ہوا ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث کی تدوین عجمیوں کی سازش سے ہوئی۔ یہ انکشاف دوسری تیسری صدی میں کسی کو نہ سوجھا حالانکہ وہ زمانہ تدوین حدیث کے اوقات سے بہت قریب تھا۔ اگر اس قسم کی کوئی سازش اس فن میں کارفرما ہوتی تو اہل حدیث کے مخالف ضرور اسے نمایاں کرتے فن حدیث اس وقت بدنام ہو جاتا، شیعہ، خوارج، معتزلہ، جہمیہ اور بعض دوسرے گروہ فوراً ان کو عریاں کر کے رکھ دیتے یہ عجیب ہے کہ یہ سازش اپنے وقت پر نہ کھلی اور آج بارہ سو سال کے بعد اس کا الہام پرویز اینڈ کمپنی کو ہوا جن کو فن حدیث سے کوئی لگاؤ ہی نہیں۔

حدیث کی جمع و تدوین پہلی صدی سے قریباً تیسری صدی تک ہوئی، اسلام کے دشمنوں کی اس وقت کمی نہ تھی مگر یہ سازش بالکل معلوم نہ ہو سکی۔ تاریخ اس تہمت سے یکسر خاموش ہے۔

ائمہ حدیث	ائمہ حدیث کے مخالفین
(۱) امام محمد بن مسلم الزھری ۱۲۴ھ	(۱) المقنع الخراسانی ۱۶۲ھ
(۲) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی ۱۵۷ھ	(۲) واصل بن عطا الغزلی ۱۸۱ھ
(۳) امام مالک بن انس الاصبحی ۱۷۹ھ	(۳) امیر المومنین مامون بن ہارون الرشید ۲۱۸ھ
(۴) عبداللہ بن مبارک ۱۸۲ھ	(۴) ابراہیم بن سیار ابو اسحاق النظام ۲۲۱ھ
(۵) امام محمد بن ادریس الشافعی ۲۰۴ھ	(۵) امیر المومنین معتصم بن ہارون ۲۲۷ھ
(۶) یحییٰ بن معین المحدث ۲۳۳ھ	(۶) بشر بن غیاث المریس قیس ۲۲۸ھ
(۷) امام علی بن مدینی ۲۳۴ھ	(۷) امیر المومنین واثق بن معتصم ۲۳۲ھ
(۸) احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ	(۸) محمد بن عبدالوہاب الجبالی ۳۰۳ھ
(۹) محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ	(۹) ابو ہشام عبدالسلام الجبالی ۳۲۱ھ
(۱۰) امام ترمذی ۲۷۵ھ	(۱۰) ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری ۵۳۸ھ
(۱۱) امام احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ	

مذکورہ فہرست میں ائمہ حدیث اور ان کے مخالفین سے چند سرکردہ شخصیتوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ علامہ جاراللہ زمخشری کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ باقی سب حضرات چوتھی صدی کے آغاز تک اپنے اپنے طریق پر علمی خدمات انجام دیتے رہے ائمہ حدیث جمع وتدوین میں مشغول رہے اور مختلف طریقوں سے فن کی خدمت انجام دیتے رہے دوسرے اعتزال اور جہمیہ سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ زمخشری چھٹی صدی کے آدمی ہیں لیکن علم وفضل کے لحاظ سے اختلاف کے باوجود اہل سنت اور معتزلہ دونوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھتے جاتے تھے۔

ان تمام حضرات نے حدیث کی مخالفت کی، اپنی عقلیات کے بالمقابل حدیث کونظر انداز کیا۔مختلف قسم کے اعتراضات اس فن پر کیے مگران کی تصانیف میں اس ''عجمی سازش'' کا کہیں پتہ نہیں چلتا جس کی نشاندہی تمنا عمادی اوران کے رفقا کررہے ہیں۔

مخالفین حدیث کی صف میں تین جابر بادشاہ ہیں جن کی حکومت اقصاء مغرب سے اقصاء مشرق تک پھیلی ہوئی ہے۔انھوں نے مقدور بھر حدیث اور ائمہ حدیث کی مخالفت کی اہل حدیث کوکوڑے لگائے جیلوں میں ڈالا زنجیروں میں جکڑا اہل حدیث کی تاریخ کا یہ دور معصوم ائمہ حدیث کے خون سے رنگین ہے۔امام احمد ایسے ائمہ حدیث ان کبراء کے مظالم کا تختۂ مشق رہے ہیں کسی نے قید کیا کسی نے کوڑے لگائے کسی نے حقارت سے نظرانداز کردیا۔

امراء کا جبر واستبداد

خود ائمہ حدیث کے متعدد اصحاب حکومت کے جبر وتشدد کے مقابلہ سے عاجز ہوگئے۔لیکن خدمت حدیث سے دستبردار نہیں ہوئے۔اس حالت میں بھی جس قدر خدمت علوم حدیث کی کرسکتے تھے سرانجام دیتے رہے اور حکومت سے تصادم سے گریز کرتے رہے۔

لیکن ائمہ حدیث میں ایسے اصحاب عزیمت بھی تھے جو بے خطر آتش نمرود میں کود گئے اور بے نیاز ہوکر ظالم اور مستبد حکومتوں سے ٹکرا گئے قید وبند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے جھیلیں، جلادوں کے کوڑوں سے پیٹ کے چمڑے اڑ گئے۔سولی پر نعشیں لٹکائی گئیں لیکن جادۂ حق سے سرمو انحراف نہ کیا ع

اولائک ابائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر الجامع

مامون، معتصم اور واثق کے پاس وسائل کی جو کثرت تھی تحقیق وانکشاف کے جو اسباب وذرائع موجود تھے وہ بچارے علما اہلحدیث کے پاس کہاں؟ مگر عجمی سازش کے انکشاف کا فسانہ کسی کے ذہن میں نہ آیا۔

مامون کا دربار

مامون کے دربار میں اہل علم کی کمی نہ تھی یونانی فلسفہ، ایرانی ادب اور ہندی طب کے ماہرین کی ایک بہت بڑی کھیپ بغداد میں موجود تھی بغداد کی یونی ورسٹیاں مسلم اور غیر مسلم اہل علم سے بھرپور تھیں، فارس کی سیاسی سازشوں سے یہ حکومت برسر اقتدار آئی تھی۔اگر کوئی علمی سازش ہوتی تو یہ مسلم اور غیر مسلم علما جو اس حکومت کے وظیفہ خوار تھے خود اس راز کو تشت ازبام کردیتے اور ائمہ حدیث کو دنیا کے سامنے رسوا کردیتے مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس کا کہیں تذکرہ تک نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازش کیسے؟

سازش ایک انتہائی جرم ہے اوراس کی سزا بھی حکومت کی طرف سے انتہائی سخت ہوسکتی ہے۔اس لیے اس کے ثبوت کے لیے بھی قطعی اور حتمی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے محض ظن وتخمین سے ایسے جرائم ثابت نہیں کیے جاسکتے۔آج سے چند سال پہلے اسمبلی ہال میں بم پھینکا گیا۔اس کی پاداش میں کچھ آزادی پسند نوجوان گرفتار ہوئے۔کئی سال تک مقدمہ چلتا رہا حکومت کا لاکھوں روپیہ صرف ہوا۔سلطانی گواہوں نے عینی شہادتیں دیں۔تو کہیں جا کر سازش ثابت ہوئی۔مجرموں کو سزا ملی۔انگریز کی غیر مسلم حکومت میں ایک کیس ثابت کرنے کے لیے حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آئی کیس غلط تھا یا صحیح مگر جہاں تک آئین وضوابط کا تعلق تھا اسے پورا کیا گیا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری مدظلہ پر سرسکندر کے قتل کی سازش کا کیس بنایا گیا۔مہینوں کیس چلتا رہا کیس غلط تھا یا صحیح مگر ثابت نہ ہوسکا شاہ صاحب باعزت بری کردیے گئے۔

قرآنی سازش

یہاں یہ حال ہے کہ ایک ایسی سازش کا سراغ لگایا گیا ہے جس نے حسب بیان استغاثہ پورے اسلام کا نظام بدل کر رکھ دیا۔ ''مرکزی حکومت'' کا ایک خوبصورت خواب ایسا دفن ہوا کہ یہ مردہ صدیوں تک نہ اُٹھ سکا احادیث کے بوجھ نے اسے ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں دے دیا۔

علم وحکمت کے ایوان پر ان سازشی علما نے ایسا قبضہ کیا کہ صدیوں تک (حسب بیان استغاثہ) پوری اُمت کا پروگرام ہی بدل گیا اور کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ علم سازش کی پیداوار ہے۔ان سازشی علما نے اس فن کی تائید کے لیے سینکڑوں فنون اور ایجاد کیے طالب علموں کی عمریں (حسب بیان استغاثہ) صدیوں سے ضائع ہورہی ہیں کروڑوں روپیہ اس علم کی تدوین واشاعت پر صرف ہوا جس سے نظر وفکر کے دھارے ہی بدل گئے۔دین پرویز صدیوں نہ اُبھر سکا۔

اتنی سنگین کانس پریسی ثابت کرنے والوں نے صورت کیا اختیار کی استغاثہ ہی دریا برد ہورہا ہے کون کون ائمہ حدیث کس کس عجمی بادشاہ سے کہاں کہاں ملے،اس استغاثہ کے گواہ کون تھے شہادت عینی تھی یا تخمینی منطقی۔

اس کا جواب واقعات کی روشنی میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ یہ فسانہ طلوع اسلام کے دفتر میں بیٹھ کر چند آوارہ مزاج فرنگی نما یتیم العلم ساتھیوں نے گھڑا اور دو ایک کے سوا اس کا کوئی گواہ نہ مل سکا۔

استغاثہ دائر ہوچکا ہے لیکن یہ تشخیص نہیں ہوسکی کہ مستغیث کہاں ہے کون ہے؟ سازش کس کے سامنے ہوئی کب ہوئی؟ اس کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی؟

لطف یہ کہ سازش تیسری صدی ہجری میں ہوئی گواہ چودھویں صدی ہجری میں برآمد ہوئے اور استغاثہ کا منشا یہ ہے کہ اس سازش نے جن اختراعی علوم کی ایجاد کی ہے اور وضع واختلاف سے جو فاسد نظریات پیدا کیے گئے ہیں انھیں حدیث اور سنت کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے اگر تاریخی حقائق کہہ لیا جائے تو استغاثہ واپس لے لیا جائے گا اور مستغیث کو مجرموں سے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔

﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

غور طلب حقائق

اگر یہ سازش کا فسانہ تھوڑ دیر کے لیے صحیح مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا کہ جب ائمہ حدیث نے وہی کچھ کیا جو عجمی امرا چاہتے تھے، فن حدیث کی ایجاد اور تخلیق سے ان عجمی امرا کا مقصد پورا ہو گیا جو سیاسی شکست کے بعد انتقام کے طور پر اسلام اور مسلمانوں سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ تو انھوں نے ائمہ اسلام اور صنادید سنت کو جیلوں میں کیوں ڈالا؟ کوڑے کیوں لگائے؟

اس قدر سنگین سزائیں کیوں دیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام بخاری، سفیان ثوری، ابن تیمیہ کی داستان ابتدائے تاریخ کے طالب علم سے مخفی نہیں ہارون کے دربار میں تو خیر کچھ عربیت موجود تھی مامون کا دربار تو سراسر عجمیت نواز تھا۔ عجمی وزرا پوری شان سے دربار پر محیط تھے، معتصم اور واثق کے دیوانوں میں بھی عجمیت بطور قوت حاکم کارفرما تھی۔ پھر یہاں ائمہ حدیث پر قافیہ حیات کیوں تنگ کیا گیا۔

ائمہ حدیث کا مقاطعہ

معلوم ہے کہ ائمہ حدیث شاہی درباروں سے متنفر تھے مولانا تمنا عمادی کو شکوہ ہے کہ ائمہ حدیث نے شاہی درباروں کے مقاطعہ سے ذلیل لوگوں کے لیے میدان صاف کر دیا۔ گواہ کے بیان میں یہ بہت بڑا تضاد ہے ایک طرف وہ ائمہ حدیث کو سازشی سمجھتا ہے دوسری طرف درباروں سے ان کی علیحدگی اور مقاطعہ کو ناپسند کرتا ہے...... حافظہ نباشد کی مثل صادق آ رہی ہے۔

میرا مقصد یہ ہے کہ اگر عجمی سازش کے فسانہ میں کچھ بھی اصلیت ہے تو نہ ہی ان عجمی درباروں کا ائمہ حدیث کو مقاطعہ کرنا چاہیے اور نہ ہی ان امرا و سلاطین کو ان علما حدیث کے ساتھ یہ عناد رکھنا چاہیے۔ بلکہ بقول (ادارہ طلوع اسلام) ان دونوں کی سازش سے ہی تو یہ عجمی حکومت وجود میں آئی اور اسلام کا پورا نظام (مفروضہ) تلپٹ اور تباہ ہو کر رہ گیا اور عربی اندازِ حکومت قریباً ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

تاریخ کیسی ہے؟

پھر آج کے منکرین حدیث مُصر ہیں کہ فن حدیث کو صرف تاریخ سمجھ لیا جائے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس تاریخ کی تدوین میں سازش کارفرما ہو۔ مؤرخ غیر اسلامی نظریات کا شکار ہو عجمی طاقتوں کا ممنون اور وظیفہ خوار ہو۔ بلکہ اس تاریخ کی تدوین ہی عجمی آلہ کار کے طور پر کی گئی ہو۔ اس تاریخ پر کہاں تک اعتماد کیا جائے گا۔ دشمن کی تدوین کردہ تاریخ پر کوئی عقلمند کبھی اعتماد کر سکتا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا﴾ (سورۃ السبا:۴۶)

''کہہ دیجیے کہ میں تمھیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے (ضد چھوڑ کر) دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمت کا موقف

اس سازش کو جانتے ہوئے تیرہ صدیوں تک اگر اُمت نے اس فن کو مستند سمجھا نظامِ حکومت کو اس کی روشنی میں مرتب کیا اپنے مدارس کے نصاب ان علوم سے معمور کیے تو پوری اُمت کو بیوقوف کہنا چاہیے یا بد دیانت اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کون ہیں کہ اُمت کی اس عظیم الشان خدمت کو عجمی سازش سے تعبیر کریں، شرم آنی چاہیے کہ دشمن جن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ تم انھیں سازشی اور خائن سمجھتے ہو۔

مجھے یقین ہے منکرین حدیث کا یہ بے ادب اور بے شعور طائفہ ان اساطین علم کو بیوقوف بھی کہے گا اور بے دین بھی لیکن ان کو تیار رہنا چاہیے کہ اس تقوّل کے بعد آپ کی جگہ طلوعِ اسلام! کا دفتر نہیں بریلی کا مئفل ہسپتال ہونا چاہیے۔

قرآن اور لغت

آپ حضرات کے نقطۂ نظر سے دین کا سارا انحصار لغت عرب اور قرآن پر ہے۔ معاف فرمایے گا جب کوئی سازش اس قدر محیط ہو کہ شاہی دربار اور مدارس کے حجرے یکساں اس سے متاثر ہوں وہاں نہ لغت محفوظ ہے نہ تواتر۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے کسی خبر میں اصطلاحی تواتر کے انداز پیدا کرنا چنداں مشکل نہیں آج کل اخبارات اور پراپیگنڈا سے حقائق کا جس طرح جھٹکا کیا جاتا ہے اور جھوٹ کو جس طرح حقائق کا رنگ دیا جاتا ہے آپ حضرات اسے ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ خود اپنی تحریک ہی کو دیکھئے اس میں دعایت اور پراپیگنڈا کے سوا کیا رکھا ہے تحریک انکارِ حدیث پورے تخریبی پروگرام پر چل رہی ہے جسے پراپیگنڈا کے زور سے تعمیری رنگ دیا جا رہا ہے۔

اس لیے کچھ شک نہیں کہ آپ جن احادیث کو متواتر سمجھ رہے ہیں یہ بھی کہیں علم ونظر ہی کا فریب نہ ہو۔ آخر عجمیوں نے سازش سے کیا نہ کرایا ہوگا۔ اس وہم خولیا کے ہوتے ہوئے جس سے آپ حضرات بری طرح متاثر ہیں نہ متواتر حدیث قابل اعتبار ہو سکتی ہے نہ مشہور اور خبر واحد۔

یہ حادثہ کیسے ہوا؟

منکرین حدیث کے خیال کے مطابق اسلام کے ابتدائی دور میں حدیث حجت نہیں سمجھی جاتی تھی جب اسلام عجمی سازش کا شکار ہوا تو لوگ حدیث کو حجت سمجھنے لگے۔

سوچنے کی چیز یہ ہے کہ اتنا بڑا حادثہ ہوا نظر وفکر پہ اتنا بڑا انقلاب آیا کہ سوچنے کی قدریں بدل گئیں، ارباب فکر ایک نئی دنیا میں پہنچ گئے۔ قرآن ایک ایسی کامل کتاب کی جگہ ظنی احادیث نے لے لی اور یہ سب کانوں کان ہو گیا کسی کو پتہ ہی نہ چلا کہ اسلام پر کیا حادثہ گزر گیا۔ تاریخ کے دساتیر میں اتنے بڑے سانحہ کی تاریخ معلوم ہے نہ وقت! نہ یہ معلوم ہے کہ اتنے بڑے انقلاب کے ہیرو کون لوگ تھے۔ اتنے بڑے جرم کو خاموشی سے کیونکر گوارا کر لیا گیا۔

ان هذا من اعاجيب الزمن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ائمہ حدیث کون تھے؟

عجمی سازش کے فسانہ پر اس لحاظ سے بھی سوچا جا سکتا ہے کہ ائمہ حدیث کا تعلق کن اوطان سے تھا۔ اس میں شک نہیں بخارا، نیشاپور، خراسان، قزوین وغیرہ مقامات فن حدیث کے بہت بڑے مراکز تھے۔ لیکن ان ممالک میں علوم دینیہ کی ترویج کے معنی سازش نہیں ہوسکتا۔ سوچنے کی چیز یہ ہے کہ آیا علم حدیث ان مراکز سے عرب میں پہنچا ہے۔ یا حجاز نے ان سنگستانوں کو علومِ دین سے سرسبز اور شاداب کیا ہے، معلوم ہے علوم دینیہ کی سب سے پہلی درس گاہ حجاز ہے یہیں سے علم کی سوتیں پھوٹیں اور پوری دنیا شاداب ہوگئی۔ امام مالک اور امام شافعی کے مدارس ہی سے ان تمام ممالک میں علم پہنچا جب علوم دینیہ کا پہلا سرچشمہ حجاز ہے تو عجمی سازش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر یہ علما تمام فارسی یا عجمی ہی نہیں ان میں خالص عرب بھی ہیں اور بعض عجمی الاصل جو ہمیشہ کے لیے عرب میں اقامت پذیر ہوگئے ابوعبید قاسم بن سلام امام شافعی خالص عرب ہیں اگر عجمیت کی وجہ سے سازش کا فسانہ گھڑا جائے تو تمام علوم عجمی سازش کا شکار ہوں گے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے:

ومن القريب الواقع ان حملة العلم فى الملة الاسلامية اكثرهم العجم لا من العلوم الشرعية ولا من العلوم العقلية الا فى القليل النادر (مقدمہ ابن خلدون ص۵۱۰ طبع قدیم از مصر)

یہ عجیب واقعہ ہے کہ اسلام میں اکثر اہل علم عجمی الاصل ہیں شرعی اور عقلی علوم کا یہی حال ہے عرب بہت کم ہیں۔

ابن خلدون اس کے وجوہ اور عدل پر اپنے ذوق کے مطابق بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

فكان صاحب صناعة النحو سيبويه والفارسي من بعده والزجاج من بعدهما و كلهم عجم فى انسابهم و انما ربّوا فى اللسان العربى فاكتسبوه بالمربى و مخالطة العرب و صيروه قوانين و فنا لمن بعدهم و كذا حملة الحديث الذين حفظوه عن اهل الاسلام اكثرهم عجم مستعجمون باللغة والمربى وكان علماء اصول الفقه كلهم عجمًا كما يعرف و كذا حملة علم الكلام و كذا اكثر المفسرين ولم يقم بحفظ العلم و تدوينه الا الاعاجم (مقدمہ ابن خلدون ص۵۱۱ طبع قدیم از مصر)

سیبویہ نحو کے ماہر تھے ان کے بعد ابوعلی فارسی ان کے بعد زجاج یہ سب عجمی تھے، عرب میں تربیت کی وجہ سے انھیں کسی طور پر یہ زبان حاصل ہوگئی اور عربوں میں رہنے سہنے کی وجہ سے انھیں زبان کو قانون اور فنی صورت دینے کی توفیق ملی اسی طرح علما حدیث میں اکثر عجمی ہیں انھوں نے علما اسلام سے اسے سیکھا اور جیسے کہ معلوم ہے علما اصول فقہ بھی سب عجمی ہیں اسی طرح تمام علما کلام اور ائمہ تفسیر بھی، علم کے حفظ و تدوین کی ذمہ داری عجمیوں نے لے لی۔

اگر کسی ملک میں علم کی خدمت اور اس کی تدوین سازش کی دلیل ہوسکتی ہے تو یقین فرمایئے تمام اسلامی علوم سازش کا نتیجہ ہیں۔ نہ نحو محفوظ ہے نہ فقہ نہ علم کلام نہ علم تفسیر، قرآن کے الفاظ کتنے ہی متواتر کیوں نہ ہوں جب تعیین مراد میں عجمی سازش کو دخل ہوگیا تو قرآن کا تواتر اور یقین بے مقصد ہو جائے گا۔ اب مولانا تمنا اور پرویز سوچ لیں کہ ان کے پاؤں سرزمین عجم میں ہیں یا عرب میں وہ اپنی مفروضہ سازش سے تو نہیں بچ سکیں گے۔ ابن خلدون کا مقام اہل علم میں معلوم ہے، اُمید ہے حضرات منکرین حدیث اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں گے "عجمی سازش" کا واہمہ ایک جھوٹ ہے جس سے ہر عقلمند کو پرہیز کرنا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انقلاب کی نفسیات

دنیا انقلابات کا دوسرا نام ہے اس میں ذہنی اور سیاسی انقلابات ہوتے رہتے ہیں وَ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ میں یہی حقیقت مستور ہے لیکن انقلاب نظام کا ثمرہ نہیں کہ غیر شعوری طور پر گرنے لگیں، ہر انقلاب کا پس منظر ہوتا ہے۔ اس کے کچھ اسباب و دواعی ہوتے ہیں جن کے نتائج میں انقلاب بپا ہوتا ہے۔ ''عجمی سازش'' اگر واقعی کوئی حقیقت ہے تو اس کے پس منظر اور اسباب و دواعی کا علم ضروری ہے۔ محض یہ کہہ دینا کہ عجمیوں نے فتح کے بعد اس کا انتقام احادیث کی وضع و تخلیق سے لیا بے حد بے جوڑ چیز ہے دلیل اور مدعا میں کوئی ربط اور تعلق نہیں ہے۔ جب کوئی قوم کسی پر غالب ہوتی ہے تو اس کے اثرات دو (۲) طرح نمایاں ہوتے ہیں۔ اگر فاتح قوم کا اخلاق اچھا ہے وہ مفتوح قوم سے اچھا برتاؤ کرے تو مفتوح قومیں فاتح کی نقالی پر اُتر آتی ہیں۔ ان کے علوم سیکھتی ہیں ان کے رسم و رواج اپنے معاشرہ میں منتقل کرتی ہیں ابن خلدون کا خیال ہے:

ان المغلوب مولع ابدا ابالاقتداء بالغالب فی شعاره و زید و نحلته و سائر احواله و عوائده

(ص۱۳۳ مقدمہ ابن خلدون طبع قدیم از مصر)

مغلوب غالب کی اقتدا کے لیے مشتاق ہوتا ہے اس کی وضع شعار مذہب اور تمام حالات میں وہ غالب کا تتبع کرتا ہے اور واقعات بتاتے ہیں مفتوح قومیں فاتح کی نقالی کرتی ہیں۔ عجمی فتوحات اسی قسم کی تھیں مسلمانوں کا برتاؤ مفتوح قوموں سے برادرانہ تھا ذمیوں سے ان کا سلوک بھائیوں کی طرح تھا۔ ان حالات میں انتقام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر فاتح کا تعلق مفتوح سے اچھا نہ ہو فاتح ذلت آمیز انداز سے مفتوح کے ساتھ معاملہ کرے تو دانشمند اور اہل علم دل میں اس کے خلاف بغض رکھتے ہیں سیاسی انتقام کے لیے وقت کا انتظار کرتے ہیں۔ لیکن عوام بہت جلد پیٹ کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں ان کا حافظہ کمزور ہوتا ہے کبھی کوئی نمایاں شورش ہو تو عوام کے جذبات حکومت کے خلاف ہوتے ہیں ورنہ عوام کو ضروریاتِ زندگی میسر ہوتی رہیں تو وہ کسی انتقام کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔

آپ ہندوستان کے ہی حالات کو دیکھئے مغل حکومت کے اختتام کے بعد بغیر اہل توحید و سنت کے کوئی بھی انگریز کی مخالفت کو دیر تک سینے میں جگہ نہ دے سکا۔ یہ لوگ انگریز اور اس کی تہذیب کی مخالفت برسوں سینوں میں دبائے پھرے۔ ہند اور بیرونِ ہند میں اس کو شکست دینے کی تجویز کرتے ہیں لیکن بزرگوں سے سرسید اور مرزا غلام احمد دونوں انگریز کی گود میں چلے گئے سرسید کو اس معاملہ میں شاید مخلص کہا جا سکے لیکن مرزا غلام احمد تو صرف انگریز کی غلامی کو اپنی نبوت کی بنیاد سمجھتے تھے مجھے معلوم ہے کہ پرویز صاحب اور ان کے رفقا کا تعلق ان دونوں سلسلوں سے ہے۔ وہ تصورات کی آوارگی میں سرسید کے معتقد ہیں اور تاویل میں مرزا غلام احمد کے شاگرد، آپ ایسے لکھے پڑھے لوگ انتقام کی آگ کو سینوں میں زندہ نہ رکھ سکے تو فارسیوں سے آپ کون سی عجمی سازش کی اُمید رکھ سکتے ہیں اس جنون آمیز فسانہ کو جس قدر جلد ممکن ہو دماغ سے نکال لیے۔ انقلاب کی نفسیات سے اس انقلاب کی قطعاً تائید نہیں ہوتی پڑھے لکھے لوگوں کو کچھ تو معقول بات کہنی چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجمیوں کو کیا ملا

سوچنا یہ ہے عجمیوں کا ملک گیا ان کی سیاسی موت ہوئی، اب انتقام اس طرح لیا گیا کہ اسلامی علوم کی خدمت کا ان لوگوں نے ذمہ لے لیا، اسلام کی علمی خدمات میں رات دن ایک کر دیا وطنی سیاسیات سے بالکل الگ ہو کر علوم کی تدوین میں لاکھوں احادیث حفظ کیں، حفظ کی کمی، دیانت کے فقدان سے جو غلطیاں اس فن میں آ گئی تھیں بلکہ ثقات سے جو اوہام سرزد ہوئے تھے ان کی نشاندہی کی ابن ابی حاتم کی علل اور ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل قاضی عیاض کی مشارق الانوار پر ایک نظر ڈالیے اور فیصلہ فرمایئے کہ یہ سیاسی انتقام ہے یا خدمت دین کا خالص جذبہ، آپ حضرات کو شرم آنی چاہیے کہ جن لوگوں نے اس تن دہی اور خلوص سے اسلام کی خدمت فرمائی آپ ان کو سازشی کہہ کر بدنام کر رہے ہیں نمک حرامی کی حد ہو گئی، پھر ان سازشی حضرات نے جیسے کہ ذکر ہوا کبھی شاہی درباروں کا رُخ نہ کیا اگر کسی بادشاہ نے احتراماً کچھ دینے کی کوشش کی تو اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے گھر بلایا تو اڑ گئے بادشاہ نے علم حاصل کرنا چاہا تو مساوات کے لیے مدرسہ کی چٹائیوں کی پیش کش فرمائی اور کسی تخصیص سے انکار کر دیا یہ عجیب سازشی ہیں کہ سیاسی کامیابیوں کی تمام راہوں سے الگ ہو کر عرب بادشاہوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ کہ یہ تخت و تاج آپ کو مبارک ہو۔ اموی اور عباسی امرا کی تاریخ اور اہل حدیث کا طریق عمل آپ کے سامنے ہے تاریخ کا طالب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیا سازشیں اس طرح کی جاتی ہیں، سوچیے عجمیوں کو اس محنت سے کیا ملا ہے؟

سب سے بڑا سراغ

عجمی سازش کے متعلق جو سراغ لگایا گیا ہے وہ مہدی کی پیش گوئی کے متعلق چند روایات ہیں جن سے بعض وقت بعض اصحاب غرض نے فائدہ اُٹھایا اور بعض سادہ لوح اہل علم کو اس سے غلطی لگی تاریخ کے بعض ادوار میں ان روایات کو غلط استعمال کیا گیا بعض اوقات صنعت وضع و تخلیق سے بھی کام لیا گیا اسے کسی طرح بھی عجمی سازش کا نام نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ جہاں تک وضع و تخلیق کا تعلق ہے اس میں عرب بھی شریک ہیں اور عجمی بھی یہ فیصلہ کرنا قطعاً ناممکن ہے کہ یہ کام سازش سے ہوا یا عجمیوں کے مشورہ سے ہوا، حکومت نے کہہ کر کرایا یا محض خوشامد اور ٹوڈی پن سے کیا گیا آپ اپنی تحریک ہی کو دیکھئے آپ نظامِ اسلامی کے متعلق سنت کی مخالفت کر رہے ہیں آپ کے جرائد اہل حق اور اصحابِ سنت پر کیچڑ اور گندگی اُچھال رہے ہیں۔ میری ذاتی رائے اس کے متعلق یہ ہے یہ محض آپ حضرات کی سادگی ہے یا صحافت ہے آپ بے دین سیاسین کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں، اس میں کوئی سازش نہیں حالانکہ یہاں سازش کے امکانات کہیں زیادہ ہیں ائمہ حدیث کے معاملہ میں سازش کا شائبہ تک نہیں ہے بلکہ قرائن صریح اس کے خلاف ائمہ حدیث کی روش کے اور سلاطین کے ان پر تشدد صریح، ہر اس مدعا کے خلاف ہے۔

مہدی کی روایات

مہدی کی روایات قابل حجت بھی ہیں اور موضوع بھی اسے مسئلہ کی طرح سمجھنا چاہیے آپ اصولِ محدثین کے مطابق ان پر جرح کر کے جو قابل رد ہیں انہیں رد کر دیجیے جو قابل قبول ہیں، انہیں مان لیجیے یہ سازش کہاں کی ہوئی کہ عجمیوں نے سازش کر کے ایک سیاسی انقلاب برپا کیا اور حکومت پھر عباسیوں کو دے دی جو خالص عرب تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضع و تخلیق

حقیقت یہ ہے کہ احادیث کی وضع و تخلیق مختلف اسباب کے تحت رہی کبھی رقت قلب سے یہ عادت نمودار ہوئی کبھی طمع دنیا سے، کبھی کسی بادشاہ کی خوشامد کے لیے یہ فعل سرزد ہوا کبھی ہوائے نفس سے، یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ اور کان مبسوط جس کے لیے ایک مستقل صحبت کی ضرورت ہے طالب علم کو اس باب میں تو بھجۃ النظر. فتح المغیث للعراقی. فتح المغیث سخاوی. توجیہ النظر للجزری. قواعد التحدیث. تدریب الراوی وغیرہ کتب اصول حدیث کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ ''عجمی سازش'' شرآمیز تہمت سے فن حدیث کی تاریخ یکسر خالی ہے۔

پھر وضع و تخلیق کا عمل احادیث کے مختلف ابواب میں جاری رہا ہے جن کو سیاسیات سے دور کا بھی تعلق نہیں موضوعات ملا علی قاری اللآلی المصنوعہ للسیوطی تذکرہ موضوعات الشیخ محمد طاہر بعض رسائل ابن تیمیہ تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث وغیرہ کتب کی طرف رجوع فرمائیں ان کے باب باب کو دیکھئے آپ یقین فرمائیں گے کہ وہاں کوئی عجمی سازش ہے نہ عربی سازش، نہ ایرانی سازش ہے نہ چینی وہ صرف جذبات کی کرشمہ سازی ہے امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں میرے سامنے صالحین کی ایک جماعت ہے جن کی پرہیزگاری پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن ان صوفی حضرات کی احادیث پر مجھے قطعاً اعتماد نہیں وہ لوگوں کو نیک اعمال کی ترغیب کے لیے احادیث بناتے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے اہل علم کے سامنے جب ایک موضوع ذخیرہ پیش کیا گیا تو انھوں نے اسے تلف کر دیا۔ لیکن عجمی سازش کا نام تک نہیں لیا بلکہ ظاہر ہے کہ حدیثیں بنانے کا کام اس دور سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ جب سے کہ عجمی فسانہ کے مصنفوں نے اس کی ضرورت محسوس کی مولانا عمادی اینڈ کمپنی نے تو یہ درد اور بھی دیر سے محسوس کیا ہے۔

اس وقت تک گفتگو اس پہلو پر تھی کہ آیا عجمی سازش کے مدعیوں نے اس فسانہ کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسا ثبوت مہیا کیا جس سے یہ فسانہ ثابت ہو سکے اور آیا وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے جو یہ دعویٰ ثابت کرنے کے لیے قانوناً لازم تھیں؟

فن حدیث مضامین کے لحاظ سے

اب اس پہلو پر غور فرمایئے کہ فن حدیث میں اندرونی طور پر بھی کوئی ایسی شہادت یا قرینہ مل سکتا ہے جس کی بنا پر اسے عجمی سازش کہا جا سکے، اگر یہ صورت بھی ثابت ہو سکے تو سوچا جا سکتا ہے کہ شاید اس دعویٰ میں کوئی جان ہو اور عجمی سازش کے مدعیوں کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

یہ پہلو جس قدر دلچسپ ہے اسی قدر مبسوط بھی ہے ضرورت ہے کہ دفاتر سنت کے ایک ایک باب پر اس نگاہ سے غور کیا جائے کہ شکست خوردہ عجمیوں کو ان تعلیمات سے کیا فائدہ ملا۔ اگر فی الواقع یہاں کوئی سازش موجود تھی، عجمی امرا نے سیاسی انتقام کے لیے ان علما کو خریدا تھا ان سے پوری ڈیڑھ صدی کام لیا غالباً اس عرصہ میں ان علما کو کروڑوں روپیہ دیا ہوگا۔ ڈیڑھ دو سو سال کی محنت، لاکھوں آدمی کام کرنے والے، اُن پر کروڑوں روپیہ خرچ ہونا بالکل قدرتی ہے۔ اس صحبت میں اس پہلو پر استقصا سے بحث کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکل ہے میں صرف الجامع الصحیح للامام محمد بن اسماعیل بخاری کو لیتا ہوں اس میں شروع سے لے کر باب الرد علی الجہمیۃ تک امہات الابواب قریباً ۸۴ ہیں۔ کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء، کتاب الحیض، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعہ، کتاب التہجد، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب المناسک، کتاب الصوم، کتاب البیوع، کتاب المساقات، کتاب الشہادات، کتاب الوصایا، کتاب الجہاد، کتاب الانبیاء، کتاب المغازی تفسیر فضائل القرآن، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الصید والتسمیۃ، کتاب الاضاحی، کتاب الطب، کتاب الادب، کتاب الایمان والنذور، کتاب الاحکام، کتاب التوحید وغیرہ موجود ہیں۔ ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے ہزاروں ابواب ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہیں اسے جانے دیجئے کہ بخاری شرائط کے لحاظ سے کامیاب ہے یا ناکام یہ حدیثیں قرآن کے مطابق ہیں یا مخالف ان کے رجال پر آج کل بحث کہاں تک ممکن اور مناسب ہے صرف اس نگاہ سے صرف اس چیز پر غور فرمایے کہ عجمی امرا کو اس سارے ذخیرہ سے کیا ملا وہ عجمی امرا کس قدر احمق تھے روپیہ ان کا لگتا رہا اور کام اسلام کا ہوتا رہا اس سازش سے، نقصان عجمیوں کو ہوا یا اسلام کو خاکم بدہن؟ فرض کیجیے کہ کسی محدث نے عجمیوں کو دو چار حدیثیں بنا بھی دی ہوں تو اس میں خسارہ ائمہ حدیث کو ہوا یا ملوک عجم کو اور پھر ائمہ حدیث بلا کے ایماندار اور ذہین تھے۔ کہ عجمی بادشاہوں سے کھا کر اپنے ایمان کا کام کرتے رہے، یہ سازش کیا ہوئی ؏

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ تو بالکل اسی قسم کی سازش ہوئی کہ ترک چنگیز خاں سے شروع ہو کر مسلمانوں سے لڑتے رہے لیکن ایسی سازش کی کہ پوری ترک قوم مسلمان ہو کر اسلام کی خادم ہو گئی، تمھیں معلوم ہے کہ جمع حدیث کا حکم عمر بن عبدالعزیز نے دیا کیا خلیفہ عمر عجمی تھے؟

صحیح بخاری شریف کے ان ابواب اور ان کے محتویات پر ایک غائر نظر ڈالیے یہاں کوئی حسب اطلاع ادارہ طلوع اسلام اگر سازش تھی تو عجمی بازی ہار گئے اب تم لوگ بہت ہی عقلمند ہو کہ محدثین پر طعن کر کے جیتی ہوئی بازی ہار رہے ہو؟

سیدھی بات

سیدھی بات یہ ہے کہ بعض احادیث تمہارے علم سے بالا ہیں آپ انھیں سمجھ نہیں سکے ان پر بحث کیجیے کسی عالم سے پڑھ لیجیے پھر بھی ذہن میں نہ آئیں تو انکار کر دیجیے۔ لیکن اُمت کی سینکڑوں سال کی خدمات پر اپنی جہالت سے پانی نہ پھیریے۔ یہ بڑا قیمتی ذخیرہ ہے اس کی صحیح قیمت جوہری ڈال سکتا ہے تم وہ کام کرو جس کے تم اہل ہو یہ ان کے لیے رہنے دو جو اس کے اہل ہیں۔

ادبا گذارش

مجھے اس تلخ نوائی پر معاف فرمایا جائے الفاظ سخت ہیں مگر دعویٰ یہی ہے استعارہ یا نرمی حقیقت کو بدلنے کے مرادف ہیں اس لیے اصلی لفظوں میں سن لیجیے میری قطعی رائے ہے اس کی بنا تیس سال کا تجربہ ہے کہ تحریک انکار حجیت حدیث کے بانی بدنیت بھی ہیں اور بے دین بھی۔ یہ اسلام کے نام پر جو کچھ کہتے ہیں جھوٹ ہے یہ حضرات اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔ معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ مناظرات اور افہام و تفہیم سے یہاں کوئی فائدہ نہیں عوام میں یقیناً جہالت کی وجہ سے کچھ لوگ مخلص ہوں گے۔ لیکن اساطین دعوت یقیناً ایمان و دیانت کے دشمن ہیں اور فرنگیت کے شکست خوردہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجمی سازش کہاں ہے؟

ہماری تحقیق یہ ہے کہ عجمی سازش کا شکار تم لوگ ہو، مغل راج کی جگہ انگریز راج علما اسلام کو ناپسند تھا ان لوگوں نے پوری عزیمت سے اس کی مخالفت کی اس کا نتیجہ ۱۸۵۷ء کا معرکہ حریت تھا۔ انگریز سمجھ گیا کہ علما سخت جان ہیں قوت سے نہیں دبیں گے یہاں کامیابی کے لیے پھوٹ کا نسخہ مفید ہو سکے گا۔ اس لیے دو آدمی ان کی نظر میں آئے مرحوم سرسید علی خاں علی گڑھی اور مرزا غلام احمد صاحب آں جہانی، سرسید شائد اس حد تک مخلص ہوں ان کا خیال دیانتداری پر مبنی ہو کہ انگریزی تہذیب کو قبول کر لینا ہی اس وقت مفید ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق دیانت داری سے میری یہ رائے ہے کہ ان کو اسلام سے ہمدردی تھی نہ انگریز سے اخلاص وہ تاجر تھے انھیں اسلام اور انگریز سے کاروباری انداز کی ہمدردی تھی۔ جس کو انھوں نے مدت العمر پوری خوبی سے نبھایا۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی سادہ مزاج تھے لیکن جاہ پسند لڑائی کے خواہشمند، ان کے متعلق یہ رائے ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ان کو برسوں دیکھا۔ عام اہل توحید عموماً اور اہل حدیث خصوصاً انگریز کے سخت ترین دشمن تھے۔ مرزا صاحب نے سب سے پہلے اہلحدیث کو مخاطب کیا بطور فریق ان کے مقاصد کو نقصان پہنچانے سے انگریز کی حمایت شروع کی اس کو فروغ ہوا اور قادیان کی دوکان چمک گئی۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اس روش پر حدیث کا انکار کیا اور اہل حدیث کو مدمقابل قرار دیا تا کہ انگریز کی نظروں میں مقبول ہو سکیں، انگریز کی ضرورت پہلے دو بزرگوں سے پوری ہو چکی تھی اور یہ مولوی عبداللہ صاحب بیچارے چنداں عقلمند بھی نہ تھے۔ اس لیے یہ تو معلوم نہیں کہ ان کو کچھ ملا یا نہیں لیکن حق کی مخالفت میں یہ بھی شامل ہو گئے۔

آپ کی موجودہ تحریک چار ارکان پر قائم ہے (۱) ذہنی آوارگی، (۲) لادینی، (۳) تاویل، (۴) انکارِ حدیث۔ آپ حضرات کا تصوری سلسلہ ان تین بزرگوں سے ملتا ہے، ذہنی آوارگی سرسید سے، تاویل مرزا غلام احمد صاحب سے اور انکارِ حدیث مولانا عبداللہ سے، لادینی ان سب میں مشترک ہے اور یہ تینوں بزرگ انگریز کا شکار ہیں۔ انگریز اور اس کی سیاست کو جس آڑے وقت میں ان لوگوں نے بچایا ہے اور انگریز نے زندگی بھر جوان کی مدد کی ہے وہ دنیا سے مخفی ہے نہ آپ سے، اگر انگریز مسلم اور عرب ہے تو آپ عربی سازش کا شکار ہیں۔ اگر عجمی ہے تو آپ عجمی سازش کا شکار ہیں، واقعات اس کے شاہد ہیں، اگر آپ اس پر مزید شہادت چاہیں تو پیش ہو سکتی ہے بلکہ آپ خود میرے دعویٰ کی شہادت ہیں۔

﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ○ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ﴾ (سورۃ القیامۃ: ۱۴-۱۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجیت حدیث پر ایک یقین افروز دلیل

از: مولانا محمد حنیف ندوی

مولانا محمد حنیف ندوی کا تعارف - ان کی اپنی زبانی

۱۹۰۸ء میں حدود عدم سے نکل کر وادیٔ وجود میں قدم دھرا۔ اساتذہ کا حلقہ بہت مختصر ہے۔ ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں ہی رہ کر شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سے حاصل کی اور انھیں کے فیض اور توجہات خاص سے علم کا شعور تھوڑا بہت پیدا ہوا اور اس میں مزید ترقی کی راہیں نظر و فکر کے سامنے آئیں۔ ۱۹۲۴ء میں ندوہ میں حاضری دی اور قریباً پانچ سال تک مختلف علوم و فنون کی منزلیں طے ہوتی رہیں۔ جن اساتذہ سے تلمذ کا سلسلہ بزرگوں تک وسیع ہوا وہ خصوصیت سے دو ہیں۔

شمس العلما مولانا حفیظ اللہ صاحب! یہ ندوہ کے پرنسپل تھے اور اس سے پہلے برسوں ڈھاکہ میں علمی خدمات انجام دے چکے تھے۔ اہلحدیث ہونے کے باوجود ان کو یہ شرف حاصل تھا کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے نامور شاگردوں میں تھے۔ معقولات میں یگانہ روزگار تھے۔ تصریح چغمینی اور شمس بازغہ جیسی کتابیں یوں پڑھاتے تھے جیسے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں۔ مولانا حیدر حسین صاحب ٹونکی! ان کی رجالِ حدیث پر بڑی گہری نظر تھی اور حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے ایسی غیر معمولی اور والہانہ محبت رکھتے تھے جو بہت ہی کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

وہ حضرات جنھوں نے ذہن کے سانچے کو خصوصیت سے متاثر کیا۔ تین بزرگ ہیں۔

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد کی جامع اور پروقار شخصیت، (۲) انھیں کے ایک رفیق خاص مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرامی، جنھوں نے کہ مولانا کی سکیم دعوت و ارشاد کے ماتحت کلکتہ میں تدریسی خدمات انجام دیں اور پھر ندوہ میں ادیب مقرر ہوئے۔ (۳) عاشق رسول جناب قاضی سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمۃ للعالمین کے مصنف شہیر۔ ان کی متانت، تقویٰ اور صاف ستھری معاشرت نے ہمیشہ دیکھنے والوں سے خراجِ تحسین وصول کیا۔

ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد جامع مسجد مبارک لاہور میں سالہا سال تک خطبہ و درس کے فرائض انجام دیے۔ اسد صاحب کے اصرار اور دوستی نے پہلے پہل تحقیق و تصنیف کا ذوق پیدا کیا۔ پھر الاعتصام کی ادارت نے تحریری خدمت کے کچھ مواقع مہیا کیے۔ اور آج کل کلیتہً تصنیف و تالیف کے لیے وقف ہوں۔ کوشش یہ ہے کہ اسلاف کے تمام علمی و حکیمانہ کارناموں کو اُردو میں منتقل کرنے کی عزت حاصل کروں۔ اب تک جو کتابیں لکھیں ان کی مختصر فہرست یہ ہے: سراج التفاسیر، مسئلہ اجتہاد، افکارِ ابن خلدون، افکارِ غزالی، مرزائیت نئے زاویوں سے۔

تفسیر سراج البیان، سرگزشت غزالی، تعلیمات غزالی، مکتوب مدنی، عقلیات ابن تیمیہ، مسلمانوں کے عقائد و افکار ۲ جلد، اساسیات اسلام، تہافت الفلاسفہ، مطالعہ قرآن، مطالعہ حدیث، لسان القرآن ۲ جلد۔ ان کے علاوہ ہفت روزہ الاعتصام اور ماہنامہ المعارف میں متعدد اداریے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے۔

طویل علالت کے بعد آپ ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء کی شب دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجیت حدیث پر ایک یقین افروز دلیل

اس میں شبہ نہیں کہ آج کل اس مسئلہ میں اچھا خاصا اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ احادیث حجت ہیں یا نہیں اور اس اساس پر دین کا فہم و تعمیر ممکن ہے۔ یا اُن سے الگ رہ کر صرف متن قرآن ہی کو فقہ و استنباط کی نیو ٹھہرانا زیادہ مناسب ہے، لیکن سلف میں اختلاف کی یہ نوعیت کبھی نہیں رہی، پھر یہ اختلاف کہ احادیث کا اسلام میں کیا مقام ہے، معقولیت کے اعتبار سے، بجائے خود مختلف فیہ ہے اور اس کے کئی درجہ ہیں۔

ایک گروہ ان معمولات میں عام مسلمانوں سے کسی مسئلہ میں اختلاف رائے نہیں رکھتا، جو تمام فرق اہل سنت میں قریب قریب متفق علیہا ہیں، ان کا دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ ان مسائل کے علاوہ جو روزمرہ کی دینی ضرورتوں پر مشتمل ہیں، جن کے پیچھے تعامل کی مضبوط سند موجود ہے دوسری چیزوں کو جو احادیث میں مذکور ہیں، بشرطِ توافق قرآن قبول کرنا چاہیے، یہ گروہ نسبۃً معقولیت لیے ہوئے ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو مطلقاً احادیث کو حجت شرعی نہیں مانتے اور عبادات تک میں اجتہاد سے کام لینے کے قائل ہیں، حالانکہ یہ مسائل ایسے ہیں کہ ان پر صدیوں سے مسلمان عمل پیرا ہیں اور یہ عمل بھی ایسا عمل ہے کہ چودہ سو سال سے اس میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مسلمان کسی زمانہ میں بھی اس سے بے نیاز ہو گئے ہوں، اور اسلامی معاشرہ نے ضروریاتِ دین کے خدو خال کو کلیتہً محو کر دیا ہو۔

تعامل کا نقطۂ آغاز

اس تعامل کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس ہزاروں انسانوں سے مرکب ایک معاشرہ کی تربیت فرماتے ہیں جس نے آیندہ چل کر ایک کامیاب اُمت کی شکل اختیار کر لی اور جس کے علوم و ثقافت کے چرچوں نے چار دانگ عالم میں ایسے ڈنکے بجائے کہ اب تک کان ان کی گونج کی لذت سے بہرہ مند ہیں اور ایسے نمونہ کے اشخاص کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، جن کے متعلق خود قرآن حکیم کی یہ بشارت ہے کہ یہ سطح ارض کے بہترین لوگ تھے۔ نیز تاریخ عالم کا یہ فیصلہ ہے کہ رشد و ہدایت کے فطری تقاضوں نے اگر کبھی پیکر محسوس کا روپ دھارا ہے اور نبوت و اصلاح نے کسی اجتماعی جسم میں فی الواقع زندگی پیدا کی ہے تو اس کی مثال سوا اسلام اور اس کے پیروؤں کے اور کہیں نہ مل سکتی .... یہ وہ لوگ تھے جن پر خدا خوش ہوا اور انھوں نے شبانہ روز کی عملی زندگی سے اس کی رضا کو اپنا نصب العین ٹھہرایا، رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنه (البینۃ:۸) خدا اُن سے خوش ہوا اور یہ خدا سے خوش ہوئے۔

انھوں نے ان معنوی خوبیوں کے، کہ:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾

''محمد (ﷺ) جو اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر سخت ہیں اور مومنوں کے حق میں بہت نرم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحکام واستواری کی ان منزلوں کو بھی طے کیا، جن کی بدولت وہ ایسی طاقت وقوت قرار پائے کہ دنیا بھر کا کفران کے وجود سے لرزہ براندام ہوا:

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (سورۃ الفتح:۲۹)

''اور مسلمانوں کے نشوونما پانے اور پنپنے کی مثال تورات اور انجیل میں یوں مذکور ہے کہ جیسے ایک کھیتی جس نے پہلے پہل ایک سوئی سی نکالی۔ پھر اس سوئی کو قوی کیا پھر ایسی مضبوط ہوئی کہ اپنی نال پر کھڑی ہوگئی۔ اور کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ اللہ نے ان کی تازگی وقوت کا سامان اس لیے مہیا فرمایا تاکہ منکروکافر دیکھ دیکھ کر جلیں، جن لوگوں نے ان میں سے اللہ کی دعوت کو مانا اور نیک عمل کیے، ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمالیا ہے۔''

دنیا کے اس پہلے خوش نصیب معاشرہ نے جس کی تعمیر میں خود معمارِ اُمت نے حصہ لیا، اپنی علمی وثقافتی برکات کو اتنا عام کیا کہ اسی برس کی قلیل مدت ہی میں اسلام ربع مسکون کا محبوب ترین مذہب ٹھہرا اور پھر لاکھوں، کروڑوں انسانوں نے ہر صدی میں اس کے عملی وعلمی انوار وتجلیات سے دل ودیدہ کی روشنی کا انتظام کیا اور آج تک بغیر کسی انقطاع کے اس کی روشنی جلوہ ریز ہے لہٰذا یہ دوسرا مکتب خیال، جس میں سنن متوارثہ اور روزمرہ کے معمولات دین تک کو اٹکل اور تفسیر بالرائے سے نئے سانچوں میں ڈھالا جاتا ہے، قطعی ناقابل اعتنا ہے، کیوں کہ اگر ایسے تاریخی مذہب میں بھی کوئی ماخذ اور سرچشمہ استدلال اس میں مشکوک ہوسکتا ہے تو پھر اسلام کے بارے میں وثوق سے یہ کہنا دشوار ہوجائے گا کہ یہ قیامت تک کے لیے انسانی مشکلات کا مامون ولائق اعتماد حل ہوسکتا ہے۔ یا اس میں اور ان دوسرے مذاہب میں کوئی بین فرق ہے جن میں انسانی دخل اندازیوں نے تحریف وتبدل کی افسوسناک صورت اختیار کرلی۔

اس دعویٰ پر کہ سنت وہ ماخذ ہے جس پر اسلامی تعامل کا انحصار ہے اور اسلام کا ایسا ضروری جزو ترکیبی ہے کہ جس کے بغیر تفصیلات ومعمولات کا ڈھانچہ مکمل ہی نہیں ہوپاتا، یہ دلیل زیادہ فیصل اور یقین افروز ہے کہ وہ تمام مذاہب فقہی جن پر دوسری صدی کے اوائل سے لے کر تیسری صدی کے آخر تک مختلف مدارس فکر کی عمارتیں کھڑی کی گئیں اور جو پوری دنیائے اسلام کے لیے مشعل راہ ہے، ان میں سنت قدر مشترک کے طور پر موجود ہے، سب نے اس کی حجیت کو برابر مانا اور تسلیم کیا ہے، یہی نہیں بلکہ شریعت کی نہایت ضروری اساس قرار دیا ہے اور درحقیقت یہ مسئلہ ہے ہی اس انداز کا کہ مناظرانہ قیل وقال سے ہٹ کر اس کو صرف اس ڈھب سے سلجھانا چاہیے۔ کہ ہمارے فقہا اور ائمہ فکر نے کیوں کر اس سے تعرض کیا اور اپنے مدارسِ خیال کی توضیح وتدوین میں کن کن ماخذ سے مدد لی ہے۔

اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اس وقت کے جتنے بھی مذاہب مدوّنہ ہیں اور جتنے فقہی مسلک رائج اور فقہ وتاریخ کی کتابوں میں ثبت ہیں، ان میں باوجود کثرتِ اختلاف اور قیاس کی گونا گونی کے اس بارے میں قطعی دورائیں نہیں کہ قرآن کے ساتھ حدیث وسنت بھی ایسا ضروری ماخذ ہے جس سے بے نیازی نہیں ہوسکتی، تو بحث ختم ہوجاتی ہے، کیونکہ یہ مذاہب مدوّنہ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ جو صرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم وتجرید کی فضا میں پروان چڑھے ہوں اور فن کے تقاضوں سے اُبھرے اور زیب قرطاس ہوئے ہوں، بلکہ ان کی حیثیت یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری سے آج تک معمول بہا ہیں۔

اور اتنا تو آپ مانیں گے کہ ایک سو سال کا جو خلا اس درمیان رہ جاتا ہے، اس کو صحابہ وتابعین کی تبلیغی اور عملی مساعی نے نہ صرف پر کر دیا ہوگا، بلکہ اس اثنا میں اسلامی معاشرہ وثقافت کو ایسی محسوس اور جانی بوجھی حقیقت میں بدل بھی دیا ہوگا جس سے ان کے معتقدات کا استدلال ہو سکے۔ بالخصوص کوفہ ومدینہ کا معاملہ ہماری زیادہ رہنمائی کرے گا جو ان فقہی مدارس کی اوّلین جولانگاہ اور اس ایک صدی میں اسلام کے نہایت ہی معتمد مرکز رہے ہیں۔ اور صحابہؓ اور ان کے شاگردانِ عزیز کی کوششوں سے اس لائق ہوئے ہیں کہ باقی دنیائے اسلام کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوں۔ آیے ان فقہی مذاہب کی تاریخ اور ارتقا پر ایک نظر ڈالتے چلیں اور یہ دیکھتے جائیں کہ ان کی مؤلفات میں حدیث وسنت کو کیا جگہ دی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہؒ پہلے امام ہیں، جن کے فقہی مسلک کو قبولِ عام کا خلعت ملا۔ یہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور پہلی صدی ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ انھوں نے مسند درس بچھائی اور دوسری صدی کے نصف تک علم وفضل کی اشاعت میں مشغول رہے۔ ان کا مذہب بغداد، مصر، روم، بخارا سے نکل کر بلادِ فارس تک پھیلا، بیسیوں فقہا کو اپنے آغوشِ تربیت میں پال پوس کر اس قابل ٹھہرایا کہ یہ ان کے مسلک کی اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لے سکیں۔ ان کے وہ شاگرد جنھوں نے ان کے مذہب کو مدوّن کیا اور ان کے نتائج تعلیم کو سینوں سے نکال کر صحیفوں میں منتقل کیا۔ چالیس کے لگ بھگ ہیں، لیکن یہ فخر ان کے ان چار ارشد تلامذہ ابو یوسف، زفر، محمد اور حسن بن زیاد ہی کو حاصل ہوا، جن کی مساعی نے زیادہ شہرت وکامیابی حاصل کی۔

ابو یوسفؒ کے اقوال وآرا کا ایک بڑا ذخیرہ کتب حنفیہ میں موجود ہے۔ کتاب الام امام شافعیؒ میں بھی اشارات ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف کتاب الخراج ہے جو ہارون الرشید کی راہنمائی کے لیے لکھی گئی، اس میں اسلامی نظامِ مال کی چہرہ کشائی کی گئی ہے۔ امام محمدؒ سے دو طرح کی کتابیں منقول ہیں ایک جو ظاہر الروایۃ سے منسوب ہیں، جیسے مبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور الزیادات دوسرے نوادر، جیسے کتاب الامالی، یا کیسانیات وغیرہ اور ان سب میں اپنے مسلک کی تائید میں احادیث وآثار ہی کو پیش کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں تیسری اور چوتھی اور چھٹی صدی ہجری تک کے فقہائے حنفیہ کی تصنیفات پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہیے تاکہ ہمارا دعویٰ زیادہ نکھر کر نظر وفکر کے سامنے آئے۔ مثلاً کرخی، جرجانی، بزدوی اور کاسانی وغیرہ، ان سب کی تالیفات میں یہ حقیقت جلوہ گر ہے کہ انھوں نے استدلال واستنباطِ مسائل میں حدیث کو مبنی اور ماخذ ٹھہرایا ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ ان بزرگوں نے چونکہ ایک فقہی مکتب خیال کی تائید فرمائی ہے۔ اس لیے بسا اوقات صحیح احادیث مرجوح اور ''ضعیف'' راجح ہو گئی ہیں، بلکہ کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوتا کہ اصل شے مسلک کی تائید ہے اور قرآن وحدیث سے استفادہ اسی نقطہ نظر کے تحت کیا گیا ہے کہ یہ کس حد تک اصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک کو حق بجانب ٹھہراتے ہیں اور یہ تقلید کا قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے جس سے احتراز ناممکن ہے۔ تاہم اتنا صحیح ہے کہ نفس حدیث کی حجیت کو دیانت داری سے مانا گیا ہے۔

امام مالکؒ

حنفیت کے بعد مالکیت کا درجہ ہے۔ جس طرح اہل مشرق میں امام ابو یوسف کی مخصوص حکمت عملی کی وجہ سے عراق کے مدرسۂ فکر نے شہرت پائی، اسی طرح پورے مغرب میں امام مالک کی شہرت ہوئی یہاں تک کہ شاعرِ مغرب مالک بن مرحل نے تحریر کیا:

مذهبي تقبيل خد مذهب

سيدي ماذا ترى في مذهبي

''میرا مسلک تو یہ ہے کہ ہر سنہرے مصحف رُخ پر بوسہ دیا جائے جناب من! کہیے میرے اس مسلک پر کیا اعتراض ہے۔''

لَا تخالف مالكاً في رائه

فعليه جل اهل المغرب

''امام مالکؒ کی رائے کی مخالفت نہ کر کیونکہ اہل مغرب کی اکثریت اس پر متفق ہے۔''

ان کا زمانہ دوسری صدی کے آخر تک ہے یہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے، یعنی جونہی امام ابوحنیفہؒ کا چراغِ حیات گل ہوا۔ اس کے پندرہ ہی برس بعد اس شمع ہدایت نے جنم لیا۔

ان کی مشہور کتاب ''مؤطا'' ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ہارون و منصور نے برابر یہ خواہش ظاہر کی کہ کیوں نہ اس کو کعبہ میں آویزاں کر دیا جائے اور تمام مسلمانوں سے کہا جائے کہ وہ اسے کتاب آئین کا درجہ دیں اور اپنی زندگی کا دستور ٹھہرائیں۔ امام نے انکار کیا اور فرمایا کہ چونکہ صحابہ مختلف بلاد وامصار میں پھیل چکے ہیں اور فروع میں ان کی وجہ سے اختلاف رائے کی شہرت ہو چکی ہے، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ مؤطا کا ان پر برا اثر پڑے۔

اس کے متعدد نسخے ہیں جن میں زیادہ مشہور نسخہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کا ہے، یہی اسلامی ممالک میں کئی بار چھپا اور ہاتھوں ہاتھ بکا، ایک روایت عبداللہ بن وہب کی ہے۔ ان کے علاوہ جو نسخے ہیں وہ قریب قریب یہ ہیں:

نسخه عبدالله بن مسلمه القعبني	نسخه ابن قاسم	نسخه معن بن عيسىٰ
نسخه عبدالله بن يوسف تنيسي	نسخه يحيىٰ بن بكير	نسخه سعيد بن عفير
نسخه ابو مصعب زهري	نسخه سليمان بن يزد	نسخه يحيىٰ بن يحيىٰ تميمي
نسخه ابو حذيفه سهمي	نسخه امام محمد بن الحسن الشيباني	

موطا امام مالک کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں سیوطی نے تنویر الحوالک کے نام سے ایک کتاب رقم فرمائی۔ ابوبکر محمد العربی المغربی نے اپنی شرح کا نام القبس رکھا۔ زرقانی نے چار جلدوں میں اس کے مطالب پھیلائے اور آخر آخر میں شاہ ولی اللہ نے مصفی و مسوی لکھ کر دادِ علم دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤطا کے بعد دوسری کتاب جس پر فقہا مالکیہ نے اپنے استدلال کی بنیاد رکھی، مدوّنہ ہے، جس کو اسد بن الفرات نے اوّل جمع کیا اور سحنون نے مرتب کر کے المدونہ الکبریٰ کے نام سے پیش کیا۔

رہی یہ بات کہ امام مالک کا فقہ حدیث میں کیا مقام ہے۔ تو اس کے متعلق یہ کہہ دینا کافی ہے کہ وہ امام شافعیؒ ایسے جلیل القدر امام کے استاذ ہیں۔ جو خود ایک مستقل مکتب خیال کے بانی اور مؤسس ہیں۔ انہی کا یہ قول ہے: "**مالک حجة الله تعالیٰ علیٰ خلقه بعد التابعین**" کہ مالک خلق اللہ پر تابعین کے بعد اللہ کی حجت ہیں۔

امام شافعیؒ

امام شافعیؒ غزہ میں پیدا ہوئے ۱۵۰ھ سے ۲۰۴ھ تک زندگی کی بہاریں دیکھیں۔ ان پر حدیث و سنت کی حجیت کا رنگ اتنا غالب تھا کہ ان کے متبعین کو لوگوں نے اصحاب الحدیث کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ اہل خراسان کی تو یہ مشہور اصطلاح تھی کہ اگر وہ علی الاطلاق یہ لفظ استعمال کرتے تو اس سے مراد امام شافعی کے تلامذہ و مقلدین ہی ہوتے۔ انھوں نے اوّل اوّل تو امام مالک سے استفادہ کیا اور ایک مدت تک انہی کے مسلک پر قائم رہے۔ پھر عراق کے مکتب فکر سے بھی خوشہ چینی کا موقعہ ملا۔ آپ کے بعد انھوں نے حجاز و عراق کے دو فقہی مسلکوں کو ملا کر ایک تیسرے مدرسہ فکر کی بنیاد رکھی، جس کو شافعیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ کتاب اور سنت، اجماع اور قیاس کو تو حجت مانتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے استحسان اور مالکیوں کے مصالح مرسلہ کے قائل نہیں۔

یہ پہلے امام ہیں جنھوں نے فقہ اسلامی کو مرتب کیا اور ادلہ اربعہ کی قدر و قیمت پر فنی اعتبار سے گفتگو کی اور علاوہ ازیں معتزلہ کے مقابلہ میں جو صفات و عقائد سے متعلقہ احادیث کا انکار کرتے تھے، حجیت حدیث پر جن دلائل کا ذکر کیا اور جس انداز سے اس مسئلہ کو سلجھایا۔ آج مشکل ہی سے اس پر کوئی اضافہ ہو سکتا ہے۔ کتاب الام ان کا شاہکار ہے۔

ان کے شاگردانِ رشید اور متبعین میں سے جن لوگوں کو گراں قدر علمی مساعی کی وجہ سے شہرت دوام کا خلعت ملا اور جنھوں نے آٹھویں صدی ہجری تک معارف و علوم اسلامی کی نشر و اشاعت میں سرگرم کوششیں کیں اور پورے عالم اسلامی کو مستفید فرمایا، وہ یہ ہیں:

آمیل مزنی، ربیع بن سلیمان، جو امام شافعیؒ کے ذخائر علمی کے مستند راوی ہیں، غزالی جنھوں نے فلسفہ، تصوف اور فقہ و اصول میں اندازِ نو کی طرح ڈالی، نووی صحیح مسلم کے شارح، ابن دقیق العید اور سبکی وغیرہم۔

شافعیت کو پہلے پہل مصر میں فروغ حاصل ہوا، پھر عراق میں اس کے قدم جمے، یہاں سے بغداد اور بلادِ خراسان تک اس کے اثرات پہنچے اور آج بھی سوریا، لبنان اور انڈونیشیا میں ان کی معتد بہ تعداد موجود ہے۔

احمد بن حنبلؒ

حنبلیت مذہب اہل سنت کا چوتھا ستون ہے۔ لیکن اس کو نسبتہً کم فروغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے:

"**لبعد مذهبه عن الاجتهاد و اصالته فی معاضدة الروایة والاخبار بعضها ببعض و اکثرهم بالشام والعراق، من بغداد و نواحیها وهم اکثر الناس حفظا لنسبة و روایة الحدیث**"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیونکہ ان کا مسلک اجتہاد سے کم مناسبت رکھتا ہے اور یہ کسی نہ کسی طرح روایات کی ہی تائید و نصرت پر مبنی ہے، ان کی اکثریت شام و عراق، بغداد اور اس کی نواحی میں آرہا ہے اور سنت و روایت کا اہتمام جتنا ان لوگوں نے کیا ہے۔ دوسروں نے نہیں کیا۔''

لیکن ابن خلدون کی اس توجیہ سے ہمیں اتفاق نہیں، ہماری رائے میں ان کی قلت تعداد اور عدمِ مقبولیت کے اسباب میں اس وقت کے سیاسی حالات اور ظروف کو بھی بڑا دخل ہے۔ ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس وقت برسرِ اقتدار طبقے میں جو خیالات رائج تھے، حنابلہ کو ان سے اختلاف تھا اور جس مسرفانہ ثقافت کے خلفا و امرا عادی تھے۔ اس سے ان کو شدید نفرت تھی۔ اس لیے قدرتاً ان کی رسائی قضا و دربار کے اونچے منصبوں تک نہیں ہو پائی اور اسی بنا پر یہ مسلک حکومت و اقتدار کی حمایت و سرپرستی سے محروم رہا۔ بلکہ حضرت امام کے محن کی وجہ سے معتوب رہا۔

حنابلہ میں سے بعض اہل قلم کو اپنی قلت تعداد کا احساس ہوا ہے اور یہ کہہ کر انھوں نے اپنا دل بہلا لیا ہے کہ

یقولون لی قد قل مذهب احمد
وکل قلیل فی الانام ضئیل

''لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ مسلک احمدؒ کو کم فروغ حاصل ہوا ہے اور ہر قلیل کو زمانے میں کمزور گنا جاتا ہے۔''

فقلت لهم مهلاً غلطتم بزعمکم
الم تعلموا ان الکرام قلیل!

''میں جواب میں کہتا ہوں کہ نہیں تمہارا گمان غلط ہے۔ کیا تمھیں علم نہیں کہ شرفا تعداد میں کم ہی ہوتے ہیں۔''

وما ضرنا انا قلیل وجارنا
عزیز وجار الاکثرین ذلیل

''اور پھر تعداد میں کم ہونا ہمارے لیے مضر بھی نہیں۔ جب کہ ہمارا پڑوسی عزیز و مقتدر ہے درانحالیکہ اکثر کا ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔''

ابن اثیر نے چوتھی صدی ہجری کے واقعات کے سلسلہ میں البتہ یہ ذکر کیا ہے کہ بغداد میں حنابلہ کا اثر و رسوخ بڑھا اور ان کو قوت و شوکت حاصل ہوئی۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے تشدد کا بھی دلچسپ نقشہ کھینچا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ان کے عوام کے غول کے غول بغداد کے بازاروں میں گشت لگاتے اور خلاف شرع اُمور کا سختی سے احتساب کرتے۔ جس دوکان پر نبیذ دیکھتے آگے بڑھ کر گرا دیتے۔ کہیں مغنیہ کو پاتے، تو بے تحاشا مار پیٹ سے بھی دریغ نہ کرتے اور بیع و شراء تک کے معاملات میں مداخلت کرتے۔

ان کے مسلک پر حدیث کس درجہ غالب تھی اور ان کے طریق فکر پر محدثانہ انداز کس قدر چھایا ہوا تھا، اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ابن ندیم نے انھیں محدثین ہی میں شمار کیا ہے اور طبری، ابن عبدالبر اور ابن قتیبہ وغیرہ نے فقہا کے زمرہ میں انھیں شامل نہیں کیا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے سرے سے کسی مکتب فقہ کی بنیاد ہی نہیں رکھی اور مسائل کے استخراج میں اپنے لیے منفرد مقام ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ اس کے زیادہ سے زیادہ یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ان کے فقہی مسلک پر سنت کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ چنانچہ ان کے ہاں مسائل کی جانچ پرکھ کے لیے جو کسوٹیاں تھیں، وہ یہ تھیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) کتاب وسنت کے نصوص پر اعتماد کیا جائے۔

(۲) صحابہؓ کے فتووں کو راہنما ٹھہرایا جائے، بشرطیکہ ان کی مخالفت میں کتاب وسنت کی کوئی سند نہ ہو۔

(۳) مرسل وضعیف حدیث پر بھی بھروسہ کیا جائے۔

(۴) عندالضرورت اجتہاد وقیاس کو آزمایا جائے۔

اس طرح محدثانہ طریق سے معاملات پر غور وفکر کا جو ڈھنگ حضرت امام نے اختیار کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بہت سی آسانیاں پیدا ہو گئیں اور فقہا حنفیہ نے جو مشکلات اس سلسلہ میں پیدا کر رکھی تھیں، ان کا انتفاء ہو گیا۔

ملّی زندگی کے دو اہم جز۔ اسوہ وقانون

بہر آئینہ کہنا یہ ہے کہ ہمارا وہ قانون جس نے معاشرہ اسلامی میں آئینی شعور پیدا کیا اور وہ فقہ جس نے مسلمانوں کو ایک متعین ثقافت دی اور دین کا وہ تصور جس پر ملت کا صدیوں تک تعامل رہا اور آج بھی جوں کا توں قائم ہے اور جس سے پورے عالم اسلامی کے مسلمانوں میں ملک وقوم کے گوناگوں لسانی وجغرافیائی اختلافات کے باوجود ایک طرح کی وحدت ویکسانی پائی جاتی ہے، اس کی بنیاد اور بنیٔ حدیث رسول ہی ہے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن حکیم نے تیئس سال کی مدت میں ایک خاص دینی ذہن پیدا کیا اور نہایت ہی اہم بنیادی حقائق کی چہرہ کشائی فرمائی اور ان تمام غلط فہمیوں کو دور کیا جو دینی تصورات کے گرد وپیش کسی نہ کسی طرح جمع ہو گئی تھیں، اس نے فی الواقع تفصیل سے بتایا کہ عقائد کے باب میں انسان نے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہیں اس نے یہ بھی کھول کر بیان کیا کہ انبیاء کا اصلی مقام اور موقف کیا تھا اور کس ڈھب سے برخود غلط لوگوں نے ان کے بارے میں الجھاؤ پیدا کیے۔ اس نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ عقبیٰ وآخرت کی کیفیات کی نوعیت کیا ہے۔ اسی طرح عبادات، معاملات اور معاشرت کے متعلق بھی اس نے ضروری اشارات ونکات کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن معاشرہ کو ایک نظم جس نے بخشا اور دین کو اس کی تمام ثقافتی وتمدنی اقدار کے ساتھ جس نے مکمل طور پر قائم کر کے دکھایا، وہ آنحضرت ﷺ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آپ ﷺ کا کردار آپ ﷺ کی تفصیلی ہدایات اور عمل وتقریر ہے اور یہی وہ شے ہے جس کو سنت وحدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ نکتہ خصوصیت سے لائق توجہ ہے، جن لوگوں نے انسانی فطرت کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور جو قوموں کی نفسیات اطاعت اور اس کے عملی تقاضوں سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ایک منظم معاشرہ اور ایک محرک تہذیب کی شکل اختیار نہیں کرتی۔ جب تک اس کے سامنے ایسا نمونہ نہ ہو، جس کی دلآویزی ان کو اپنی طرف کھینچ سکے اور ایسی عملی تفصیلات نہ ہوں، جس سے اس کی زندگی کے مختلف پہلو واضح ہدایات پا سکیں اور ایسی لگی بندھی اور بنی تلی آئینی بنیادیں نہ ہوں، جس پر آئندہ چل کر فقہ وقانون کی عمارت کھڑی کی جا سکے۔

یہودیوں کو دیکھئے کہ اصلی وحقیقی تورات تو ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور سیاسی انقلابات اور تباہیوں کی وجہ سے وہ اس کے متن تک سے محروم ہو گئے۔ مگر ان کے حافظوں نے جس چیز کو یاد رکھا اور تعلیمات موسوی کے نام سے جس کو دنیا کے سامنے پیش کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ حالات وسوانح ہی تھے اور پھر جب ان کی تسکین اس اجمال سے نہ ہوئی تو انھوں نے تالمود کی ضرورت محسوس کی، جو ان کے فقہی تقاضوں کا صحیح جواب تھی، کیونکہ کوئی قوم بھی اسوہ اور قانون کے بغیر ملّی زندگی کی تعمیر نہیں کر سکتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تدوینِ احادیث کی تاریخ

ایک عام شبہ مستشرقین نے یہ پھیلا رکھا ہے کہ حدیث کی صحت اس لیے بھی مشکوک ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دوڈھائی سو سال بعد سیاسی حزب آرائی کے تقاضوں سے اس کی تدوین معرض ظہور میں آئی۔ اس میں ایک گھپلا ہے، اسے سمجھ لینا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ خلافت راشدہ سے لے کر بنواُمیہ کے اس دور تک جس میں احادیث کی ترتیب وجمع تدوین وتصنیف کا کام انجام پایا، مسلمانوں کے دینی معمولات کی بنیاد حدیث وسنت تھی یا نہیں، اگر واقع یہ ہو کہ اس وقت بھی احادیث کی تعلیم وتدریس کے مراکز موجود تھے اور مسلمانوں کے روزمرہ کی زندگی اسوۂ رسول ﷺ سے بے نیاز نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ہر نزاع پر آنحضرت ﷺ کے اقوال وارشادات سے استفادہ کیا جاتا اور آنحضرت ﷺ کی حدیث پر مبنی فقہی مکاتب خیال مسلمانوں کی عملی زندگی کی اساس قرار پا چکے تھے، تب معاملہ کی نوعیت وہ نہیں رہتی۔ جس کی نشاندہی ہمارے مستشرقین نے کی ہے، بلکہ تب یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں بھی حدیث فکروعمل کی تہوں میں جلوہ گر رہی، اس کی تعلیم وتدریس کا اہتمام رہا اور اس پر اسلامی فقہ وتقنین کی شاندار عمارتیں کھڑی کی گئیں۔

ہمیں مستشرقین کے اس مفروضہ سے کلیتہً اختلاف ہے کہ احادیث کی تدوین ایک عرصہ کے بعد جا کر کہیں ہوسکی۔ کیونکہ جب ہم احادیث وسیر کی داخلی شہادتوں پر غیر جانبدارانہ غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحریر وتسوید احادیث کی طرح آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں ڈال چکے تھے، اس کے بعد مختلف صحابہؓ نے یہ فریضہ انجام دیا اور تابعین تو گروہ در گروہ گویا اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ انھیں کے زمانہ میں حدیث وفقہ کے بڑے بڑے مرکز قائم ہوئے اور فن کی حیثیت سے اس نے ترقی کی، اب ترتیب وار ان حوالوں پر غور کیجیے جس سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ان احادیث کو لیجیے جن میں احادیث کی کتابت کا تذکرہ ملتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے احادیث کو ضبطِ تحریر میں لانے کا حکم مرحمت فرمایا:

عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قیدوا العلم قلت وما تقییده قال کتابته ❶

''عبداللہ بن عمر سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا علم کو مقید کرلو۔ میں نے کہا کیوں کر۔ فرمایا: لکھ کر۔

اکتبوا ولا حرج ❷ ''احادیث لکھو اس میں کوئی مضائقہ نہیں''

حدیث کی پہلی کتاب

خود ایک کتابچہ لکھوا کر یمن والوں کے پاس بھجوایا:

عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه کتب الیٰ اهل الیمن بکتاب فیه الفرائض والسنن والدیات و بعث مع عمرو بن حزم ❸

❶ مستدرک حاکم ۱/۱۰۶ ❷ کنز الاعمال ۲۹۲۲۲، ص ۲۳۲ ❸ مستدرک حاکم، ۱/۳۹۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آنحضرت ﷺ نے اہل یمن کے پاس عمرو بن حزم کی معرفت ایک کتاب تحریر کرا کر بھیجی جس میں فرائض، سنن اور دیات کی تفصیل تھی۔''

اسی طرح ایک کتاب آپ نے لکھوائی کتاب الصدقہ کے نام سے معروف تھی۔ اس میں زکوۃ کے مسائل کا استیعاب تھا۔ خلفائے راشدین کے زمانہ تک یہ کتاب موجود رہی اور اس پر عمل ہوتا رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے اپنے عمال کے لیے دوبارہ تحریر کرایا اور اس کے بعد دفاتر حدیث میں یہ ہمیشہ کے لیے منضبط ہوگئی۔

عن ابن عمر قال کتب رسول الله صلی الله علیه وسلم کتاب الصدقة فلم یخرجه الی عماله حتی قبض فقرنه بسیفه فعمل به ابوبکر حتی قبض ثم عمل به عمر حتی قبض و فی روایة وهی عند ال عمر بن الخطاب قال الزهری اقرأ نیها سالم بن عبدالله بن عمر فوعیتها علی وجهها وهی التی انتسخ عمر بن عبدالعزیز ❶

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدقہ سے متعلق ایک کتاب تحریر کرائی پھر آپ فوت ہوگئے اس لیے وہ عمال کے پاس نہ بھیج سکے تو یہ آپ کی تلوار کے ساتھ رہی اس کے بعد اس پر ابوبکرؓ نے عمل کیا۔ ان کا انتقال ہوا تو عمرؓ نے اس کا نفاذ کیا یہ بھی اللہ کو پیارے ہوئے تو یہ کتاب ان کے خاندان میں محفوظ رہی یہی کتاب آپ کے پوتے سالم نے زہری کو پڑھنے کی غرض سے دی زہری کا قول ہے کہ میں نے اسے ان کے سامنے ہی یاد کرلیا اور یہی وہ نسخہ ہے جس کی نقل عمر بن عبدالعزیز نے لی۔''

مکہ مکرمہ کی عزت و حرمت سے متعلق آپ ﷺ نے خطبہ دیا، تو سامعین میں سے ایک شخص ابوشاہ نے درخواست کی کہ مجھے یہ لکھوا دیجیے، آپ ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم دیا:

اکتبوا لابی شاه ❷ ''ابوشاہ کو یہ حدیث لکھ دو۔''

حضرت علیؓ نے ایک صحیفہ آنحضرت ﷺ سے سن کر مرتب کیا، جس میں مختلف مسائل مندرج تھے۔

عن علی قال ما کتبنا عن النبی صلی الله علیه وسلم الا القرآن وما فی هذه الصحیفة ❸

''حضرت علیؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم نے قرآن اور اس صحیفہ کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے اور کسی چیز کی کتابت نہیں کی۔''

یہود مدینہ سے جو معاہدہ ہوا اسے ضبط تحریر میں لایا گیا۔

کتب النبی صلی الله علیه وسلم کتابا وادع فیه یهود ❹

''آنحضرت ﷺ نے ایک دستاویز لکھوائی جس میں یہودیوں سے صلح کے شرائط مرقوم تھے۔''

---

❶ مستدرک حاکم، ۱/۳۹۲-۳۹۳ ❷ مسلم ۱۳۵۵/۴۴۷، کتاب الحج باب تحریم مکہ وتحریم صیدها و خلاها وشجرها ولقطتها الالمنشد علی الدوام۔ بخاری ۲۴۳۴، کتاب فی اللقطہ، باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ

❸ بخاری ۳۱۷۹، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اثم من عاھد ثم غدر ❹ سیرۃ ابن ہشام، ج:۲، ص:۵۰۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہانِ عجم کو دعوتی پیغام بھیجے جن میں سے متعدد اصلی نسخے دوسرے ذرائع سے مل گئے ہیں اور چھپ گئے ہیں۔

ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسریٰ و الی قیصر و الی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللہ تعالی ❶

''آنحضرت ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور تمام بڑے بڑوں کو مکتوب بھیجے جن میں اُنھیں اللہ کی طرف دعوت دی۔''

صحابہؓ اور تدوینِ حدیث

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سلسلہ میں کم سعی و اہتمام کا ثبوت نہیں دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ تک پہنچتی ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی دو ہزار سے کچھ زیادہ ہی حدیثیں مروی ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ منقول ہے۔

جابر بن عبداللہ کے شغف حدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ جہنی کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا علم ہے، تو انھوں نے صرف اس حدیث کو سننے کے لیے اُونٹ خریدا، ایک مہینہ کی مسافت طے کی۔ شام پہنچے اور حدیث کی سماعت سے بہرہ مند ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے قریب قریب پانچ صد احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کر رکھا تھا:

قالت عائشة جمع ابی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت خمس مائة حدیث ❷

''حضرت عائشہؓ کا کہنا ہے کہ میرے والد نے آنحضرت ﷺ کی احادیث لکھنی شروع کیں تو وہ پانچ سو تک پہنچ گئیں۔''

حضرت عمرؓ نے کن کن مسائل میں حدیث کو اپنے فکر و استدلال اور فقہ و قیاس کی بنیاد ٹھہرایا، اس کی تفصیلات دیکھنا ہو تو ابی عبید کی ''کتاب الاموال'' دیکھیے اور یا پھر شاہ ولی اللہ نے ''ازالۃ الخفا'' میں جو ان کے مخصوص مجتہدات اور فیصلوں پر روشنی ڈالی ہے، اس کی تفصیلات ملاحظہ ہوں۔ حضرت علیؓ کے متعلق مشہور تھا کہ ایک صحیفہ انھوں نے رقم فرما رکھا ہے جس میں دیت وغیرہ کے متعلق مسائل درج تھے اور لوگوں کو یہ شبہ تھا کہ خدا جانے ان میں کن اسرارِ دین کو قلم بند کیا گیا ہے۔

اس کے بعد تابعین کا دور ہے اور وہ ایک گروہ کا گروہ ہے جس نے حدیث کو جمع کیا۔ اس کی تدریس و تعلیم کے مختلف مرکز قائم کیے اور سینکڑوں اور ہزاروں تلامذہ کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ جیسے سعید بن مسیّب، نافع، عمر بن عبداللہ، عروہ، طاؤس اور زہری وغیرہم۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانہ میں احادیث کو لکھوایا۔ صحابہ نے اس کی اشاعت و تعلیم میں سرگرمی دکھائی ہے اور اجتہاد و قضا میں اس کو استدلال کا ایک مبنیٰ ٹھہرایا ہے اور اس کے بعد تابعین کے ایک انبوہ در انبوہ نے اس کو عامۃ المسلمین تک پہنچایا ہے، تو مستشرقین کا پھیلایا ہوا یہ شک رفع ہو جاتا ہے کہ حدیث کی تدوین آنحضرت ﷺ کے بعد دو ڈھائی سو سال جا کر ہوئی۔

اصل تنقیح

یہاں اس نکتہ کو ہم دوبارہ ذکر کریں گے کہ تدوین و عدم تدوین کی بحث کو چھیڑ کر خلط مبحث نہ کیا جائے اصل تنقیح جس پر فیصلہ کا

---

❶ مسلم ۱۷۷۴/۵، کتاب الجہاد، باب کتب النبی ﷺ الی ملوک الکفار یدعوھم الی الاسلام ❷ تذکرۃ الحفاظ، ۵/۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدار ہے، وہ یہ ہے کہ وہ زندگی جو صحابہ نے بسر کی اور مدنیت وثقافت کا وہ ڈھانچہ اور روزمرہ دینی کاموں کا وہ نقشہ جو زمانے کی مختلف کروٹوں کے باوجود قائم رہا۔ اس کے پیچھے حدیث وسنت کے احترام کے سوا اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ وعمل کے علاوہ اور کون عامل کارفرما تھا اور کون اساس اور بنیاد تھی۔

کتابت حدیث سے آنحضرت ﷺ نے کیوں روکا

حجیت حدیث کی بحث تشنہ رہے گی۔ اگر ہم ان احادیث وروایات کا ذکر نہ کریں، جس میں کتابت حدیث سے روکا گیا ہے، یا جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہؓ اور ائمہ کو خود اس بارے میں خاصا تامل تھا اور اس کے بعد یہ بتائیں کہ ان کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے؟ کیونکہ یہی وہ مواد ہے جس سے مستشرقین نے یہ استدلال کیا ہے، کہ کتابت حدیث کا معاملہ مشکوک ہے، سب سے پہلے اس مشہور حدیث کو لیجیے:

عن همام عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابی سعيد الخدری ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تكتبوا عنی ومن كتب عنی غير القرآن فليمحه [1]

''ہمام سے روایت ہے انھوں نے زید بن اسلم سے روایت کی، انھوں نے عطا بن یسار سے، ان کا کہنا ہے آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ میری احادیث نہ لکھو جس نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا تو وہ اس کو مٹا دے۔''

پچھلی بحثوں کو اگر ذہن میں تازہ رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے کیونکر احادیث لکھوائی ہیں، جس طرح صحابہ وتابعین نے آنحضرت ﷺ کے اُسوۂ مبارکہ کی ایک ایک ادائے دلنواز کو، عشاقِ رسالت پناہ تک پہنچایا ہے اور اس حقیقت پر غور کرلیا جائے کہ یہ حدیث جس کتاب میں مذکور ہوئی ہے، اس کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ بجائے خود ایک دفتر حدیث نہیں اور ایسی تصویر نہیں جس میں خدوخالِ نبوت کو خصوصیت سے اُجاگر کیا گیا ہے اگر یہ سب نکات ملحوظ خاطر رہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا وہ مطلب نہیں ہوسکتا جو مستشرقین سمجھے ہیں۔

اسلامیات کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ حدیث میں ایک بحث ناسخ ومنسوخ کی بھی ہے اور یہ اسی قبیل سے ہے، ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث میں اس کی وضاحت کی ہے کہ ابتدا میں چونکہ آنحضرت ﷺ کو ایسا لائق اعتماد آدمی نہیں ملا تھا جو عمدگی سے حدیث کی کتابت کرسکے اور اس باریک فرق کو سمجھ سکے جو قرآن کے رسم الخط اور حدیث کے انداز تحریر میں ہوسکتا ہے اس لیے اس سے روک دیا اور جب ایسا موزوں اور سمجھدار کاتب مل گیا تو اجازت دے دی۔

عن محمد بن اسحق عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قلت يارسول الله اكتب ما اسمع منك؟ قال نعم قلت فی الرضٰى والسخط؟ قال نعم فانه لا ينبغی لی ان اقول فی ذلك الاحقا [2]

''حماد بن سلمہ سے روایت ہے انھوں نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی انھوں نے عمرو سے انھوں نے اپنے باپ شعیب سے

---

[1] مسلم ۲/ ۴۱۴، ۳۰۰، کتاب الزھد باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم [2] مسند احمد ۲/ ۲۰۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انھوں نے اپنے دادا سے، انھوں نے کہا میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ سے جو کچھ بھی سنوں، لکھتا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں نے اس پر کہا کیا اس وقت بھی جب آپ ﷺ خوش ہوں یا خفا ہوں، فرمایا: کیوں نہیں، میں ان کیفیات میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو حق ہوتا ہے۔''

یہ بزرگ جن کو اجازت بخشی گئی، عبداللہ بن عمرو ہیں جن کو عبرانی اور عربی دونوں میں لکھنے کا ملکہ حاصل تھا اور جو قرآن و حدیث کے علاوہ تورات وصحف انبیاء پر بھی نظر رکھتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کا قول

ابن ابی ملیکہ کے مراسیل میں ہے اس قول کو بھی اس سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے۔

ان الصديق جمع الناس بعد وفاة نبيهم فقال انكم تحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم احاديث تختلفون فيها والناس بعدكم اشد اختلافا فلاتحدثوا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا فمن سألكم فقولوا بيننا و بينكم كتاب الله فاستحلوا حلاله وحرموا حرامه [1]

''ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کی حدیثیں بیان کرتے ہو اور اس میں اندازِ بیان کا اختلاف رونما ہوجاتا ہے تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے ان میں اس سے بھی زیادہ اختلاف اُبھرنے کا خطرہ ہے اس لیے تم آنحضرت ﷺ کی احادیث نہ بیان کیا کرو بلکہ ضرورت پڑنے پر یہ کہہ دیا کرو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ موجود ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دو۔''

لیکن ظاہر ہے کہ اس کا منشا صرف اسی قدر ہے کہ احادیث کے بیان کرنے میں احتیاط و تثبت کو ملحوظ رکھا جائے یہ نہیں کے سرے سے حدیث کی کتابت ہی نہ کرائی جائے کیونکہ اس واقعہ کو کون جھٹلائے گا۔ کہ ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت تک تو کم از کم اسوۂ رسول ﷺ کی اہمیت کا احساس موجود تھا اور اس کی تابش سے دل روشن اور اذہان مستنیر تھے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود پانچ صد احادیث کا ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا اور یہ بھی سیر و حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے، کہ جب جدہ کی وراثت کا سوال حضرت صدیقؓ کے سامنے آیا تو انھیں تشویش لاحق ہوئی کیونکہ کتاب اللہ میں اس کی تصریح موجود نہیں ہے، اس پر آپ نے مناسب سمجھا کہ لوگوں سے اس بارے میں پوچھا جائے کہ کیا تمھیں کچھ یاد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا، جب مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ جدہ کو ایک سدس دلایا کرتے تھے۔ تو آپ نے از راہ احتیاط پوچھا، اس پر گواہ بھی ہے؟ محمد بن مسلمہ نے اس کی تصدیق کی اور صدیقؓ نے اس فیصلہ کو نافذ فرمادیا جو سراسر سنت پر مبنی تھا۔ [2]

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی تصریحات کا مطلب

اسی طرح کا ایک اثر حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

عن قرظة بن كعب قال لما سيرنا عمر الى العراق مشى معنا. وقال اتدرون لما شيعتكم قالوا نعم

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ۱/۲-۳
[2] ابوداؤد، ۲۸۹۴، کتاب الفرائض باب فی الجدۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکرمة لنا قال و مع ذلک فانکم تاتون اهل قریة لهم دوية بالقراٰن کدوی النحل فلا تصدوهم بالاحادیث فتشغلوهم جودوا القراٰن و اقلوا الروایة عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وانا شریککم

''قرظہ بن کعب کا کہنا ہے کہ جب عمرؓ ہم کو عراق کی طرف روانہ کرنے لگے تو کچھ دور تک مشایعت فرمائی اور پھر پوچھا کہ جانتے ہو میں کیوں اتنی دور تک تمھیں پہنچانے آیا ہوں انہوں نے کہا: ہاں، اعزاز اً فرمایا اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی ہے۔ تم ایسے لوگوں کے ہاں جارہے ہو، جن کے منہ سے قرآن پڑھتے وقت مکھی کی طرح بھنبھناہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے تم اس سے انھیں احادیث سنا سنا کر روک نہ دینا ایسا نہ ہو کہ وہ احادیث کے حفظ ہی پر لگ جائیں (اور حفظ قرآن سے غافل ہو جائیں) انھیں صرف قرآن سناؤ اور احادیث سناؤ بھی تو کم۔ اور میں تمہارا اس میں شریک اور ساجھی ہوں۔''

حضرت علیؓ سے منقول ہے:

حدثوا الناس بما یعرفون اتریدون ان یکذب اللّٰہ ورسوله ❶

''لوگوں کو ایسی حدیثیں سناؤ جن سے وہ مانوس ہیں کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کروانا چاہتے ہو۔''

ان آثار کو خود محدثین نے اپنے ذخائر سنت میں درج فرمایا ہے اور ان سے مراد یہ ہے کہ یہ بزرگ باوجود اس محبت کے جوان کو احادیث سے تھی، اس کی تبلیغ واشاعت میں کس حکمت اور احتیاط کو ملحوظ رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے ارشاد کا منشا صرف اس قدر ہے کہ چونکہ احادیث کے بارے میں لوگوں میں پہلے سے ایک طرح کا نفسیاتی سا تعلق موجود ہے کیونکہ وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ان میں بھی اسوۂ رسول ﷺ ہی کی جھلک ہے۔ اس لیے تم اس کثرت سے حدیثیں سنا سنا کر ان کے شوقِ حفظ حدیث کو اتنا نہ اکساؤ کہ یہ حفظِ قرآن کی چاشنی سے محروم ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت علی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اصل دین وہی ہے جس پر لوگ عمل پیرا ہیں اور جن بنیادوں پر روزمرہ کی عملی و اعتقادی زندگی کا ڈھانچہ مبنی ہے تم ایسی احادیث عوام کو نہ سناؤ، جو ان کے ذہنوں کو متاثر نہ کرسکیں۔ بلکہ اُلٹا ایک نئی الجھن میں ڈال دیں کہ جس سے عہدہ برآ ہونا ان کے بس کا روگ نہ ہو، چنانچہ امام بخاری اس اثر کو اس تبویب کے تحت لائے ہیں:

باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية ان لا یفهموا ❷

''باب ایسے شخص سے متعلق جو اپنے معارف وعلم کو ایک گروہ کے لیے مخصوص کر لیتا ہے اور سب سے نہیں کہتا اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں یہ ان کے فہم سے بالا نہ ہوں۔''

یعنی مقصود ترک حدیث، انکارِ حدیث یا حجیت کو موضوعِ بحث بنانا نہیں بلکہ تبلیغ حدیث کے بارے میں تقاضائے حکمت و احتیاط کو ملحوظ رکھنا ہے۔

بخاری ہی میں ایک جگہ حضرت ابو ہریرہؓ سے متعلق مذکور ہے:

---

❶ کنز العمال ۲۹۳۱۸، ج:۱۰، ص: ۲۴۷ ❷ بخاری، کتاب العلم، باب: ۴۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ و اما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم ❶

''میں نے آنحضرت ﷺ سے دو وعاء (برتن) پائے ہیں ان میں کے ایک کے مشمولات کو تو پھیلا دیا ہے اور دوسرے برتن میں جو کچھ ہے اگر اس کا بھی اظہار کردوں تو یہ گلا کٹ کے رہ جائے۔''

غرض یہ ہے کہ جہاں تک دینی اُمور کی وضاحت کا تعلق تھا، ان کی تکمیل ہوگئی، میں نے آنحضرت ﷺ کی سپرد کی ہوئی اس امانت کو بے کم و کاست آپ لوگوں تک پہنچا دیا ہے، رہے وہ اُمور جو ائمہ جور کے بارے میں ہیں اور جو شخصی پیشگوئیوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور مزید برآں جن کے افشاء سے فتنہ و ابتلا کے ابھرنے کا اندیشہ ہے تو ان کا اظہار عمداً میں نہیں کر رہا ہوں، کیونکہ ان کے کتمان سے کوئی دینی مضرت لاحق نہیں ہوتی۔

www.KitaboSunnat.com

❶ بخاری ۱۲۰، کتاب العلم، باب حفظ العلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحِ سنت

از: علامہ محمد اسد (جرمن)

علامہ محمد اسد مغربی نومسلم ہیں۔ آپ ۱۹۰۰ء میں بمقام لواؤ (جو پہلے آسٹریا میں تھا اور اب پولینڈ میں ہے) ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بائیس برس کی عمر میں شرق الاوسط کی سیر وسیاحت کا شوق چرایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انھیں مشرقی ممالک اور بالخصوص اسلامی حکومتوں کی سیر کا اتفاق ہوا۔ بعدازاں مختلف اخبارات اور خبر رساں اداروں میں نامہ نگار صحافی کی حیثیت سے عرصہ تک کام کیا۔ اس سلسلے میں دوبارہ شرق الاوسط کی سیاحت کی اور اسلامی حکمرانوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس اثنا میں اسلام کا مطالعہ کیا تو اسلام کی خوبیاں دیکھ کر اس مقدس مذہب کے آغوش میں پناہ لی۔ سلطان عبدالعزیز بن سعود، شاہِ ایران رضا شاہ پہلوی اور سینوسی سے خاصے مراسم پیدا ہوگئے تھے۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد قرآن وحدیث کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ ایک عرب خاتون منیرہ سے شادی کی۔ برصغیر ہندوپاک میں عرصہ تک قیام کیا۔ عرصہ ہوا صحیح بخاری کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا تھا جس کے چند پارے زیورِ طباعت سے آراستہ بھی ہوچکے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں ایک معرکۃ الآراء کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز (Islam At The Cross Roads) اہل علم میں مشہور ومتداول کتاب ہے۔ اس میں سنت کی اہمیت اور ضرورت پر نہایت عمدہ اور جچی تلی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب اپنے مندرجات کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا شخص اس کو اپنے مطالعہ میں رکھے۔ حال ہی میں یہ عرفات پبلی کیشنز ۱۵ عمر دین روڈ وسن پورہ لاہور نے بڑی محنت سے شائع کی ہے۔ یہ مضمون اسی کتاب کا ایک حصہ ہے اور اس کا ترجمہ مولانا محمد حنیف ندوی نے کیا ہے۔ مولانا اور اسد صاحب کئی سال اکٹھے ادارہ افکارِ اسلامی کی تعمیرِ نو میں کام کرتے رہے ہیں اور اسد صاحب کے اسلوب وانداز کی خوبیوں سے مولانا خوب واقف ہیں۔ اسد صاحب کے اس مضمون کی افادیت مولانا کے ترجمہ سے دوچند ہوگئی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اسد صاحب یو این او میں پاکستان کے ثانوی نمائندہ مقرر ہوئے۔ قیامِ امریکہ کے دوران میں پولہ حمیدہ سے شادی کی اور ایک نئی کتاب "روڈ ٹو مکہ" (ROAD TO MECCA) ۱۹۵۴ء میں امریکہ سے شائع کی۔ آج کل لبنان میں قیام فرما ہیں اور بفضلِ خدا دامن اسلام مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ بڑے پرجوش اور مخلص مسلمان ہیں۔ کتاب وسنت کے دلدادہ اور عاشق ہیں۔ ان کے علاوہ علامہ محمد اسد کی تصنیفی خدمات میں درج ذیل کتب اور متعدد غیر مطبوعہ مسودات شامل ہیں۔ "اسلامی مملکت وحکومت کے بنیادی اصول"، "دی میسج آف دی قرآن"۔ علامہ محمد اسد ۲۰ فروری ۱۹۹۲ء کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

سنت اپنے باطنی اور روحانی پہلو کے نقطہ نظر سے بھی اسی درجہ اہمیت رکھتی ہے جس درجہ کہ اپنے ظاہری پہلو کے لحاظ سے! ظاہری پہلو سے ہماری مراد اس کے اسناد کی تاریخی استواری ہے اور یہ وہ شے ہے جسے ہم شرعی یا اس کی آئینی وفقہی حیثیت سے تعبیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سنت کی پیروی واطاعت کو اتنا ضروری کیوں سمجھا جاتا ہے کہ اس کے بغیر اسلامی زندگی کا صحیح مفہوم ہی متعین نہ ہوسکے۔ کیا اسلام تک رسائی حاصل کرنے کا اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں کہ ہم اعمال وعادات اور اوامر ونواہی کے ایک وسیع وعریض سلسلہ کو ماننے پر مجبور ہوں جب کہ اس میں بعض نہایت معمولی باتیں بھی ہوسکتی ہیں جو سنت سے ماخوذ ومستفاد ہوں یہ مانا کہ آنحضرت ﷺ بہت بڑے انسان تھے لیکن ان کی زندگی کے ہر ہر گوشہ کی تقلید واطاعت کے کہیں یہ معنی تو نہیں کہ اس سے فرد کی شخصی آزادی بالکل ختم ہوجاتی ہے۔

اعتراض کی یہ نوعیت بہت پرانی ہے ہمیشہ اسلام دشمن عناصر نے اس کو دہرایا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے اسبابِ زوال میں سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ انھوں نے سنت کی اطاعت اور پیروی کے معاملہ میں تشدد اختیار کیا۔ ان کی یہ رائے ہے کہ اسلام کے بارہ میں یہ طرزِ عمل۔ آئندہ چل کر انسان کی حریت رائے پر بہت بڑی قدغن ثابت ہوسکتا ہے اور معاشرہ کے طبعی ارتقا کو روک دینے کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن ہم یہ کہے دیتے ہیں کہ اس ضمن میں یہ حقیقت جان لینے کی ہے کہ چاہے ہم اس سوال کا تسلی بخش جواب دے سکیں یا نہ دے سکیں۔ اسلام کا مستقبل بہر حال سنت کے صحیح صحیح موقف کی تعیین کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر سنت کا مقام وموقف سمجھ میں آگیا تو اسلام کی روح کو اپنا لینے میں کوئی دشواری حائل نہیں اور اگر سنت کے مقام وموقف کی تعیین میں غلطی ہوئی تو اسی نسبت سے ہم اسلام کے مستقبل کو تاریک بنا دینے کے ذمہ دار قرار پائیں گے۔

ہمیں بجا طور پر ناز ہے کہ اسلام دوسرے ادیان کی طرح متصوفانہ اذعان کا قائل نہیں۔ بلکہ اس کے دروازے ہمیشہ معقول بحث وتمحیص کے لیے کھلے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم صرف یہ معلوم کرنے پر اکتفا نہیں کرتے کہ سنت نے کن چیزوں کو ہمارے لیے ضروری ٹھہرایا ہے بلکہ ہم اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی معلوم کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس کی تہہ میں کیا اسباب وعلل کارفرما ہیں۔

اسلام کا مزاج ایسا ہے کہ توحید کو صرف عقیدہ تک محدود نہیں رکھتا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ زندگی کے تمام گوشے اسی رنگ میں رنگے جائیں اور عقیدہ وفکر کے دائروں سے نکل کر اس کے تسلط واقتدار کے دائرے عمل وحرکت کے ایک ایک حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ پھر چونکہ اس مقصد جلیل تک پہنچنے کا تنہا یہی راستہ ہے۔ اس لیے قدرتاً اس کی آغوش میں تمام مدرکات آگئے ہیں اور اس جامعیت کے ساتھ کہ نہ تو ان پر رتی بھر اضافہ ممکن ہے اور نہ یہی ہوسکتا ہے کہ ان میں ذرہ بھر بھی کمی کردی جائے۔ انتخابیت (Electicism) اور پسند کو اس میں دخل نہیں۔ جب ہم نے ان تعلیمات کو تسلیم کرلیا۔ جن کو قرآن حکیم نے ہم تک پہنچایا ہے۔ یا آنحضرت ﷺ کی وساطت سے ہماری ان تک رسائی ہوئی ہے تو ہمارے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ ان کو پورا پورا مانیں اور بغیر کسی استثنا کے سب کی حقانیت پر ایمان لائیں۔ ورنہ یہ اندیشہ ہے کہ یہ اپنی اصلی قدر وقیمت اور افادیت کھودیں گی۔

اسلام کے بارہ میں یہ اصولی اور بنیادی غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ چونکہ عقل ودانش کی اہمیتوں کو مانتا ہے اس لیے اس کی تعلیمات کے ردوقبول میں ہر شخص مختار ہے کہ جس جس حصہ کو معقول سمجھے مان لے اور جس کو عقل ودانش کی کسوٹیوں پر پورا اُترتا ہوا نہ دیکھے ترک کردے یہ غلط فہمی اس بنا پر ابھری کہ لوگ موجودہ عقلیت کے مفہوم سے ناآشنا ہیں موجودہ عقلیت اور چیز ہے اور نفسِ عقل شے دیگر۔ عقل کا کام ایک طرح کی نگرانی ہے۔ جہاں تک دینی تعلیمات کا تعلق ہے۔ اس کے دائرۂ فرائض میں صرف یہ بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل ہے کہ یہ دیکھے کہ جو کچھ اس پر مذہب کی طرف سے عائد کیا جارہا ہے آیا اس کو یہ آسانی سے برداشت کرسکتی ہے۔ بغیر اس کے کہ یہ فلسفہ کے چکروں میں پڑے اور اس کی سحر طرازیوں سے متاثر ہو۔

اسلام سے متعلق عقل و دانش کا بے لاگ فیصلہ یہی ہے جس کا اظہار کئی مرتبہ ہو چکا ہے کہ یہ اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ جو شخص اسلام سے لگاؤ رکھتا ہے وہ اس کی تعلیمات کو ماننے پر خواہ مخواہ مجبور ہی ہے۔ یہ تو اسی شخص کی مزاج وطبیعت پر موقوف ہے۔ اور یا بالآخر روح و باطن کی بیداری اور قلب وضمیر کی روشنی و ہدایت کا قصہ ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔

اتنا البتہ صحیح ہے کہ جس شخص کا بھی دامن تعصبات سے پاک ہے وہ اس کی تعلیمات کو عقل و حکمت کے تقاضوں کے خلاف نہیں ٹھہرا سکتا۔ رہی یہ بات کہ اسلام کی بعض حقیقتیں اس کو فہم وادراک کی معمولی سطحوں سے اونچی نظر آتی ہیں۔ تو یہ ممکن ہے مگر اس کو تناقض نہیں کہیں گے۔

عقل اور فلسفۂ عقلیت کے فرق کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کے لیے اس حقیقت پر غور کیجیے کہ ان کے حدود وفرائض کیا ہیں؟ مذہبی اُمور میں عقل کا فریضہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ آلہ تسجیل کی طرح ہر معاملہ میں جو پیش آئے۔ ہاں یا نہ ثبت کردے اور بس۔ جب کہ عقلیت اس حیثیت پر قانع نہیں۔ یہ اس سے آگے بڑھ کر خیال آرائی کے میدانوں میں قدم زن ہوتی ہے۔ پھر صرف عقل کی طرح اس کی حیثیت ایک مستقل بالذات اور منفرد وظہور کی بھی نہیں۔ بلکہ یہ سراسر موضوعی اور مزاج سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ عقل تو اپنے حدود کو پہچانتی ہے مگر عقلیت کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اس کا یہ ادعا ہے کہ تمام عالم اور اس کے اسرار ورموز اس کی انفرادی جھپیٹ میں آتے ہیں۔ اگرچہ فی الواقع اس کا دائرہ حد درجہ تنگ ہے۔ ایک بین تضاد عقلیت میں یہ بھی ہے کہ یہ اُمور دین میں تو ایسے حقائق کو مان لینے پر آمادہ نہیں جو فکر واندیشہ کی گرفت میں آنے والے نہ ہوں۔ لیکن جب معاملہ علم کا ہو تو پھر اس کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ بحرنا پیدا کنار ہے اور کوئی ضروری نہیں کہ اس کی تمام پہنائیاں انسان معلوم کرہی لے۔

عقلیت یا فلسفہ عقلی پر، ضرورت سے زیادہ اعتماد ہی ایک بڑا سبب ہے الحاد وانکار کا۔ اسی سبب سے بہت سے عصری مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا غیر ضروری سمجھا لیکن ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حد سے بڑھا ہوا اعتماد صحیح نہیں۔ بات اتنی واضح اور عقلیت کی بے چارگی اس درجہ مسلم ہے کہ اس کی قطعی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ کانٹ عقلیت کے قلعہ پر یہ کہہ کر پھر ایک دفعہ حملہ کرے کہ عقل کی پرواز محدود فضاؤں ہی میں ہوسکتی ہے کیونکہ جہاں تک دماغ وفکر کی افتاد ومزاج کا تعلق ہے یہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کارخانہ ہست وبود میں جو ایک طرح کی کلیت جاری وساری ہے اس کی حقیقت وکہنہ کو معلوم کرسکے۔ ہم جو کچھ معلوم کرسکتے ہیں وہ صرف تفصیلات وعوارض ہیں، ازیست ولانہایت تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی۔ مزید برآں ہمارے علم کی نارسائی کا یہ حال ہے کہ ہم اب تک یہ بھی نہیں جان پائے کہ خود یہ طلسم زندگی کیا ہے؟

ذیلی عقائد کے معاملہ میں جو کہ فوق الادراک بنیادوں پر قائم ہیں۔ ہمیں ایک ایسی رہنمائی کی ضرورت ہے جس کی عقلی صلاحیتیں فلسفہ مادی کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے کہیں زیادہ ہوں اور عمومی وموضوعی عقل سے کہیں بڑھ کر اس کی خوبیاں ہوں۔ جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہ ہم سب بہرہ مند ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ ہمیں ایک پیغمبر کی ضرورت ہے۔

اگر ہمیں قرآن کے بارے میں یہ یقین ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ہمارا ایمان ہے تو نہ صرف اخلاقی نقطہ نظر سے بلکہ عقلاً بھی ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی رہنمائی پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کریں۔ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ ہم غور و فکر کی صلاحیتوں سے دستبردار ہو جائیں۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا بہترین استعمال کریں اور آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کے پیچھے جو معانی و حکمت پنہاں ہیں۔ ان کا کھوج لگانے کی پوری پوری کوششیں کریں۔ چاہے ہم اس کھوج اور تفحص میں کامیاب ہو سکیں یا نہ ہو سکیں۔ اس ناکامی کے بعد بھی اطاعت بہر حال ضروری ہے۔ اس کو ایک سپاہی اور فوجی کی مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ فرض کیجیے کہ سپہ سالار عسکر نے اسے ایک خاص اہمیت کی جگہ پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا ہے اس صورت میں اس فوجی کا یہ فرض ہے کہ فی الفور اس جگہ کو گھیر لے پھر اگر حکم کی اس تعمیل کے ساتھ ساتھ اپنے افسر کے اس حکم کی جنگی اہمیت کو بھی سمجھتا ہے۔ تو یہ اس کے لیے اور فوج کے لیے بلاشبہ خوش آئند ہے۔ لیکن اگر اس کی جنگی قدر و قیمت اس کی سمجھ میں نہیں آتی، تب بھی تعمیل حکم اس پر لازم ہے اور اس کو یہ اختیار ہرگز حاصل نہیں ہے کہ اس میں ردو قدح کرے یا اس کو ٹال جائے۔ ہم مسلمانوں کا آنحضرت ﷺ کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا عقیدہ ہے کہ آپ اس عسکر اسلام اور سپاہ ایمان کے بہترین اور کامیاب ترین سالار و قائد ہیں اور اُمور دین کے اجتماعی و روحانی پہلوؤں کو اس سے کہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں جتنا کہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا جب آپ ہمیں کوئی حکم دیں گے یا کسی مصیبت سے روکیں گے تو ہم لامحالہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ انسانی اصلاح کے لیے بہر حال ایسا حکم دینا ناگزیر ہے اور اس میں روحانی و اجتماعی پہلوؤں کو ملحوظ و مرعی رکھا گیا ہے۔

یہ ممکن ہے کہ یہ پہلو کبھی تو بالکل واضح ہوں اور کبھی ان میں وضوح کی مقدار بالکل کم ہو اور اس شخص کی گرفت میں نہ آسکیں۔ جن کو کہ دینی اُمور میں زیادہ مہارت نہیں اسی طرح کبھی کبھی تو آنحضرت ﷺ کے احکام و اوامر میں جو گہری حکمت پوشیدہ ہے وہاں تک انسانی فہم کی رسائی ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف سطحی اور اتھلے اسباب و حکم تک ہی نظر و بصر کے دائرے پھیل کے رہ جاتے ہیں دونوں صورتوں میں اطاعت و فرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں بشرطیکہ ان احکام کا ثبوت مستند ہو۔ پھر ان احکام و اوامر کی ایک تقسیم، اہم اور نسبتاً کم اہم کی بھی ہے۔ اس صورت میں ہمارے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اہم کو ترجیح دی جائے لیکن کسی حکم کو بھی اس گمان فاسد کی بنا پر چھوڑ دینا روا نہیں کہ اس میں کوئی بنیادی اہمیت دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے متعلق قرآن میں صراحتاً آیا ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ (سورۃ النجم:۳) ''وہ کوئی بات بھی، اپنی طرف سے کہنے کے مجاز نہیں۔''

اس کے صاف صاف معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس وقت تک کوئی کلمہ نہیں کہتے ہیں جب تک اس کی کوئی مثبت وجہ سامنے نہ آئے اور یہ کہ...... جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر آپ ﷺ کو مامور نہ فرمائے۔ یہ ہے وہ سبب جس کی وجہ سے قالب و قلب دونوں لحاظ سے ہم سنت کی پیروی پر مجبور ہیں بشرطیکہ ہمارا نقطہ نظر اسلام کے بارہ میں مختلف نہ ہو۔

پھر جب پیروی سنت کے ایجابی تقاضے ابھر کر سامنے آگئے تو یہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہو گیا کہ سنت نے اسلام کی جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماعیت کی تشکیل کی ہے اس کے حکم واسرار پر غور کرے اور یہ بتائے کہ اس تفصیلی نظامِ حیات کے اندر کیا روح کارفرما ہے جس کو مسلمان، ولادت سے لے کر موت تک کے تمام لمحوں میں ملحوظ رکھتا ہے۔ اور جس پر کہ عمل پیرا ہونا، اس کے لیے ضروری ہے۔ اس نظامِ حیات میں وہ مسائل بھی داخل ہیں جو خاص اہمیت رکھتے ہیں اور وہ بھی جن کی بظاہر کوئی اہمیت نظر نہیں آتی۔ مسلمان کو اس حقیقت کا کھوج لگانا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ہر بات میں اپنے اسوہ کی پیروی واطاعت پر کیوں زور دیا ہے؟ مثلاً اگر میرے دونوں ہاتھ صاف ہیں تو بائیں ہاتھ سے کھالینے میں کیا مضائقہ ہے؟ یا داڑھی رکھ لینے اور منڈا ڈالنے میں کیا فرق ہے؟ یہ اور کیا اس طرح کے دوسرے مسائل ایسے نہیں کہ جن کا تعلق سراسر صورت وقالب (Form) سے ہے۔ کیا ان مسائل کا تعلق انسانی ترقی سے ہے اور اس سے معاشرہ کی فلاح و بہبود میں کوئی اضافہ ہوتا ہے؟ اس مرحلہ پر ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ان سوالات کا متعین جواب دیں کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام کی ترقی وانحطاط کا دارومدار آنحضرت ﷺ کی پیروی پر ہے۔ اگر پیروی واطاعت موجود ہے تو ترقی پائی جائے گی اور اگر بدقسمتی سے اطاعت وفرمانبرداری کا داعیہ کمزور ہے تو اسی نسبت سے انحطاط وتنزل کا پیش آنا لازمی ہے ہمارے نزدیک ہر ہر معاملہ میں سنت کی پیروی کی اہمیت کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح انسان کی عادات واطوار کے لیے ایک سانچہ مہیا ہو جاتا ہے اور ہر ہر شخص ایسی زندگی بسر کرتا ہے جس میں شعور کارفرما ہے، بیداری جلوہ گر ہے اور ضبطِ نفس نمایاں ہے۔ وہ کام اور وہ اعمال وافعال، جن کی تہہ میں کوئی قاعدہ اور ترتیب نہ پایا جائے۔ فکر وروح کی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایسے تمام اعمال وافعال کی مقدار انسانی زندگی میں ممکن حد تک کم ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان سے فکر وروح کا ارتکاز تباہ ہو جاتا ہے اور وہ اس لائق نہیں رہتی کہ اپنی صلاحیتوں کو کسی ایک مرکز پر مجتمع کر سکے اس لیے ہم جو قدم بھی اُٹھائیں اور جو کام بھی کریں اس کو ہمارے شعور وارادہ کے مطابق ہونا چاہیے اور اس پر اخلاقی نگرانی جاری رہنا چاہیے مگر یہ اس وقت تک ہونے والا نہیں۔ جب تک کہ ہم اپنے فکر وشعور کی جنبشوں کا محاسبہ کرنا نہ سیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے اعمال کی اسی حقیقت کو اس جامع ومانع جملے میں نہایت کامیابی سے ادا فرمایا ہے۔

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا: اس سے پہلے اپنے محاسبہ نفس سے فارغ ہو جاؤ کہ عنداللہ تمہارا محاسبہ ہو۔ اس سے پہلے ہم اشارۃً بتا چکے ہیں کہ اسلامی نظریہ عبادت صرف عبادات ہی کو اپنے آغوش میں نہیں لیتا ہے بلکہ اس میں ہماری پوری زندگی کا انعکاس ہوتا ہے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ ہماری ذات کے روحانی و مادی دونوں پہلوؤں میں ایک طرح کی وحدت پیدا ہو جائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حیاتِ انسانی میں ان تمام عوامل کو حتی المقدور کم ہونا چاہیے جن میں شعور وضبطِ نفس کے عناصر کا فقدان ہو اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کہ محاسبہ ونگرانی کے اس عمل کو ہم جاری رکھیں یہ اس سلسلہ کا پہلا قدم ہے اور وہ یقینی راستہ ہے کہ جس سے ہم ضبطِ نفس کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ہم روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں سنت کی پیروی کا خیال رکھتے ہیں اور عادۃً ہمارے قدم اسی سمت اُٹھتے ہیں تو یہ چھوٹے چھوٹے کام بھی بڑی ہی اہمیت کے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان سے محاسبہ نفس اور ضبط و نگرانی کے ذریعے ہمیشہ بیدار رہتے ہیں رہے بڑے بڑے کام تو ان کے متعلق تو شعور کی بیداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ تو شعور کے بغیر صادر ہو ہی نہیں سکتے۔ شعور وادراک کا دامن تو اس وقت چھوٹتا ہے جب چھوٹے چھوٹے ناقابل التفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاموں کا سامنا ہو۔ اس وقت یہ عموماً دھوکہ دیتے ہیں اور ذہن وفکر کو غافل رکھتے ہیں۔ ہاں اگر ان حقیر اور کم درجہ کے اعمال میں بھی مراقبہ وضبط کی عادت قائم رہتی ہے تو پھر ان کی منفعت دہ چند ہو جانے میں کیا شبہ ہے؟

بظاہر واقعی اس بات میں کوئی اہمیت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم کس ہاتھ سے کھاتے ہیں۔ دائیں ہاتھ سے یا بائیں ہاتھ سے۔ ہم نے داڑھی بڑھا رکھی ہے یا منڈا رکھی ہے۔ لیکن اگر ہمارے اعمال میں ایک تنظیم رونما ہے، ہم ایک خاص سانچہ میں اپنی عادات کو ڈھالنے کے عادی ہیں۔ تب انھیں چھوٹی چھوٹی باتوں کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ مسلسل ضابطہ وترتیب کا خیال رکھنا اور اپنے کو قواعد و پابندیوں میں بندھا ہوا محسوس کرنا آسان نہیں، اگرچہ انسان اس طرح کی خاص تربیت پائے ہوئے ہو۔ وجہ ظاہر ہے ذہن انسانی بھی اسی طرح کسل وتساہل کا عادی ہے جس طرح کہ انسانی جسم وعضلات، ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ اگر آپ کسی ایسے آدمی کو پیدل چلنے کی زحمت دیں گے جو اپنے گوشہ عافیت ہی میں بیٹھ رہنے کا عادی ہے جو کبھی چلا پھرا نہیں تو وہ چند ہی قدم چل کر تھک جائے گا اور ایک قدم آگے نہیں بڑھا پائے گا۔ بخلاف اس کے کہ جو میلوں چلنے کا عادی ہے اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ طویل سے طویل سفر کو بغیر کسی زحمت کے جاری رکھ سکے گا، یہ بھی اگرچہ سفر کی کوفت محسوس کرے گا، لیکن گھبرائے گا نہیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوگا کہ اس کوفت میں بھی لذت کا ایک پہلو پایا جاتا ہے اور یہ اس سے مانوس ہے۔ یہ ہے فلسفہ سنت کی ہمہ گیریوں کا اور یہ دوسری تعلیل ہے اس سے حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ کیوں سنت زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے۔

جب ہم اسی طرح مسلسل مشق وتمرین سے اپنے تمام اعمال ومتروکات کو امر ونہی کے دو خانوں میں تقسیم کر دیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نفس وشعور میں ضبط وانضباط کے دواعی راسخ ہو جائیں گے اور زندگی کا یہ نہج طبیعت ثانیہ بن جائے گا۔ یہی نہیں، اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ جس نسبت ومقدار سے محاسبہ کی مشق وتمرین کا یہ سلسلہ دراز ہوتا جائے گا اسی نسبت سے اخلاقی و ذہنی کسلمندیاں کم ہوتی چلی جائیں گی اور ہم اخلاق وادب کی منزلوں کے زیادہ قریب ہوتے جائیں گے۔

مشق وتمرین کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ اس کی تہہ میں شعور واحساس کا جذبہ ہمیشہ کارفرما ہے۔ کیونکہ اگر عمل بالسنۃ کی سطح سے اس حد تک آگرے کہ ہماری تمام زندگی میکانکی ہو کر رہ جائے اور بے جان مشینری کی طرح التزامات ومنہیات کا عملیہ جاری رہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ سنت نے اپنی قدر و قیمت کھو دی اور وہ روح ختم ہوگئی جو مقصود اصلی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے بعد آخری دور میں کیا ہوا؟ یہی نا کہ ظواہر سنت تو قائم ہے اور ان کا چرچا بھی ہوا۔ مگر ان کے ساتھ جو احساسِ محاسبہ اور جذبہ نگرانی وابستہ تھا، وہ جاتا رہا۔ صحابہ کی زندگیاں اس انداز کی نہ تھیں ان کی پیروی سنت کا مطلب یہ تھا کہ انھوں نے اپنے آپ کو جان بوجھ کر اور شعور وادراک سے مالا مال ہو کر ایک ہادی اور رہنما کے سپرد کر دیا تھا تاکہ وہ ان کے اعمال کی سمتوں کو قرآن کی ڈھال کی طرف پھیر دے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے سنت کی پیروی سے وہ فوائد حاصل کیے جو دوسرے نہیں حاصل کر سکے اور اس میں خطا اس نظامِ سنت کی نہیں۔ ان مسلمانوں کی ہے جو ان طریقوں کی کماحقہ پیروی نہ کر سکے جو ان کے لیے وضع کیے گئے تھے۔

عمل بالسنۃ کی اہمیت کو ختم کرنے والے عوامل میں پہلا نمبر تصوف کا ہے اس نے ان قوتوں کو کمزور کیا جن کا تعلق انسانی فعالیت سے ہے اور ان صلاحیتوں کو چمکایا جن کا تعلق انسان کی داخلی تاثر پذیریوں سے ہے۔ عمل بالسنۃ کو عملی زندگی میں ختم کر دینا تو تصوف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اس بنا پر ممکن نہ تھا کہ ابتدا ہی سے اس کو اسلامی زندگی میں ایک بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ لیکن صوفیائے عظام کی کوششوں سے اتنا ضرور ہوا کہ اس کا مزاج اور رُخ یکسر بدل گیا اور یہ بجائے ایک فعالی قوت و حرکت ہونے کے محض افلاطونی رمزیت ہو کر رہ گیا۔ فقہا اور عامۃ الناس کے نقطہ نظر سے بھی اس کو گزند پہنچا ہے۔ کیونکہ فقہانے سنت سے یہ مراد لیا کہ یہ محض ایک قانون ہے اور سلسلہ ضوابط سے تعبیر ہے اور عوام نے یہ خیال کیا کہ ایک خوبصورت صدف ہے۔ جو معنی کے درشہوار سے بالکل تہی ہے۔ لیکن تعجب اس پر ہے کہ مسلمانوں کے تمام گروہوں نے اگرچہ قرآن اور اس کی ان تعبیرات وتشریحات سے کما حقہ استفادہ نہیں کیا، جو سنت میں مذکور ہیں۔ تاہم اسلامی تعلیمات کا وہ سرچشمہ جو سنت سے فیض یاب ہوتا ہے، جوں کا توں قائم رکھتا ہے اور اس میں کوئی عملی دشواری حائل نہیں۔ کہ اس کی طرف دوبارہ رجوع کیا جا سکے۔ پھر سنت جیسا کہ مغرب زدہ معاندین اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کوششوں سے ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ جو فرانسیسیوں کی طرح الفاظ پرست اور جامد ہوں بلکہ یہ ان لوگوں کی مساعی جمیلہ کا نسخہ ہے جو بلا کا شعور رکھتے تھے۔ جن میں غضب کی عزیمت اور گہری بصیرت و عمل کے دواعی موجزن تھے۔ اس کا صحیح صحیح اندازہ کرنا ہو تو صحابہ کو دیکھو۔ ان میں یہی صفات تھیں جو ان کا طرہ امتیاز ہیں۔ ان کو تاریخ میں حیرت انگیز کامیابی کیوں نصیب ہوئی۔ اسی بنا پر کہ ان میں ہمیشہ ذہنی شعور زندہ رہا یہ سنت کی ایک ایک جزئی میں جو حکمت عمل پوشیدہ ہے، اس سے باخبر رہے اور ان ذمہ داریوں سے آگاہ رہے جو مذہب نے ان کے کندھوں پر ڈالیں۔ سنت کی اہمیت کا یہ ہے انفرادی پہلو۔

دوسری وجہ جس سے کہ عمل بالسنۃ کا فلسفہ واضح ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی برکت سے اجتماعی زندگی کا تصور پیدا ہوتا ہے اور اجتماعی خیر و فلاح کا ایک نقشہ ترتیب پاتا ہے۔

کبھی آپ نے غور کیا عام انسانوں میں اختلافات کا کیا سبب ہے اور یہ کیونکر بڑھتا اور فروغ پاتا ہے؟ بات یہ ہے کہ چونکہ ہر شخص کے دل میں دوسروں کے اعمال و مقاصد کے بارے میں ایک طرح کی غلط فہمی پائی جاتی ہے اس لیے کوئی بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کی سعی نہیں کرتا اور یہ غلط فہمی کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس لیے کہ ہر شخص کے مزاج وطبیعت کا یہ قدرتی اختلاف صرف معمولی اختلافات میں پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ہر قوم کی عادات و اطوار کا ایک نہج متعین ہوتا ہے اور جب ان عادات و اطوار کے مطابق زندگی بسر کرتے کسی قوم پر ایک عرصہ گذر جاتا ہے تو یہی عادات و اطوار کا اختلاف، تہذیب وتمدن کا اختلاف بن جاتا ہے۔ اور باہمی اتفاق و اتحاد کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔ پھر اگر کوئی قوم یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ اس کی زندگی میں ایک ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور اس کی عادات و اطوار اور تہذیب وثقافت کا متعین قالب تیار ہو جائے تو ان میں باہمی اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ ایک دوسرے کے اعمال و مقاصد کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اسی بنا پر اسلام نے جو انفرادی بہبود کے ساتھ ساتھ اجتماعی فلاح کا بھی ضامن ہے، اپنی تعلیمات میں اس نکتہ کو بنیادی ٹھہرایا کہ معاشرہ کے تمام افراد میں عادات و اطوار کی یکسانی پائی جائے اور ان میں سنت کے التزام سے ایسے کوائف بیدار ہو جائیں، جو ہر حال میں ان کے تہذیبی و دینی اتحاد کو برقرار رکھیں چاہے ان کے اجتماعی و اقتصادی حالات ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف اور جدا کیوں نہ ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سچ ہے کہ بعض لوگ سنت کے اس نظام میں ایک گونہ سختی اور تشدد محسوس کریں گے لیکن اس کی اس خدمت کو کون بھلا سکتا ہے کہ اس نے اسلامی معاشرہ کو استحکام بخشا ہے۔ اس کو ایک متعین شکل اور صورت میں ڈھالا ہے اور ہر ہر نزاع و اختلاف کی مضرتوں سے بچایا ہے۔ اس کی اس افادیت کو سمجھنے کے لیے ان انقلابات پر غور کیجیے جو مغرب میں معاشرتی اصلاحات کے نام سے وقوع پذیر ہوئے اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ اس طرح کے مسائل کسی قوم میں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب لوگ یہ محسوس کرنے لگیں کہ ہمارے بعض قوانین اور رسم ورواج مکمل نہیں ہیں۔ اس لیے ان میں کچھ تبدیلیاں ہونی چاہئیں۔ اہل مغرب نے چونکہ اپنے ہاں ان نقائص کو پالیا اس لیے اصلاح کے درپے ہوئے۔ مسلمان اس صورتِ حال پر اس بنا پر محفوظ رہے کہ یہ اپنے آپ کو قرآن کا پابند ٹھہراتے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہمارے تمام اعمال آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ یہ اصول اپنی جگہ ایسا مستحکم اور استوار ہے کہ اس کو اپنانے کے بعد تبدیلی وتغیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ خود یہ اصول ہی شک و ریب کا نشانہ بنیں اور ان کی صداقت ہی محل نظر قرار پائے۔ اس سے ہم مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کے اس امکان کو عملاً نافذ ہوتے دیکھ سکتے ہیں جس کو ''بنیان مرصوص'' کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے اور اگر ہم اس اصول کو پوری طرح حرز جاں بنالیں تو معاشرہ ان تمام بے کار اور لاطائل کوششوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے جو فروعی مسائل کے لیے کی جاتی ہیں۔ پھر اگر معاشرہ ان اختلافات سے باز آجائے جس کو جدل و بحث کے تقاضوں نے پیدا کیا ہے اور اس پریشانی خاطر سے دستکش ہو جائے جس کو کہ کلامی موشگافیوں نے جنم دیا ہے اور اس کے بعد اس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت کی پیروی پر رکھی جائے تو ایسے مواقع نکل آئیں گے کہ معاشرہ اپنی تمام صلاحیتوں کو افراد کی اجتماعی وانفرادی فلاح و بہبود کے لیے استعمال میں لائے یہی نہیں بلکہ معاشرہ کے لیے یہ بھی ممکن ہو جائے گا کہ تمام افراد کے روحانی ارتقا کے لیے مؤثر جدوجہد کر سکے۔ انسانی معاشرہ کی تنظیم واصلاح کا یہی وہ نصب العین ہے جو اسلام کی اصلی غرض وغایت ہے۔

آیئے! اب عمل بالسنۃ میں جو تیسری بڑی مصلحت ہے اس پر غور کریں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہم جب عمل بالسنۃ کی ذمہ داری قبول کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں آنحضرت ﷺ کی اقتدا کو پیش نظر رکھیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم عمل کی ہر صورت میں چاہے وہ اختیار پر مبنی ہو، چاہے تعرک پر، آنحضرت ﷺ کی عملی زندگی پر غور وفکر کرنے کی عادت ڈالیں گے کیونکہ ہمیں اپنے تمام اعمال کا جائزہ لینا ہے اور اپنی پوری زندگی میں یہ دیکھنا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت وپیروی کا مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ اس طرح گویا ایک عظیم ترین انسانی شخصیت کے اثر ونفوذ کو ہمارے روزمرہ کے مشاغل میں منعکس ہونے کا موقع میسر آئے گا۔ بلکہ یہی وہ روحانی اثر ونفوذ ہوگا جو ہماری زندگی کی مشینری کو متحرک رکھے گا۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم یہ رائے رکھنے پر مجبور ہوں گے کہ علاوہ اس کے کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے محبوب ترین اخلاقی پیغمبر ہیں۔ آپ ایک مکمل زندگی بخشنے والے بھی ہیں۔ اس مرحلہ پر جبکہ عمل بالسنۃ کی یہ فصل اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ ہمیں اس بات کا فیصلہ بھی کر لینا چاہیے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے منصب وموقف کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ کیا ہم انھیں دوسرے مصلحین وحکما کی طرح صرف ایک حکیم، مصلح اور فلسفی ہی سمجھتے ہیں۔ یا اللہ کا ایسا فرستادہ خیال کرتے ہیں جو ہر آن وحی والہام کی روشنی میں اس کی اطاعت و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی میں مصروف ہے۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس کا نقطہ نظر اس سلسلہ میں بالکل واضح ہے اور یہ کہ اس میں کسی غلط فہمی کے اُبھرنے کا امکان ہی نہیں۔ کہ اللہ کا یہ بندہ، جس کو نبی آخر الزمان قرار دیا گیا ہے اور جس کو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، اس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ صبح و شام زندگی کے ہر عمل میں اللہ کی وحی اس کے قلب وفکر کو روشنی بخشے اور یہ وحی و ہدایت کے ان انوار سے اس کے بندوں کے لیے اُجالوں کا بندوبست کرے۔ اگر آنحضرت ﷺ سے متعلق یہ وضاحت صحیح ہے تو اس کا انکار یا اس کی تعلیمات کے بعض حصوں کا انکار بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا انکار ہوا۔ یا کم از کم اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کی عطا کردہ ہدایت کی قدر و قیمت گھٹا دی گئی ہے اور اگر یہ وضاحت درست نہیں ہے (ہم اس خیال کو منطقی طور پر آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں) کہ اسلامی تعلیمات کوئی آخری فیصلہ نہیں ہیں اور موجودہ مسائل ومشکلات کا کوئی دوسرا معقول حل بھی سوچا جا سکتا ہے تو یہ خیال جن نتائج کی طرف بھی لے جائے، ممکن ہے اسلام کی رُوح بہرحال اس سے متفق نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قرآن نے اس معاملہ میں دوٹوک رائے کا اظہار فرما دیا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں اتمام تک پہنچا دیں اور تمہارے لیے ادیان میں اسلام کو پیروی و اطاعت کے لیے چن لیا۔''

ہم اسلام کو تمام تمدنی تنظیمات سے بلند اور اونچا مانتے ہیں کیونکہ یہ پوری زندگی سے تعرض کرتا ہے۔ اس میں دنیا کی گتھیوں کو بھی سلجھایا گیا ہے اور عقبیٰ کی پیچیدگیوں کو بھی، نفس روح کے مسائل بھی اس کی لپیٹ میں آتے ہیں اور جسم کے تقاضے بھی، فردی زندگی کا نقشہ بھی یہ کھینچتا ہے اور اجتماعی زندگی کی تشکیل بھی، اس کے فرائض میں داخل ہے۔ یہ صرف اس سے بحث نہیں کرتا کہ انسان کو مادی وطبعی قیود سے آزادی دلائے بلکہ ان مادی وطبعی قیود کا خیال بھی رکھتا ہے۔ یہ انسان سے محالات کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ اس کا تقاضا صرف اس حد تک محدود ہے کہ انسان میں جس قدر صلاحیتیں مضمر ہیں، ان سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا جائے اور ایسی سطح تک پہنچنے کی جدوجہد کی جائے جو حق سے قریب تر ہے جس میں رائے اور عمل میں کامل ترین توافق ہے۔ اسلام صرف ایک راہ نہیں بلکہ تنہا یہی راہ ہے جو حق وصواب کی طرف لے جانے والی ہے اور جو شخص اس دعوت کو لایا ہے وہ صرف ہادی نہیں بلکہ تنہا وہی ہادی ہے۔ پس اس کی اطاعت عین اسلام کی اطاعت ہے اور اس کی اطاعت سے روگردانی حقیقتاً اسلام سے روگردانی کے مترادف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ کی حجیت اور اُس کی اہمیت

از: مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری

مولانا ابوالقاسم دلاوری صاحب ۱۸۸۳ء میں ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں دلاور میں پیدا ہوئے۔ آپ دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں اور متدین بزرگ ہیں۔

ائمہ تلبیس، سیرت کبریٰ، شمائل کبریٰ، حواشی قرآن اور رئیس قادیان ان کی تصنیفات ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ ساری کتابیں ابھی تک چھپ نہیں سکیں۔ صرف ائمہ تلبیس، سیرت کبریٰ اور رئیس قادیان چھپی ہیں اور بڑی مقبول اور متوارد ہیں۔ مولانا قریباً ۳۲ سال سے لاہور میں مقیم ہیں۔ مذکورۃ الصدر کتب کے علاوہ محسن اعدا (سیرت)، عماد الدین، رکعات التراویح، سیرت ذوالنورین، سیدہ فاطمہ توہمات فرہنگ (غیر مطبوعہ) ان کے علاوہ آپ کی ادارت میں ایک ماہنامہ درویش بھی شائع ہوتا رہا۔ مولانا جنوری ۱۹۶۰ء/۱۳۷۹ھ کو لاہور میں فوت ہوئے۔

قرآن وحدیث کا طریقِ حصول

قرآن اور حدیث دونوں کا ماخذ وحی الٰہی ہے۔ چنانچہ علمائے اُمت نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں۔ مَتلُوّ اور غیر مَتلُوّ۔ مَتلُوّ وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ قرآن عزیز ہے اور غیر مَتلُوّ وہ ہے جس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور وہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ وحی مَتلُوّ کا طریق حصول یہ تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام لوحِ محفوظ سے اخذ کر کے لفظ بہ لفظ محفوظ کر لیتے تھے اور پھر اسی طرح لفظ بہ لفظ حامل نبوت ﷺ تک پہنچا دیتے تھے اور وحی غیر مَتلُوّ (حدیث) کا طریق حصول اکثر علما کے نزدیک یہ تھا کہ بلا وساطت وحی پیغمبر ﷺ کے قلبِ مبارک پر مضمون حدیث کا القا ہوتا تھا اور آپ ﷺ ان مضامین کو اپنے لفظوں میں اُمت کے پاس پہنچاتے تھے۔

لیکن حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ پر حدیث لے کر بھی اسی طرح نازل ہوتے تھے جس طرح قرآن لے کر آیا کرتے تھے۔ [1]

قرآن میں پابندیٔ الفاظ کا سخت اہتمام کیا گیا۔ یہاں تک کہ ایک لفظ اور ایک حرف کا بھی کہیں تغیر نہیں ہوا۔ حدیث میں گو الفاظ کی اس درجہ کی پابندی نہیں کی جا سکی اور بعض راویوں نے کہیں روایت بالمعنیٰ بھی کر دی ہے لیکن اس میں بھی اس درجہ احتیاط برتی ہے کہ جس لفظ میں بھی کوئی اشتباہ ہوا ہے وہاں جتلا دیا ہے کہ رسول امین ﷺ نے یا تو یہ لفظ فرمایا تھا یا یہ۔ غرض دونوں مترادف الفاظ روایت کر دیے ہیں۔

حدیث کے دلیل شرعی ہونے کا ثبوت

قرآن حکیم سے سنت سنیہ (یا حدیث) کے واجب الاتباع ہونے کے بیسیوں ثبوت ملتے ہیں، ایک جگہ ارشاد ہوا:

---

[1] سنن الدارمی، ۵۹۲ فی المقدمۃ باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ، ج:۱ص:۱۴۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ﴾ (سورۃ النحل:۴۴)

''اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے پاس اُن احکام کی تصریح فرما دیں جو اُن کے پاس بھیجے گئے ہیں تا کہ اُن پر غور کریں۔''

اس آیت میں پیغمبرِ خدا ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اُمت کے پاس اپنی قولی یا فعلی سنت سے آیات قرآنی کی وضاحت فرمادیا کریں۔ پس جو وضاحت آپ ﷺ نے فرمائی وہی حدیث رسول اللہ ﷺ ہے، دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ ؕ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ ۚ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ﴾ (سورۃ القیامۃ:۱۶-۱۹)

''اے رسول ﷺ! آپ اختتام وحی سے پیشتر جلدی سے یاد کر لینے کے لیے اپنی زبان کو جنبش نہ دیا کیجیے۔ (آپ کے دل میں) اس کا جمع کر دینا اور آپ کو پڑھوا دینا ہمارا ذمہ ہے جب ہمارا فرشتہ پڑھا کرے تو آپ اس کی متابعت کیجیے۔ اسی طرح ایضاح اور تفسیر معانی بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

اس آیت میں توضیح وتبیین کا جو ذکر ہے، وہ وہی ہے جس کا القا آپ ﷺ کے قلب مبارک پر ہوتا تھا اور اس کو حدیث نبوی ﷺ کہتے ہیں۔

اُمت کے لیے عملی نمونہ

اگر تنہا کلامِ مجید اُمت کی راہنمائی اور لوگوں کی تمام دینی ضروریات کے لیے اکتفا کر سکتا اور منکرین حدیث کے زعم کے بموجب مہبط وحی ﷺ کا محض اتنا فرض ہوتا کہ آپ کتاب اللہ کو لوگوں کے ہاتھوں میں دے کر الگ ہو جاتے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اُمت کے سامنے حق وصدق کا کوئی عملی نمونہ نہ ہوتا تو لوگ ہمیشہ گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے اس لیے خدائے رحیم وودود نے اُمت مرحومہ کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہادیٔ انام ﷺ کی ذات گرامی کو عملی نمونہ کی حیثیت سے دنیا میں بھیجا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ﴾ (سورۃ الاحزاب:۲۱)

''اے مسلمانو! تمہارے لیے (یعنی) اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں، پیروی کرنے کو رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے مومن کے لیے رسول پاک ﷺ کے اقوال وافعال پیروی کرنے کے لیے بہترین نمونہ ہیں اور آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کے مجموعہ ہی کا نام حدیث نبوی ﷺ ہے اور ایک جگہ تو خداوند جل سلطانہ نے اپنی محبت کو رسول اکرم ﷺ کی پیروی پر موقوف ومنحصر ٹھہرایا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ﴾ (سورۃ آل عمران:۳۱)

''اے رسول ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تم کو چاہے گا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (سورۃ النساء:۶۵)

''اے پیغمبر ﷺ! مجھے اپنی ربوبیت کی قسم! کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی نزاعات کو آپ ہی سے فیصل نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس سے کسی طرح تنگ دل بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اس کو) قبول کرلیں، اس وقت تک وہ ایمان سے بہرہ مند نہیں۔''

اس آیت میں ربِ جلیل نے اپنے نفسِ کریمہ کی قسم کھائی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک رسول اکرم ﷺ کو اپنے جمیع اُمور میں حَکَم نہ بنائے پس آپ ﷺ نے جو کچھ فیصلہ کیا اور جو حکم دیا ہو، اس کی اطاعت و انقیاد ظاہراً و باطناً واجب ہے اور آپ ﷺ کے فیصلے اور احکام وہی ہیں جو احادیث نبویہ ﷺ کی شکل میں مدوّن ہوئے اور پھر ایمان و اسلام کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے احکام و فرامین یعنی احادیث الرسول ﷺ پر ناگواری بھی محسوس نہ کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے ارشاداتِ گرامی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا اور اُسے آپ ﷺ کے فیصلے ناگوار ہیں، اس کو ایمان و اسلام سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اسی معنیٰ میں آپ نے ارشاد فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون هواه تبعاً لما جئت به[1]

ایک جگہ ربِ قدیر نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (سورۃ النساء:۸۰)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اس آیت میں عمل بالحدیث کی طرف اشارہ ہے کیونکہ طاعتِ رسول ﷺ اُس وقت تک متحقق نہیں ہوتی جب تک آپ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل نہ کیا جائے اور بجز اتباعِ سنت اور اعتصام بالاحادیث کے اس کی کوئی صورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن عمل بالسنۃ اور اتباعِ حدیث کا داعی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے شغف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے جو عشق تھا، اُس کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے کہ شامی فوج نے محض لاعلمی کی بنا پر ایک حدیث سے اعتنا نہ کیا اور اُس پر عمل نہ ہوا تو حضرت عبادہ بن صامت انصاریؓ نے شام کی سکونت ہی ترک کردینی چاہی۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں امیر معاویہؓ شام کے عامل تھے۔ حضرت خلافت مآبؓ نے

---

[1] مشکاۃ ۱۶۷، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، بحوالہ شرح السنۃ للبغوی رقم:۱۰۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر معاویہؓ کے نام حکم بھیجا کہ وہ قیصر روم کے خلاف فی سبیل اللہ رزم خواہ ہوں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی اس غزا میں شریک ہوئے۔ انہی ایام میں انھوں نے دیکھا کہ بعض لشکری سونے کے ٹکڑے دیناروں کے عوض میں اور چاندی کے ٹکڑے درہموں کے بدلہ میں فروخت کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؓ کہنے لگے۔ لوگو! تم تو سود کھاتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ سونے کو سونے کے عوض میں فروخت کرنا ہو تو برابر مقدار میں بیچا کرو۔ اس بیع میں نہ کمی بیشی ہو اور نہ مہلت، بلکہ دست بدست سودا ہو۔ یہ سن کر امیر معاویہؓ نے کہا ''اے ابوالولید! میری رائے میں ایسا لین دین ربا میں داخل نہیں اور میرے خیال میں یہ تفاضل شرعاً جائز ہے۔'' یہ سن کر حضرت عبادہؓ ناخوش ہوئے اور فرمانے لگے ''میں تم سے پیغمبر ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے پیش کرتے ہو۔ اگر میں یہاں سے صحیح وسلامت واپس گیا تو کبھی ایسے ملک میں نہ رہوں گا جہاں تمہاری حکومت ہوگی۔'' جب جہاد سے فراغت پا کر مراجعت کی تو حضرت عبادہؓ بجائے دمشق کے مدینہ طیبہ چلے آئے اور امیر المومنینؓ سے ملاقات کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابوالولید! آپ یہاں کیوں چلے آئے؟ انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا، اے ابوالولید! تم اپنے ملک میں جاؤ۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خدائے غیور اس ملک کو ویران کر دے گا جس میں تم اور تمہارے جیسے (دوسرے باخدا) لوگ نہ ہوں گے اور امیر معاویہؓ کو لکھا کہ تمھیں ان پر کچھ حکومت نہیں ہے اور تمھیں چاہیے کہ لوگوں کو ان کے قول پر چلنے کی ترغیب دو۔ کیونکہ صحیح حکم شریعت وہی ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ❶

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا حدیث کو حکم قرآن سے تعبیر کرنا

چونکہ قرآن و حدیث کا سرچشمہ ایک ہی جگہ سے پھوٹتا ہے اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حدیث کے مضمون کو داخل قرآن بتایا۔ ایک دفعہ انھوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اُن عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم کو گودتی اور گدواتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرتی ہیں اور بزعم خود خوبصورتی کی خاطر خالق کردگار کی پیدا کردہ حالت میں تبدیلی کرنا چاہتی ہیں۔ جب ابن مسعودؓ کا یہ قول قبیلہ بنی اسد کی ایک خاتون اُم یعقوب کے گوش زد ہوا تو وہ بڑی حیرت کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئیں۔ آپ قرآن پڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کہنے لگیں۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ عورتوں پر لعنت کرتے ہیں؟ کہنے لگے، میں ایسی عورتوں پر کیوں لعنت نہ کروں جن پر اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ لعنت قرآن میں بھی مذکور ہے۔ اُم یعقوب کہنے لگیں، میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے اس میں یہ لعنت کہیں مذکور نہیں۔ انھوں نے فرمایا، اگر آپ قرآن کو توجہ سے پڑھتیں تو اس میں یہ آیت موجود تھی ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمہارے سامنے پیش کریں اسے قبول کرو اور جس سے منع کریں، اس سے باز رہو۔) ❷

---

❶ ابن ماجہ المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتغلیظ علی من عارضہ، رقم: ۱۷

❷ بخاری ۴۸۸۶، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ وما اتاکم الرسول فخذوہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدوین احادیث کا اہتمام

اسلام کے قرنِ اوّل میں حضرت ختم المرسلین ﷺ کے اقوال وتلقینات اور حیاتِ طیبہ کے کارنامے اس وسعت وتفصیل کے ساتھ جمع کیے گئے کہ دنیا کی کوئی قوم اپنے بانیٔ مذہب کے سوانح حیات سے متعلق اس قسم کی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتی اور پھر اس جامعیت وہمہ گیری کے ساتھ ساتھ واقعات نگاری کی صحت کا یہ عالم ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب اپنی آسمانی کتاب کے لیے بھی اتنا اہتمام نہ کرسکا اور پھر لطف یہ کہ حضرت سیّد العرب والعجم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپ ﷺ کے لاکھ سوا لاکھ صحابہؓ میں سے قریباً تیرہ ہزار اصحابؓ کے حالات وسوانح اسماء الرجال کی کتابوں میں بالاستقلال منضبط ہوئے بلکہ صحابہ کے دیکھنے والوں اور پھر ان کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں کے واقعات بھی قریبا ایک لاکھ کی تعداد میں ضبط تحریر میں آئے۔

ایک حدیث کے لیے مدینہ سے شام کا سفر

محدثین کرام نے اپنی عزیز عمریں صرف اس ایک کام میں صرف کردیں کہ حدیث وروایت کے حاصل کرنے کے لیے ایک ایک شہر اور گاؤں میں جائیں۔ رواۃ سے ملیں اور ان سے پیغمبر ﷺ کے اقوال واعمال اور ہر قسم کے دوسرے متعلقہ معلومات حاصل کریں۔ ان حضرات نے احادیث کے جمع کرنے میں جو محنتیں اُٹھائیں، ان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اگر اُن کو پتہ چلتا تھا کہ صدہا میل کے بُعد مسافت پر ایک شخص کسی حدیث کی روایت کرتا ہے تو ان کی اولوالعزمی اور شیفتگیٔ رسول اللہ ﷺ اس مشقت کو بھی اپنے دوشِ ہمت پر اُٹھا لیتی اور وہ صعوبتِ سفر اُٹھا کر اس ایک حدیث کو حاصل کرتے۔

کثیر بن قیس کا بیان ہے کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابودرداءؓ (رسول اللہ ﷺ کے ایک مشہور صحابی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور ابودرداءؓ سے کہنے لگا کہ میں مدینۃ الرسول ﷺ سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم ایک حدیث پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہو، میں صرف اس حدیث کے لیے آیا ہوں۔ اس کے سوا مجھے یہاں کوئی کام نہ تھا۔ حضرت ابودرداءؓ نے کہا، میں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ''جو کوئی تحصیل علم کی راہ پر چلے، حق تعالیٰ اس کو جنت کی راہوں پر چلائے گا۔ بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کے فرشتے یہاں تک کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی عالم کی سلامتی کے لیے دست بدعا ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو دوسرے کواکب پر حاصل ہے۔ علما، انبیا کے وارث ہیں۔ انبیاء ورثہ میں درہم اور دینار نہیں چھوڑ گئے بلکہ ان نفوس قدسیہ نے اپنا ترکہ علم دین کی شکل میں چھوڑا ہے۔ پس جس کسی نے علم (دین) حاصل کیا، اسے حظ وافر نصیب ہوا۔'' [1]

اور سنیے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اطلاع ملی کہ عقبہ بن عامر جہنیؓ کسی حدیث کی روایت کرتے ہیں، عقبہ ان ایام میں امیر معاویہؓ کی طرف سے مصر کے عامل تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ اس ایک حدیث کے حصول کے لیے عالم پیری میں راہی مصر ہوئے۔

---

[1] ابوداؤد ۳۶۴۱، کتاب العلم، باب فی فضل العلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں پہنچ کر پہلے مسلمہ بن مخلد انصاری خزرجی کے مکان پر گئے۔ حضرت مسلمہؓ کو اطلاع ہوئی تو بعجلت تمام گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کیا۔ پھر پوچھا کہ کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ مجھے عقبہؓ کا مکان بتاؤ۔ غرض مسلمہؓ سے بعجلت رخصت ہوکر عقبہؓ کے مکان پر پہنچے اور اُن سے حدیث دریافت کی اور فرمایا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں۔ حدیث سن کر اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی۔ [1]

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ صرف ایک حدیث کی خاطر مہینہ بھر کا طویل سفر برداشت کر کے عبداللہ بن انیس اسلمیؓ نام کے ایک صحابی کے پاس پہنچے تھے۔ [2] یہ حدیث قصاص کے متعلق تھی۔ [3] حضرت سعید بن مسیب تابعیؒ ایک ایک حدیث کے لیے کئی کئی دنوں اور کئی کئی راتوں کا سفر کرتے رہے ہیں۔ [4] مکحول تابعیؒ نے طلب حدیث میں بڑی بڑی صعوبتیں اُٹھائیں۔ انھوں نے حدیثیں جمع کرنے کے لیے طویل سفر کیے۔ شروع میں کسی کے غلام تھے اور غلامی ہی کے زمانہ سے تحصیل علم شروع کر دیا تھا۔ حصولِ آزادی کے بعد طلب حدیث کے لیے ساری اسلامی دنیا میں پھرے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آزاد ہونے کے بعد مصر کا سارا علمی ذخیرہ سمیٹ لیا۔ [5]

مکحولؒ مصر سے مدینہ اور مدینہ منورہ سے عراق پہنچے۔ ان دونوں علمی سرچشموں سے سیراب ہونے کے بعد شام کا سفر کیا اور تمام شامی علما و محدثین کے فیض صحبت میں اپنے دامن کمال کو بھرا۔ غرض انھوں نے حدیث کی تلاش میں دنیائے اسلام کا چپہ چپہ چھان مارا۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے حدیث کی جستجو میں تمام روئے زمین کا چکر لگایا۔ [6] اسی طرح مسروق تابعیؒ تحصیل حدیث کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے رہے۔ [7]

ایک حدیث کی تحقیق کے لیے مختلف شہروں میں آمد و رفت

اور پھر یہ نہیں کہ کسی نے جو کچھ کہیں سے سنا رطب و یابس بلا تامل قبول کرلیا بلکہ اگر کسی غیر صحابی سے کوئی روایت سنتے تھے تو راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کی پوری تحقیق کر کے اس کی اصلیت معلوم کرتے تھے۔ ایک جامع حدیث بزرگ مؤمل بن اسماعیلؒ (المتوفی ۲۰۶ھ) کو ایک حدیث کی تحقیق کے لیے کئی مہینے تک مختلف شہروں کے چکر کاٹنے پڑے تھے چنانچہ عراقی نے شرح مقدمہ ابن الصلاح میں لکھا ہے کہ ہم سے مؤمل بن اسماعیلؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک بزرگ نے وہ حدیث روایت کی جس میں الگ الگ سورتوں کے فضائل مذکور ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ روایت کہاں سے پہنچی ہے؟ انھوں نے کہا، مجھ سے پہلے مدائن کے فلاں بزرگ نے جو اس وقت زندہ و سلامت موجود ہیں، بیان کی تھی۔ یہ سن کر میں نے مدائن جانے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر

---

[1] مسند احمد، ۱۵۳/۴

[2] بخاری، کتاب العلم باب ۱۹، الخروج فی طلب العلم تعلیقا

[3] تجرید اسماء الصحابہ للذہبی، ص: ۳۲۰، رقم: ۳۰۶۱

[4] طبقات ابن سعد، ۸۹/۵ طبع قدیم

[5] تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، صفحہ ۱۰۸ نمبر ۹۶

[6] تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، صفحہ ۱۰۸ نمبر ۹۶

[7] تجرید اسماء صحابہ، ص ۲۹ رقم ۲۷۵۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس اس حدیث کی کس نے روایت کی تھی؟ انھوں نے کہا، واسط کے فلاں بزرگ نے جو ہنوز قید حیات میں ہیں۔ میں واسط پہنچا اور حدیث سنا کر پوچھا کہ آپ نے اسے کہاں سے حاصل کیا تھا؟ انھوں نے کہا، یہ حدیث مجھ سے بصرہ کے فلاح شیخ نے بیان کی تھی، میں بصرہ گیا اور شیخ مذکور سے مل کر حدیث کی نسبت استفسار کیا۔

مؤمل کا بیان ہے کہ بصری شیخ نے فرمایا کہ عبادان کے فلاں بزرگ نے مجھ سے اس کی روایت کی تھی۔ میں نے وہاں سے عبادان کا راستہ لیا اور مشار الیہ بزرگ سے ملاقات کر کے حدیث کی نسبت استفسار کیا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک طرف لے چلے۔ آخر ایک مکان میں داخل ہوئے جہاں متصوفہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ ان کے پیرو مرشد بھی تشریف فرما تھے۔ ساتھ لے جانے والے نے اس پیرو مرشد کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس بزرگ ہستی نے یہ حدیث مجھ سے بیان کیا تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ سے کس نے اس حدیث کی روایت کی ہے؟ انھوں نے کہا، مجھ سے کسی نے اس کی روایت نہیں کی لیکن جب ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن کی طرف سے اعراض اور غفلت کر رہے ہیں تو اس خیال سے یہ حدیث خود وضع کر لی کہ لوگوں کے دل قرآن خوانی کی طرف مائل ہوں۔ ❶

آنحضرت ﷺ کا بذاتِ خود حدیثیں قلم بند کرانا

احادیث نبویہ ﷺ کی تصریحات قرآن کے مطلب و مقصد کا روشن آئینہ ہیں۔ جب تک صحیفہ قدس کے اجمال کو حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں نہ واضح کیا جائے۔ کتاب اللہ کا اصل منشا و مفہوم آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل زندقہ و ضلال تصریحاتِ نبویہ ﷺ کے قبول کرنے میں لیت و لعل کرتے ہیں اور جب کسی آیت قرآنی میں الحاد و تحریف کرنا چاہتے ہیں تو یہ ناپاک حیلہ تراش کر احادیث رسول ﷺ کو ناقابل قبول ٹھہراتے ہیں کہ حدیثیں تو عہدِ رسالت کے ڈیڑھ دو سو سال بعد لکھی گئی تھیں۔ ہر چند کہ ان کی یہ کذب آفرینی ہمارے لیے کسی طرح مضر نہیں کیونکہ محدثین کرام نے دو تین صدیوں کے بعد بھی جو کچھ قلم بند فرمایا وہ انھیں ثقہ راویوں ہی کی وساطت سے پہنچا تھا تاہم یہ جتلا دینا ضروری ہے کہ ان کا یہ بیان سراپا دروغ اور حقیقت سے قطعاً عاری ہے۔ تدوین حدیث کا کام عہدِ رسالت ہی میں نہ صرف پوری سرگرمی سے جاری تھا بلکہ شارع علیہ السلام بذات خود وقتاً فوقتاً احکام و مسائل قلم بند کرادیا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ضحاک بن سفیان بن عوف عامری کلابی کو ان کی قوم کے لوگوں پر جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، والی بنایا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے نام حکم بھیجا کہ اشیم ضبابی کی بیوی اپنے شوہر کی دیت کی وارث ہوگی۔ ❷ آپ ﷺ نے ایسی ہی ایک تحریر قبیلہ زبیر کو روانہ فرمائی اور وائل بن حجر صحابی جب اپنے وطن جانے لگے تو ان کو آپ ﷺ نے ایک نامہ لکھوا دیا جس میں نماز، روزہ، ربا، خمر وغیرہ سے متعلق احکام تھے۔ ❸ آپ ﷺ نے جو نامہ جات سلاطین عالم کو بھیجے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے آپ ﷺ سے

---

❶ التقیید والایضاح صفحہ ۱۱۲-۱۱۳ طبعہ اولیٰ ۱۳۵۰ھ ❷ تجرید اسماء الصحابہ۔ ص ۲۹۰ رقم ۲۷۵۷ ❸ طبرانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت لے کر ان کو قلم بند کر لیا۔ ❶ آپ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو بھی ایک صحیفہ (رسالہ) لکھوا دیا تھا جس میں ذمیوں کے احکام، مسائل جراحات، ذبح لغیر اللہ کی حرمت، بدعتی کو ٹھکانا دینے پر ملامت، عقوق والدین پر عتاب وغیرہ مختلف مسائل کی حدیثیں تھیں۔ ❷ چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا: ما کتبنا عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الا القرآن وما فی هذه الصحیفة. ❸

حضرت فخر دو عالم ﷺ نے اپنے آخری ایام سعادت میں حدیث کی ایک کتاب جو تلاوتِ قرآن کے فضائل، نماز، زکوٰۃ، طلاق، قصاص، دیت اور صدقات کے مسائل اور فرائض سنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل پر مشتمل تھی، سپردِ قلم کرا کر حضرت عمرو بن حزم بن زید خزرجیؓ کی وساطت سے جنھیں آپ ﷺ نے یمن کا حاکم مقرر فرمایا تھا، اہل یمن کے پاس بھیجی تھی۔ ❹ یہ کتاب بڑی ضخیم تھی جس میں ہر قسم کی حدیثیں کثیر تعداد میں مندرج تھیں۔ علامہ ابن قیمؒ اس مجموعہ کی نسبت رقم فرما ہیں کہ یہ ایک ضخیم کتاب تھی جس میں نماز، زکوٰۃ، طلاق وغیرہ کے مسائل فقہیہ اور مسِ مصحف وغیرہ قسم کی حدیثیں مندرج تھیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس کی نسبت فرمایا تھا کہ یہ کتاب یقیناً اور بلا ریب خود نبی ﷺ کی لکھوائی ہوئی تھی۔ ❺

خلاصۂ موجودات حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ نے اپنے وصال سے کچھ مدت پیشتر اپنے عمال کے پاس بھیجنے کے لیے وہ تمام حدیثیں قلم بند کرا دی تھیں جن میں زکوٰۃ وصدقات کے مسائل تھے۔ اس کا نام کتاب الصدقہ تھا۔ یہ کتاب غالباً حدیث کی دوسری تصنیف تھی جو فرمانِ نبوی ﷺ کے تحت معرضِ تسوید میں آئی۔ چونکہ اس کے لکھے جانے کے بعد آپ ﷺ بہت جلد رفیق اعلیٰ سے جا ملے اس لیے آپ ﷺ کے حین حیات عاملوں کے پاس نہ بھیجی جا سکی۔ یہ کام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مبارک ہاتھوں سے انجام پذیر ہوا۔ حضرت صدیقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ان حدیثوں کو معمول بہا بنایا اور ان کی رحلت کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی ان احادیث کو اپنا ضابطہ عمل بنائے رکھا۔

جناب فاروقِ اعظمؓ کے حادثہ شہادت کے بعد یہ کتاب آلِ فاروق کے پاس محفوظ رہی۔ جلیل القدر تابعی ابن شہاب زہریؒ نے جب سنا کہ خود رسول امین ﷺ کی لکھوائی ہوئی کتاب الصدقہ حضرت عمرؓ کے خاندان کے پاس موجود ہے تو حضرت عمرؓ کے پوتے سالم بن عبداللہؒ کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ کتاب الصدقہ بغرض استفادہ عطا فرمائی جائے۔ جناب سالمؒ نے یہ بیش بہا کتاب امام زہریؒ کو پڑھنے کے لیے دے دی اور انھوں نے اس کو حفظ کر لیا۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اس کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادوں سے حاصل کر کے اس کی نقل کرائی تھی۔ ❻

حدیثیں قلم بند کرنے کا فرمانِ نبوی ﷺ

سیّد العرب والعجم ﷺ اپنے اصحاب کرام کو حدیثیں لکھنے اور یاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے جن

❶ دارمی ۴۸۸ ❷ صحیح مسلم ۴۶/۷ ۱۳۷۰ کتاب الحج باب فضل المدینة ودعاء النبی فیها بالبرکة
❸ بخاری ۳۱۷۹، کتاب الجزیة والموادعة، باب اثم من عاهد ثم غدر ❹ مستدرک حاکم، جلد ا، صفحہ ۳۹۵-۳۹۶ ❺ زاد المعاد۔ ج ا ص ۱۱۹۔۱۱۸ طبع جدید
❻ رواہ ابوداؤد، ۱۵۷۰، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکاة السائمة والحاکم فی المستدرک، جلد ا صفحہ ۳۹۲-۳۹۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات کو کتابتِ حدیث کے لیے ارشاد فرمایا، اُن میں حضرت رافع بن خدیج اوسی ؓ بھی شامل تھے۔ایک مرتبہ رافع ؓ نے التماس کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ حدیثیں جو ہم آپ ﷺ سے سنا کرتے ہیں، لکھ لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں لکھ لیا کرو۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کا معمول تھا کہ حضور سرور انبیا ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتے تھے، اس کو ضبطِ تحریر میں لے آتے۔بعض اکابرِ قریش نے انھیں اس بنا پر کتابت حدیث سے منع کیا کہ سرورِ عالم ﷺ کبھی غم وغیظ کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کا عالم ہوتا ہے، اس لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ آپ ﷺ سے سن کر ہر بات لکھتے جاؤ۔اس دن سے حضرت عبداللہ ؓ نے حدیث کی کتابت ترک کردی۔ایک دن موقع پا کر عرض پیرا ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! میں حضور کے ارشادات گرامی کو حوالۂ قرطاس کردیتا تھا لیکن بعض حضرات نے اس سے منع کیا، اس لیے چھوڑ بیٹھا۔آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، تم بدستور لکھ لیا کرو، اس سے جو کچھ نکلتا ہے، حق ہی نکلتا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا تو وہ عرض پیرا ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان کفار کی سرزمین حائل ہے اس لیے حرمت والے چار مہینوں کے سوا ہم کسی موقع پر حاضرِ خدمت نہیں ہوسکتے۔آپ ﷺ نے نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا، تم لوگ خود تو ان احکام کو اچھی طرح یاد کرلو، پھر جو لوگ تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں، ان کو یہ باتیں بے کم وکاست پہنچا دو۔ [3]

صحابہ کرام ؓ کی تدوین حدیث

سرورِ عالم ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک ؓ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی جسے حضرت ابوبکر ؓ نے مرتب فرمایا تھا۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوا تھا:

هذه فريضة الصدقة التى فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين [4]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ خود پیشوائے اُمت ﷺ کے پاس بیٹھ کر بھی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ [5]

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نے اپنے مجموعۂ احادیث کو ''صحیفہ صادقہ'' کے نام سے موسوم فرمایا تھا اور کہا کرتے تھے کہ چونکہ میں نے یہ کتاب خود حضرت خیر الانام ﷺ سے سن کر لکھی ہے۔میری آرزو ہے کہ ابھی کچھ مدت اور زندہ رہوں تاکہ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھاسکوں۔عبداللہ بن عمرو ؓ یہ کتاب بخوشی لوگوں کو دکھا دیا کرتے تھے۔چنانچہ ترمذی میں مروی ہے کہ جناب عبداللہ ؓ نے ابوراشد کو دکھلاتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب مجھے شارع علیہ السلام نے بذات خود لکھوائی تھی۔یہ صحیفۂ مبارک حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کے پوتے عمرو بن شعیب ؒ کو ورثہ میں پہنچا تھا۔عمرو بن شعیب ؒ اس کتاب کی حدیثیں لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ [6]

---

[1] کنز العمال جلد ۱۰ ص ۳۰۷ ح ۲۹۵۳۷
[2] ابوداؤد، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم۔رقم الحدیث ۳۶۴۶
[3] بخاری، کتاب العلم، رقم الحدیث ۸۷، باب تحریض النبی وفد عبدالقیس علی ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا بہ من وراءھم
[4] صحیح بخاری ۱۴۵۴، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم
[5] دارمی، جلد ا ص ۱۲۵، باب من رخص فی کتابۃ العلم
[6] ترمذی، ۴۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی ترتیب دی ہوئی کتاب صحیفۂ صادقہ میں ہزار حدیثیں تھیں۔ ❶

حضرت علی مرتضیٰؓ نے بھی حدیث کی ایک کتاب ''قضایا'' زیب رقم فرمائی تھی جس میں احکام قضا سے متعلق تمام حدیثیں جمع کردی تھیں۔ ❷ حضرت ابو ہریرہؓ پہلے تو ہمیشہ تدوین حدیث سے پہلو تہی کرتے رہے لیکن انجام کار انھوں نے بھی حدیثوں کی کتابت شروع کردی۔ چنانچہ حدیث کی متعدد کتابیں مدوّن فرمائیں۔ بشر بن نہیک کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ان کی ترتیب دی ہوئی کتب حدیث لے کر نقل کیا کرتا تھا۔ ❸ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے بھی ۴۰ھ میں ایک ضخیم کتاب احکام مواریث پر لکھی تھی۔ یہ کتاب ترتیب و تالیف کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی تدوین تھی۔ ❹ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی پانچ سو حدیثوں کی ایک کتاب مرتب کر رکھی تھی۔ ❺ حافظ عماد الدین نے مسند صدیق میں ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری سے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے بھی اس مجموعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کر رکھا تھا اور ان کے فرزند عبدالرحمٰنؒ لوگوں کو یہ مجموعہ دکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ معین کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰنؒ نے مجھے حدیث کی ایک کتاب دکھائی اور کہا کہ یہ مجموعہ میرے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ❻ امیر المومنین حضرت علیؓ نے اپنے کاتبوں کو حکم دے رکھا تھا کہ حدیث لکھو تو اسناد کے ساتھ لکھو۔ ❼ سمرہ بن جندبؓ صحابی کے پاس حدیث کی کئی کتابیں تھیں جن میں وہ تمام حدیثیں درج تھیں جو حضرت سمرہ صحابیؓ سرور عالم ﷺ سے سنتے رہے تھے۔ امام حسن بصریؒ نے یہ حدیثیں سمرہؓ سے روایت کیں۔ ❽ حضرت جابر انصاریؓ کے پاس بھی احادیث کا ایک مجموعہ تھا۔ مجاہدؒ اور قتادہؒ تابعین اسی کو دیکھ دیکھ کر حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔ ❾

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رئیس خزرج کے پاس بھی حدیثوں کا ایک رسالہ تھا جس کی بعض حدیثیں ان کے صاحبزادہ قیس بن سعدؒ نے روایت کردی تھیں۔ ❿ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کے پاس بھی حدیث کا ایک رسالہ تھا۔ (۱۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حدیث کے متعدد رسالے تھے۔ (۱۲) ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے سفر آخرت کے وقت حدیث کی جو کتابیں چھوڑیں، وہ اونٹ کا پورا بوجھ تھیں۔ یہ سب کتابیں ان کے صاحبزادہ علی بن عباس کو ترکہ میں ملیں۔ (۱۳) حضرت ابو ہریرہؓ نے حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کو حدیث کی ایک کتاب دکھائی جو اُن کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ (۱۴) حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث سنی تھی لیکن وہ اسے بھول گئے تھے۔ میں نے کہا، میں نے تو یہ حدیث آپ ہی

---

❶ اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن عمرو، ۳/۲۳۳-۲۳۴ ❷ بخاری، رقم ۶۹۰۳، کتاب الدیۃ باب العاقلہ و مقدمہ صحیح مسلم
❸ ترمذی ص ۵۶ ❹ سنن بیہقی، جلد ۶ صفحہ ۲۴۸ ❺ تذکرۃ الحفاظ ذہبی، جلد اول صفحہ ۵
❻ جامع بیان العلم، جلد اول صفحہ ۷۲ ❼ مستدرک حاکم ❽ تہذیب التہذیب ۲/۲۴۴ نمبر ۴۸۸، ترجمہ حسنؒ
❾ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۳۴۴، تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، ص ۱۲۳ ❿ ترمذی الاحکام، باب الیمین مع الشاہد
(۱۱) بخاری کتاب الجہاد باب الصبر علی القتال (۱۲) ترمذی کتاب العلل (۱۳) طبقات ابن سعد، جلد ۵، ص ۲۱۶
(۱۴) فتح الباری، جلد اول، ص ۳۰۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سنی تھی۔ فرمایا، اگر مجھ سے سنی ہے تو میرے پاس قلم بند ہوگی۔ چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اپنی کتب حدیث میں سے ایک کتاب نکالی جس میں وہ حدیث نکل آئی۔ ❶

تابعین کی فراہمی حدیث

یہ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تدوین حدیث کا اجمالی تذکرہ تھا۔ تابعین نے اس کارِ خطیر کو اور زیادہ توجہ وانہماک اور انتہائی محنت وجانفشانی کے ساتھ انجام دیا۔ ان حضرات میں شاید ہی کوئی ایسی ہستی ہو جس کے پاس احادیث نبویہ کی کتابیں نہ ہوں لیکن یہ حضرات حدیثوں کو بلا تالیف و بلا ترتیب جمع کر لیتے تھے جیسا کہ ہمام بن منبہ یمانی نے ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک سو چالیس حدیثیں ایک صحیفہ میں جمع کر رکھی تھیں۔ یہ تمام ارشادات نبویہ ﷺ مسند امام احمدؒ جلد ۲، ص ۳۱۲-۳۱۹ میں ایک جگہ اور صحیحین وغیرہما میں متفرق طور پر مندرج ہیں۔ نافع بن طاؤس تابعیؒ جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام اور بڑے نامور عالم تھے اپنے آقا کے سامنے بیٹھ کر حدیثیں سنتے اور لکھتے جاتے تھے۔ انھوں نے ابن عمرؓ کی حدیثوں کا بڑا حصہ محفوظ کر لیا تھا۔ ❷ امام ابن شہاب زہریؒ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ان سے درخواست کی کہ وہ ولی عہد خلافت کے لیے احادیث رسول اللہ ﷺ قلم بند کر دیں، انھوں نے چار سو حدیثیں لکھوا دیں۔ ایک مہینہ کے بعد ہشام اُن سے امتحاناً کہنے لگا کہ وہ مجموعہ تو گم ہو گیا ہے۔ انھوں نے دوبارہ لکھوا دیا۔ بعد میں دونوں مجموعوں میں مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔ ان کے مرویات کی تعداد دو ہزار سے اوپر ہے۔ ❸

مرویات سلیمان بن مہران معروف بہ اعمش محدثؒ کی مرویات کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ امام ابن شہاب زہریؒ اہل عراق کے علم کے قائل نہ تھے۔ ایک مرتبہ اسحاق بن راشد نے ذکر کیا کہ کوفہ میں ایک غلام ہے جس کو چار ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ زہری نے تعجب سے پوچھا، چار ہزار۔ اسحاق بولے، ہاں ۴ ہزار۔ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کی منضبط حدیثیں لا کر آپ کو دکھاؤں۔ چنانچہ انھوں نے اعمشؒ کے مرویات کا ایک مجموعہ جو انھوں نے قلم بند کر رکھا تھا، لا کر ان کے سامنے پیش کیا۔ زہریؒ اس کو پڑھتے جاتے تھے اور حیرت سے ان کے چہرے کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔ کتاب پڑھ چکنے کے بعد بولے، خدا کی قسم! علم اسے کہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کسی دوسرے کے پاس حدیث کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ ہوگا۔ ❹

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعیؒ نے اپنے عہدِ خلافت میں جمع وکتابت حدیث پر خاص توجہ کی اور حدیثیں قلم بند کرنے کے لیے اطراف واکنافِ ملک میں احکام صادر فرمائے۔ قاضی ابوبکر بن حزم عامل مدینہ کو لکھ بھیجا کہ احادیث نبویہ ﷺ کی تلاش وجستجو کرا کے ان کو حوالہ قرطاس کر لو کیونکہ حفاظِ حدیث دنیا سے اُٹھتے جا رہے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ احادیث کا بڑا حصہ علما کے ساتھ دفن ہو جائے گا، لیکن قلم بند کرنے کے لیے صرف سرورِ انام ﷺ کی حدیثیں انتخاب کی جائیں۔ ❺ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ

---

❶ حاکم فی المستدرک ❷ مسند دارمی وابن خلکان ❸ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، صفحہ ۱۱۰

❹ طبقات ابن سعد، جلد ۶، صفحہ ۲۳۹ ❺ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جن علما کو تدوین حدیث کی خدمت پر مامور فرمایا ان میں ایک سعد بن ابراہیم بھی تھے۔ان کا بیان ہے کہ ہم نے امیر المومنین کا حکم پانے کے بعد دفتر کے دفتر حدیثیں قلم بند کیں اور خلیفہ نے ان کا ایک ایک مجموعہ اپنے ممالک محروسہ کے بڑے بڑے شہروں میں بھجوادیا۔ ❶

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن حزم تابعی کو بھی لکھ بھیجا تھا کہ احادیث نبویہ ﷺ جہاں کہیں ملیں، سپرد قرطاس کردی جائیں۔ ❷ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی فرمائش پر امام ابن شہاب زہریؒ نے بھی احادیث نبویہ ﷺ کا ایک مجموعہ مدوّن کیا۔ان ایام میں تدوین و تالیف حدیث کی بڑی کثرت ہوئی۔ ❸ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ کے پوتے حسن بن محمد بن حنفیہ (المتوفی ۹۵ھ) نے ایک کتاب ترتیب دی تھی جس میں عقائد کی حدیثیں تھیں۔ ❹ ابو بردہ تابعیؒ نے اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے پوچھ پوچھ کر حدیثوں کی بہت بڑی تعداد قلم بند کی تھی۔ ❺ بشیر بن نہیک تابعیؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے جو بھی حدیث سنتے تھے، قلم بند کر لیتے تھے۔سعید بن جبیر تابعیؒ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حدیثیں سن سن کر لکھتے رہتے تھے۔بہت سے تابعین حضرت براء بن عازبؓ کے پاس رات کو بیٹھ کر بانس کی قلموں سے احادیث نبویہ ﷺ زیب رقم کرتے تھے۔ ❻ امام حسن بصریؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) نے بھی کتاب الاخلاص کے نام سے حدیث کی ایک کتاب مدوّن کی تھی۔ ❼

عبداللہ بن محمد تابعیؒ، حضرت جابر انصاریؓ سے سن سن کر حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ان کا بیان ہے کہ ہم حضرت جابرؓ کے پاس آتے اور اُن سے سنن نبوی ﷺ پوچھ پوچھ کر لکھا کرتے تھے۔ ❽ سلیمان بن قیس یشکری تابعیؒ نے بھی حضرت جابرؓ کی حدیثوں کا مجموعہ مرتب کیا تھا جس سے امام شعبی تابعیؒ وغیرہ نے حدیثیں نقل کیں۔ ❾ وہب بن منبہ یمنی تابعیؒ نے حضرت جابرؓ کی تمام حدیثیں جمع کرکے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ ❿ سلیمان بن سمرہ تابعیؒ نے اپنے والد محترم حضرت سمرہ بن جندب صحابیؓ سے حدیثوں کا ایک لکھا ہوا مجموعہ روایت کیا۔ (۱۱) مکحول شامی (المتوفی ۱۱۲ھ) نے دو کتابیں لکھی تھیں۔ایک حدیث کی اور دوسری فقہ کی۔حدیث کی کتاب کا نام السنن اور فقہ کی کتاب کا نام کتاب المسائل تھا۔ (۱۲)

احادیث کے مجموعے شاہی خزانہ میں

خلافت راشدہ، خلافت بنواُمیہ اور خلافت بنوعباس کے پہلے پانچ خلفاء کے زمانوں میں علم حدیث میں بکثرت کتابیں لکھی گئیں۔بعض خلفاء نے اُن کتب حدیث کو جن پر وہ دسترس پاتے رہے، سرکاری بیت المال میں محفوظ کر رکھا تھا۔امام ابن شہاب زہریؒ کا مجموعہ احادیث خلیفہ ہشام بن عبدالملک اُموی کے خزانہ میں تھا۔ہشام کے بعد اس کے برادرزادہ خلیفہ ولید بن یزید بن

---

❶ جامع بیان العلم، صفحہ ۷۶ ❷ صحیح بخاری، رقم ۳۴، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم ❸ فتح الباری، جلد اول، صفحہ ۲۰۸

❹ تہذیب التہذیب، ۲/۲۸۶، نمبر ۵۵۵، ترجمہ حسن بن محمد ❺ جامع بیان العلم، جلد اول، صفحہ ۶۵ ❻ دارمی، صفحہ ۱۲۶، رقم ۴۹۹، فی المقدمہ، باب من رخص فی کتابۃ العلم

❼ تاریخ الخطیب، جلد ۸، صفحہ ۱۳۸ ❽ شرح معانی الآثار طحاوی، جلد ۲، صفحہ ۳۸۴

❾ تہذیب التہذیب، جلد ۴، ۱۸۸، نمبر ۳۶۹ ❿ تہذیب التہذیب، ۱۱/۱۴۷، نمبر ۲۸۸

(۱۱) تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۱۷۳، نمبر ۳۳۵ (۱۲) فہرست ابن الندیم، صفحہ ۳۱۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالملک کے قبضہ میں آیا۔ ولید کی ہلاکت کے بعد ۱۲۶ھ میں جب احادیث کا دفتر اس کے کتب خانہ سے منتقل ہوا تو امام ابن شہاب زہریؒ کی جمع کردہ حدیثیں ہی اس کثرت سے تھیں کہ ان کو گھوڑوں اور گدھوں پر لاد کر منتقل کرنا پڑا۔ [1]

صحاحِ ستہ کی اشاعت سے پہلے حدیث کی یہ کتابیں عام طور پر ممالک اسلامیہ میں رائج تھیں۔ (۱) سنن ابن جریج، (۲) سنن ابن اسحاق، (۳) سنن ابی قرۃ حافظ موسیٰ بن طارق زبیدی، (۴) مُصنّف عبدالرزاق بن ہمام، (۵) مسند ابوداؤد طیالسی (۶) مسند امام شافعیؒ، (۷) مؤطا امام مالک، (۸) سنن سعید بن منصور، (۹) مسند ابوعوانہ، (۱۰) مصنف و مسند ابن ابی شیبہ وغیرہ۔ ان میں سے مؤطا امام مالک، مسند شافعی اور مسند ابوداؤد طیالسی مدت سے طبع ہو چکی ہیں۔ امام مالکؒ نے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے عہد خلافت میں جب حدیث کی شہرہ آفاق کتاب مؤطا لکھی تو اس کے بعد اُن سے بھی بڑے بڑے محدثین کا دور آیا جنھوں نے فن درایت کو غایت قصویٰ تک پہنچا دیا۔ جدید کتب حدیث کی اشاعت کے بعد اُس ذخیرۂ احادیث کی ضرورت نہ رہی جو خلفا کے پاس محفوظ رہتا تھا۔

تدوینِ حدیث کے تین دور

محدثین کرام نے تدوین حدیث کے تین دور قائم کیے ہیں۔ پہلا دور ۱۰۰ھ تک رہا اور دوسرا ۱۵۰ھ تک تھا۔ اور تیسرا تیسری صدی کے بعد تک تھا۔ پہلے دور کا علمی سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں مندرج ہوا اور دوسرے دور کا جمع شدہ ذخیرہ تیسرے دور کی کتابوں میں مندرج ہو گیا۔ بہرحال اتباعِ حدیث کے متعلق اہل زیغ وضلال جو یہ حجت نکالا کرتے ہیں کہ حدیثیں عہد نبوی ﷺ کے ڈیڑھ دو سال بعد لکھی گئیں، یہ محض شرارت اور بدباطنی یا سخت جہالت کی دلیل ہے۔

حدیث' قرآن کے صحیح مطلب و مفہوم کا فیصلہ کرتی ہے

ائمہ مجتہدین کا عام طور پر یہ معمول تھا کہ جب قرآن عزیز کسی مسئلہ میں قطعی فیصلہ کر دیتا تھا تو پھر کسی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور جب قرآن میں کوئی مسئلہ مذکور نہ ہوتا یا مجمل و تفسیر طلب ہوتا یا کئی صورتوں کا محتمل ہوتا تو حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ خود حامل وحی ﷺ سے بڑھ کر قرآن پاک کا مطلب و مفہوم سمجھنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور دوسرے علما نے حدیث رسول اللہ ﷺ کو کتاب اللہ پر قاضی (یعنی اس کے اجمال و ابہام کا فیصلہ کرنے والی) قرار دیا ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن کثیر کا بیان ہے:

السنة قاضية على القرآن و ليس القرآن بقاضٍ على السنة [2]

''حدیث مطالب قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے لیکن قرآن حدیث کے مطالب کا فیصلہ نہیں کرتا۔''

ایک زندیق سے حضرت سعید بن جبیر تابعی کی گفتگو

زندیقوں کا یہ عام شیوہ ہے کہ جب حدیث رسول اللہ ﷺ کی تصریحات ان کے قصر بے دینی کو منہدم کرتی نظر آتی ہیں تو وہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ترجمہ ابن شہاب زہریؒ، ص ۱۰۸-۱۰۹

[2] سنن دارمی، رقم ۵۹۱، فی المقدمہ باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہہ کر حدیث کا انکار کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث تو قرآن کے خلاف ہے اور پھر من گھڑت تاویلیں کر کے قرآن پاک کو اپنی خواہشات نفسانی کے قالب پر ڈھالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث صحیح کبھی قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتی اور اس قسم کے جو دعاوی باطلہ اہل اہواء کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان کا منشا فساد نیت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت سعید بن جبیرؒ ایک جلیل القدر تابعی گذرے ہیں، ان کا بیان سنو:

انـه حدث يومًا بحديث عن النبى صلى الله عليه وسلم فقال رجل فى كتاب الله ما يخالف هذا قال اَلاارانى احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم و تعرض فيه بكتاب الله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم بكتاب الله منك ❶

''حضرت سعید بن جبیرؒ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث نقل کی تو ایک شخص کہنے لگا کہ قرآن میں اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت ابن جبیر نے فرمایا کہ میں تجھے نبی ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس کا مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تجھ سے زیادہ قرآن جانتے تھے۔''

اور یہ کچھ حضرت سعید بن جبیرؒ یا کسی دوسرے بزرگوں کی انفرادی رائے نہیں تھی بلکہ اس پر ساری اُمت مسلمہ کا اتفاق چلا آتا ہے، امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ المنہج المبین میں فرماتے ہیں:

اجتمعت الامة علٰى ان السنة قاضية علٰى كتاب الله

''تمام اُمت اس پر متفق ہے کہ حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے (یعنی اصل مطلب و مفہوم کا فیصلہ کرتی ہے۔)''

امیر المومنین عمر فاروقؓ کی پیشین گوئی

قرآن عزیز کو زندقہ کے سانچے میں ڈھالنے کا فتنہ کچھ آج چکڑالویت اور مرزائیت کی بدولت عالم آشکار نہیں ہوا۔ بلکہ یہ خلافت راشدہ کے تھوڑا ہی عرصہ بعد جنم لے چکا تھا اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بطور پیشین گوئی فرمایا تھا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب بے دین لوگ قرآن میں جھگڑے نکالیں گے، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے:

عن عمر رضى الله عنه قال سياتى ناس يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله . ❷

''حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عنقریب ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو شبہاتِ قرآن میں تم سے مجادلہ کریں گے۔ سو تم ان کو حدیث نبوی ﷺ سے پکڑنا کیونکہ اصحابِ حدیث، کتاب اللہ کو سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔''

حدیث کے شارح قرآن ہونے پر قادیانی کا اعتراض

قارئین کرام اوپر پڑھ آئے کہ ساری اُمت اس حقیقت پر متفق ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کتاب اللہ پر قاضی ہے یعنی اس کا صحیح مطلب واضح کر دیتی ہے چونکہ صحابہ اور دوسرے علمائے اُمت کا یہ اتفاقِ رائے قادیانی مسیحیت کے قصر الحاد کو پیوند خاک

---

❶ سنن دارمی، رقم ۵۹۴، فی المقدمہ باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ ❷ رواہ الدارمی ونصر المقدسی وابن النجار وغیرہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا۔ اس لیے ممکن نہ تھا کہ قادیان کا خودساختہ مسیح اُمت کے اس متفقہ فیصلہ کے سامنے سرِتسلیم خم کرتا البتہ اطاعت وانقیاد کی جگہ اس نے اس پر اعتراض کر دیا ہے، چنانچہ لکھا:

''اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے۔ گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کے تابع ہے۔'' ❶

لیکن خانہ ساز مسیح نے اعتراض کرنے سے پہلے کچھ غور وفکر کی زحمت گوارا نہ کی۔ ورنہ یہ حقیقت بالکل عیاں تھی کہ قرآن ایک شہنشاہ ہے اور حدیث اس کے قاضی یا نائب السلطنت کا حکم رکھتی ہے۔ جس طرح نائب السلطنت رعایا کے سامنے حکم سلطانی کی تشریح کرتا ہے اسی طرح حدیث خادمانہ حیثیت سے احکام قرآنی کی شرح کرتی ہے۔ پس قرآن کرسی نشین فرمانروا ہے اور حدیث بحیثیت فرماں بردار وزیر احکام سلطانی کو کھول کر بیان کرنے کے فرائض انجام دے رہی ہے۔ پس حدیث تابع ہوئی اور قرآن متبوع۔

کیا حدیث نبویہ ظنّیات کا مجموعہ ہے؟

www.KitaboSunnat.com

قادیانی لکھتا ہے کہ:

''حدیثیں سوڈیڑھ سو برس آنحضرت ﷺ کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے خالی نہیں اور بااین ہمہ وہ آحاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں اور ان میں قسم متواترات شاذ ونادر جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنّیات کا ایک تودہ اور انبار ہے اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند سے بہت نیچے گرا ہوا ہے۔'' ❷

لیکن قادیانی کا خیال سراپا نعود بے ہودہ ہے۔ اس نے خود ہی دوسری جگہ احادیث نبویہ ﷺ کو قطعی اور یقینی قرار دے کر اپنی لغو بیانی کا پردہ چاک کر دیا، چنانچہ لکھا:

''ایسا خیال کرنا کہ احادیث کے ذریعہ سے کوئی یقینی اور قطعی صداقت نہیں مل سکتی۔ گویا اسلام کا بہت سا حصہ اپنے ہاتھ سے نابود کرنا ہے۔'' ❸

اسی شہادۃ القرآن میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

''ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آ کر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئی تھیں۔ ان کی قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے مثلاً آج اگر کوئی شخص بحث کرے کہ یہ پنج نمازیں جو مسلمان پنج وقت ادا کرتے ہیں ان کی رکعات ایک شکی امر ہے کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت میں یہ مذکور نہیں تو کیا ایسی بحث کرنے والا حق پر ہوگا؟ اگر احادیث کی نسبت ایسی ہی رائیں قبول کی جائیں تو سب سے پہلے نماز ہی ہاتھ سے جاتی

---

❶ رسالہ بٹالوی اور چکڑالوی کے مباحثہ پر ریویو مؤلفہ مرزا غلام احمد ص ۳ ❷ بٹالوی اور چکڑالوی مباحثہ پر ریویو ص ۳

❸ شہادۃ القرآن مؤلفہ مرزا ص ۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ قرآن نے نماز پڑھنے کا نقشہ کھینچ کر نہیں دکھلایا یہ نمازیں صرف احادیث کی صحت پر بھروسہ کر کے پڑھی جاتی ہیں اگر احادیث قابل اعتبار نہیں تو دیکھ لو کہ احادیث کے چھوڑنے سے اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔'' ❶

منکرِ حدیث کا کفر و اسلام

گو اصطلاح خاص میں وحی غیر متلو کا پایہ وحی متلو سے کمتر ہے لیکن لزوم علم وعمل کے لحاظ سے قرآن وحدیث میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی اطاعت بھی خدائے ذوالجلال ہی کی اطاعت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ خود حامل وحی ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ان کے حق میں وہ سب قرآن ہی کے حکم میں تھا۔

لیکن چونکہ اُمت مابعد کے پاس جو کچھ پہنچا وہ بالواسطہ تھا اس لیے ثبوت وقطعیت کے لحاظ سے ارشاداتِ نبویہ ﷺ کی تین قسمیں ہو گئیں متواتر، مشہور، خبر واحد۔ متواتر وہ حدیث ہے جسے کوئی جماعت کسی جماعت سے اس کثرت کے ساتھ روایت کرتی رہی ہو کہ ان سب کا کذب پر جمع ہونا محال سمجھا جائے۔ جیسے نقل قرآن، نماز پنج گانہ کی رکعات، زکوٰۃ کی مقدار وغیرہ۔ مشہور وہ حدیث ہے جسے شروع میں تو ایک ہی صحابی نے روایت کیا ہو لیکن تابعین اور اتباع تابعین کے زمانوں میں اس کو بڑی شہرت نصیب ہوئی ہو اور اُمت مرحومہ نے اس کو قبول کر لیا ہو۔ جیسے موزوں پر مسح اور متاہل زانی کے رجم وسنگسار کی حدیثیں۔ متواتر سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کسی کذب کا احتمال نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔ حدیث مشہور سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے اس کا انکار بدعت ضلالت اور معصیت ہے کیونکہ اس انکار کے یہ معنی ہیں کہ تابعین نے اس کے قبول کرنے میں خطا کی۔

علما اہل سنت اس پر متفق الرائے ہیں کہ متواتر اور مشہور دونوں قسم کی حدیثیں واجب العمل ہیں۔ البتہ خبر واحد کے متعلق علما کا اختلاف ہے خبر واحد وہ ہے جسے ایک راوی نے ایک راوی یا جماعت رواۃ سے نقل کیا ہو۔ اگر خبر واحد کا تعلق کسی شرعی حکم سے ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ راوی ثقہ ہوں اور سلسلۂ رواۃ رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہو اور اگر خبر واحد عقائد سے متعلق ہو تو اس پر ایمان رکھنا واجب نہیں ہے۔

حنفی فقہ کی ایک کتاب خلاصہ میں لکھا ہے کہ بعض علمائے حنفیہ کے نزدیک جو شخص کسی حدیث صحیح کا بھی انکار کر دے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ حدیث مشہور یا خبر واحد ہی کیوں نہ ہو لیکن متاخرین حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک حدیث متواتر نہ ہو کوئی شخص اس کے انکار سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کوئی شخص استخفاف اور تحقیر کی راہ سے کسی خبر واحد کو بھی مسترد کر دے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

❶ شہادۃ القرآن مؤلفہ مرزا ص ۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں انکارِ حدیث کی تاریخ

از: پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی، ایم اے

پروفیسر محمد یوسف خاں سلیم چشتی ۱۹۰۰ء میں ہندوستان کے مشہور شہر بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے، انگریزی کے ایم اے ہیں۔ ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۸ء تک مختلف کالجوں میں پروفیسر رہے اور ۱۹۲۹ء سے لے کر ۱۹۴۳ء تک اشاعت اسلام کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔ دینی تعلیم مولانا سلطان احمد خاں صاحب مرحوم پشاوری، مولانا رونق علی صاحب مرحوم سلطان پوری، مولانا خلیل احمد مرحوم شارح ابی داؤد، مولانا عبدالوہاب صاحب پشاوری، مولانا رسول خاں صاحب ہزاروی اور مولانا سیرک شاہ صاحب کشمیری سے حاصل کی۔ پروفیسر صاحب تصنیف وتالیف کے میدان میں خاصے آگے نکلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تاریخ فلسفہ ویورپ، عیسائی مذہب پر تنقیدی نظر، حریت اخوت اور مساوات، مجدد کی شناخت خصوصیاتِ قرآن، رحمتہ للعالمین ان کی تصنیفات ہیں۔ یہ اقبالؒ کے مشہور شارح ہیں انھوں نے بانگ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی کی شرحیں لکھی ہیں جو شائع ہوچکی ہیں۔ آج کل کراچی میں مقیم ہیں اور جاوید نامہ کی شرح لکھ رہے ہیں۔

قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوسکتی ہے کہ دین اسلام کی بنیاد، محبت الٰہی پر رکھی گئی ہے۔

بس اتنی سی حقیقت ہے، ہمارے دین و ایمان کی
کہ اس جانِ جہاں کا، آدمی دیوانہ ہوجائے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰه﴾ (سورۃ البقرہ:۱۶۵)

''(اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو، ان کی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی) اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی۔'' (ترجمہ شیخ الہند)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے اللہ کے برابر محبت کرنا کافروں اور مشرکوں کا کام ہے، مومن وہ ہے جو اللہ کی محبت کو دنیا کی تمام محبتوں سے بالاتر رکھتا ہے بلکہ اس کی شناخت ہی یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت سب محبتوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے رسول برحق، سرکارِ دوعالم تاجدارِ مدینہ ﷺ کی اتباع کی جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورۃ آل عمران:۳۰)

''(اے رسول ﷺ! آپ مسلمانوں سے کہہ دیجیے کہ) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

اسی لیے سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین [1]
تم میں کوئی بھی (حقیقی معنی میں) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی نظر میں اس کی اولاد اس کے والدین اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

یہ حدیث آیت مذکورہ بالا کی تفسیر ہے کیونکہ آیت مذکورہ میں ''اتباع'' کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ہے پیروی کرنا یا اطاعت کرنا یا تقلید کرنا یا نقش قدم پر چلنا اور ارباب بینش جانتے ہیں کہ اتباع، بدوں محبت محال عقلی نہیں تو محال عادی ضرور ہے۔

(الف) مقصد حیات، اللہ سے محبت کرنا

(ب) اس مقصد کا حصول اتباع رسول ﷺ پر موقوف ہے

اب تیسری بات پر غور کیجیے: اتباع کیسے ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ مقصد حیات، اتباع رسول ﷺ ہے اس لیے انھوں نے شروع ہی سے حضورِ انور ﷺ کے ارشاداتِ مبارک کو حرز جان بنالیا تھا اور انھی کے مجموعہ کو حدیث نبوی ﷺ کہتے ہیں یہ وہ مشعل ہدایت ہے جو قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی بھی کرتی رہے گی اور اتباعِ رسول ﷺ کا طریقہ بھی بتاتی رہے گی مثلاً قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا﴾

''نماز قائم کر سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک (الخ)'' (سورۃ بنی اسرائیل:۷۸)

حدیث اس اجمال کی تشریح کرتی ہے یعنی اس کی بدولت ہمیں یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت پر کیسے عمل کیا؟ یا مثلاً قرآن حکیم نے قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا تو حدیث سے ہمیں معلوم ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس فریضہ کو کیسے انجام دیا؟ قس علی ہذا!

اسی لیے مسلمانوں میں یہ شعر خلاصۂ اسلام سمجھا جاتا ہے ع

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجاں مسلم داشتن

قرآن حکیم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی ایک حیثیت، شارح یا ترجمان قرآن کی بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (سورۃ النحل:۴۴)

''اور ہم نے یہ الذکر (قرآن) آپ ﷺ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ ﷺ، جو کچھ آپ ﷺ کی وساطت سے لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے، اسے کھول کر بیان کردیں۔''

تبیین (تفعیل) کہتے ہیں کسی بات کی وضاحت کو بایں طور کہ اس میں کوئی اجمال نہ رہے، بطور تاکید، مکرر ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ﴾ (سورۃ النحل:۶۴)

---

[1] بخاری ۱۵، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور نہیں نازل کی ہم نے آپ پر الکتاب (قرآن) مگر اس لیے کہ آپ ﷺ وضاحت کر دیں لوگوں کے لیے ان اُمور کی جس میں اختلاف کرتے ہیں۔''

ان تمام مقدمات کو ملا کر دیکھا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ

(الف) مقصد حیات، محبت الٰہی ہے (ب) یہ موقوف ہے اتباعِ رسول ﷺ پر (ج) اور اتباع موقوف ہے وجودِ حدیث پر

اگر ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مکمل ریکارڈ مدوّن اور محفوظ نہ ہو تو مقصد حیات حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو (اور اطاعت بھی اتباع ہی کی ایک شان ہے) اپنی اطاعت قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (سورۃ النساء:۸۰)

''اور جو شخص الرسول (آپ ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے وہ بلاشبہ اللہ (ہی) کی اطاعت کرتا ہے۔''

اس لیے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے بلاشبہ (مقصدِ حیات میں) کامیاب ہو جائے گا۔ چونکہ اتباعِ رسول ﷺ، حدیث رسول ﷺ کے بغیر ناممکن ہے اور صدرِ اسلام کے مسلمان اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ اسلام نام ہے اتباعِ رسول ﷺ کا اس لیے تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں کوئی مسلمان انکارِ حدیث کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا برعکس ایں اس زمانہ میں مسلمانوں کی توجہ تمام تر جمع و تدوین حدیث پر مبذول تھی تاکہ آئندہ مسلمانوں کو اتباعِ رسول ﷺ میں کوئی دشواری لاحق نہ ہو۔

لیکن جب تیسری صدی ہجری میں فرقہ معتزلہ کو فروغ حاصل ہوا تو اس فرقہ کے بعض حامیوں نے، جو اسلام کو فلسفہ یونان سے ہم آہنگ یا مطابق کرنا چاہتے تھے، اسلام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حدیث کا استخفاف کیا گویا اس طرح انھوں نے انکارِ حدیث کے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔ ان لوگوں نے یہ تو نہیں کہا کہ ہم حدیث کے منکر ہیں یا اس کو دینی معاملات میں حجت نہیں سمجھتے لیکن انھوں نے بعض صحیح احادیث کو محض اس لیے رد کر دیا کہ وہ ان کے مزعومات باطلہ کی تردید کرتی تھیں۔ اہل سنت والجماعت کی نظر میں صحیح بخاری شروع ہی سے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے اس کی یہ حیثیت جس طرح آج چودھویں صدی میں مسلم ہے اسی طرح تیسری صدی میں تھی مگر معتزلہ نے صحیح بخاری کی بہت سی حدیثوں کو رد کر دیا گویا اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے معتزلہ نے حدیث اور اربابِ حدیث پر طعن کا آغاز کیا اور ایسا لٹریچر تیار کیا جس کے پڑھنے سے حدیث کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے۔ [1]

جہاں تک میں نے غور کیا ہے کہ معتزلہ فرقہ کے لوگ فلسفہ مشائین سے اسی طرح مرعوب ہو گئے تھے جس طرح اس زمانہ کے انگریزی دان مسلمان فلسفۂ مغرب کے سامنے سربسجود نظر آتے ہیں اس لیے ان لوگوں نے قرآن حکیم کی آیات میں تاویل کا سلسلہ شروع کیا، (کیونکہ قرآن کا انکار آسان نہ تھا) اور حدیث کا استخفاف کا دروازہ کھول دیا جو حدیث ان کو اپنے مسلک کے خلاف نظر آئی، انھوں نے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ عقل کے خلاف ہے۔

مگر اس زمانہ میں حدیث کی عظمت عامۃ المسلمین کے دلوں میں اس درجہ راسخ تھی کہ معتزلہ کے خاتمہ کے ساتھ فتنۂ انکارِ حدیث کی آگ بھی سرد ہو کر رہ گئی۔

---

[1] ہمارے زمانہ میں بھی ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی ہے جس نے محدثین اور فقہا کی تحقیر کا دروازہ کھول دیا ہے اور صحیح بخاری کی عظمت کو دلوں سے نکال دینے کی مہم شروع کر دی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معتزلہ کے خاتمہ کے بعد امام رازیؒ اور امام غزالیؒ نے اہل سنت والجماعت کے نقطہ نظر کو حدیثوں کی تائید سے واضح کیا گویا اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو بتادیا کہ حدیث کا انکار کیے بغیر مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات دیے جاسکتے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن حزم ظاہریؒ نے حدیث کی حجیت کو ازسرنو ثابت کیا اور اس طرح اس کی عظمت دلوں میں قائم کی۔

مولانا رومؒ اور ان کے متبعین نے چونکہ عشق رسول ﷺ کو اپنی تعلیمات کا محور بنایا اور بلا مبالغہ صدہا احادیث اپنی غیر فانی مثنوی میں درج کردیں اس لیے انھوں نے بالواسطہ حدیث کی عظمت اپنے متبعین اور عامۃ المسلمین کے دلوں میں قائم کردی۔

یہ اسباب تھے جن کی بناپر اسلامی ممالک میں انکارِ حدیث کا فتنہ بارآور نہ ہوسکا۔

انیسویں صدی میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب ہندوستان میں انگریزوں نے کالجوں کے ذریعہ سے مغربی علوم وفنون کی اشاعت کا انتظام کیا تو سائنس اور فلسفہ کے راستہ سے الحاد اور بے دینی کا سیلاب اس ملک میں بھی آگیا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ گذشتہ صدی میں سائنس، مادیت پر مبنی تھا سائنسدانوں کی اکثریت اس نظریہ کی حامی تھی کہ مادہ، ازلی اور واجب الوجود ہے اسی لیے خدا اور آخرت پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت نہیں چونکہ فلاسفہ اور حکما سائنس کے سامنے سپر انداز ہوچکے تھے اس لیے فلسفہ پر بھی لاادریت اور تشکیک کا رنگ غالب آگیا تھا اکبراللہ آبادی نے اس شعر میں حکما کی اسی شکست خوردہ ذہنیت کو بے نقاب کیا ہے: ؏

غزالی و رومی کی بھلا کون سنے گا
محفل میں چھڑا نغمۂ اسپنسر و مل ہے

ہربرٹ اسپنسر (۱۸۲۰ء تا ۱۹۰۳ء) انگلستان کا مشہور فلسفی گزرا ہے جس کے فلسفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم صرف مظاہر کا علم حاصل کرسکتے ہیں، حقیقت کا علم فہم انسانی دسترس سے باہر ہے۔

جان اسٹوارٹ مل (۱۸۰۶ء تا ۱۸۷۳ء) بھی انگلستان ہی کا ایک مشہور مفکر ہے جس نے مسلک لاادریت کو دوبارہ زندہ کیا۔

قصہ مختصر جب سائنس اور فلسفہ کی بدولت ملحدانہ خیالات ہندوستان میں عام ہوئے تو اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے تعلیمی مرکز دو تھے ایک دارالعلوم دیوبند جسے ۱۸۶۷ء میں قاسم العلوم حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے قائم کیا تھا، دوسرا ایم اے او کالج علی گڑھ جو ۱۸۷۵ء میں سرسید کی کوششوں سے عالم وجود میں آیا تھا۔ اوّل الذکر مرکز میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے نامور جانشینوں کی روح کارفرما تھی کیونکہ مولانا نانوتویؒ نے دین کا علم شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے حاصل کیا تھا جو شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے شاگرد تھے اور یہ بزرگ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نواسے تھے۔ [1] ثانی الذکر مرکز میں تعلیم بھی انگریزی تھی اور معلّمین

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے نامور جانشینوں کے علوم عربیہ کی تعلیم وتدریس کے دراصل دومرکز تھے دیوبند کے علاوہ ایک اہم مرکز دہلی میں تھا۔ جس کی ابتداء ۱۸۴۳ء میں ہوچکی تھی جب کہ مولانا شاہ محمد اسحاقؒ ہجرت کرکے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور آپ کی جانشینی کا شرف آپ کے تلمیذ خاص حضرت علامہ سیّد محمد نذیر حسینؒ کے حصے میں آیا۔ یہ تعلیم وتدریس کا دارالعلوم ۱۹۰۰ء تک بڑے آب وتاب سے اپنا کام کرتا رہا۔
ان دو تعلیمی مرکزوں کے علاوہ ایک تیسرا اہم مرکز بھی تھا جسے تعلیمی مرکز تو شاید نہیں دعوت تبلیغ واصلاح کا مرکز ضرور کہنا چاہیے۔ یہ مرکز علامہ نواب سیّد محمد صدیق حسن خانؒ کا تھا جو اکیلے ہی ایک عظیم الشان تحریک دعوت چلارہے تھے اور انھوں نے عربی، فارسی، اُردو کا لٹریچر وسیع تعداد میں ملک میں پھیلا دیا اور سائنس اور فلسفے کی بدولت ملحدانہ، ریلے کے مقابلے میں اس لٹریچر کو بہت دخل ہے یاد رہے نواب صدیق حسن خانؒ، مفتی صدرالدین خاں مرحوم (شاگرد شاہ عبدالعزیزؒ) کے تلمیذ خاص تھے اور حق یہ ہے کہ تینوں مراکز کی خدمات اپنے اپنے نقطۂ نظر، ====

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی انگریز تھے۔ دینیات اگرچہ نصاب میں داخل تھی مگر اس کی حالت بقول اکبر مرحوم یہ تھی:

نئی تہذیب میں بھی مذہبی تعلیم داخل ہے
مگر یونہی کہ گویا آبِ زمزم مئے میں شامل ہے

اوّل الذکر کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو، روٹی ملے یا نہ ملے دین کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور اسلاف کی پونجی بہر حال محفوظ رکھی جائے ثانی الذکر مرکز محض اس لیے معرضِ وجود میں آیا تھا کہ دین باقی رہے نہ رہے دنیا ہاتھ سے نہ جانے پائے، یعنی مسلمان کسی طرح اس قابل ہو جائے کہ ڈپٹی کلکٹری مل جائے۔

سر سیّد کی زندگی اور ان کے کاموں پر تبصرہ نہ مقصود ہے اور نہ اس کا موقع ہے صرف اتنی گزارش ضرور ہے کہ انھوں نے بیک وقت ان دو کشتیوں میں پاؤں رکھا جو مخالف سمتوں میں جارہی تھیں ایک طرف انھوں نے یہ چاہا کہ مسلمان مغربی علوم سے آشنا ہو کر حکومت میں عہدے حاصل کر سکیں دوسری طرف ان کی آرزو یہ بھی تھی کہ وہ مغربی علوم کی سمیّت سے محفوظ رہیں چنانچہ سم قاتل کے ازالہ کے لیے جو تریاق انھوں نے تجویز کیا وہ یہ تھا کہ دین اسلام کی تصویر کو سائنس کے فریم میں فٹ کیا جائے بالفاظ دیگر یہ بات ثابت کی جائے کہ اسلام، نیچر کے مطابق ہے۔ ❶

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے قرآن حکیم کی تفسیر لکھنی شروع کی جس میں انھوں نے ان تمام باتوں کا انکار کر دیا جو سائنس کے نقطہ نظر سے ممکن نہیں مثلاً معجزات کا انکار، معراجِ جسمانی کا انکار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خرق عادت ولادت کا انکار، ان کے رفع جسمانی کا انکار، ان کے نزول کا انکار، ملائکہ کے وجودِ خارجی کا انکار، میزان اور جنت و دوزخ کے وجود خارجی کا انکار۔

چونکہ احادیث سے معجزات، معراجِ جسمانی، ملائکہ کے وجود خارجی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا اثبات ہوتا ہے اس لیے انھوں نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا چونکہ قرآن کا انکار کرنے سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا تھا اس لیے اس کی آیات میں تاویل پر اکتفا کیا مگر احادیث کے انکار میں انھوں نے کوئی تامل نہیں کیا۔

نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ وہ اسلام کے نادان دوست ثابت ہوئے یعنی انھوں نے اُن تمام احادیث کو جو ان کے مسلک کے خلاف تھیں، انکار کر کے ہندوستان میں فتنہ انکارِ حدیث کا پہلا تخم بو دیا جس کے اثمارِ تلخ آج ہماری قوم کے سامنے اپنی پوری ''آب و تاب'' کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

یہ مانا کہ ان کی نیت بری نہ تھی مگر اسلام کی حقانیت کے اثبات کا جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا وہ یقیناً برا تھا ان کے دل میں اسلام کا درد تھا مگر ان کی نگاہ دور میں نہ تھی اُن کی تفسیر نے مسلمانوں کو نفع کے بجائے نقصان پہنچایا، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

== طریق کار اور ہمت و بساط کے مطابق بہت ہی قابل قدر ہیں اور انہی کی بدولت محفوظ حالت میں اسلام ہم تک پہنچا ہے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را [الاعتصام]

❶ اکبر الہ آبادی نے اس مسلموں کو یوں ادا کیا ہے:

دیکھ کاریگری حضرت سیّد اے شیخ
دے گئے لوچ وہ مذہب میں کمانی کی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے رفقائے کار میں سے نواب اعظم یار جنگ نے حدیث کے وقار اور اس کی عظمت کو کم کرنے کے معاملہ میں اُن کے دوش بدوش کام کیا چنانچہ تہذیب الاخلاق کے مطالعہ سے یہ بات بآسانی واضح ہوسکتی ہے کہ ان دونوں ''بزرگوں'' کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے مسلمان محض جوشِ عقیدت اور کورانہ تقلید کی وجہ سے صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی وضعی احادیث بھی شامل ہیں اور جب صحیح بخاری جیسی مستند کتاب پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تو صحاح ستہ کی دوسری کتابیں کس شمار وقطار میں ہیں۔

سرسیّد اور ان کے بعض رفقا نے استخفاف حدیث ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی عقل کو حق و باطل یا صدق و کذب کا معیار بنا کر ملت اسلامیہ میں بہت بڑے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی آگے چل کر وکیلوں، مختاروں، مدرسوں، اڈیٹروں، مدیروں بلکہ سرکاری دفاتر کے کلرکوں کو بھی یہ حوصلہ ہوگیا کہ وہ اپنی اپنی عقل کی کسوٹی پر احادیث کو پرکھنے لگے! ؏

مدارِ روزگار سفلہ پر در را تماشا کن

سرسیّد کی زندگی کے آخری ایام ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا چونکہ مرزا مذکور کے دعویٰ کی بنیاد ہی حدیث (نزولِ عیسیٰ علیہ السلام) پر تھی اس لیے وہ حدیث کا انکار تو نہ کرسکا اور نہ اسے اس اقدام کی ضرورت محسوس ہوئی مگر سرسیّد کے نقشِ قدم پر چل کر اس نے یہ بات صاف لفظوں میں بیان کردی کہ میری عقل، احادیث کی صحت اور عدم صحت کا معیار ہے چنانچہ اس نے ایک جگہ اپنا مسلک بیان کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسیح موعود حَکَم ہوکر آئے گا اس لیے مجھے حق حاصل ہے کہ جس حدیث کو چاہوں قبول کروں اور جسے چاہوں رد کردوں یا ردی کی ٹوکری میں ڈال دوں۔ ❶

مرزا کا مطلب اس سے یہ تھا کہ ان احادیث کو وضعی یا غلط قرار دینے کا موقع ہاتھ آجائے جو اس کے مسلک کے یا دعویٰ کے خلاف ہوں یہ وہی کام ہے جو اس سے پہلے سرسیّد نے کیا تھا کہ جس قدر احادیث ''نیچریت'' کے خلاف تھیں، ان سب کو بیک جنبش قلم غلط قرار دیا۔

مرزا مذکور نے تو صرف احادیث کا استخفاف کیا مگر اس کے پیروؤں نے دو برآورند علانانِ اور اور درخت از بیخ پر حامل ہوکر سرچشمۂ حدیث یعنی ذات رسالت مآب ﷺ کی توہین کا ارتکاب شروع کردیا چنانچہ مرزائیوں کی ایک اہم شخصیت نے قادیان کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے، یہ گستاخانہ جملہ اپنی زبان سے ادا کیا: نقل کفر، کفر نباشد

''حضرت مرزا صاحب کا ذہنی ارتقا آنحضرت ﷺ کے ذہنی ارتقا سے ارفع ہے'' (اوکما قال)

اگر ہندوستان میں اسلام کی حکومت ہوتی تو یقیناً اس شخص سے باز پرس کی جاتی مگر یہ پودا تو خود انگریزوں نے لگایا تھا اس کی بیخ کنی کی ہمت کس کو ہوسکتی تھی! ❷

---

❶ مقام عبرت ہے کہ یہ دعویٰ وہ شخص کررہا ہے جسے حدیث کا فن تو بہت بڑی بات ہے، صحیح اُردو بھی نہیں آتی تھی چنانچہ اُس کا یہ مصرع:

اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا بند ہے ازار

آج تک زبانِ حال سے اس کے ادبی ذوق کے فقدان پر ماتم کررہا ہے۔

❷ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مقام پر طمطراق کے ساتھ لکھا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ یہ مہربان حکومت اپنے خود کاشتہ پودے پر نگاہ کرم رکھے گی یعنی ہمیشہ حسن سلوک روا رکھے گی (اوکما قال)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی کے آغاز میں چکڑالہ ضلع میانوالی (پنجاب) کے ایک ''نیم ملا خطرۂ ایمان'' مسمی عبداللہ نے سرسیّد اور مرزا غلام احمد کی تیار کردہ بنیادوں پر انکارِ حدیث کا ''قصر'' تعمیر کردیا یعنی صاف لفظوں میں حدیث کی جحیت اور دینی اہمیت کا انکار کردیا۔

اس شخص نے قرآن حکیم کی آیت سے نماز کے ارکان اور متعلقہ اُمور ثابت کرنے میں جس کوتاہ بینی، کم علمی اور طفلانہ اندازِ طبع کا مظاہرہ کیا اس کو دیکھ کر سنجیدہ انسان بھی اپنی ہنسی ضبط نہیں کرسکتا قصہ مختصر اس کے دعاوی کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ہماری تمام دینی ضروریات کے لیے کافی ہے اس لیے حدیث کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر تمام دینی اُمور کی تفصیل قرآن میں موجود ہے لہٰذا ہمیں قرآن سے باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس شخص نے ایک رسالہ قرآنی نماز بھی لکھا تھا اس کو پڑھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ راقم الکتاب کے تخیل پر کوئی خوفناک آسیب مسلط ہوگیا ہے۔ درستی ہوش وحواس میں تو کوئی لکھا پڑھا آدمی اس قسم کی مزخرفات کا مظاہرہ پسند نہیں کرے گا!

عبداللہ چکڑالوی کو سرسیّد یا مرزا قادیانی کی طرح شہرت نصیب نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ نہ اس نے کوئی رسالہ جاری کیا نہ جماعت بنائی، نہ کھالیں جمع کیں نہ چندہ فراہم کیا، نہ ملک میں طوفانی دورے کیے، سب سے بڑا عیب اس میں یہ تھا کہ وہ پبلسٹی اور پروپیگنڈے کے فن سے ناآشنا تھا، اس لیے اس کی وفات کے بعد اس کا نام بھی دماغوں سے محو ہوگیا۔ ❶

اسی زمانہ میں ۲۵-۱۹۲۴ء میں امرتسر میں خواجہ احمد دین نے چند دوستوں کی مدد سے ''اُمت مسلمہ'' کی بنیاد ڈالی اور ایک ماہانہ رسالہ البیان جاری کیا جس کا مقصد عبداللہ چکڑالوی کے مسلک کو زندہ کرنا تھا مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری نے اس نوزائیدہ فرقہ کے مزعومات اور عقائد باطلہ کی تردید میں پوری توجہ صرف کی اور اللہ نے ان کی سعی کو مشکور فرمایا اس جماعت کی انتہائی کوشش کے باوجود امرتسر میں اس کو فروغ حاصل نہ ہوسکا اور عامۃ المسلمین اس ''بادِ سموم'' سے محفوظ رہے۔

۱۹۲۳ء میں جب مولانا محمد علی مرحوم نے علی گڑھ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم کی تو اس میں جناب حافظ محمد اسلم جیراجپوری کو معلم تاریخ کی حیثیت سے بلایا گیا اس وقت ان کے عقائد میں کسی قسم کا انقلاب رونما نہیں ہوا تھا مگر کچھ عرصہ کے بعد غالباً شمس العلما حافظ محبّ الحق بہاری کی تصنیف کے مطالعہ سے ان کا رجحان انکارِ حدیث کی طرف ہوگیا اور ۱۹۳۸ء میں جب ''طلوعِ اسلام'' دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا تو انھوں نے آہستہ آہستہ اپنے خیالات کا اظہار شروع کیا۔

طلوعِ اسلام کا مالک اور مدیر چونکہ حکومت ہند کے محکمہ فنانس میں کلرک (بعد ازاں سپرنٹنڈنٹ) تھا اس لیے وہ اپنا نام بحیثیت مدیر رسالہ پر درج نہیں کرسکتا تھا، لیکن جاننے والے جانتے ہیں دراصل مسٹر غلام احمد پرویز ہی اس رسالہ کی روحِ رواں تھے اور آج بھی ہیں۔

یہ صاحب سرسیّد، مرزائے قادیان اور عبداللہ چکڑالوی تینوں سے اس باب میں ممتاز ہیں کہ عربی زبان سے قطعاً نابلد ہیں اس کے باوجود قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ انھوں نے حافظ اسلم کی شاگردی اختیار کی بایں معنیٰ کہ

---

❶ راقم الحروف کو ۱۹۲۶ء میں اس کے جانشین ابوعیسیٰ سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مسجد سریانوالہ لاہور میں مقیم تھا۔ ایک چھوٹا سا ماہنامہ رسالہ بھی شائع کرتا تھا مگر مدیر اور رسالہ دونوں کسمپرسی کے عالم میں زندگی بسر کررہے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکارِ حدیث کا سبق ان سے حاصل کرنا شروع کیا اور اپنے رسالہ کو مسلمانوں میں مقبول بنانے کے لیے لیگ کی حمایت اور کانگریس کی مخالفت شروع کی۔ اس معاملہ میں ان کو ترجمان القرآن سے بہت مدد ملی جو اس زمانہ میں لیگ کی حمایت تو نہیں کر رہا تھا مگر کانگریس کی مخالفت میں سب سے آگے تھا۔ اگر اس زمانہ کے پرچوں کا متوازی مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ طلوعِ اسلام کی نظر میں ترجمان القرآن کا مدیر، بہت بڑا عالم بلکہ متکلم اسلام تھا۔

بہر حال جب طلوعِ اسلام کو قوم میں ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی تو پرویز صاحب نے آہستہ آہستہ ''انکارِ حدیث'' کی شکر آمیختہ گولیاں جاہل مسلمانوں کے حلق میں ڈالنی شروع کیں اور کمال جرأت سے کام لے کر کراچی میں اپنے دولت کدہ پر قرآن حکیم کا درس بھی شروع کر دیا۔ [1]

اس وقت طلوعِ اسلام پاکستان میں انکارِ حدیث کی تحریک کا علمبردار ہے اور حال ہی میں ماہانہ سے ہفتہ وار ہوگیا ہے اس مضمون کا مقصد، اس تحریک پر تنقید نہیں ہے بلکہ ناظرین کی آگاہی کے لیے اس کا تاریخی پس منظر بیان کرنا ہے تاہم مجھے جو بات اکثر حیران کرتی ہے وہ یہ ہے کہ پرویز صاحب اور ان کے ہم خیال خود تو قرآن حکیم کی تفسیر بیان کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں لیکن ان کی رائے میں سرکار دو عالم ﷺ کو جن پر قرآن نازل ہوا تھا یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اس کی تشریح فرماتے یا مسلمانوں کو یہ بتاتے کہ نماز اس طرح پڑھو، روزہ اس طرح رکھو، زکوٰۃ دینے کی صورت یہ ہے، حج کرنے کا طریقہ یہ ہے وغیرہ ذلک۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن اپنی تفسیر میں کسی انسان کا محتاج نہیں ہے بہت اچھا یونہی سہی! پھر کسی پرویز کو کیا ضرورت ہے کہ ہر اتوار کو اس کی تفسیر بیان کرے اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرے؟

اگر آج علامہ اقبال زندہ ہوتے اور ان کو جناب پرویز کے درسِ قرآن میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوتی تو وہ اپنی تمام تصانیف نذرِ آتش کر کے صاحب موصوف کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور قرآن کے حقائق و معارف سے کچھ حصہ پاتے! افسوس کہ وہ ۱۹۳۸ء میں وفات پاگئے!

[1] انگریزی تعلیم نے مسلمانوں کی ذہنیت، اس درجہ پست کر دی ہے کہ وہ غیر مستند ڈاکٹر سے کبھی علاج نہیں کراتے لیکن اس غیر مستند شخص کے درس میں شریک ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابا محمد چٹو......ایک مکتوب

یہ مکتوب بابا محمد چٹو مرحوم کے انکارِ حدیث سے رجوع کے بارے میں ہے اور اس کا تعلق الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کے ایک مضمون سے ہے۔ حکیم عزیز الرحمٰن صاحب کا یہ مکتوب انہیں دنوں موصول ہو گیا تھا جب کہ حجیت حدیث نمبر شائع ہوا تھا لیکن کاغذات میں کہیں دبا رہا اور شائع نہ ہو سکا۔ اب حکیم صاحب موصوف کی یاد دہانی پر اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس تاخیر پر ہم حکیم صاحب سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

....

الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر میں ''سخن ہائے گفتنی'' کے زیر عنوان مولوی عبداللہ چکڑالوی کے ذکر کے ساتھ میرے پڑنانا بابا محمد چٹو کا نام بھی آ گیا ہے حالانکہ وہ اپنی آخری عمر میں مولوی عبداللہ کے مسلک انکارِ حدیث سے بیزار ہو گئے تھے۔ میں یہی چیز قارئین الاعتصام سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

بابا مرحوم کا اصلی نام......محمد ابراہیم......تھا لیکن ان کے سُرخ و سفید رنگ کی وجہ سے بچپن میں گھر والے انہیں پیار سے ''چٹا'' یا ''چٹو'' کہتے تھے اور وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ بابا مرحوم کا خاندان شرافت و نجابت اور جود و سخا میں خاصا مشہور تھا اور یہ اوصاف بابا صاحب کو ورثہ میں ملے تھے۔ لاہور میں ان کا کاروبار تھا اور مذہبی طبقہ میں ان کا اچھا وقار تھا۔ علماء سے عقیدت رکھتے تھے۔ دُور دُور سے ان کو بلاتے اور لوگوں کو ان کے مواعظ سے مستفیض ہونے کے مواقع بہم پہنچاتے۔ چنانچہ مولوی رحیم بخش مرحوم کے علم و خلوص کا چرچا سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اتنے متاثر ہوئے کہ انہیں لاہور لے آئے اور مسجد چینیاں والی کی امامت و خطابت ان کے سپرد کر دی نیز اپنی بیٹی ان کے عقد میں دے دی۔ مولوی رحم بخش مرحوم نے اسلام کی چودہ کتابیں یہیں لکھیں اور اس علمی سرمایہ کو دُور دُور تک پھیلایا......مولانا غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ میاں سنگھ والے اپنے زہد و ورع کی وجہ سے ان دنوں بہت مشہور تھے۔ لاہور میں مولانا مرحوم کے وعظ و ارشاد کا سلسلہ ہوتا تو سننے کے لیے جو لوگ آتے، ان کے قیام و طعام کا انتظام بابا مرحوم ہی کے ذمہ ہوتا۔

انہی دنوں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کے نام سے پنجاب کے آسمان پر علم و عرفان کا ایک نیا سورج طلوع ہوا تھا جس کی ضوفشانیوں سے سارا پنجاب جگمگا اُٹھا تھا۔ یہ غزنی سے ہجرت کر کے لاہور وارد ہوئے۔ بابا مرحوم ان سے ملے تو گرویدہ ہو گئے اور لاہور میں سکونت کی درخواست کی لیکن قدرت نے ان کے لیے دوسری جگہ منتخب کی تھی۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ امرتسر کے ایک قریبی گاؤں میں اقامت گزیں ہو گئے۔ اس وقت کا پنجاب اس لحاظ سے خوش نصیب تھا کہ اس کے اطراف و اکناف میں علم و حکمت اور زہد و عرفان کے موتی نچھاور ہو رہے تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول، حضرت مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی، ضلع فیروزپور میں حضرت مولانا محمد لکھوی ان حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے قرآن و حدیث کی روشنی کو دُور دُور تک پھیلا دیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں سیالکوٹ میں مولانا عبدالحکیم کا دور دورہ تھا۔ دور ونزدیک سے تشنگانِ علم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی علمی تشنگی دُور کرتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں مولوی عبداللہ چکڑالوی بھی تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سیالکوٹ میں ہی انہوں نے تفسیر القرآن لکھی، جسے علمی حلقوں میں سخت ناپسند کیا گیا۔ ماحول کو ناسازگار دیکھ کر مولوی عبداللہ لاہور آ گئے اور بابا مرحوم کی وساطت سے مسجد چینیاں والی میں ٹھہر گئے۔ یہاں ان کو کھل کر بولنے کا موقع ملا تو ان کے جدت پسند دماغ سے جہاں بہت سے صاحب عقل وفکر خلجان میں پڑ گئے وہاں بابا محمد چٹو بھی اپنی سادگی طبع کے باعث ان کا شکار ہو گئے اور اتنا فریفتہ ہوئے کہ اپنی جائداد تک ان کے سپرد کر دی۔ اب مولوی عبداللہ کو سہارا ملا تو جو کچھ ان کے دل ودماغ میں بھرا ہوا تھا، اسے قلم وقرطاس کے حوالے کر دیا۔ قرآن پاک کو نئے معنی پہنائے، احادیث کا مطلب بگاڑ اور اس میں بہت آگے بڑھ گئے لیکن بابا محمد چٹو کی وابستگی ان سے کم نہ ہوئی۔ انہوں نے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم اور مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کو لکھا کہ اگر آپ لاہور آ کر اشاعت قرآن کا کام اپنے ذمہ لے لیں، تو میں معقول رقم آپ کی خدمت میں پیش کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ نہ مانے! اس کا ذکر ان دونوں بزرگوں نے اپنی کتابوں میں بھی کیا ہے۔ اس سارے واقعہ میں کہنے کی یہ چیز ہے کہ بابا مرحوم کو علماء سے بے حد عقیدت ووابستگی تھی۔

اب میں بابا مرحوم کی توبہ اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے مسلک سے بے زاری کا وہ واقعہ عرض کرتا ہوں جو میں نے اپنے ننہالی بزرگوں سے سنا ہے:

واقعہ یہ ہے کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی جب مسجد چینیاں والی سے علیحدہ کیے گئے تو بابا مرحوم نے اپنا ایک مکان منہدم کر کے مسجد کے لیے وقف کر دیا اور مولوی عبداللہ کی رہائش کے لیے ایک حجرہ بھی تعمیر کر دیا تھا، جہاں مولوی عبداللہ ایک تخت پر تکیوں کے سہارے بیٹھے رہتے تھے کیوں کہ وہ اپنی دونوں ٹانگوں سے معذور تھے۔ ایک دن دوپہر کو بابا صاحب کسی کام کے لیے ان کے حجرے میں گئے تو مولوی عبداللہ کو کسی ایسے فعل میں مشغول دیکھا جو شرع اور اخلاق کے منافی تھا۔ حیران ہو کر پوچھا یہ کیا......؟ انہوں نے **فمن اضطر غیر باغ و لاعاد فلا اثم علیہ** ۔آیت پڑھ دی۔ بابا کو اس منظر سے ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ کئی ہفتے گھر سے باہر نہ نکلے اور آخر بیمار ہو گئے۔ اور اس مسلک سے توبہ کی اور اپنے پوتے حکیم محمد حسین قریشی کو چھ سو روپے دے کر وصیت کی کہ جو جائداد میں نے مولوی عبداللہ کو دی ہے، وہ مقدمہ کر کے واپس لی جائے۔ چنانچہ بابا کے بعد یہ مقدمہ ۸ سال تک لاہور کی عدالتوں میں چلتا رہا۔ مسجد کے سوا تمام جائداد واپس مل گئی۔ اس مقدمہ کی بعض پیشیوں میں راقم الحروف بھی شامل رہا ہے۔

آخر میں بابا مرحوم کے لیے دعا کی التجا ہے۔ انسان سہو ونسیان کا پتلا ہے۔ اللہ پاک ان کی غلطیوں کو جو وفور جذب وشوق میں ان سے سرزد ہو گئی تھیں معاف فرمائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی ﷺ کی تدوین وحفاظت

پہلی صدی ہجری کے نصف میں لکھا ہوا صحیفہ احادیث

از: ڈاکٹر محمد حمید اللہ

ایم اے، پی ایچ ڈی۔ پیرس یونیورسٹی (فرانس)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۲۶ھ/ ۱۹ر فروری ۱۹۰۸ء کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ تعلیم وتربیت کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے شعبۂ دینیات میں شرکت کی اور ایم اے، ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ یورپ روانہ ہوگئے۔ بون یونیورسٹی (جرمنی) سے ۱۹۳۲ء میں صرف دس ماہ کے عرصہ میں اسلام کے بین الاقوامی قانون پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی فل کی ڈگری حاصل کی اور سوربون یونیورسٹی پیرس سے ۱۹۳۳ء میں ''عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں اسلامی سفارت کاری'' کا تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب کچھ عرصہ تک جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں پروفیسر رہے۔ یورپ جانے کے بعد جرمنی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ فرانس کے نیشنل سنٹر آف سائنٹیفک ریسرچ سے تقریباً بیس سال تک وابستہ رہے۔ علاوہ ازیں یورپ اور ایشیا کی کئی یونیورسٹیوں میں آپ نے توسیعی خطبات بھی دیے۔ ڈاکٹر صاحب السنۂ شرقیہ یعنی عربی، فارسی، ترکی اور اُردو کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی وغیرہ زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے۔ آپ نے اہلِ مغرب کو اسلام کی حقیقی تعلیمات اور پیغمبرِ اسلام کی سیرت طیبہ سے متعارف کرانے کے لیے مختلف یورپی زبانوں میں سیکڑوں مقالات اور متعدد کتابیں لکھیں۔ فرانسیسی زبان میں آپ کے ترجمۂ قرآن مجید اور اسی زبان میں دو جلدوں پر مشتمل سیرت پاک کے کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ اسی طرح انگریزی میں آپ کی کتاب ''محمد رسول اللہ'' بہت مقبول ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب ستمبر ۱۹۴۸ء میں دولت آصفیہ کے پاسپورٹ پر ایک ماہر قانون بین الممالک کی حیثیت سے سیکورٹی کونسل کے وفد میں شریک ہوکر نیویارک پہنچے۔ اسی دوران سقوطِ حیدر آباد کا سانحہ پیش آگیا۔ پھر ان کی غیرت نے بھارت جانا گوارا نہ کیا اور پیرس (فرانس) میں ہی مستقل سکونت اختیار کرلی اور بقیہ عمر وہیں بتا دی۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے علوم قرآنیہ، سیرت نبویہ اور فقہ اسلام پر ۱۶۵ وقیع کتابیں اور ۹۳۷ کے قریب مقالات نکلے۔ یہ علمی سرمایہ اسلام کے متنوع موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ تمام زندگی اشاعتِ علمِ نافع میں مصروف رہنے کے بعد ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو امریکی ریاست فلوریڈا کے شہر Jackson Vill میں صبح گیارہ بجے نیند کی حالت میں انتقال کرگئے۔ آپ نمازِ فجر کے بعد سوئے تھے اور اسی حالت میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۵ برس تھی۔ آپ کی نمازِ جنازہ امریکی نژاد دانشور ڈاکٹر یوسف ضیاء کواک جی نے پڑھائی جو شمالی ٹیکساس کے اسلامک ایسوسی ایشن کے امام ہیں۔ ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو ڈیڑھ بجے دن Chapal Hill قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔ [از محمد عالم مختار حق]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایم اے، پی ایچ ڈی پروفیسر پیرس یونیورسٹی (فرانس) نے برلن اور دمشق کی لائبریریوں سے حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ کا ایک مجموعہ احادیث جو ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' کے نام سے مشہور ہے، تلاش کیا ہے۔ اس وقت کتب حدیث کے جتنے مجموعے موجود ہیں، ہمام بن منبہ کا یہ صحیفہ ان میں سب سے قدیم ترین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ حدیث ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات ۵۸ھ اور ہمام بن منبہ کی وفات ۱۰۲ھ میں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ ہمام بن منبہ نے یہ احادیث حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات سے قبل ہی حاصل کی ہوں گی، اس لیے یہ مجموعہ احادیث پہلی صدی ہجری کے تقریباً وسط کی تاریخی نقطہ نظر سے ایک گرانمایہ یادگار ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ کی کتابت آپ ﷺ کی وفات کے دو تین سو سال بعد شروع ہوئی اور اس طرح وہ امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاری ؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ جیسے ائمہ کو بھی جعلساز قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل زیادہ سے زیادہ یہی رہی کہ عہد نبوی ﷺ یا عہد صحابہؓ کی حدیث کے متعلق کوئی یادگار موجود نہیں ہے۔ اب عہد صحابہؓ کی یادگار ہمارے ہاتھ میں ہے او رمقابلہ کرنے پر صاف نظر آتا ہے کہ بعد کے مؤلفوں نے مفہوم تو کیا، اس کا لفظ تک نہیں بدلا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ کے مجموعۂ احادیث (صحیفہ ہمام بن منبہ) کے دو قدیم نسخے دیکھے ہیں۔ ایک نسخہ برلن کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ آج تک (۱۹۵۵ء تک) اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ دوسرا قلمی نسخہ دمشق کے مشہور کتب خانہ ''ظاہریہ'' میں موجود ہے۔ یہ نسخہ برلن کے قلمی نسخہ سے بھی قدیم ہے، یہ چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے اور یہی وہ اصل نسخہ ہے جو محدثین کے درس وسماعت میں استعمال ہوتا رہا اور متعدد مرتبہ اس پر محدثین نے اپنے اپنے وقت پر اجازت ثبت کی ہے۔ ابن عساکر مصنف ''تاریخ دمشق'' ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اسی مخطوطہ (قلمی نسخہ) پر درس دیا ہے۔

بہر حال ہمام بن منبہ جن کی وفات ۱۰۲ھ میں ہوئی، انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث کا یہ مجموعہ ۵۸ھ سے (جب کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا انتقال ہوا) پہلے ہی حاصل کر لیا تھا۔ اب (۱۳۷۸ھ) تک یعنی سوا تیرہ سو سال کے عرصہ میں اس مجموعہ کی عبارت قطعی نہیں بدلی اور بجنسہٖ وہی ہے تو رسول اللہ ﷺ سے سننے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے اس کو لکھ لینے کی مختصر مدت میں اس میں تبدیلی وتحریف کا کوئی امکان نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص اس لیے کہ یہی حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ سے بھی مروی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا سلسلہ اسناد مختلف رہا ہے۔ بعض احادیث کو تو کئی کئی صحابہؓ نے روایت کیا ہے، یہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور صحاح ستہ کے دوسرے مؤلفین نے تیسری صدی ہجری میں خود نہیں گھڑیں بلکہ انھوں نے صحابہ کرامؓ کے وقت سے بحفاظت تمام منقول احادیث ہی کو اپنی تالیفات میں درج کیا ہے۔ بنابریں ایک دیانتدار اور منصف مزاج انسان کے لیے یہ صورتحال کتب احادیث پر یقین واعتماد مستحکم کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

محدثینؒ کے یہ کارنامے جو زمانہ کی دستبرد سے اس وقت تک محفوظ ہیں وہ اللہ کے فضل وکرم سے نہ دشمنان اسلام کے معاندانہ طعن وطنز سے مٹ سکتے ہیں اور نہ اپنوں کی ناواقفیت اور عیسائی مشنریوں کی کورانہ تقلید سے ان پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے صحیفہ ہمام بن منبہ پر تدوین وحفاظت حدیث پر ایک پرمغز مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ ہم اس کا بیشتر حصہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اس میں تدوین حدیث کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ اس موضوع پر یہ مضمون ہمارے قارئین کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث ہوگا۔

[مدیر]

اللہ کا پیام اس کے بندوں تک بہت سے پیغمبروں نے پہنچایا مگر بدبخت انسان عموماً برادر کشی کے جذبے میں اس کو نیست و نابود کرتا رہا۔ صحف آدم علیہ السلام وشیث علیہ السلام ونوح علیہ السلام تو بہت دور ہیں ''صحف ابراہیم علیہ السلام'' بھی جن کا قرآن مجید (سورہ ۸۷ آیت ۹) میں ذکر ہے، اب کہاں ہیں؟ اسی بدبخت انسان نے تورات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ اس کے سارے نسخے تباہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیے۔ زبانی یاد سے اس کے کچھ حصوں کا اعادہ ہوا تو کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ اور اسے یہی مصیبت اُٹھانی پڑی۔

ہمارے پاس! اب تیسری مرتبہ کا نسخہ ہے [1] اور جیسا ہے اس سے سب واقف ہیں۔ تالمود، مستنا اور ہگادا وغیرہ کے نام سے یہودی اخبار نے بعد کے زمانوں میں جو چیزیں لکھیں اُن کے اصرار اغلال (قید و بند) کی شدت سے خدائے رحمٰن کو اپنے بندوں پر پھر ترس آیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیام محبت و مرحمت لے کر مبعوث ہوئے۔ انسان نے آپ علیہ السلام کو تین چار سال بھی چین سے پرچار کا موقع نہ دیا۔ آپ علیہ السلام وعظ ضرور کرتے رہے لیکن روپوشی کی دائمی ضرورتوں اور اُمت کے اجڈپن سے اس کا موقع کہاں کہ اپنی انجیل کا املا کراتے یا اپنے مواعظ کے قلم بند ہونے کا انتظام کرتے۔ آپ علیہ السلام کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے آپ علیہ السلام کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں وغیرہ نے عرصہ بعد اپنی یادداشتیں مرتب کیں۔ ایسی ہر یادداشت انجیل (یعنی بشارت وخوشخبری) کے نام سے موسوم ہوئی۔ ان انجیلوں کی تعداد بھی کثیر ہوگئی اور اُن کے آپس کے اختلافات بھی کثیر ہوگئے تو ان میں سے چار کا کسی نہ کسی طرح انتخاب کیا گیا۔ [2] یہ مستند انجیلیں قرآن سے زیادہ حدیث سے مشابہت رکھتی ہیں یعنی صحابہ اور تابعین اپنے نبی کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں لیکن ان کی قدر و قیمت کی یہاں جانچ کا موقع نہیں ہے۔ صرف اس بات کی طرف اشارہ کافی ہوگا کہ ان انجیلوں میں کہیں عقیدہ تثلیث کا ذکر نہیں بلکہ تورات موسیٰ علیہ السلام کی توثیق اور وحدانیت ربانی کی ہی تعلیم ہے، لیکن آج نصرانیت اور تثلیث لازم وملزوم ہوگئے ہیں۔

سنت اللہ کے مطابق پھر ایک اور قوم کا کلامِ ربانی کی حفاظت کے لیے انتخاب ہوا۔ یہ عرب تھے مگر کیسے؟

اُمّی عرب

سامی نسل کے چند قبیلے صحرائی اور ریتلے براعظم عرب میں رہتے تھے۔ کچھ ساحلی رقبہ کو چھوڑ کر، یہ زیادہ تر خانہ بدوش لوگ تھے۔ ان کے وطن میں پانی کی کمی کیا تھی کہ وسائل تمدن ناپید تھے۔ جس زمانے میں بین الممالک تجارت محض تبادلہ اشیا پر منحصر ہو اور عرب میں نہ تو زرعی اور نہ کوئی اور قدرتی ثروت ہو تو وہاں کے تمدن کی ترقی جتنی سست رہ سکتی ہے، وہ ظاہر ہے۔

چنانچہ علم اور تدوین علم کے سلسلے میں حروفِ تہجی کے استعمال کی ضرورت تھی، ان کی زبان میں اعراب کو چھوڑ دیں تو اٹھائیس آوازیں یا حروف صحیح تھے۔ کسی زمانہ میں انھوں نے کہتے ہیں کہ حیرہ (حالیہ کوفہ، عراق) والوں سے لکھنا سیکھا۔ [3] اور اُن کے حروفِ تہجی کو اپنی زبان کے لیے استعمال کیا۔ یہ وہی حروف تہجی ہیں جن میں اب ہم اور عرب ہر دو اپنی زبانیں لکھتے ہیں، لیکن اسلام سے پہلے اس خط کی کیا حالت تھی؟ دوسری تمام کوتاہیوں کو چھوڑ بھی دیں تو محض یہ امر کہ اس میں زبر، زیر کا اعراب تو کیا حروف کے نقطے بھی نہ تھے۔ ابجد ہوز کے اٹھائیس حروف میں سے لفظ کے شروع میں (ب، ت، ث، ن، ی)، (ج، ح، خ)، (د، ذ)، (ر، ز)،

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا عنوان ''بائبل'' ذیلی سرخی ''اولڈ ٹسٹمنٹ''

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے، انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا عنوان ''بائبل'' ذیلی سرخی ''نیو ٹسٹمنٹ'' میں بتایا گیا ہے کہ ''یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ چاروں کب اور کہاں مدوّن کی گئیں۔'' اسی میں بتایا گیا کہ ''انجیل متی کو دوسری صدی میں مدوّن کیا گیا۔''

[3] تفصیل کے لیے بلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۷۶-۴۷۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(س، ش)، (ص، ض)، (ط، ظ)، (ع، غ)، (ف، ق) میں آپس میں کوئی فرق نہ تھا اور ہر چیز محض اٹکل پر پڑھی جاتی تھی۔ اس پر عربی زبان کی زرخیزی واقعی روشنی طبع کیا تھی۔ بلائے جان تھی ایک معمولی مثال لیجیے: (قبل) اسے فیل (ہاتھی) پڑھیں، قیل (کہا گیا) قبل (پہلے) قتل (جان سے مار ڈالا) یا فتل (رسی بٹنا)؟ بعض وقت کسی جملے میں سیاق وسباق ایک سے زیادہ متبادل صورتوں کا امکان رکھتا ہے۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ بدویت اور روزگار کی دشواری سے اس کا موقع کہاں تھا کہ لوگ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ کریں؟ اور توجہ کریں بھی تو کیا لکھیں اور کیا پڑھیں کہ علمی تحقیق وترقی کا ملک کو نہ موقع ملا تھا اور نہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ بڑے سے بڑے حضری مرکز، بستی اور شہر میں بھی، جو مال تاجر اپنے وصولی طلب قرضوں کی یادداشت لکھتے ہوں گے پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ کچھ اندازہ مثالوں سے ہوگا:

قریباً ۷ھ میں جو آثار مشرقی عرب، علاقہ الحساء، جیسے بڑے مقام پر رسول اکرم ﷺ نے ایک تبلیغی خط بھیجا تو راوی کہتے ہیں کہ سارے علاقہ اور قبیلہ میں ایک شخص بھی نہ تھا جو خط کو پڑھ سکے۔ لوگ تلاش اور انتظار کرتے رہے تا آں کہ ایک بچہ ملا جس نے خط پڑھ کر سنایا۔ ❶ تقریباً اس زمانے یا کچھ بعد کا واقعہ ہے کہ الفزین تو لب مسلمان ہوئے۔ یہ ایک بڑے قبیلے کے سردار تھے اور اتنے بڑے شاعر کہ ان کی نظموں کا ایک دیوان تیار ہوا ہے۔ انھیں ان کے قبیلہ عُکل (یمن) کا سردار مامور کر کے ایک تحریری پروانہ بارگاہِ رسالت ﷺ سے عطا ہوا۔ بازار میں آکر یہ پوچھنے لگے۔ "کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو پڑھنا آتا ہے؟ یہ خط مجھے پڑھ کر سنایے۔" ❷

عہدِ اسلام میں عربوں کی تیز گام علمی ترقی

اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں باشندگانِ عرب نے لکھنے پڑھنے اور اپنے معلومات کی تدوین کرنے کی طرف اتنی توجہ نہ کی، جتنی اسلام قبول کرنے کے بعد۔ لیکن حیرت اس پر ہوتی ہے کہ ان کی امیت وجاہلیت کے اور ہر قسم کے علوم و فنون سے ان کی والہانہ اعتنا کے درمیان زمانہ اتنا مختصر ہے کہ پرانی تاریخ عالم میں اتنی تیز علمی ترقی کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ کہتے ہیں کہ بعثت نبوی ﷺ کے وقت شہر میں سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ ❸ شہر مدینہ میں تو اس سے بھی کم عرب یہ فن جانتے تھے لیکن دوسری صدی ہجری ہی سے عربی زبان علمی نقطہ نظر سے دنیا کی متمول ترین زبانوں میں شامل ہوگئی تھی، یہ کیسے ہوا؟

اسلامی حکومت کا آغاز اھ (۶۲۲ء) میں ہوا۔ جب کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ ہجرت کر کے مدینہ جا بسے مگر اس وقت وہ ایک چھوٹے سے شہر کے بھی صرف چند حصوں پر مشتمل تھی۔ کیونکہ باقی مدینہ یہودیوں یا تا حال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں کے قبضہ میں تھا۔

---

❶ میری کتاب الوثائق السیاسیہ (نمبر ۷۷) دیکھیے۔ ❷ الوثائق السیاسیہ نمبر ۲۳۳

❸ تفصیل کے لیے بلاذری: فتوح البلدان ۴۷۲، باب "خط کی ابتدا" ملاحظہ ہو۔ مؤرخ بلاذری نے ان سترہ آدمیوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں جزیرہ نما عرب میں سینکڑوں قبیلے کیا تھے کہ حقیقت میں سینکڑوں خود مختار مملکتیں تھیں جن میں ہر ایک دوسرے سے مکمل آزاد تھی۔ ۶ھ کے اواخر میں جب مسلمانوں اور مکہ والوں میں صلح ہوئی تو اس وقت تک بھی یہ اسلامی مملکت چند سو مربع میل سے زیادہ پر مشتمل نہ ہوسکی تھی۔ ❶ لیکن اس کے بعد پانچ سال بھی نہ گزرے تھے کہ جب ۱۱ھ میں رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو اسلامی مملکت قریباً دس لاکھ مربع میل علاقے (پورے عرب اور جنوبی فلسطین) پر پھیل چکی تھی۔ اس پر مشکل سے پندرہ سال گزرے تھے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے (۲۶ھ) میں ایک طرف طبری ❷ کے مطابق سارے شمالی افریقہ سے گزر کر اسلامی فوجیں اندلس میں داخل ہوچکی تھیں تو دوسری طرف ❸ بلاذری کے مطابق دریائے جیحون (oxus) کو عبور کر کے ماوراء النہر یعنی چین میں گھس گئی تھیں۔ اس کی توثیق ہم عصر چینی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ ❹ جنوب میں یہ لشکر خود حضرت عمرؓ کی خلافت میں تھانہ (بمبئی یا گجرات) اور دیبل (ٹھٹھہ نزد کراچی) تک ❺ اور شمال میں آرمینیا اور اس سے بھی آگے تک پہنچ چکے تھے۔ ❻

یہ وہ زمانہ ہے جب عرب مسلمان اپنے حریفوں سے نہ تعداد میں اور نہ ساز و سامان میں ہی کوئی نسبت رکھتے تھے۔ اسی طرح بیزنطینی (رومیوں) اور ایرانیوں میں، جن سے انھیں سابقہ پڑا تھا، خود فنون حرب وقتال میں جس بلند درجے پر پہنچے ہوئے تھے، اس کا بچارے بدویوں کی حالت سے مقابلہ کرنے کا سوال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ مزید برآں یہ مسلمان عرب اپنے گھروں اور خیموں سے کسی لوٹ مار یا زمانہ جاہلیت کی غارت گری کے لیے بالکل نہیں نکلے تھے بلکہ صرف اس لیے کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو۔ (لتکون کلمة اللّٰه هی العلیا)

اصل میں ان کی جبلی صلاحیتیں اور اسلامی تربیت ہی اس بات کی ذمہ دار تھیں کہ اس نتیجے پر پہنچیں۔ ان کے لیے فتوحات سیف ہوں کہ فتوحات قلم، دونوں ایک ہی چیز کے دو پہلو اور ایک ہی باعث دواعی کے دو مظاہر تھے۔ ہمارے کرم فرماؤں کو اس کا یقین نہیں آتا، اگر فتوحاتِ سیف میں خود ان کے مقبوضات ہاتھ سے نہ گئے ہوتے تو شاید محض اسلامی تاریخوں میں اس کا ذکر دیکھ کر اس کے وجود سے بھی اسی طرح انکار کر بیٹھتے جس طرح فتوحاتِ قلم کے متعلق ان کا رویہ ہے۔

یہاں ہمیں آغاز اسلام کی شمشیر زنی (اور جسم انسانی کے عمل جراحی) اور اُس کے ارتقا سے بحث نہیں، ہم اس دور کی قلم آرائی (اور ذہن انسانی کی تربیت واصلاح) پر اکتفا کریں گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمی سیاست

سب جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ اُمی تھے قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ ﷺ کو نہ پڑھنا آتا تھا، نہ لکھنا:

﴿وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (سورۃ العنکبوت: ۴۸)

---

❶ تفصیلات اور نقشے کے لیے دیکھیے میری کتاب "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" ص ۱۵ او مابعد "صلح حدیبیہ"

❷ تاریخ طبری، طبع یورپ، ص ۲۸۱۷ و مابعد، نیز گبن: تاریخ زوال وانحطاط سلطنت روما، ج ۵، ص ۵۵۵، مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

❸ بلاذری: فتوح البلدان، طبع یورپ، ص ۴۰۸

❹ حوالوں کے لیے یارتولڈ کی انگریزی کتاب "ترکستان" ص ۶

❺ بلاذری: فتوح البلدان، ص ۳۴۸، باب فتوح السندھ

❻ تاریخ طبری، حالات ۱۹ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس سے پہلے نہ تو تُو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے سیدھے ہاتھ سے لکھتا تھا ورنہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے۔''

یہ کتنا ولولہ انگیز امر ہے کہ نبی اُمی کو سب سے پہلے جو وحی ربانی ہوئی، وہ لکھنے کی تعریف اور پڑھنے کے حکم ہی پر مشتمل تھی:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ (سورۃ العلق:۱-۵)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے قطرے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا بزرگ وبرتر رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی اور انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔''

یہاں ''اِقْــرَاْ'' کے معنی ''پڑھنے'' ہی کے ہوسکتے ہیں، معمولی پیام پہنچانے کے نہیں (جیسے محاورہ یقرئک السلام میں ہوتے ہیں) کیونکہ سیاق عبارت میں قلم کی تعریف اور اس کے ذریعۂ علم ہونے کا ذکر ہے۔ غرض نبی اُمی ؐ نے اُمت کو اللہ کا جو پہلا حکم پہنچایا اور جس کی عمر بھر تعمیل کرائی وہ پڑھنے اور لکھنے ہی کے متعلق تھا اور آپ، جیسا کہ قرآن میں بیان ہوا ہے:

﴿فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ﴾ (سورۃ الجمعہ:۲)

''یعنی اُمیّوں میں انھیں میں کے ایک رسول تھے جو ان پر اس یعنی خدا کی آیتیں تلاوت فرماتے، ان کو تزکیہ نفس سکھاتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے۔''

اسی طرح آپ ﷺ وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیتوں اور سورتوں کے فوراً لکھانے کا انتظام فرماتے جو تزکیہ اخلاق اور تعلیم ذہنی پر مستزاد تھا۔

مگر ہم وطنوں نے آپ ﷺ کی بات کم مانی اور آپ ﷺ کو، آپ ﷺ کے ساتھیوں کو جو اللہ کی راہ میں ساتھ دے رہے تھے، طرح طرح سے ستانا شروع کیا۔ [1] جب اذیت کا پانی سر سے اونچا ہوگیا تو جو لوگ ہجرت کر سکتے تھے، گھربار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور آخر آپ ﷺ بھی ان سے جا ملے اور وہاں اُمت کی سیاسی تنظیم وتشکیل شروع فرمائی۔ ہجرت کے بعد جو سورہ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ ہے اور اسی میں مشہور آیت مدانیہ (اصول قرض دہی) بھی ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَکْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَکْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اِلٰۤی اَجَلِهٖ ذٰلِکُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤی اَلَّا تَرْتَابُوْۤا﴾

[1] اس زمانے میں بھی چند مدینے والے مسلمان ہوئے تو وہاں ایک معلم بھیجا گیا (یعنی حضرت مصعب بن عمیر جو مقری کہلاتے تھے) تاکہ لوگوں کو قرآن، فقہ اور دینیات کی تعلیم دیں۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے (دیکھو سیرت ابن ہشام ص ۲۸۹، ۲۹۰) اسی طرح بخاری میں ہے: ''براء صحابی کہتے کہ صحابہ میں سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے جو لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے لگے (بخاری: کتاب التفسیر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہیں، جب تم آپس میں کوئی قرض دہی کسی معینہ مدت کے لیے کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت حاصل کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے۔ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے وعدہ تک۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لیے زیادہ سیدھی اور مضبوط اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔‘‘ (سورۃ البقرہ: آیت ۲۸۲)

اس آیت کے نازل ہونے سے لکھنے پڑھنے پر توجہ بڑھ ہی گئی ہوگی۔ ❶

لکھنے پڑھنے کی عام ترویج کا انتظام

مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تھی۔ اس عمارت کے ایک حصہ میں سائبان اور چبوترہ (صُفّہ) بنایا گیا۔ یہ اوّلین اسلامی اقامتی جامعہ تھی۔ رات کو طلبہ اس میں سوتے اور اساتذہ مامور کیے گئے جو دن کو انھیں وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے۔ چنانچہ عبداللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جو خوشخط تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے، انھیں وہاں لکھنا سکھاتے۔ ❷ اسی طرح عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ انھیں رسول اکرم ﷺ نے اس بات پر مامور کیا کہ صفہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں ❸ مدینے میں ۲ ھ میں ایک اور اقامتی درس گاہ دار القراء کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ❹

ہجرت پر مشکل سے ایک سال گزرا تھا کہ رمضان ۲ ھ میں بدر کا معرکہ پیش آیا جس میں دشمن کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی۔ پھر یہ کامیاب رہے اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے ان اسیروں سے جو برتاؤ کیا گیا، اس پر آدمی سر دھننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دشمن کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس مسلمان بچوں کو اس فن کی تعلیم دے۔ ❺ کیوں نہ ہو کہ ’’نبی الملحمة‘‘ ❻ ساتھ ہی ’’مدينة العلم‘‘ بھی تھا۔ بعض دقیقہ رس محدثین نے اس واقعہ کا خوب عنوان باندھا ہے ’’مشرک کو استاد بنانے کا جواز‘‘ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ تعلیم پھیلانے کے متعلق مستقل سیاست ہی کی پیش رفت و تکمیل تھی۔

---

❶ قرض دہی کے علاوہ حدیثوں میں وصیت کو بھی لکھ رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’کسی مسلمان کو جس کے پاس وصیت کے لائق کچھ مال و دولت ہو تو یہ مناسب نہیں کہ دو راتیں اس طرح گزارے مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی رکھی ہو۔ إلا وَصيتهُ مكتوبةٌ عنده‘ بخاری ۳۸/۲ جلد ۱ کتاب الوصایا۔

❷ اُسد الغابہ، لابن الاثیر ۱۷۵/۳۔ استیعاب لابن عبدالبر جلد دوم ص ۳۹۳۔ الاصابہ لابن حجر نمبر ۱۷۶۹۔ ان کا نام زمانہ جاہلیت میں ’’الحكم‘‘ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ سے موسوم فرمایا۔ صفہ کی درسگاہ میں تعلیم پانے والوں کی کثیر تعداد کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ تمیم سے ۷۰، ۸۰ طلبہ آئے تھے انھوں نے مدینہ میں ایک مدت تک ٹھہر کر قرآن سیکھا اور دینی تعلیم حاصل کی۔ (ابن عبدالبر استیعاب)

❸ التراتيب الادارية لعبد الحى الكتانى ۴۸/۱ بحوالہ ابوداؤد ❹ الكتانى ۵۶/۱

❺ طبقات ابن سعد، ۱۴/۲، ص ۴، سہیلی: الروض الانف، جلد ۲ ص ۹۲، مسند احمد بن حنبل ۲۴۷/۱ نیز کتاب الاموال ص ۱۱۶ نمبر ۳۰۹۔ مُصنّف عبدالرزاق میں بھی اس کا تفصیلی تذکرہ ہے ص ۲۰۴ باب قتل اہل الشرک صبرا وفداء۔

❻ ابن تیمیہ، ذہبی، ماوردی، طبری وغیرہ نے اسے حدیث قرار دیا ہے۔ طبرانی کبیر میں ابوموسیٰ روایت کرتے ہیں: ’’أنا نبي الملحمة، أنا مدينة العلم‘‘ کنز العمال ۸۶۳۲۔ مستدرک حاکم ۱۲۶/۳، طبرانی کبیر ۶۶/۱۱ - ۶۱۔ اس کے راوی ہیں، جامع صغیر ج ۱ ص ۲۶۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے ''بعثت معلماً'' ❶ (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) اسی طرح آپ ﷺ بچوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم سیکھیں۔ ❷ اور اپنے پڑوس کی مسجد میں سبق پڑھا کریں ❸ اور مؤرخ بلاذری نے ذکر کیا ہے عہد نبوی ﷺ میں مدینہ میں ۹ مسجدیں تھیں ❹ پنج وقتہ نمازیں لوگ وہیں پڑھتے لیکن نمازِ جمعہ کے لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہو جاتے۔ مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ اہل جواثا نے (جو بحرین یعنی موجودہ الحسا میں ہے) ایک مسجد تعمیر کی جو مدینہ کی مسجد کے بعد پہلی جامع مسجد تھی۔ اصل میں آنحضرت ﷺ کی اُنھیں لکھ بھیجا تھا کہ ''فلاں فلاں جگہ مسجد بناؤ'' اور ایک روایت میں ''مسجد بناؤ اور فلاں فلاں کام کرو ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔'' ❺ یقیناً یہاں بھی درس وتدریس کا انتظام ہوا ہوگا۔

اسی طرح جب عمرو بن حزمؓ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا گیا تو انھیں فرائض منصبی کے متعلق ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا۔ اس میں انتظامی اُمور کے علاوہ تعلیم کی اشاعت کے بھی احکام ہیں۔ ❻

مؤرخ طبری نے ۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معاذ بن جبلؓ جو ناظر تعلیمات بنا کر یمن بھیجا جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کیا کرتے اور مدارس کی نگرانی وانتظام کرتے۔ ❼

مرد ہی نہیں عورتیں بھی اس تعلیمی سیاست کا موضوع تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی تعلیم وتذکیر کے لیے مخصوص فرما رکھا تھا۔ ❽ مؤطا کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اُم المومنین حفصہؓ لکھنا پڑھنا

---

❶ سنن ابن ماجہ ۲۲۹، باب فضل العلماء، ابن عبدالبر بہ مختصر بیان العلم ص ۱۵، دارمی ۳۵۳/ ۲۸

❷ الکتانی، التراتیب الاداریہ، جلد ۱، ص ۴۱ بحوالہ اصابہ، ابزالخزاعی۔ ❸ ابن عبدالبر: مختصر بیان العلم، ص ۱۴

❹ بلاذری: انساب الاشراف (مخطوطہ قاہرہ) ج ۱ ص ۴۲۰

❺ پورا متن میری کتاب: الوثائق السیاسیہ میں نمبر (۷۷) بحوالہ بخاری، ابن طولون، یاقوت وغیرہ دیکھئے۔

❻ الوثائق السیاسیہ نمبر ۱۰۵ بحوالہ ابن ہشام، طبری وغیرہ۔ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: استعمل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عمرو بن حزم علیٰ اھل نجران وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً لیتفقھھم فی الدین و یعلم القرآن (رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو اہل نجران پر گورنر بنا کر بھیجا اور وہ ۱۷ سال کے تھے کہ قرآن پڑھائیں اور دینی تعلیم دیں) (ابن عبدالبر: الاستیعاب)

❼ تاریخ طبری (طبع یورپ) سلسلہ اول، ص ۱۸۵۲ تا ۱۸۵۳، ص ۱۹۸۱۔ مؤرخ ابن خلدون بھی لکھتے ہیں: ''بعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم معاذ بن جبل معلماً لِاَھل الیمن و حضرموت '' (رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن والوں اور حضرموت کا معلم بنا کر روانہ فرمایا)۔ قارہ اور عضل نامی دو قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے چھ مدرس مقرر فرمائے:

قد بعث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی عضلٍ وقارۃ مرثد بن ابی مرثدِ عاصم بن ثابتٍ حبیب بن عدی خالد بن البکیر، زید بن دثنۃ، عبداللّٰہ بن طالق لیتفقھوھم فی الدین و یعلموھم القرآن و شرائع الاسلام (ابن عبدالبر: الاستیعاب)

''رسول اللہ ﷺ نے عضل اور قارۃ قبیلہ کے لیے مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، حبیب بن عدی، خالد بن بکیر، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طالق کو روانہ فرمایا تاکہ یہ قرآن پڑھائیں، دینی تعلیم اور شریعت اسلامیہ کا درس دیں۔

❽ بخاری جلد ۱، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوم علیٰ حدۃ فی العلم۔ رقم الحدیث ۱۰۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتی تھیں ❶ نیز ابوداؤد ❷ وعبدالرزاق ❸ کی حدیث ہے کہ اُم المومنین حضرت حفصہؓ نے آں حضرت ﷺ کے علم واجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفا بنت عبداللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھیں) لکھنا سیکھا تھا۔ یہاں اس پہلو کو طول دینے کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ زنانہ تعلیم پر اس توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ بعد کے زمانے میں عورتیں مختلف علمی میدانوں میں مردوں کے ساتھ مسابقت کرنے لگیں۔ چنانچہ زیر اشاعت صحیفہ ہمام کے مخطوطۂ دمشق کے سماعات میں (جو آگے اپنی جگہ درج ہیں) ایک معلّمہ کا بھی تذکرہ ہے یعنی اُم الفضل کریمہ بنت ابی الفراس نجم الدین القرشیہ الزبیریہ جس نے اپنے گھر میں ایک مدرسۂ حدیث کھول رکھا تھا۔ اسی طرح ابوعبید قاسم بن سلام (۱۵۴ تا ۲۲۴ھ) کی کتاب الاموال جو مالیہ حکومت (فینانس) کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔ بسم اللہ کے بعد ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے (یہ کتاب مصر میں چھپ گئی ہے):

قری علی الشیخة الصالحة الکاتبة فخر النساء شهدة بنت ابی نصر احمد بن الفرج بن عمر الابری الدینوری بمنزلها ببغداد.

''نکوکار وخوش نویس پروفیسر فخر النساء شہدہ کو (جو سوزن ساز (سوئی بنانے والے) ابونصر احمد بن الفرج بن عمر دینوری کی دختر ہیں) بغداد میں ان کے گھر پر سنا کر سند حاصل کی گئی۔''

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہوں تو حدیث یا رجال کی کتابیں دیکھ لی جائیں جن میں راویوں کے ناموں میں عہد صحابہ وتابعین وتبع تابعین کی خادماتِ علم کے نام کثرت سے مل جائیں گے۔

تدوین حدیث

تعلیم کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی عام سیاست کے جو اثرات پیدا ہوئے، یہ ان کے چند نمونے اور مثالیں ہیں لیکن ہمیں تدوین حدیث کے مسئلے سے ہی یہاں خاص بحث ہے۔ حدیث یعنی حدیث نبوی ﷺ میں رسول اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات (یعنی کسی صحابہ کو کچھ کرتے دیکھ کر اسے روا اور برقرار رکھنا) تینوں شامل ہیں۔ اُنھیں کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کتابوں کی تالیف کا آغاز کب ہوا؟ اور موجودہ مروّجہ کتابوں پر کوئی غیر جانبدار شخص کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے؟ واضح رہے کہ زیر اشاعت صحیفۂ ہمام بھی حدیث ہی کی ایک تالیف ہے۔

بدیہی طور پر یہ ایک محال بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ کہا، کیا اَوروں میں رَوا رکھا، یہ سب کا سب لکھا اور مدوّن کیا گیا ہو۔ یہ انسانوں کا نہیں، فرشتوں کا کام ہے:

---

❶ مؤطا امام مالک میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ''اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابویونس کو حکم دیا کہ ان کے لیے ایک مصحف لکھ دیں۔'' نیز عمرو بن رافع کہتے ہیں کہ ''میں اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے لیے مصحف لکھا کرتا تھا۔'' امام مالک: مؤطا، کتاب الصلوٰۃ، الصلوٰۃ الوسطیٰ۔ رقم ۲۵

❷ سنن ابی داوٗد، کتاب الطب، باب الرقی رقم ۳۸۸۷، نیز بلاذری: فتوح البلدان، ص ۴۷۳

❸ مصنّف عبدالرزاق ج ۴ کتاب الجامع باب الرقاء۔ رقم ۱۹۷۶۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿كِرَامًا كَاتِبِينَ ○ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (سورۃ الانفطار: آیت ۱۱-۱۲)

یعنی ”تم جو کچھ کرتے ہو، اسے شریف، لکھنے والے فرشتے خوب جانتے ہیں۔“

اسی طرح یہ بدگمانی بھی بے بنیاد ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں کچھ لکھا ہی نہیں گیا، کیونکہ واقعات اس کے خلاف ہیں جیسا کہ آگے نظر آئے گا۔ بہر حال اسی اُمی اُمت نے اپنے نبی ﷺ کی جو حدیثیں اپنی آنکھ دیکھی اور کان سنی باتوں کی بنا پر لکھی ہیں، وہ اس سے کہیں بڑھی چڑھی ہے جو دوسری امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے متعلق بروقت لکھا ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح یہ اُمی اُمت دوسروں پر اپنے آغاز کار ہی میں فتوحات ملکی اور دور دراز براعظموں میں دین کی نشر واشاعت کے بارے میں بھی غیر معمولی فوقیت رکھتی ہے۔

لیکن نہ محض خوش اعتقادی کی ضرورت ہے اور نہ اس میں کوئی جرح ہی، کہ کسی جویائے حق کی طرح آغاز شک اور ”معلوم نہیں“ سے کریں اور سوائے ایسی چیز کے جس سے انکار کی مجال نہ رہے، کسی بات کو نہ مانیں۔

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ اس زمانے میں غریب عربی خط کا کیا حال تھا اور عربوں میں لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی تعداد کتنی تھی۔ جب ”سیکھو اور سکھاؤ“ کا حکم نبی کریم ﷺ نے اپنے پیروؤں کو دیا تو ان اُمیوں لیکن مخلص و مستعد فداکاروں کے لیے یہ چیلنج تھا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں سرکاری طور پر لکھی ہوئی حدیثیں

(الف) پہلا تحریری دستورِ مملکت

جب مکی مسلمان مدینہ ہجرت کر گئے تو انھوں نے وہاں ایک حکومت اور شہری مملکت کی بنیاد بھی رکھی۔ رسول اکرم ﷺ نے وہاں کے سب باشندوں یعنی مہاجرین، انصار، یہود، تا حال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں وغیرہ سے مشورہ کیا اور ایک دستورِ مملکت نافذ فرمایا۔ یہ تاریخ عالم میں سب سے پہلا ”تحریری دستورِ مملکت“ ہے۔ [1] اس میں حاکم ومحکوم دونوں کے حقوق و واجبات کی تفصیل ہے اور ابتدا یوں ہوئی ہے:

> ”پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ ایک تحریر ہے جو قریش اور یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں اور اُن لوگوں کے درمیان (مؤثر) ہے، جو ان (مسلمانوں) کے تابع ہوں، ان سے آملیں اور جنگ میں ان کے ساتھ حصہ لیں۔ یہ حقیقت میں (دُنیا کے) سارے لوگوں سے علیحدہ ایک مستقل اُمت ہیں...... وغیرہ“

یہاں ”یہ ایک تحریر ہے“ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، ضرور ہے کہ یہ کوئی لکھی ہوئی تحریری چیز ہو۔ [2] باون دفعات کے اس

---

[1] متن کے لیے الوثائق السیاسیہ نمبر (۱) بحوالہ ابن ہشام، ابو عبید و ابن سید الناس وغیرہ اور تفصیلی بحث کے لیے اُردو میں میری تالیف ”عہد نبوی ﷺ کا نظامِ حکمرانی“ باب سوم، عربی میں روئداد موتمر دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۹۳۸ء اور انگریزی میں اسلام رو یو (ورکنگ) اگست تا نومبر ۱۹۴۱ء۔

[2] محدث عبدالرزاق نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں ”ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الکتاب الذی کتبه بین قریش والانصار“ (مصنف عبدالرزاق، کتاب العقول)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستور میں نفس متن میں پانچ مرتبہ "اهل هذا الصحيفه" (اس دستاویز والوں) کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ "یہ تحریر (کتاب) کسی ظالم یا گناہگار کے برخلاف حائل نہ ہوگی۔" یہ بھی کہا ہے کہ "یثرب کا میدان (جوف) اس صحیفے والوں کے حق میں ایک حرم ہے۔"

اگر چہ نفس دستور میں اس یثربی حرم یعنی شہری مملکت کے حدود کی تفصیل نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ذیلی قواعد کے طور پر اس کو بھی تحریری طور پر منضبط کیا گیا تھا چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند ❶ میں روایت کی ہے:

عن رافع بن خديج...... فان المدينة حرمٌ حرمها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو مكتوبٌ عندنا فى اديمٍ خولانيّ

"رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ مدینہ ایک حرم ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس ایک خولانی چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔"

جہاں سیاسی نقطۂ نظر سے حدود مملکت اور رقبۂ سلطنت کا تعین ضروری خیال کیا گیا، وہیں عملی نقطہ نگاہ سے سرحد اندازی بھی لازم تھی، چنانچہ مطری نے اپنی تاریخ مدینہ (ما انست الهجرة من معالم دار الهجرة) میں تصریح کی ہے ❷ کہ "کعب بن مالک کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا کہ مخیص، حفیا، ذوالعشیرہ اور تیم (کے پہاڑوں) کی چوٹیوں پر علامت سرحد کے منارے تعمیر کروں۔"

(ب) مردم شماری کی تحریر

اسی طرح ہجرت کے ابتدائی زمانے میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اكتبو الى من تلفظ بالاسلام من الناس فكتبنا له الفاً و خمس مائة رجلٍ ❸

"مجھے ان لوگوں کے نام لکھ دو، جو اسلام کا اقرار کرتے ہیں اس پر ہم نے آپ ﷺ کے لیے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھ دیے۔"

اس میں مرد، عورت، بچے اور بڑے سب شامل ہوتے ہیں۔ یہ مردم شماری تحریری طور سے ہونا بیان کی گئی ہے۔تعداد سے گمان ہوتا ہے کہ یہ ۱ھ کا واقعہ ہوگا۔

(ج) سرکاری دستاویزیں معاہدے، پروانے

سرکاری دستاویزوں اور معاہدوں، پروانوں کا آغاز ہجرت سے بھی پہلے ہو چکا ہونا نظر آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ❹ کہ تمیم

....

❶ مسند احمد بن حنبل۔ جلد چہارم، ص ۱۴۱، حدیث نمبر ۱۰ ❷ مخطوطہ شیخ الاسلام، عارف حکمت بے، مدینہ منورہ، باب تحریم المدینۃ

❸ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام للناس (کتاب ۵۶، باب ۱۸۱، حدیث نمبر ۱)

❹ الوثائق السیاسیہ، نمبر ۴۳، بحوالہ حلبی، مقریزی، قسطلانی وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داری کو ہجرت سے بھی پہلے فلسطین کا شہر حبرون ایک پروانے کے ذریعہ سے کہہ کر جاگیر میں دیا گیا کہ جب یہ شہر اللہ کی عنایت سے فتح ہو تو وہ تمہارا ہے۔ اسی طرح خود سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک مدلجی کو ایک پروانہ امن لکھ کر دیا گیا تھا۔ ❶ ان سے قطع نظر کریں تو ایسا نظر آتا ہے کہ ۱ھ میں قبیلہ جہنیہ سے حلیفی اور دوستی کا معاہدہ ہوگیا تھا، اگرچہ اس کا متن نہیں ملتا چنانچہ سیف یعنی ساحل بحر (ینبع) کی سمت سے حضرت حمزہؓ کی جو مہم بھیجی گئی، اس کے ذکر میں ابن ہشام ❷ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ''مجدی بن عمرو الجہنی مسلمانوں اور قریشی کارواں کے مابین آڑے آگیا اور یہ دونوں فریقوں کا حلیف (مداوع) تھا۔'' البتہ صفر ۲ھ کا معاہدہ محفوظ ہے۔ یہ بنی ضمرہ سے ہوا تھا۔ سہیلی ❸ نے اس کا متن یوں نقل کیا ہے: ''یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی بنی ضمرہ کے لیے......'' اس طرح کے معاہدوں کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی زندگی بھر جاری رہا۔ بعض عجیب چیزیں بھی پیش آئی۔

۵ھ میں خندق کے زمانے میں بنی فزارہ اور غطفان سے ایک توثیق طلب مسودہ یا معاہدہ (مراوضہ) ❹ ہوا تھا اور بعد میں میٹ دیا گیا۔

۶ھ کے صلح نامہ حدیبیہ کے الفاظ پر جھگڑا بھی مشہور ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے آخر حکم دیا تھا کہ بعض لکھے ہوئے الفاظ میٹ دیے جائیں۔ ❺

۹ھ کے غزوہ تبوک کے متعلق مؤرخ لکھتے ہیں کہ دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر بن عبدالملک بن عبدالجن الحیری نے جب اطاعت کا معاہدہ کیا ❻ تو آنحضرت ﷺ نے دستاویز پر ''اپنے ناخن سے مہر فرمائی۔'' (خَتَمَهُ بظُفره) ❼ یہ اصل میں اُکیدر کے وطن حیرہ والوں کا قدیم رواج تھا کہ معاہدوں پر انگوٹھے کا نہیں بلکہ ناخن کا نشان لیتے تھے اور اس سے ہلال کی شکل کی ایک لکیر پڑ جاتی تھی، چنانچہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں پختہ اینٹوں پر کندہ کیے ہوئے زمانہ قبل مسیح علیہ السلام کے جو معاہدے نکلے ہیں، ان پر نہ صرف ایسی علامتیں موجود ہیں بلکہ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ ''بغرض توثیق ناخن کا نشان ثبت کیا۔''

(د) تبلیغی خطوط

آنحضرت ﷺ نے قیصر وکسریٰ، مقوقس ونجاشی وغیرہ حکمرانوں کو تبلیغی خط بھیجے تھے۔ ان میں سے قیصر کا موسومہ اصل خط حال

---

❶ ایضاً، نمبر ۲، بحوالہ ابن ہشام وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث المزنی کو قبیلہ کی معدنوں کا ٹھیکہ دیا تھا۔ اس کی پوری سند کا جو متن رسول اللہ ﷺ نے انھیں تحریر میں لکھ کر دیا تھا وہ ابوداؤد کتاب القطائع میں موجود ہے۔ نیز مؤطا کتاب الزکات نیز کتاب الاموال میں بھی تذکرہ ہے۔ ابو عبید قاسم بن سلام اور مؤرخ بلاذری کا بیان ہے کہ ''بلال بن حارث کی اولاد نے ایک جریدہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان پیش کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس فرمان مبارک کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔'' ابوعبید: کتاب الاموال ص ۳۳۹، نمبر ۸۶۶، نیز بلاذری: فتوح البلدان ص ۱۳

❷ سیرۃ رسول اللہ ﷺ لابن ہشام (طبع یورپ)، ص ۴۱۹ ❸ الروض الانف ۲/۵۸ تا ۵۹ نیز الوثائق السیاسیہ، نمبر ۱۵۹ بحوالہ ابن سعد وغیرہ۔

❹ الوثائق السیاسیہ، نمبر ۸ بحوالہ ابن ہشام وطبری ❺ سیرۃ ابن ہشام ص ۷۴۷

❻ متن کے لیے الوثائق السیاسیہ، نمبر ۱۹۰ نیز ابوعبید قاسم بن سلام: کتاب الاموال ص ۱۹۵، نیز ص ۵۰۸، ابوعبید قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ھ) لکھتے ہیں کہ ''خود میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ ایک سفید چمڑے پر لکھا ہوا تھا اور میں نے حرف بہ حرف اس کی نقل لے لی۔

❼ طبقات ابن سعد جلد دوم حصہ اول ص ۱۲۰، نیز تراتیب کتانی ۱/۱۷۹ بحوالہ اصابہ لابن حجر، وہب بن اُکیدر نیز اُکیدر بن عبدالملک۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک موجود تھا۔ ❶ مقوقس، نجاشی اور المنذر بن ساوی کے خطوط کی اصلیں موجود و معروف ہیں۔ ❷ ابن عساکر نے اپنی ''تاریخ دمشق'' میں لکھا ہے۔ ❸ کہ ابوالعباس عبداللہ بن محمد نے شہر ایلہ والوں سے ان کا معاہدہ نبوی ﷺ تین سو اشرفی میں خرید کیا۔ کسریٰ کے متعلق مروی ہے کہ اس نے نامہ مبارک کو پوری طرح سنے بغیر چاک کر دیا تھا۔ ❹ یہ سب بھی تحریری ہی چیزیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے کاتب زید بن ثابتؓ نے رسالت مآب ﷺ کے حکم سے یہودیوں کی زبان اور تحریر سیکھی تھی۔ ❺ مؤرخ طبری کے علاوہ محدث ابوداؤدؒ اور امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ''زید بن ثابتؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہودیوں کی کتابت سیکھی تھی اور رسالت مآب ﷺ جو مراسلے ان کو لکھتے یا جو مراسلے وہ لکھتے، زید بن ثابتؓ ان کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ ❻

(ہ) گورنروں اور قاضیوں کو تحریری ہدایات

انتظامی ضرورتوں سے اکثر موقع پیش آتا رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ جزیرہ نما عرب کے اطراف و اکناف میں اپنے ہر جگہ کے گورنروں، قاضیوں، تحصیلداروں وغیرہ کو وقتاً فوقتاً ہدایتیں بھیجیں یا پیچیدہ گتھیوں میں یہ افسر کچھ دریافت یا استصواب کریں تو اس کا جواب بھیجیں۔ اس کا متواتر ذکر ملتا ہے کہ اواخر حیات میں آنحضرت ﷺ نے زکوۃ یعنی زراعت، ریوڑوں، معدنیات وغیرہ میں حکومت کو واجب الادا محصول کی شرحیں تحریر کروائیں لیکن اضلاع وغیرہ میں بھیجنے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا اور یہ کہ حضرت ابوبکرؓ

---

❶ میری تالیف ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' میں باب ''مکتوب نبوی ﷺ بنام قیصر روم''

❷ ایضاً، باب ''مکتوب نبوی ﷺ کے دو اصول''

❸ ابن عساکر: تاریخ دمشق طبع جدید (شائع کردہ صلاح الدین المنجد) جلد اوّل ص ۴۲۰

❹ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ما یذکر فی المناولۃ رقم ۶۴۔ نیز تاریخ طبری ۶ھ کے واقعات ص ۱۵۷۲ مطبوعہ لیڈن ہالینڈ بخاری، کتاب الجہاد میں عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک نامہ مبارک (عبداللہ بن حذافہ کو دے کر) کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھجوایا۔ (بعث بکتابہ الی کسریٰ) آپ ﷺ نے (عبداللہ بن حذافہ کو) حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے حاکم (منذر بن ساوی) کو دینا، وہ کسریٰ کو پہنچا دے گا (منذر نے ایسا ہی کیا) کسریٰ نے وہ خط پڑھ کر پھاڑ ڈالا۔ رقم ۴۴۲۴۔

اسی بخاری کتاب الجہاد رقم ۲۹۴۰ باب دعاء النبی الی الاسلام و النبوۃ میں عبداللہ بن عباس ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قیصر (روم) کو دعوتِ اسلام کا ایک خط لکھ کر دحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا (کتب الی قیصر یدعوہ الیٰ الاسلام و بعث بکتابہ الیہ مع دحیۃ الکلبی) اور دحیہ کلبی سے فرمایا، یہ مکتوب بصریٰ کے حاکم (حارث بن ابی شمر) کو پہنچا دینا، وہ قیصر کو پہنچا دے گا۔

بخاری کتاب العلم میں ایک اور واقعہ کا تذکرہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فوج کے ایک سردار کو ایک مکتوب لکھ دیا (کتب لامر السریۃ کتاباً) اور فرمایا کہ ''اس کو کھول کر پڑھنا نہیں جب تک تو فلاں مقام پر نہ پہنچ جائے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا تو اس نے لوگوں کو وہ مکتوب پڑھ کر سنایا اور آنحضرت ﷺ کا حکم ان کو بتلایا۔ (بخاری کتاب العلم، باب ما یذکر فی المناولۃ و کتاب العلم بالعلم ای البلدان

❺ بلاذری: فتوح البلدان، ص ۵۱۳

❻ ابوداؤد ۳۶۴۵، کتاب العلم باب روایۃ حدیث اہل الکتاب، نیز تاریخ طبری ص ۱۴۶۰، ۴ھ کے واقعات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ وغیرہ خلفا نے اس پر عمل کیا۔ ❶

ان مثالوں کے دینے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح کی حدیثیں یعنی سیاسی دستاویزیں جو عہد نبوی ﷺ سے تعلق رکھتی ہیں تحریری ہی ہوسکتی ہیں کیونکہ اس کے بغیر ان کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ خطوط پر ثبت کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ کا ایک مہر تیار کرانا بھی معروف واقعہ ہے۔ ❷ ایسی دستاویزوں یعنی تحریری حدیثوں کو اکٹھا کرنے کی کوششوں کا آغاز عہدِ صحابہؓ ہی میں شروع ہوا۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ اس عاصی پُر معاصی نے بھی اس سعادت کے حصول کی بساط بھر کوشش کی اور اگلے پچھلوں کی کوششوں کو یکجا کر کے ''الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی ﷺ والخلافۃ الراشدۃ'' مصر میں شائع کی۔ اس میں خاص عہدِ نبوی ﷺ کی دوسو سے زائد دستاویزیں ہیں۔ اس کتاب کا نیا اڈیشن زیر طبع ہے اس میں عہدِ نبوی ﷺ کے مزید چالیس ایک معاہدے جو بعد میں ملے، اضافہ کیے گئے ہیں۔

کتابت کی بعض اتفاقی صورتیں

صحیح بخاری ❸ وغیرہ ❹ نے روایت کی ہے کہ ۸ھ میں فتح مکہ پر آنحضرت ﷺ نے حقوق انسانی وغیرہ اہم مسائل پر خطبہ دیا۔

---

❶ سنن دارقطنی، ابوداؤد، طبرانی، داری، کنز العمال وغیرہ میں اس کا متن ہے۔ سنن ابی داؤد رقم ۱۵۶۸ کتاب الزکوۃ اور ترمذی ۶۲۱ کتاب الزکوۃ باب ما جاء فی زکاۃ الابل میں عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کی کتاب لکھی مگر آپ ﷺ اس کو اپنے عاملوں کو بھیجنے نہ پائے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی تلوار سے لگا رکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ وفات پائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ وفات پائی۔ اسی ابوداؤد میں ابن شہاب زہری (۵۱ھ-۱۲۵ھ) کہتے ہیں کہ ''میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ حضرت عمرؓ کی اولاد کے پاس تھی اور عمر بن عبدالعزیزؒ (التوفی ۱۰۱ھ) نے اس تحریر کی نقل کروائی۔ ابوداؤد ۱۵۶۸، ۱۵۷۰ کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ۔ حضرت عمرؓ نے زکوۃ کے متعلق جو تحریر لکھی تھی وہ امام مالکؒ (التوفی ۱۷۹ھ) کی کتاب موطا کتاب الزکوۃ میں محفوظ ہے اور خود امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے حضرت عمرؓ کی کتاب صدقہ کو پڑھا۔''

❷ کتانی ۱ر۱۷۷ (بحوالہ بخاری، ترمذی وغیرہ) صحیح بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ''جس وقت رسول کریم ﷺ نے شاہ روم (دوسری روایت میں عجم کے لوگوں) کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ صرف مہر شدہ مکتوب ہی پڑھتے ہیں، چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں اس کی سفیدی گویا اب بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں اور اس پر محمد رسول اللہ ﷺ کندہ تھا اور اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی عقیق تھا۔ (بخاری ۵۸۷۰، کتاب اللباس نیز مسلم ۵۴۸۰ کتاب اللباس)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ''جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے مجھے مصدق بنا کر بھیجا اور زکوۃ کے مسئلے لکھ دیے اور اُس پر ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کندہ تھا۔ محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی انگشتری آپ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے اور پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں اور پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو وہ آریس کے کنویں پر بیٹھے تھے اور انگشتری کو ہاتھ سے نکالتے کبھی پہنتے کہ ناگاہ وہ کنویں میں گر پڑی انسؓ کہتے ہیں کہ تین دن تک ہم لوگ حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس انگوٹھی کو تلاش کرتے رہے۔ کنویں کا سارا پانی نکلواڈالا لیکن انگوٹھی نہ نکلی۔ (بخاری ۵۸۷۸، ۵۸۷۹، کتاب اللباس، باب ھل یجعل نقش الخاتم ثلاثۃ اسطر)

❸ صحیح بخاری ۲۴۳۴، کتاب فی اللقطۃ، باب کیف تعرف لقطۃ اھل مکۃ

❹ سنن ابی داؤد، باب کتاب العلم ۳۶۴۹۔ ترمذی ابواب العلم، باب ما جاء فی الرخصۃ فیہ۔ ۲۶۶۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک یمنی شخص ابوشاہ وہاں حاضر تھا۔ اس نے درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ لکھ دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے حبہ کو حکم دیا کہ وہ خطبہ اسے قلم بند کر دیا جائے (اکتبوہ لابی شاہ)۔

عتبان بن مالک انصاری کے متعلق روایت ہے کہ انھیں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے کسی خطبے کی ایک بات بڑی پیاری معلوم ہوئی۔ اس پر یادداشت کے لیے انھوں نے اسے لکھ لیا۔ ❶

عہدِ نبوی ﷺ میں اہتمام کے ساتھ حدیث کی تدوین

اگرچہ ایسی روایتیں نایاب نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو قرآن کے سوا آپ ﷺ سے سنی ہوئی چیز کے لکھنے کی ممانعت فرمائی ہو۔ ❷ جس پر لکھی ہوئی چیزیں میٹ دی گئیں، بلکہ ایک مرتبہ تو کہتے ہیں کہ خاصی بڑی تعداد میں جلا دی بھی گئیں۔ ❸ لیکن غور سے چھان بین کرنے پر نظر آتا ہے کہ اس کا تعلق یا تو ابتدا اسلام سے تھا یا ایسے لوگوں کے متعلق جو تازہ مسلمان ہوئے تھے اور قرآن وحدیث میں فرق نہ کر سکتے تھے۔ جنھیں قرآں خوب یاد ہو گیا اور جن کی صلاحیتوں سے اطمینان تھا تو آنحضرت ﷺ نے انھیں حدیث لکھنے کی نہ صرف خوشی سے اجازت دی بلکہ ترغیب بھی دی۔ ذیل کے واقعات سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

(الف) ترمذی ❹ کی روایت ہے، کسی انصاری صحابی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ وتذکیر میں آپ جو اہم اور کارآمد باتیں فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھ لیا کرو) انھوں نے اس اجازت سے فائدہ اُٹھایا ہوگا لیکن مزید تفصیلیں معلوم نہیں۔

(ب) ایک مماثل واقعہ عبداللہ بن عمرو بن العاص القرشیؓ کے متعلق مروی ❺ ہے یہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ملفوظات نبوی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ انہیں یاد رکھ لیں۔ لوگوں نے انھیں منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک بشر ہیں کبھی خوشی اور کبھی خفگی کی حالت میں ہوتے ہیں اس لیے بلا امتیاز آپ کی ہر بات کو لکھ لینا مناسب نہیں۔ بات معقول تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا ''کیا جو بھی آپ سے سنوں اسے لکھ سکتا ہوں؟'' آپ ﷺ نے جواب دیا۔ ہاں! مزید اطمینان کے لیے پوچھا: کیا رضامندی اور غضب ہر حالت میں؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: بخدا اس سے جو بھی نکلتا ہے وہ حق

---

❶ ڈاکٹر زبیر صدیقی کا مقالہ روئیداد اجلاس اول، ادارۂ معارف اسلامیہ لاہور (صفحہ ۶۳-۷۱) بعنوان: "Ahadith were Recorded during the lifetime of Muhammad"

❷ مثلاً ترمذی ۲۶۶۵، ابواب العلم، باب ما جاء فی کراھیۃ کتابۃ العلم نیز خطیب بغدادی کی کتاب تقیید العلم میں تفصیلی بحث۔ یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔ ❸ مسند احمد بن حنبل جلد سوم ص ۱۲-۱۳ سطر (۳۱) ومابعد

❹ ترمذی ۲۶۶۶: ابواب العلم باب ما جاء فی الرخصۃ فیہ

❺ ترمذی حوالہ بالا نیز سنن ابی داؤد ۳۶۴۶ کتاب العلم، مسند احمد بن حنبل (طبع جدید) احادیث نمبر ۶۵۱۰، ۶۸۰۲، ۶۹۳۰، ۷۰۱۸، ۷۰۲۰ نیز ابن سعد، ابن عبدالبر سنن ابی داؤد میں (کتاب العلم) وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات ہی ہوتی ہے'' صحیح بخاری ❶ میں وہب بن منبہ نے اپنے بھائی ہمام (یعنی زیر اشاعت صحیفے کے مؤلف) سے روایت کی ہے کہتے ہیں: میں نے ابو ہریرہؓ کو کہتے سنا کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں آپ ﷺ کی حدیثیں بیان کرنے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہیں، بجز عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ (بروقت) لکھا کرتے تھے، اور میں نہیں لکھتا تھا۔ یہی حدیث معمر نے ہمام سے (اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے بیان کی ہے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اپنے پاس جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام ''الصحیفۃ الصادقۃ'' رکھا۔ ❷ کہتے ہیں کہ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ ❸ یہ نسخہ ان کے خاندان میں عرصے تک محفوظ رہا، چنانچہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب، اسی کو ہاتھ میں رکھ کر روایت کرتے اور درس دیتے تھے۔ ❹ اللہ امام احمد بن حنبلؒ پر ہزار رحمتیں نازل فرمائے کہ انھوں نے صحیفہ ہمام ہی کی طرح، جس کا ہم آگے ذکر کریں گے، اس کو بھی اپنی ضخیم قابل قدر ''مسند'' میں مدغم فرما کر ہمارے لیے محفوظ فرما دیا ہے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی تالیف کا ذکر ابن منظور نے (لسان العرب، یا وہ ''ظلہم'') بھی کیا ہے: ''حدیث میں وارد ہوا کہ ایک دن ہم لوگ عبداللہ بن عمرو کے پاس تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کونسا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ اس پر انھوں نے ایک پرانی صندوق منگوائی، اس میں سے ایک کتاب نکال کر اس پر نظر ڈالی پھر کہا: ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے پاس (بیٹھے) تھے اور جو کچھ فرما رہے تھے، لکھتے جا رہے تھے، اس اثنا میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا، کونسا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرقل کے بیٹے کا شہر پہلے فتح ہوگا، یعنی قسطنطنیہ، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو ہی نہیں صحابہ کی ایک جماعت کی جماعت ملفوظات نبوی کو لکھا کرتی تھی اور یہ خود رسول اکرم ﷺ کے روبرو عبداللہ بن عمروؓ بڑے عابد و زاہد تھے۔ باپ سے بھی پہلے مسلمان ہوئے۔ ذوق علم میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔ ❺ یہ ۶۵ ھ میں بہتر (۷۲) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ❻

(ج) آنحضرت ﷺ سے آپ کے آزاد کردہ غلام اور خادم ابو رافع نے بھی احادیث لکھ لیا کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے انھیں اس کی اجازت دے دی۔ ❼ یہ اصل میں قبطی یعنی مصری تھے اور شروع میں حضرت عباسؓ کے غلام تھے۔ ❽ مسلمان ہوئے تو حضرت عباسؓ نے انھیں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا اور آپ ﷺ نے انھیں فوراً آزاد کر دیا۔ بظاہر یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ان کو دیا ہوا پروانہ آزادی محفوظ ہے ❾ اور اس کے آخر میں ہے ''اسے معاویہ بن ابی سفیان نے لکھا''

---

❶ بخاری ۱۱۳، کتاب العلم باب کتابۃ العلم نیز مُصنّف عبدالرزاق الجزء الرابع باب کتاب العلم عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے راست ہمام بن منبہ سے اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا۔

❷ طبقات ابن سعد ۲/۴، ص ۸۔۹

❸ اسد الغابۃ لابن الاثیر جلد سوم، ص ۲۳۳، جہاں یہ الفاظ ہیں ''قال عبداللہ حفظت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الف مثلٍ'' یہاں غالباً سادہ ضرب المثلیں مراد نہیں ہیں۔ اس حوالے میں کتاب یا صحیفہ صادقہ کا بھی صراحت سے ذکر نہیں ہے۔

❹ تہذیب التہذیب، لابن حجر جلد ۵/۲۹۴، نمبر ۵۷۵

❺ طبقات ابن سعد، جلد چہارم، حصہ دوم، ص ۱۱ ❻ ایضاً ص ۱۳

❼ زبیر صدیقی، حوالۂ بالا

❽ الروض الانف السہیلی ۲/۷۸ ❾ کتانی، ۱/۴، ۷۲-۷۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہؓ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ سنن ابی داؤد [1] میں یہ بھی لکھا ہے کہ قریش نے انھیں غالباً ان کی کاروانی و معاملہ فہمی کی بناپر، سفیر بنا کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا (اسد الغابہ جلد اول ص ۷۷ کے مطابق یہ قدیم الاسلام ہیں، غزوہ اُحد میں شرکت کی تھی واللہ اعلم)

(د) ان سب سے اہم حضرت انس بن مالک انصاریؓ کا واقعہ ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو نوعمر اُنس کو جو دس برس کی عمر ہی میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ [2] ان کے والدین نے وفورِ عقیدت سے حکم دیا کہ رسول کریم ﷺ کی خادمی انجام دیں، چنانچہ اُنس رات دن رسول اللہ ﷺ کے مکان میں رہتے اور صرف اسی وقت وہاں سے نکلے جب دس سال بعد رسول اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ ان کے بعد اُنس بہت دن (۹۱ھ) تک زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی وہ باتیں دیکھنے اور سننے کا موقع ملا جو کسی اور کو آسانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ دارمی کی روایت ہے کہ بعد میں اُنسؓ اپنے بچوں کو ہمیشہ تاکید کیا کرتے تھے کہ ''اے میرے بچو! اس علم یعنی حدیث کو قلم بند کرلو'' دارمی ہی نے ایک اور روایت کی ہے کہ ''میں نے دیکھا کہ ابان (ایک دن) انسؓ کے پاس بیٹھے (حدیث) لکھ رہے تھے۔'' ان کے بچے اور شاگرد کیوں نہ لکھتے جب انسؓ خود اوروں سے زیادہ تدوین حدیث میں مشغول رہے تھے، چنانچہ محدثین کی ایک جماعت کی جماعت [3] نے سعید بن ہلال کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ہم انس بن مالکؓ سے زیادہ اصرار کرتے تو وہ ہمارے لیے ایک چونگہ نکالتے اور کہتے کہ یہ وہ (حدیثیں) ہیں جو میں نے نبی ﷺ سے سنیں اور آپ ﷺ پر پیش کی ہیں۔ یہاں دیکھا جائے گا کہ وہ سنی یا دیکھی ہوئی باتوں کو صرف قلم بند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اسے خود جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے اور حسب ضرورت تصحیح واصلاح کر لیتے۔ [4]

عہدِ نبوی ﷺ ہی میں صحابۂ کرامؓ کے ہاتھوں تدوین حدیث کے جو واقعات ملتے ہیں، یہ ان میں سے چند ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کا اپنی یادداشتوں کو قلم بند کرنا مختلف وجوہ سے روز افزوں ہی ہوگیا۔ ان میں سے چند واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

ایک صحابی کی تالیف

یہ مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب عمرو بن حزم کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا تو انھیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا [5] جس میں جو احکام اور ہدایات دینی تھیں، درج فرمائیں۔ عمرو بن حزم نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ اکیس دیگر فرامین نبوی بھی فراہم کیے۔ جو بنی دعایا اور بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جہنیہ وجذام وطئی وثقیف وغیرہ کے نام

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد، باب فی الامام یستجن به فی العهود، رقم ۲۷۵۷

[2] اسد الغابۃ جلد اول ص ۱۲۸ (یَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذَا إِبْنِي وَهُوَ غُلَامٌ کَاتِبٌ)

[3] المستدرک للحاکم وغیرہ (بحوالہ مولانا مناظر احسن گیلانی ''تدوین حدیث'' ص ۱۲۷)

[4] تدوین حدیث، ص ۲۷

[5] متن کے لیے الوثائق السیاسیہ (۱۰۵)۔ مستدرک حاکم، کتاب الزکاۃ، ص ۳۹۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسومہ تھے اوران سب کی ایک کتاب تالیف کی، جوعہد نبوی کے سیاسی دستاویزوں یا سرکاری پروانوں کا اولین مجموعہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ اس کی جوروایت تیسری صدی ہجری میں دیبل (پاکستان) کے مشہور محدث ابوجعفر الدیبلی نے کی ہے اور جن کے حالات انساب سمعانی دیبلی اور معجم البلدان یاقوت دیبل میں بھی ملتے ہیں، محفوظ ہے اور ہم تک پہنچی ہے، چنانچہ ''اعلام السائلین عن کتب سیدالمرسلین'' کے نام سے ابوطولون نے جو کتاب تالیف کی اور جس کا نسخہ بخط مؤلف کتب خانہ ''المجمع العلمی'' دمشق میں محفوظ ہے نیز جو چھپ بھی گئی ہے۔ اس میں حضرت عمرو بن حزم کی یہ تالیف بطور ضمیمہ شامل اور محفوظ کردی گئی ہے۔

عہد صحابہ میں عام تدوین حدیث

(الف) صحیفہ جابرؓ

صحیح مسلم [1] کی روایت ہے کہ جابر بن عبداللہؓ نے حج پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ ممکن ہے اس میں خطبہ حجۃ الوداع اور مناسک حج کے متعلق دیگر حدیثیں جمع کی گئی ہوں اسے مسند ابن حنبل، باب جابر میں تلاش کرسکتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ مسجد نبوی (مدینہ) میں ان کا ایک حلقۂ درس تھا جس میں لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ [2] چنانچہ مشہور تابعی مؤرخ وہب بن منبہ (ہمام بن منبہ کے بھائی) کو بھی انھوں نے حدیثیں املا کرائی تھیں۔ [3] امام بخاری کی روایت ہے کہ [4] مشہور تابعی قتادہ کہا کرتے تھے۔ مجھے سورہ بقرہ کے مقابلے میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے۔ ان کے ایک اور شاگرد سلیمان بن قیس الیشکری کہتے تھے کہ انھوں نے بھی حضرت جابرؓ کی روایت کردہ حدیثیں لکھی ہیں۔ [5] حضرت جابرؓ سے اور لوگوں نے بھی درس لیا اور ان کے ''صحیفہ'' کی روایت کی ہے۔ [6]

(ب) حضرت عائشہؓ

اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو پڑھنا تو آتا تھا لیکن خود لکھتی نہ تھیں۔ روایت ہے کہ ان کے بھانجے، عروہ بن الزبیر نے ان کی نیز دیگر صحابہ کی حدیثیں لکھی تھیں جو جنگ حرہ میں تلف ہوگئیں۔ بعد میں یہ پچھتایا کرتے کہ کاش! میں اپنے بال بچوں اور اپنے مال اسباب کو ان کتابوں کے عوض فدا کردیتا۔ [7] عائشہ صدیقہؓ کے اور بھی شاگرد تھے۔ ان میں ایک خاتون عمرہ بنت عبدالرحمٰن ہیں جن کو

---

[1] بحوالہ مولانا مناظر احسن گیلانی ''تدوین حدیث'' ۱/۱۰۱، مُصنّف عبدالرزاق میں بھی ''صحیفہ جابر بن عبداللہ'' کا حوالہ موجود ہے اور معمر نے اس سے روایتیں بیان کی ہیں مثلاً دیکھئے مصنف مذکور باب الذنوب

[2] اصابہ، ج۱، ص۴۳ [3] وہب ان کے شاگرد تھے۔

[4] التاریخ الکبیر للبخاری، جلد۴، ص۱۸۲ (بحوالہ مناظر احسن گیلانی مقالہ بالا)

[5] تہذیب التہذیب لابن حجر، ۱۸۸/۴، (۳۶۹)

[6] حوالہ بالا از ابن حجر، نیز مناظر احسن گیلانی۔

[7] طبقات ابن سعد، جلد۵، ص۱۳۳، تہذیب التہذیب لابن حجر ۱۷۳/۳ نمبر (۳۵۲) نیز مُصنّف عبدالرزاق الجزء الرابع باب تحریق الکتب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے بچپن ہی سے پال لیا اور تعلیم و تربیت دی تھی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ عمرہ خود کچھ لکھتی تھیں یا نہیں، لیکن خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مدینہ کے عامل (گورنر) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو جو عمرہ کے بھانجے تھے۔ ہدایت بھیجی تھی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم (یعنی ذخیرہ احادیث) ہے اسے قلم بند کریں۔ ان کے علاوہ بھی مزید حدیثیں ملیں تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۱ھ تا ۱۰۱ھ) نے سرکاری طور پر ان حدیثوں کو بھی لکھنے کا باقاعدہ اہتمام فرمایا تھا۔ چنانچہ امام مالکؒ (۹۵ھ تا ۱۷۹ھ) اور امام بخاریؒ (۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ) بیان کرتے ہیں:

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ. فَاِنِّىْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَ ذَهَابَ الْعُلَمَآءِ وَلَا تَقْبَلْ اِلَّا حَدِيْثَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُفْشُوْا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ. فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا.

عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم (مدینہ کے گورنر) کو لکھا۔ دیکھو، رسول اللہ ﷺ کی جو حدیثیں تم کو ملیں ان کو لکھ لو۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں علم دین مٹ نہ جائے اور عالم چل بسیں۔ اور صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی کو لینا اور عالموں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور تعلیم دینے کے لیے بیٹھا کریں تاکہ جس کو علم نہیں وہ علم حاصل کرلے۔ کیونکہ جہاں علم پوشیدہ رہا پس مٹ گیا۔ ❶

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے فرمان کی تعمیل میں ابوبکر بن حزم کے شاگرد ابن شہاب زہری (۵۱ھ تا ۱۲۵ھ) نے حدیثوں کے جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ بخاری کے مشہور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح بخاری میں ابونعیم کی تاریخ اصبہان کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورنر کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھا بلکہ انھوں نے اسلامی مملکت کے تمام صوبوں کے گورنروں کے نام اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلَى الْاٰفَاقِ اُنْظُرُوْا حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْمَعُوْهُ

''عمر بن عبدالعزیز نے تمام مملکت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔'' ❷

حافظ شمس الدین ذہبی اور حافظ ابن عبدالبر کے بیان کے بموجب احادیث اور سنن کے دفاتر مرتب ہو کر دارالخلافہ دمشق آئے اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کی نقلیں مملکت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ میں بھیجیں چنانچہ سعد بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ:

اَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بِجَمْعِ السُّنَنِ فَكَتَبْنَاهَا دَفْتَرًا دَفْتَرًا فَبَعَثَ اِلٰى كُلِّ اَرْضٍ لَهٗ سُلْطَانٌ دَفْتَرًا

''ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا اور ہم نے دفتر کے دفتر حدیثیں لکھیں۔ انھوں نے جہاں جہاں ان کی حکومت تھی وہاں وہاں ہر جگہ ایک ایک مجموعہ بھیجا۔'' ❸

---

❶ بخاری رقم ۹۹، کتاب العلم باب کیف یقبض العلم، نیز مؤطا مالک کتاب العلم

❷ ابن حجر، فتح الباری ۱/۱۹۵

❸ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، نیز ابن عبدالبر: جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۷۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہؓ کے شاگرد

قاسم بن محمد، اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے۔ یتیم ہونے کے باعث بی بی نے ان کو گود لے لیا اور خود پالا پرورش کیا تھا۔ یہ بڑے عالم گزرے ہیں۔ چنانچہ عیینہؒ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیثوں کو سب لوگوں سے زیادہ جاننے والے عمرہ اور قاسم بن محمد تھے۔ [1] بی بی عائشہؓ کے علم وفضل کے کیا کہنے، حدیث، فقہ، شاعری، انساب اور تاریخ عرب اور طب غرض ہر فن میں طاق تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ آپ کی قانون دانی اور نکتہ رسی کا لوہا مانتے تھے۔

(ج) حضرت ابوبکر صدیقؓ

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی احادیث نبویہ ﷺ جمع کی تھیں اور اس رسالے میں پانچ سو حدیثیں تھیں، پھر خود آپ ہی نے یہ سوچ کر اُسے تلف کر دیا کہ کہیں یاد کے سہو سے کوئی غلط لفظ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو گیا ہو چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن محمد کی روایت ہے:

قَالَتْ عَائِشَةُ: جَمَعَ اَبِیْ الْحَدِیْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ خَمْسَ مِائَةَ حَدِيْثٍ فَبَاتَ لَيْلَةً يَتَقَلَّبُ كَثِيْرًا، قَالَتْ: فَغَمَّنِیْ فَقُلْتُ: اَتَتَقَلَّبُ لِشَكْوٰی اَوْ بِشَیْءٍ بَلَغَكَ؟ فَلَمَّا اَصْبَحَ، قَالَ: اَیْ بُنَيَّةُ هَلُمِّیْ الْاَحَادِيْثَ الَّتِیْ عِنْدَكِ، فَجِئْتُهُ بِهَا فَدَعَا بِنَارٍ فَحَرَّقَهَا. فَقُلْتُ لِمَ حَرَّقْتَهَا؟ قَالَ خَشِيْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَهِیَ عِنْدِیْ فَيَكُوْنَ فِيْهَا اَحَادِيْثُ عَنْ رَجُلٍ قَدِ ائْتَمَنْتُهُ وَوَثِقْتُ وَلَمْ يَكُنْ كَمَا حَدَّثَنِیْ فَاَكُوْنُ قَدْ نَقَلْتُ ذَالِكَ فَهٰذَا لَا يَصِحُّ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ [2]

''حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میرے باپ نے رسول اللہ ﷺ کی پانچ سو حدیثیں جمع کیں پھر ایک رات بڑی بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس سے مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے کہا کہ آپ مرض کی وجہ سے کرتے ہیں یا کوئی اور بات ہے؟ جب صبح ہوئی تو مجھ سے کہا کہ بیٹی! تمہارے پاس جو حدیث کی کتاب ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ میں وہ لے آئی تو آپ نے آگ منگا کر اسے جلا دیا میں نے کہا آپ نے اسے کیوں جلایا؟ فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میں مر جاؤں اور یہ کتاب چھوڑ جاؤں شاید اس میں کسی ایسے شخص کی بھی حدیث ہو جو میرے نزدیک تو معتبر ہو اور وہ حقیقت میں معتبر نہ ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے۔''

(د) حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی احادیث نبویہ ﷺ کو حکومت کی جانب سے جمع کرنے کا اہتمام کیا اور صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور اُن سب نے احادیث کو لکھ لینے کا مشورہ دیا لیکن پھر آپ نے یہ ارادہ منسوخ کر دیا۔ چنانچہ محدث عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمانی اپنے مُصنَّف میں لکھتے ہیں:

---

1. تہذیب التہذیب، لابن حجر، ۸/۲۹۹، نمبر ۶۰۳
2. الذہبی: تذکرۃ الحفاظ ۱/۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَرَادَ عُمَرُ اَنْ یَکْتُبَ سُنَنًا فَاسْتَشَارَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذَالِکَ فَاَشَارُوْا عَلَیْہِ اَنْ یَکْتُبَھَا فَطَفِقَ یَسْتَخِرُ اللّٰہَ فِیْھَا شَھْرًا ثُمَّ اَصْبَحَ یَوْمًا وَقَدْ عَزَمَ لَہُ. فَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَکْتُبَ السُّنَنَ وَ اِنِّیْ ذَکَرْتُ قَوْمًا مَاتُوْا قَبْلَکُمْ کَتَبُوْا کِتَابًا وَ تَرَکُوْا کِتَابَ اللّٰہِ ❶

’’حضرت عمرؓ نے احادیث کو ایک کتاب میں لکھنے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کیا اور انھوں نے مشورہ دیا کہ احادیث کو لکھ لیا جائے پھر حضرت عمرؓ ایک ماہ تک استخارہ کرتے رہے پھر ایک دن صبح میں اُٹھے اور انھوں نے اس کا ارادہ کر لیا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں احادیث کو لکھ لینے کا ارادہ کر رہا تھا پھر بعد میں مجھے اس قوم کا خیال آیا جو ہم سے پہلے گزری اس نے خود ایک کتاب لکھی اور (اس جانب ہمہ تن اس قدر متوجہ ہوگئی کہ) اللہ کی کتاب ہی کو چھوڑ دیا۔‘‘

(ھ) حضرت علیؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بخاری ❷ میں یہ روایت ملتی ہے کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ کہا: نہیں، بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا ایسی سمجھ کے جو کسی مسلمان شخص کو حاصل ہو اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے! ابو جحیفہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا: تو پھر اس صحیفے میں کیا ہے؟ کہا: خون بہا اور قیدیوں کو رہا کرانے (کے قواعد) اور یہ کہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے باعث قتل نہ کیا جائے۔

ایک اور روایت ❸ کے الفاظ بخاری میں یوں ہیں: ’’حضرت علیؓ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور کہا ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جسے ہم پڑھیں بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو اس صحیفے میں ہے اور کہا کہ اس میں زخم کے ہرجانے کے قواعد (جراحات)، اونٹوں کی عمریں (بغرضِ زکات) ہیں اور یہ درج ہے کہ مدینہ جبل غیر سے فلاں مقام تک حرم ہے جو کوئی وہاں قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی ہی لعنت ہے۔ (قیامت کے دن) اس سے کوئی رقمی معاوضہ یا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا اور جو معاہداتی بھائی اپنے معاہداتی بھائی (فریق ثانی) کی اجازت کے بغیر کسی اور گروہ سے معاہداتی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔ مسلمانوں (میں سے ہر ایک) کی ذمہ داری ایک ہی ہے (یعنی ایک کا دیا ہوا امن سب پر پابندی عائد کرتا ہے) جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے تو اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔‘‘ بخاری ہی کی ایک اور روایت ❹ اس سے ذرا زیادہ مفصل ہے۔ اس کا درمیانی فقرہ یوں ہے: ’’مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے۔ ان میں سے جو قریب ترین ہو وہ اس کی (تکمیل کی) کوشش کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے گا تو اس پر لعنت وغیرہ۔ غالباً اس سے مراد دستور مدینہ ہے، ❺ جس کا اوپر ذکر آیا اور جو اھ میں رسول اکرم ﷺ نے نافذ فرمایا محولہ قواعد اس میں موجود ہیں اس واقعہ کی ایک دوسری روایت جو مُصنّف عبدالرزاق بن ہمام الصعانی ❻ میں ہے اور جو امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے، یہ ہے

---

❶ مُصنّف عبدالرزاق۔ باب کتاب العلم ۲۰۴۸۴ ❷ بخاری، ج ۱، کتاب العلم، باب کتاب العلم، رقم حدیث نمبر ۱۱۱
❸ صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب ذمۃ المسلمین ۳۱۷۲ ❹ ایضا، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اثم من عاھد ثم غدر۔ ۳۱۷۹
❺ دنیا کا پہلا ’’تحریری دستورِ مملکت‘‘ (در کتاب: عہد نبوی کا نظام حکمرانی)
❻ مصنّف عبدالرزاق جلد ۱۰، باب النھبۃ ومن اٰوی محدثا، ۱۸۸۴۷ مخطوطۂ حیدرآباد وترکی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انھیں رسول اکرم ﷺ کی تلوار کے قبضے پر ایک صحیفہ بندھا ہوا ملا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ پر سب سے زیادہ گراں وہ شخص گزرتا ہے جو ایسے آدمی کو قتل کرے جو اسے قتل نہ کر رہا ہو اور ایسے آدمی کو مار پیٹ کرے جو اسے مار پیٹ نہ کر رہا ہو اور یہ کہ جو کسی قاتل کو پناہ دے تو قیامت کے دن اللہ اس سے کوئی رقمی معاوضہ یا بدلہ قبول نہ کرے گا۔ اس اقتباس کا پہلا جز (بطورِ تشریح) اور دوسرا جز تقریباً بلفظ مذکورہ دستور مدینہ سے ماخوذ ہے۔

ایک تیسری روایت سنن ابی داود [1] میں ہے جو یہ ہے: علیؓ سے مروی ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ (کے ارشادات) سے بجز قرآن اور اس چیز کے جو اس صحیفے میں ہے، کچھ نہ لکھا، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ جبل عائر سے جبل ثور تک ایک حرم ہے، جو کوئی قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی بدلہ یا رقمی معاوضہ قبول نہ ہوگا جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی بدلہ یا رقمی معاوضہ قبول نہ ہوگا۔ اور جو معاہداتی بھائی اپنے معاہداتی بھائی کی اجازت کے بغیر کسی اور گروہ سے معاہداتی بھائی چارہ اختیار کر لے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے اس سے کوئی بدلہ یا رقمی معاوضہ قبول نہ ہوگا۔ ابن المثنیٰ بیان کرتے ہیں...... اس قصے میں علیؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: ''اس حرم مدینہ کا نہ گھاس کاٹا جائے نہ شکار بھڑکایا جائے نہ کوئی لقط (کسی کی گری پڑی چیز) اُٹھائی جائے، اسی طرح کسی شخص کے لیے یہ درست نہیں کہ لڑائی کے لیے وہاں ہتھیار اُٹھائے اور نہ یہ درست ہے کہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے بجز اس کے کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو چارہ دے۔'' یہ اقتباسات بھی دستورِ مدینہ کا کہیں بلفظ انتخاب اور کہیں شرح ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ صحیح بخاری کے ایک اور باب (یعنی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) [2] میں اس واقع کی جو تفصیل ملتی ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ صحیفہ کافی طویل تھا اور وہ کم سے کم چار سرکاری دستاویزوں کا مجموعہ تھا یعنی جدولِ زکات، مدینے کو حرم قرار دینے کا اعلان، دستورِ مدینہ اور خطبۂ حجۃ الوداع۔ ممکن ہے یہ دستاویزیں حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے لکھی ہوں اور مثلاً جدول زکات کی نقلیں مختلف صوبوں میں بھیجی گئیں تو اصل مدینے ہی میں محفوظ رہی۔ اس سلسلے میں ہم نے خطبہ حجۃ الوداع کا بھی تذکرہ کیا ہے کیونکہ زیر بحث حدیث کا ایک جز اس مشہور خطبے میں بھی ملتا ہے۔ [3] ممکن ہے کہ یہی جزء خطبہ فتح مکہ میں بھی ہو۔ جو حضرت ابو شاہ کو لکھوا دیا گیا تھا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان مختلف دستاویزوں کو ایک کے نیچے ایک چسپاں کر کے لپیٹ رکھا تھا۔ کتاب کی صورت میں جزء بندی نہ کی تھی۔ بہر حال بخاری کی زیر بحث حدیث یہ ہے علیؓ نے ہمیں مخاطب کیا، ایک منبر پر چڑھے جو اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ آپؓ پر ایک تلوار لگی ہوئی تھی جس میں ایک صحیفہ لٹکا

[1] سنن ابی داود کتاب المناسک، باب فی تحریم المدینۃ، ۲۰۳۴-۲۰۳۵
[2] بخاری، رقم ۷۳۰۰، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم الحدیث
[3] متن کے لیے دیکھیے: الوثائق السیاسیہ نمبر ۲۸۷/ب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جو پڑھی جائے بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے پھر آپؓ نے اسے پھیلایا (فَنَشَرَهَا) تو اس میں اونٹوں کی عمریں درج تھیں۔ اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ غیر سے فلاں مقام تک مدینہ ایک حرم ہے۔ جو کوئی اس میں قتل کا ارتکاب کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس طرح اس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کی ذمہ داری واحد ہے جس کے لیے ان میں کا قریب ترین شخص جدوجہد کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کے کیے ہوئے عہد کو توڑے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ ایسے شخص سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہ کرے گا۔ اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ جو کسی گروہ سے اس کے مولاؤں کی اجازت کے بغیر قانونی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہے، اللہ ایسے سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

(ھ) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ

حضرت عبداللہ بن ابی اَوفیٰؓ بھی حدیثیں لکھا کرتے تھے اور ایسا نظر آتا ہے کہ وہ خط و کتابت کے ذریعے سے درس بھی دیا کرتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں نظر آتا ہے، چنانچہ انھوں نے مشہور کتاب المغازی کے مؤلف موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ: ''عمر بن عبداللہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) سالم ابوالنصر جو اس (عمر بن عبداللہ) کے کاتب تھے۔ مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی اَوفیٰؓ نے خط لکھا اور میں نے وہ پڑھا۔'' ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: ''جب وہ حروریوں سے لڑنے روانہ ہوا تو عبداللہ بن ابی اَوفیٰؓ نے اسے خط لکھا جسے میں نے پڑھا اس میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک غزوہ میں، جس میں دشمن سے دوچار ہوئے انتظار فرماتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا۔ پھر آپ ﷺ اُٹھے اور لوگوں کو مخاطب فرمایا اور کہا، اے لوگو! دشمن سے دوچار ہونے کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے عافیت کے طلبگار رہو۔ لیکن جب اس سے دوچار ہو جاؤ تو صبر و ثبات دکھاؤ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے کتاب کے نازل فرمانے والے، بادل کو چلانے والے اور متحدہ لشکروں (احزاب) کو شکست دینے والے اللہ، ان کو شکست دے اور ہم کو ان پر نصرت عطا فرما۔'' ❶

(و) حضرت سمرہ بن جندبؓ

حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بھی حدیثیں جمع کیں جو ان کے بیٹے سلمان بن سمرہ کو وراثت میں ملیں۔ ابن حجر ❷ نے لکھا ہے کہ ''سلیمان نے اپنے باپ کے حوالے سے ایک بڑا رسالہ (نسخہ کبیرہ) روایت کیا ہے۔'' نیز ابن سیرین کہتے ہیں کہ سمرہ نے اپنے بیٹوں کے لیے جو رسالہ لکھا اس میں بہت علم (علمٌ کثیرٌ) پایا جاتا ہے۔ ❸

---

❶ صحیح بخاری ۳۰۲۴، باب لاتمنوا لقاء العدو، باب اذا لم یقاتل اوّل النہار باب الصبر عند القتال ۲۸۳۳ (تین روایتیں)

❷ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۴/۱۷۳(۳۳۵)

❸ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۴/۲۰۷ نمبر ۴۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ز) حضرت سعد بن عبادہؓ

حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ تو زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جاننے وغیرہ کے باعث ''مردِ کامل'' سمجھے جاتے تھے۔[1] ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں انھوں نے احادیث نبوی جمع کی تھیں۔اس کی روایت ان کے بیٹے نے کی ہے۔[2]

(ح) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

معلوم نہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خود کوئی حدیثیں لکھیں یا نہیں۔لیکن طبقات ابن سعد میں سلمان بن موسیٰ کی روایت ہے کہ ''ابن عمر کے مولیٰ یعنی نافع کو دیکھا کہ ابن عمرؓ اسے املا کرا رہے تھے اور نافع لکھتے جا رہے تھے۔'' نافع ایک بہت بڑے عالم اور حضرت ابن عمرؓ کے سب سے قابل شاگرد تھے اور اپنے استاد (ابن عمرؓ) کی صحبت میں پورے تیس (۳۰) سال گزار چکے تھے۔ناگزیر انھوں نے اپنے استاد کے سارے معلومات حاصل کر لیے ہوں گے حضرت ابن عمرؓ فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ ''نافع کا وجود ہم پر اللہ کا ایک بڑا احسان ہے۔''[3]

(ط) حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی علمی زندگی اتنی مشہور ہے کہ اس کی تفصیل کی حاجت نہیں یہ تواتر سے ثابت ہے کہ ان کی وفات ہوئی تو اتنی تالیفیں چھوڑیں کہ ایک اونٹ پر لادی جا سکتی تھیں۔ترمذی[4] نے ان کے مولیٰ اور شاگرد عکرمہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ کچھ اہل طائف ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان کی کتابوں کو نقل کرنا چاہا، چنانچہ ابن عباسؓ ان کو پڑھ کر املا کراتے گئے۔دارمی ابن سعدؒ وغیرہ[5] نے ان کے ایک اور شاگرد سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ جو املاء کراتے تھے، اسے وہ لکھتے جاتے تھے۔بعض وقت اثنادرس میں کاغذ ختم ہو جاتا تو وہ اپنے لباس پر، ہتھیلی پر، حتیٰ کہ اپنی چپل پر بھی لکھ لیتے پھر گھر جا کر اس کی نقل کر لیتے۔

یہ بھی اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ علاوہ مستقل تالیفوں کے حضرت ابن عباسؓ حدیث کی خط وکتابت کے ذریعہ سے بھی تعلیم دیتے تھے چنانچہ سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ کی روایت ہے کہ ابن عباس نے مجھے لکھ بھیجا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ حلف مدعیٰ علیہ کو دیا جائے گا۔''[6]

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے علی بن عبداللہ اپنے باپ کی کتابوں کے وارث بنے اور اس طرح اس سرچشمہ علم کی فیض رسانی کا سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔

---

[1] ابن سعد، طبقات، جلد سوم حصہ دوم، ص ۱۴۲، تہذیب التہذیب ۴۱۲/۳ نمبر ۸۸۳۔ جو لوگ لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ تیر اندازی اور پیرا کی جانتے تھے انھیں کامل کہا جاتا تھا۔چنانچہ مؤرخ بلاذری کا بیان ہے کہ ''سعد بن عبادہ، اسید بن حضیر اور عبداللہ بن ابی اور اوس بن خولی کامل تھے یعنی کتابت کے ساتھ تیر اندازی اور شناوری بھی جانتے تھے۔'' (بلاذری: فتوح البلدان ص ۴۷۴) خط کی ابتدا۔

[2] مناظر احسن گیلانی مقالہ (بحوالہ ترمذی، کتاب الاحکام)

[3] تہذیب التہذیب لابن حجر، ۳۶۸/۱۰ نمبر ۷۴۳

[4] ترمذی کتاب العلل، ص ۸۹۶ طبع دارالسلام

[5] بحوالہ مناظر احسن گیلانی

[6] سنن ابی داؤد، رقم ۳۶۱۹، کتاب الاقضیہ، باب الیمین علی المدعیٰ علیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ی) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ

صحیح بخاری کے "باب الذکر بعد الصلاۃ" میں مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت معاویہؓ کو، بظاہر ان کی دریافت پر، بعض حدیثیں اپنے کاتب کو املاء کرا کے روانہ کیں۔

(ک) حضرت ابوبکرہؓ

رسول کریم ﷺ کے خادم حضرت ابوبکرۃ کے متعلق سنن ابی داؤد میں یہ واقعہ درج ہے کہ "عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے لکھ بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پنچ غصے کی حالت میں دو آدمیوں کے مقدمہ کا فیصلہ نہ کرے۔" ❶

تلاش پر توقع ہے کہ بعض اور صحابہ کی تحریری یادداشتوں کا بھی پتہ چلے۔ فی الحال ان نمونوں پر اکتفا کی جاتی ہے اور صرف ایک اور صحابی کا مزید ذکر کیا جاتا ہے جن سے زیرِ اشاعت رسالے کو خاص تعلق ہے۔

(ل) حضرت ابوہریرہؓ الدوسی

یمن کے قبیلہ دَوس سے تعلق رکھنے والے حضرت ابوہریرہؓ نے اگرچہ ہجرت نبوی کے کئی سال بعد ۷ھ میں مدینہ آ کر اسلام قبول کیا، لیکن قدیم تر زمانے میں مسلمان ہونے والوں کے مقابلے میں احادیث نبوی کی زیادہ روایت کی ہے اس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں (جیسا کہ صحیح بخاری میں نقل ہوا ہے) کہ "ابوہریرہؓ نے کہا لوگ (اعتراض سے) کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ (حدیث کی روایت) بہت کرتا ہے! اگر کتاب اللہ میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا پھر وہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ سے لفظ "الرحیم" تک (آل عمران سورہ ۲ آیت ۱۵۹ تا ۱۶۰) کی تلاوت کرتے (جس کا ترجمہ ہے: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم نے کھلی واضح باتوں اور ہدایت کے طور پر نازل کی ہے اور یہ اس امر کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب (قرآن) میں بیان کر دیا ہے، تو ایسوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے (لوگ یا فرشتے بھی) لعنت کرتے ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جنھوں نے توبہ اور اصلاح کر لی ہو اور بیان کرنے لگے ہوں تو ایسوں کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا ہوں) ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے اور ہمارے انصاری بھائی اپنی زمینوں میں (زراعت و باغبانی کے) کام میں مشغول رہتے تھے تو ابوہریرہؓ پیٹ بھر ابن کر رسول اللہ ﷺ سے چمٹا رہتا تھا وہ ایسے موقعوں پر حاضر رہتا تھا جب وہ حاضر نہیں رہتے تھے اور ایسی باتیں (دیکھ کر) یاد رکھتا تھا جن کا انھیں علم نہ ہوتا تھا۔ ❷

حضرت ابوہریرہؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ انھیں علمی ذوق شروع ہی سے رہا، حیرت نہ ہو کہ یمن کے متمدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آ رہے تھے۔ جہاں سبا و معین کا تمدن شہر روما کے قیام سے ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں ❸ کے زمانے میں بھی مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہوتے

---

❶ سنن ابی داؤد، رقم ۳۵۸۹، کتاب الاقضیہ، باب القاضی یقضی وھو غضبان ❷ بخاری کتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم ۱۱۸

❸ ذونواس اور ابرہہ کی طرف اشارہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی قرآن، حدیث، عام مشاہدات بارگاہ نبوی ہر چیز کو لکھنے لگے تو خلط مبحث کر جانے کے خوف سے رسول اکرم ﷺ نے ان کو شروع میں قرآن کے سوا دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا جس پر انھوں نے اپنا ذخیرہ (جو غالباً اونٹ، بکری کی شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر مشتمل تھے) جلا ڈالا ❶ لیکن بعد میں جب قرآن کو اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی۔

اگر عہدِ نبوی میں انھیں لکھنے، پڑھنے اور سیکھنے کا ایک بے پناہ شوق تھا، تو بعد کے دور میں اشاعت علم کا ذوق بھی کم نہ رہا چنانچہ امام بخاری کے حوالے سے ابن حجر ❷ نے لکھا ہے کہ ''ابو ہریرہؓ سے تقریباً آٹھ سو یا اس سے زیادہ صحابہ، تابعین اور دیگر اہل علم نے حدیث کی روایت کی ہے۔''

ان کا حافظہ بہت اچھا تھا، جیسا کہ آگے بیان ہوگا اور ساتھ ہی بہت کھرے تھے اور اپنی دانست میں جو بات حق سمجھتے، اس کے بیان کرنے میں بڑے چھوٹے کسی کی پروانہ کرتے۔ لیکن حق پرست بھی تھے، اپنی غلطی دیکھ لیتے تو بے تکلف پوری خوشی سے قبول کر لیتے۔ ان پر اور جو بھی اعتراض کیا جائے، ان کی دیانت وصداقت خفیف ترین شایبے سے بھی قطعاً پاک ہے۔

اگر چہ بطور فقیہ حضرت ابو ہریرہؓ کا وہ درجہ نہیں جو خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعودؓ، بی بی عائشہؓ، ابن عمرؓ وغیرہ کا ہے، لیکن ان کی روایتوں میں سے ان کی ذاتی رائے کو ان کے مشاہدات ومسموعات سے جدا کر لیا جائے تو حدیث نبوی کی حد تک وہ ہمارے لیے ایک بڑے قیمتی ماخذ اور انمول معلومات کا ذریعہ ہیں۔

خود ابو ہریرہؓ اپنے حافظے کی خوبی کو رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت قرار دیتے ہیں۔ ان کے حافظے کی شہرت دیکھ کر ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے ان کا امتحان لیا (وہ مدینے کا گورنر تھا) چنانچہ اس نے ایک دن انھیں بلایا، اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد حدیثیں پوچھنی شروع کیں۔ پردے کے پیچھے ایک کاتب بیٹھا ہوا تھا اور ابو ہریرہؓ کی لاعلمی کی حالت میں ان کی ہر بیان کردہ حدیث کو لکھتا جا رہا تھا۔ کاتب کہتا ہے: ''مروان پوچھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا جو بہت سی حدیثیں ہوگئیں۔ پھر مروان نے سال بھر چپ رہنے کے بعد انھیں مکرر بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھایا وہ پوچھتا گیا اور میں تحریر کو دیکھتا گیا۔ انھوں نے نہ ایک حرف زیادہ کیا نہ ایک حرف کم۔ ❸ اس سے نہ صرف حضرت ابو ہریرہؓ کے عمدہ حافظے کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس کا بھی کہ ان کی بیان کردہ حدیثوں کی ایک تعداد مروان کے حکم سے لکھی بھی گئیں اور ان کا ایک مرتبہ ''اصل'' سے مقابلہ بھی کر لیا گیا۔

روایات ابو ہریرہؓ کے متعدد نسخے

مسند ابی ہریرہؓ کے نسخے عہد صحابہ ہی میں لکھے گئے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی مسند کا نسخہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے والد عبدالعزیز بن مروان گورنر مصر (المتوفی ۸۶ھ) کے پاس بھی تھا۔ انھوں نے کثیر بن مرہ کو لکھا کہ ''تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کی جو حدیثیں ہوں انھیں لکھ کر بھیج دو'' اِلَّا حَدِیْثَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَاِنَّهٗ عِنْدَنَا'' (یعنی ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کے بھیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ

---

❶ مسند حنبل، جلد۳، ص۱۲-۱۳۔ ایسی ممانعت شروع میں ابو سعید الخدری کو بھی کی گئی تھی (ترمذی) ابواب العلم، ماجاء فی کراھیۃ کتابۃ العلم، ۲۶۶۵

❷ ابن حجر: تہذیب التہذیب، ۱۲/۲۹۰ نمبر ۱۲۱۶　❸ کتاب الکنی للبخاری ص۳۳ (بحوالہ مناظر احسن گیلانی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔" ❶

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور تالیف ان کے شاگرد بشیر بن نہیک نے مرتب کی۔ دارمی ❷ نے روایت کی ہے "بشیر کہتے ہیں: میں ابوہریرہؓ سے جو کچھ سنتا تھا، لکھتا جاتا تھا جب میں نے ان سے رخصت ہونا چاہا تو ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انھیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا: یہ وہ چیز ہے جو میں نے آپ سے سنی ہے! انھوں نے کہا، ہاں۔"

ابن وہب کہتے ہیں مجھے ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ اپنی کتابیں دکھائیں، ان کتابوں کا ایک اہم واقعہ جو غالباً ان کی پیرانہ سالی کے زمانے کا ہے، قابل ذکر ہے۔ عمرو بن اُمیہ الضمری اولین اسلامی سفیر اور عہد نبوی کے بہت ممتاز سفارتی افسر تھے، ان کے ایک فرزند کی جو ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے، روایت ہے:

تَحَدَّثْتُ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ بِحَدِیْثٍ فَاَنْكَرَ، فَقُلْتُ: اِنِّیْ قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْكَ فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ سَمِعْتَهُ مِنِّیْ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدِیْ فَاَخَذَ بِیَدِیْ اِلَی بَیْتِهِ فَاَرَانَا كُتُبًا كَثِیْرَةً مِنْ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ ذٰلِكَ الْحَدِیْثَ فَقَالَ: قَدْ اَخْبَرْتُكَ اِنْ كُنْتُ حَدَّثْتُكَ بِهِ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدِیْ ❸

"میں نے ابوہریرہؓ کی ایک حدیث (انھیں سے) بیان کی انھوں نے ناواقفیت ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ میں نے اسے آپ ہی سے سنا ہے کہا: اگر تم نے اسے مجھ سے سنا ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہم کو حدیث نبوی کی بہت سی کتابیں دکھائیں اور پھر وہ حدیث بھی پائی، پھر کہا: میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میں نے وہ حدیث تم سے بیان کی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے۔"

حضرت ابوہریرہؓ کے اور بھی شاگرد تھے، جن میں سے ایک اس رسالے (صحیفے) کے "مؤلف" ہمام بن منبہ بھی ہیں اور یہ تالیف بعینہٖ محفوظ ہونے سے تاحال دستیاب شدہ کتب حدیث میں قدیم ترین ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کی وفات ۵۸ھ یا اس کے لگ بھگ زمانے کی بیان کی جاتی ہے۔ ❹ ابوہریرہؓ بھی یمنی تھے اور ہمام بھی یمن ہی کے باشندے تھے۔ جب ہمام تعلیم کے لیے مدینہ آئے تو فطری تقاضے سے وہ اپنے ممتاز ہم وطن ابوہریرۃ ہی کے پاس حاضر ہوئے۔ ابوہریرہؓ نے اس نوجوان ہم وطن کے لیے رسول اکرم ﷺ کی حدیثوں میں سے کوئی ڈیڑھ سو کا انتخاب کیا۔ یہ زیادہ تر تربیت اخلاق کے متعلق ہیں اور ان حدیثوں کو ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں مرتب کر کے اپنے شاگرد ہمام کو املاء کرایا۔ اس کی ٹھیک تاریخ معلوم نہیں۔ لیکن یقیناً ابوہریرہؓ کی وفات سے قبل کا واقعہ ہے، جیسا کہ نظر آئے گا۔

بہر حال پہلی صدی ہجری کے تقریباً وسط کی یہ تالیف تاریخی نقطہ نظر سے ایک گراں مایہ یادگار ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حدیث نبوی آنحضرت ﷺ کے دو تین سو سال کے بعد لکھی جانی شروع ہوئی اور احمد بن حنبلؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ جیسے ائمہ کو بھی جعلساز

---

❶ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۱۵۷ القسم الثانی ❷ دارمی فی المقدمہ باب من رخص فی کتابۃ العلم رقم ۴۹۸/۱۲

❸ جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۱/۷۴

❹ طبقات ابن سعد، جلد چہارم حصہ دوم ص ۶۴ کے مطابق یہ ۵۹ھ میں اٹھتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دینا چاہتے ہیں، ان کی دلیل زیادہ تر یہی رہی ہے کہ عہد نبوی یا عہد صحابہ کی حدیث کے متعلق کوئی یادگار موجود نہیں ہے۔ اب عہد صحابہ کی یہ یادگار ہمارے ہاتھ میں ہے اور مقابلہ کرنے پر نظر آتا ہے کہ بعد کے مؤلفوں نے مفہوم تو کیا کوئی لفظ تک نہیں بدلا ہے۔ صحیفہ ہمام کی ہر حدیث نہ صرف صحاح ستہ ابوہریرہؓ کے حوالے سے ملتی ہے، بلکہ مماثل مفہوم دوسرے صحابہ سے بھی ان کتابوں میں ضرور ملتا اور اس بات کا ثبوت دیتا ہے۔ اس کا انتساب جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف فرضی اور بے بنیاد نہیں۔

ہمام بن مُنَبِّہ

ہمام بن منبہ کے حالات جو بھی ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے۔ ❶ ''وہب بن منبہ کی وفات صنعاء میں ۱۱۰ھ میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آغاز میں ہوئی۔ رہے ہمام بن منبہ جو ابناء ❷ میں سے ہیں اور جو اپنے بھائی منبہ سے عمر میں بڑے تھے، وہ ابوہریرہؓ سے (تعلیم کے سلسلے میں) ملے اور ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کی وفات وہب سے پہلے ہوئی یعنی سنہ ایک سو ایک یا دو ہجری میں۔ ان کی کنیت ابو عقبہ تھی۔''

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ❸ میں لکھا ہے:

> ''ہمام بن منبہ بن کامل بن شیخ الیمانی ابو عقبہ الصنعانی الابناوی نے ابوہریرہؓ، معاویہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور الزبیرؓ سے روایتیں کی ہیں اور خود ان سے ان کے بھائی وہب بن منبہ، ان کے بھتیجے عقیل بن معقل بن منبہ، علی بن الحسن بن آتش اور معمر بن راشد نے روایتیں کی ہیں۔ اسحاق بن منصور نے ابن معین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ (ہمام) ثقہ تھے۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے۔ المیمونی نے احمد سے روایت کی ہے کہ یہ (ہمام) غزوات (اسلامی جنگوں) میں حصہ لیا کرتے اور اپنے بھائی وہب کے لیے کتابیں خریدا کرتے تھے۔ انھوں نے ابوہریرہؓ کے پاس زانوئے شاگردی تہہ کیا اور ان سے حدیثیں سنیں جو تقریباً ایک سو چالیس ہیں، سب کی سب ایک اسناد رکھتی ہیں۔ معمر نے ان کا زمانہ پایا جب کہ یہ بوڑھے ہوگئے اور ان کی بھوئیں (حاجب) ان کی آنکھوں پر گر گئی تھیں۔ ہمام نے ان (معمر) کو یہ حدیثیں پڑھ کر سنانی شروع کیں لیکن جب تھک گئے تو معمر نے (رسالہ) ہاتھ میں لے لیا اور باقی کو خود پڑھ کر سنایا، عبدالرزاق (راوی) یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ کونسا حصہ انھوں نے پڑھا اور کونسا ان کو پڑھ کر سنایا گیا۔ ابن سعد نے کہا ان کی وفات سنہ اکتیس (احدی وثلثین) ❹ میں ہوئی۔ امام بخاری کا بیان ہے کہ علی بن المدینی نے بیان کیا: میں نے ایک شخص سے جو ہمام بن منبہ سے ملا تھا پوچھا کہ ہمام کی وفات کب ہوئی؟ کہا سنہ دو میں۔''

---

❶ طبقات ابن سعد، جلد ۵ ص ۳۹۶، مطبوعہ لائیڈن، ہالینڈ۔

❷ ابناء ان ایرانیوں کی اولاد کو کہتے ہیں جو یمن کو فتح کرنے کے بعد وہیں بس گئے تھے۔ یہ فوج کسریٰ نوشیروان نے سیف بن ذی یزن کی درخواست پر حبشیوں سے لڑنے بھیجی تھی (اسد الغابۃ جلد اول ص ۱۶۳)

❸ مطبوعہ حیدر آباد، جلد یازدہم، صفحہ ۵۹، حالات نمبر ۱۰۶، نیز جلد اول ص ۵۷۴

❹ جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر دیکھا، ابن سعد نے سنہ ایک سو ایک یا دو (سنة احدى او اثنتين و مائة) لکھا ہے اور پرانے زمانے میں کسی کاتب کے سہو کے باعث وہ (اکتیس) ہوگیا اور نووی وغیرہ ہر کسی نے وہی نقل کر دیا۔ البتہ بخاری کا ''سنہ دو'' کہنا ان کو اس سہو سے بچا لیتا ہے۔ وہ غالباً ۱۰۲ھ کہنا چاہتے ہیں جو ابن سعد کی بھی ایک روایت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیفۂ ہمام کا تحفظ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ہمام بن منبہ نے اپنے استاد سے حدیثوں کا جو مجموعہ حاصل کیا تھا، اسے نہ تو ضائع کیا اور نہ اپنی ذات کی حد تک مخصوص رکھا، بلکہ اپنی نوبت پر اسے اپنے شاگردوں تک پہنچایا اور رسالۂ زیر تذکرہ کی روایت یا تدریس کا مشغلہ انھوں نے پیرانہ سالی تک جاری رکھا۔ یہ درس بہتوں نے لیا ہوگا لیکن خوش قسمتی سے انھیں ایک صاحبِ ذوق شاگرد معمر بن راشد یمنی بھی مل گئے جنھوں نے بغیر حذف واضافہ اس رسالے کو اپنے شاگردوں تک پہنچایا۔ معمر کو بھی ایک ممتاز اہل علم بطور شاگرد مل گئے یہ عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیر ی تھے۔ یہ بھی اسی ملک کے چشم وچراغ ہیں جس کے بارے میں حدیث نبوی وارد ہے کہ ''اَلْاِیْـمَانُ یَمَانٍ'' (ایمان یمن والوں میں ہے)۔

یہ عبدالرزاق بہت بڑے مؤلف گزرے ہیں۔ انھوں نے اَلْمُصَنَّفُ نامی ایک ضخیم تالیف دوجلدوں میں علم حدیث پر چھوڑی ہے عہد نبوی وعہد صحابہ کی تاریخ سمجھنے میں اس کتاب سے بڑی مدد ملتی ہے۔ مُصنَّف عبدالرزاق کے مخطوطے استانبول اور یمن میں کامل اور حیدر آباد (دکن) ٹونک اور حیدر آباد سندھ وغیرہ میں ناقص ملتے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف الدین اسے آج کل ایڈٹ کر رہے ہیں اور ازیں چہ بہتر۔ جہاں تک زیر اشاعت صحیفے کا تعلق ہے، عبدالرزاق نے بجنسہٖ روایت کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ علم کی خوش قسمتی ہے کہ انھیں دو بڑے ہی اچھے شاگرد ملے، ایک امام احمد بن حنبل [1] اور دوسرے ابوالحسن احمد بن یوسف السلمی، ان دونوں نے ہمارے صحیفے کی خاص خدمت کی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اسے اپنی ضخیم تالیف المسند کے ''باب ابو ہریرہؓ'' کی ایک خاص فصل میں بلا حذف واضافہ ضم کر دیا اور جب تک مسند احمد بن حنبل دنیا میں باقی رہے، صحیفہ ہمام کے بھی باقی رہنے کا سامان کر دیا۔ دوسرے شاگرد سلمی نے اس صحیفے کی مستقل روایت کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کو اور ان کے شاگردوں کو نسلاً بعد نسل ایسے شاگرد رشید ملتے گئے جنھوں نے اس قابل قدر یادگار کو آلائش سے پاک اور حفاظت سے رکھا۔

صحیفہ ہمام کی جہاں نسلاً بعد نسل مستقل اور علیحدہ روایت کا سلسلہ جاری رہا، وہیں بعض محدثوں نے اس کو اپنی تالیفوں میں ضم یا مدغم بھی کر لیا۔ ان میں سے امام احمد بن حنبل نے چونکہ مؤلف یا راوی وار حدیثیں مرتب کیں۔ اس لیے ان کے لیے ممکن تھا کہ صحیفہ ہمام کو بجنسہٖ محفوظ رکھیں اور انھوں نے یہی کیا بھی ہے۔ [2] اس سے جہاں صحیفہ ہمام کے نو دستیاب شدہ مخطوطے کی صحت کی توثیق ہوئی ہے، وہیں خود اس مخطوطے سے مسند احمد بن حنبل کے قابل اعتماد ہونے کا ثبوت ملتا ہے، اللہ نے اس طرح ان دونوں خادمانِ علم کو جزا دیتے ہوئے آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی سرخ رُو کر دیا ہے۔ البتہ دوسرے محدث چونکہ موضوع وار حدیثیں مرتب کرتے رہے، مثلاً امام بخاری وغیرہ، انھوں نے مجبوراً صحیفہ ہمام کی حدیثوں کو اپنی کتابوں کے مختلف ابواب میں منتشر کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر سرسری تلاش میں صحیفہ ہمام کی مندرجۂ ذیل حدیثیں صحیح بخاری کے ابواب مفصلہ تحت میں ملیں جو من وعن یکساں ہیں اور سب معمر سے مروی ہیں۔

---

[1] امام احمد حنبلؒ بمقام بغداد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ امام شافعیؒ سے درس حاصل کیا اور ۲۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ امام بخاریؒ (۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ) اور امام مسلمؒ (۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ) جیسے جلیل القدر محدثین، امام احمد کے شاگرد تھے۔

[2] دیکھئے، مسند احمد ابن حنبل طبع اول، جلد دوم، ص ۳۱۲ تا ۳۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نمبر ۱۰۸ بخاری باب لا تقبل صلاة بغیر طهور

حدیث نمبر ۹۲ بخاری باب ما یقع من الغائیات

حدیث نمبر ۶۰ بخاری باب من کاس عریانا

حدیث نمبر ۱۱۹ بخاری باب دفن النخامة

حدیث نمبر ۷۰ بخاری باب من اخذ بالرکاب

حدیث نمبر ۲۹ بخاری باب الحرب خدعة

حدیث نمبر ۱۳۳ بخاری باب قول النبی احلت لکم الغنائم

حدیث نمبر ۸۵ بخاری باب ما جاء فی صفة الجنة

حدیث نمبر ۵۸ بخاری باب قول اللّٰه و اذ قال ربک للملائکه

حدیث ۳۳، ۳۴ (ہردو) بخاری باب علامات النبوة

حدیث ۵۷ بخاری باب بالانیز باب قول الله و اذ وعدنا موسیٰ

حدیث نمبر ۴۶ بخاری باب قول اللّٰه و ایوب اذ نادیٰ

حدیث نمبر ۱۰۳ بخاری باب حدیث الخضر مع موسیٰ

حدیث نمبر ۱۱۵ بخاری باب بدء الخلق

حدیث نمبر ۵۹ بخاری باب وفات موسیٰ

حدیث نمبر ۴۷ بخاری باب قول اللّٰه و اتینا داؤد زبورا

حدیث نمبر ۴۱ بخاری باب قول اللّٰه واذکر فی الکتاب مریم

حدیث نمبر ۷۸ بخاری باب حدیث الغار، باب

حدیث نمبر ۱۲۵ بخاری باب علامات النبوة

حدیث نمبر ۱۲۴ بخاری باب ایضاً

صحیح کا تین چوتھائی حصہ ہم نے نہیں دیکھا، اس میں بھی معمر کے حوالے سے مزید حدیثیں ملیں گی۔

ہمام بن منبہ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ انھوں نے ابو ہریرہؓ سے احادیث کا یہ مجموعہ ۵۸ھ سے (جب کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا انتقال ہوا) پہلے ہی حاصل کیا ہوگا۔ اس پر اب ۱۳۷۳ھ میں سوا تیرہ سو سال میں اس مجموعے کی عبارت نہیں بدلی، بلکہ بجنسہٖ باقی رہی تو رسول اکرم ﷺ سے سننے اور ابو ہریرہؓ کے اس کو لکھ لینے کی مختصر مدت میں اس میں تبدیلی وتحریف کا امکان نہ ہونا چاہیے، خاص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اس لیے کہ یہی حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا سلسلۂ اسناد مختلف رہا ہے۔ بعض حدیثوں کی تو کئی کئی صحابہ نے روایت کی ہے، اگر آج کی صحبت میں بے ضرورت تطویل اور تھکا دینے والے اطناب کا خوف نہ ہوتا تو اس رسالے کی ہر ہر حدیث کے متعلق تلاش کر کے یہ بتلایا جاتا کہ کس کس حدیث کو ابو ہریرہؓ کے سوا مزید کس کس صحابی نے روایت کیا ہے اور وہ کن کن وسائل سے محفوظ ہوتی ہوئی ہم تک آئی ہے اور کس طرح وہ باہم ایک دوسرے کی توثیق کرتی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی جانب کسی خفیف سے خفیف جعل سازی یا علمی بد یانتی کا گمان تک نہیں رہتا۔ یہ حدیثیں بخاری، مسلم اور صحاح ستہ کے دیگر مؤلفوں نے تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اپنے دل سے نہیں گھڑیں بلکہ عصر اول سے بحفاظت چلی آنے والی چیزوں ہی کو اپنی تالیفوں میں داخل کیا۔

یہ صورتِ حال کتب حدیث پر ہمارا اعتماد مستحکم کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

مخطوطوں کی کیفیت

اوپر بیان ہوا ہے کہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے ہمیں اب تک صرف دو مخطوطوں کا پتہ ہے اور ان دونوں کا حرف بہ حرف مقابلہ کر کے یہ ایڈیشن تیار کیا گیا ہے۔ ان کی مختصر کیفیت بے محل نہ ہوگی۔

مخطوطہ برلین

مخطوطۂ برلین کا نمبر وہاں کی فہرست مخطوطات عربی میں (WE, 1384)(1797) ہے یہ ذخیرہ دوسری جنگ عظیم سے پہلے تک برلین کے سرکاری کتب خانے میں تھا۔ دورانِ جنگ میں حفاظت کے لیے یہ شہر ٹیوبنگن بھیجا گیا اور آج تک (۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء) وہ وہیں ہے۔

مخطوطہ دمشق

دمشق کا مخطوطہ اپنے ہمشیر مخطوطے پر ایسی ہی فوقیت رکھتا ہے جیسے کہ سورج کا نور چاند کی مستعار روشنی پر اور وہ وہاں کتب خانہ ظاہریہ میں محفوظ ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی (کلکتہ یونیورسٹی) نے مجھے اس کا پتہ دیا اور دمشق کے ڈاکٹر صلاح الدین منجد کی مہربانی سے مجھے اس کتاب کے فوٹو فراہم ہوئے۔

دمشق کا یہ مخطوطہ بھی کئی رسالوں کے مجموعہ کے ضمن میں ہے لیکن یہ امتیاز رکھتا ہے کہ مکمل ہے اور کتابت کی تاریخ کے لحاظ سے بھی برلین کے مخطوطے سے بھی زیادہ قدیم ہے چنانچہ چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہی وہ اصل نسخہ بھی ہے جو درس اور سماعت میں استعمال ہوتا رہا اور متعدد مرتبہ اس پر اجازت ہوئی ہے۔ ابن عساکر مصنف ''تاریخ دمشق'' ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے اسی مخطوطے پر درس دیا ہے۔

حدیث نبوی اصل میں دو ستونوں پر قائم ہے، کتابت اور قرأت وسماعت اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں اگر کوئی شخص حدیث نبوی کے تحفظ اور صحت میں جو حزم و احتیاط برتی جا رہی ہے اس کا مقابلہ اسلام سے پہلے دوسرے پیغمبروں کی حدیثوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس سے اور اسی طرح ہمارے اس موجودہ زمانے کی ''تاریخ'' سے کرتا ہے جو اخبارات وجرائد کے عمداً جھوٹ اور سرکاری دستاویزوں کے مکارانہ بیانات اور تدریسات پر مبنی ہوتی ہے اور فکر سلیم سے کام لے تو اس پر حدیث کی فضیلت وفوقیت واضح ہو جائے گی کہ محدثین کے کارنامے، عہد صحابہ سے لے کر آج تک جو زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتے ہیں کتنی فوقیت رکھتے ہیں! مسلمانوں کی حدیث اور غیروں کی حدیث میں وہی فرق ہے جو زمین وآسمان میں اور ان دونوں کے فرق کا کیا ٹھکانہ ہے۔ حدیث اسلامی کی خوبیوں پر نہ دشمن کا معاندانہ طعن وطنز پردہ ڈال سکتا ہے اور نہ دوستوں کی ناواقفیت۔

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاسبان

از: مولانا حافظ محمد اسحاق

مولانا حافظ محمد اسحاق ۱۹۱۴ء میں حسین خاں والہ ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں مولانا حافظ بشیر احمد ملتانی سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ وہاں سے مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کی خدمت میں دہلی تشریف لے گئے دو سال وہاں رہنے کے بعد مولانا حافظ محمد صاحب کے پاس گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ چلے گئے۔ حضرت حافظ صاحب جب جامعہ اسلامیہ عمر آباد مدراس تشریف لے گئے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ عمر آباد میں حافظ صاحب کے علاوہ دیگر معزز اساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۹۳۴ء میں اورینٹل کالج لاہور سے امتیازی نمبروں میں مولوی فاضل کیا۔ جس کے نتیجہ میں سال بھر کے لیے یونیورسٹی سے وظیفہ بھی ملتا رہا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اوڈانوالہ ضلع لائل پور تشریف لے گئے اور وہاں کی مشہور درسگاہ تعلیم الاسلام کی بنیاد رکھی اور اس میں اتنی محنت اور تندہی سے کام کیا کہ نو سال کے عہدِ قیام کے بعد جب وہاں سے واپس ہوئے تو یہ درسگاہ ایک خاص مقام حاصل کر چکی تھی اوڈانوالہ سے واپسی کے بعد مدرسہ اسلامیہ ڈھلیانہ ضلع منٹگمری نے آپ کی خدمات حاصل کرلیں اور پورے چار سال وہاں رہے۔ ۱۹۵۱ء میں اپنے گاؤں میں مدرسہ جاری کیا اور چار سال تک وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۵۵ء کے تعلیمی سال سے دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں تشریف فرما ہیں۔ تدریس کے باب میں حافظ صاحب کو خاص مہارت حاصل ہے اور درسی کتابوں پر ان کی گہری نگاہ ہے۔ ان کی تدریسی خدمات کا یہ عالم ہے کہ آج جماعت کے تمام مدارس میں ان کے تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ کی تصنیفی خدمات میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی عدالت (ترجمہ) مضمون کے علاوہ نور السنہ، دیوانِ حماسہ کا ترجمہ اور ساتھ ہی سلک النکات فی حل اللغات کے نام سے شرح لغت، تذکرۃ الحفاظ، رسالہ قبر صیہ لابن تیمیہ وغیرہ کے تراجم کیے اور کتاب تعلیم الحج، تعلیم الزکاۃ اور فقہائے سبعہ کے علاوہ الاعتصام اور ماہنامہ رحیق وغیرہ میں مختلف مضامین اور بعض کے ترجمے لکھتے رہے۔ آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ، ۴ جولائی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی نماز جنازہ ۵ جولائی کو شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ نے مسجد قدس چوک دالگراں میں پڑھائی۔

پہلے مذاہب دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کچھ عرصہ کے لیے ان کا نفاذ مقدر تھا۔ جب اس کا ارادہ ہوا ان کو جاری کیا اور جب چاہا منسوخ کر دیا اور پہلے دین کی جگہ دوسرے دین نے لے لی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ادیان سابقہ کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد خود اہل مذہب نے اپنے مذہب کو اس طرح مسخ کر دیا کہ اس کی اصلی شکل و صورت پہچاننا ہی مشکل ہوگئی۔ قرآن مجید اہل ادیان کی تحریف کی مذمت کرتا ہوا فرماتا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ قَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۷۵)

''حالاں کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اُسے سمجھ لینے کے بعد بدل دیتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔''

اسلام اللہ تعالیٰ کا جاری کردہ آخری دین ہے اور اس کے لانے والے حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ جس طرح آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس طرح اسلام کی جگہ لینے والا کوئی دوسرا دین نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دین کی حفاظت کا زبردست اہتمام کیا گیا ہے اور اس میں تحریف وتبدیلی کے امکانات قیامت تک کے لیے ختم کر دیے گئے ہیں۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''ہم نے ہی ذکر اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

آیت مذکورہ بالا میں ذکر سے مراد پوری شریعت اسلامیہ ہے۔ بعض لوگوں کو اصرار ہے کہ ذکر سے مراد صرف قرآن کریم ہے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال جنھیں حدیث کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں داخل نہیں۔ چونکہ ان کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی اس لیے نہ وہ محفوظ ہیں اور نہ قابل اعتبار۔ مگر یہ خیال باطل اور وہم کا ذب ہے، ہر وحی جو اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ پر نازل فرمائی، ذکر ہے۔ وہ قرآن حکیم کی آیات ہوں یا رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات! ہمارا ایمان ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کی ہے اسی طرح محدثین کی جماعت کے ذریعہ حدیث کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے۔ جس طرح قرآن مجید کا ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ محفوظ ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ہر ہر قول اور ہر ہر فعل محفوظ ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

ان السنن موجودة عند عامة اهل العلم و ان كان بعضهم اجمع من بعض ولكن اذا جمع علمهم اتى عليها كلها و اذا فرق علم كل واحد منهم ذهب عليه الشئ منها ثم كان ما ذهب عليه منها موجوداً عند غيره. ❶

''حدیث بحیثیت مجموعی تمام اہل علم کے پاس موجود ہے۔ کسی کے پاس کم اور کسی کے پاس زیادہ، اگر ان سب کے علم کو جمع کیا جائے تو تمام احادیث کو شامل ہے۔ ہاں اگر ہر ایک کے علم کو جدا جدا کیا جائے تو گو بعض احادیث بعض اہل علم کے پاس نہیں ہوں گی مگر جو ایک کے پاس نہیں ہے دوسرے کے پاس یقیناً پائی جاتی ہیں۔''

امام ابن حزمؒ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد صرف قرآن حکیم ہی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

هذا دعوى كاذبة مجردة عن البرهان و تخصيص للذكر بلا دليل، والذكر اسم واقع على كل ما انزل الله على نبيه صلى الله عليه وسلم من قرآن او سنة وحى يبين بها القرآن و ايضًا فان الله تعالى يقول، "وَ انزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم" فصح انه عليه السلام مامور ببيان القرآن للناس وفى القرآن مجمل كثير كالصلوة والزكوة والحج وغير ذلك مما لا فعلم ما الزمنا اليه فيه بلفظه لكن ببيان النبى صلى الله عليه وسلم فاذا كان بيانه عليه السلام لذلك المجمل غير محفوظ ولا مضمون سلامة مما ليس منه فقد بطل الانتفاع بنص القرآن فبطلت اكثر الشرائع

❶ الرسالہ، ص ۴۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المفترضة علینا فیه فاذن لاندری صحیح مراد اللّٰہ تعالیٰ منها. ❶

''یہ جھوٹا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور ذکر کی تخصیص بلا دلیل ہے۔ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمائی ہے وہ ذکر ہے، قرآن ہو یا وہ سنت جو کہ قرآن کا بیان کرنے کے لیے آپ پر اُتاری گئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ﴾ یعنی ہم نے آپ پر ذکر اس لیے اُتارا تاکہ آپ لوگوں کے لیے ان پر نازل شدہ کتاب کو بیان کریں۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے قرآن بیان کرنے پر مامور ہیں چونکہ قرآن حکیم میں نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ بہت سے احکام مجمل ہیں جن کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں بیان نہیں کی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام احکام کی جزئیات کی وضاحت فرمائی ہے۔ اب اگر اس اجمال کی تفصیل (حدیث شریف) محفوظ نہیں اور اس میں کسی غیر چیز کی آمیزش سے سلامتی کی کوئی ضمانت نہیں تو نصوص قرآن سے استفادہ کرنا ناممکن ٹھہرے گا اور بہت سے شرعی احکام جو ہم پر فرض ہیں ختم ہو جائیں گے کیونکہ ہم معلوم نہیں کر سکیں گے کہ اس سے صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے۔''

سنت رسول ﷺ کو کس طرح محفوظ کیا گیا؟

اگرچہ بعض لوگوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف اغراض کے لیے جھوٹی احادیث وضع کیں اور باطل کو حق میں ملا دینے کی پوری کوشش کی، اسی طرح کچھ دوسرے لوگوں نے صحیح احادیث کا انکار کیا اور ان کے معانی کو بدلنے کے لیے احتمالاتِ بعیدہ اور تاویلاتِ رکیکہ کی پناہ لی مگر محدثین کی جماعت (شکر اللّٰہ سعیهم) نے نہ تو وضاعین کی وضع کردہ احادیث کو رواج پانے دیا اور نہ مؤولین کی تاویل اور منکرین کے انکار کے لیے کوئی گنجائش رہنے دی، کھرے اور کھوٹے کو ایک دوسرے سے اس طرح الگ کر دیا کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے آدمی کے لیے بھی دھوکہ میں مبتلا ہونے کا احتمال باقی نہ رہا۔ موضوعات پر مستقل کتابیں تصنیف کیں، صحیح اور سقیم کے درمیان تمیز کرنے کے لیے اصول وضوابط مقرر کیے۔ رواۃِ حدیث پر جرح وتعدیل کے قواعد ترتیب دیے۔ حدیث کی صحت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب وعلل کی نشاندہی کی کذب بیانی سے کام لینے والے رواۃ کے عیوب کو بے نقاب کیا صاحب المنزلت راوی کے مرتبہ میں فرق نہیں آنے دیا بلکہ ہر ایک کو وہی مقام دیا جس کا وہ اہل تھا۔

ہاں علل حدیث پر کلام کرنا وہ دشوار گزار راستہ ہے جس پر چلنا ہر راہرو کا کام نہیں اس کے لیے دائمی جستجو، تفحص، وسعتِ معلومات کثرت مذاکرات، شبہائے دراز کی بیداری، روشن دماغی، رواۃِ حدیث کے حالات سے پوری پوری آگاہی، متون اور اسانید پر مکمل عبور اور علمائے فن کی خدمت میں مسلسل حاضر باشی اور استفادہ کی ضرورت ہے علاوہ ازیں تقویٰ، انصاف، دیانت داری، جذبہ اظہار حق اور کمال حفظ سے موصوف ہونا لازمی ہے حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ❷

ولا سبیل الی ان یصیر العارف الذی یزکی نقلة الاخبار و یجرحهم جهبذ الابدبان الطلب والفحص عن هذا الشان و کثرة المذاکرة والسهر والتبفظ والفهم مع التقویٰ والدین التبین

❶ الاحکام ج ۱، ص ۱۲۲ ❷ مذکورہ بالا عبارت میں ان الفاظ کا خلاصہ آگیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والانصاف والتردد الی العلماء والتحری والاتقان ❶

یہی وجہ ہے کہ علل حدیث اور رواۃ کی جرح وتعدیل پر گفتگو کرنا چوٹی کے مخصوص اہل فن کا کام ہے مگر پاکستان و ہندوستان کا باوا آدم ہی نرالا ہے کہ یہاں قدیم یا جدید معلومات کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص اپنے آپ کو زمانہ کا احمد بن حنبلؒ اور وقت کا دارقطنی سمجھتا ہے اور ان احادیث اور کتب احادیث کی صحت میں تردد پیدا کرنے کے لیے بے تاب ہے، جن کو تنقید اور پوری چھان پھٹک کے بعد تمام اُمت نے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے محبوب اور دل پذیر لقب سے نوازا ہے حالانکہ مذکورہ صفات سے عاری شخص کے لیے اس پھٹے میں ٹانگ اڑانے کا قطعاً استحقاق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ میں علل حدیث اور جرح وتعدیل پر کامیاب تحقیق اور کلام کرنے کی قدرت رکھنے والے محدثین کے یہ نام گنوائے ہیں: امام علی بن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام یعقوب بن ابی شیبہؒ، امام ابوحاتمؒ، امام ابوزرعۃؒ، امام دارقطنیؒ وغیرہ۔ ان میں سے ہم فی الحال ان تین ائمہ حدیث کے حالات قارئین ''الاعتصام'' کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو علما میں تو بہت مشہور ہیں مگر عوام نسبتاً ان کے نام اور حالات سے کم ہی واقف ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ قارئین کرام اندازہ کرسکیں کہ ناقد حدیث کو کن کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے اور حدیث کی تصحیح وتضعیف کے لیے کس طرح کے علم کی ضرورت ہے۔

ہم بشرط صحت اور حسب گنجائش وقت دوسرے محدثین کے حالات بھی گاہے گاہے ہدیہ قارئین ''الاعتصام'' کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین بغدادیؒ

یحییٰ بن معین نام، ابوزکریا کنیت ۱۵۸ھ میں انبار کے نقیا نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے جو بغداد سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر واقعہ تھا سن رشد کو پہنچے تو تحصیل علم کے لیے بڑے بڑے ائمہ حدیث کی خدمت میں حاضر ہوئے عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمان بن مہدی اور وکیع جیسے جلیل القدر شیوخ حدیث سے استفادہ کیا ان کے والد شہر رَے کا خراج وصول کرنے کے اہم عہدہ پر فائز تھے آمدنی معقول تھی اسی لیے ان کو نہایت اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ حصول علم کا موقع ملا لیکن ابھی میدان علم میں قدم رکھا ہی تھا کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ دس لاکھ پچاس ہزار درہم ورثہ میں ملے، ہونہار بیٹے نے یہ عظیم سرمایہ تمام وکمال سنت رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے پر صرف کیا حتیٰ کہ ان کے پاس پہننے کے لیے جوتا بھی باقی نہ رہا۔ ❷

طلب حدیث میں امام یحییٰ کی جدوجہد

ابوعبید قاسم بن سلام کہا کرتے تھے، علم حدیث چار آدمیوں کے پاس ہے (۱) احمد بن حنبل، (۲) یحییٰ بن معین، یہ ان چاروں میں سب سے زیادہ حدیث لکھنے والے تھے، (۳) علی بن مدینی، (۴) ابوبکر بن ابی شیبہ امام علی بن مدینی کہتے ہیں آج تک

---

❶ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۴، ۵

❷ تاریخ بغداد للخطیب، ص۱۷۸، ج۱۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس نے امام یحییٰ جتنی حدیثیں تحریر کی ہوں، امام یحییٰ خود فرماتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث (باختلاف طرق واسانید) لکھی ہیں یہی وجہ ہے کہ علی بن مدینی کہا کرتے تھے کہ تمام لوگوں کا علم امام یحییٰ کے پاس جمع ہوگیا ہے۔ ❶

امام احمد فرماتے ہیں: ''جس حدیث کو امام یحییٰ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں۔'' ❷ ابن ابی حاتم رازی کہتے ہیں میرے والد فرمایا کرتے تھے ہم تحصیل حدیث کے لیے بصرہ پہنچے تو امام یحییٰ بن معین کو دیکھا کہ ایک سال پہلے سے ہی وہاں فروکش ہیں اور موسیٰ بن اسماعیل سے تیس یا چالیس ہزار احادیث لکھ چکے ہیں۔

امام یحییٰ بن معین خود اپنی طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ طلب حدیث میں کس قدر محنتی، جفاکش اور بلند ہمت واقع ہوئے تھے چنانچہ فرماتے ہیں ''میں امام عبدالرزاق سے حدیث پڑھ کر ہشام بن یوسف کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ صاحب منصب قضا پر فائز تھے بڑے سمجھ دار اور روشن دماغ تھے مجھ سے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور علم حدیث پڑھنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، بولے: سنا ہے تم نے میرے بھائی عبدالرزاق سے علم حاصل کرلیا ہے اب اور کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا علم حدیث متعدد ائمہ حدیث اور شیوخ فن سے جمع کیا جاتا ہے، کہنے لگے میرا اور عبدالرزاق کا علم تقریباً برابر ہے۔ میں نے پھر بھی اصرار کیا لیکن انھوں نے میری درخواست کو شرفِ قبولیت نہ بخشا، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک مسجد میں پانچ وقت نماز پڑھاتے ہیں میں نے اس میں ڈیرا ڈال دیا اور پورے تیس دن وہاں گذارے، میرا معمول تھا کہ مسجد میں آتے اور باہر نکلتے وقت ان کو السلام علیکم کہہ کر خاموش ہوجاتا، تین دن کے بعد انھوں نے مجھے بلا بھیجا اور کہا: نوجوان میں نے حدیث بیان کرنے سے محض اس لیے انکار کیا تھا کہ میں جاننا چاہتا تھا کہ تم اصحاب الحدیث سے تعلق بھی رکھتے ہو یا نہیں۔ میں نے عرض کیا جناب والا میں نے اپنی درخواست کی قبولیت کے انتظار میں اگلے سال تک یہاں پڑے رہنے کا تہیہ کرلیا ہے مگر یہ کہ آپ مجھے حدیث پڑھائیں یا میرا خرچ ختم ہوجائے یہ سن کر انھوں نے لونڈی کو اپنی کتابیں میرے حوالے کرنے کا حکم دیا میں دن بھر مسجد میں بیٹھ کر اپنی ضرورت کے مطابق احادیث لکھ لیتا پھر وہ مجھے اپنی کتاب سے سناتے اور ان کے مطالب کی تشریح فرماتے۔

امام یحییٰ کا مقام ائمہ حدیث کی نظر میں

امام موصوف طبقہ ثالثہ کے جرح وتعدیل کے امام ہیں، بڑے بڑے ائمہ حدیث اسنادی اور متنی اشکال حل کرانے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے عباس بن محمد داوری کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا ہے کہ امام یحییٰ سے اکثر پوچھا کرتے تھے کہ فلاں راوی کون ہے؟ فلاں آدمی کنیت سے مشہور ہے، اس کا نام کیا ہے؟ سلیمان بن حرب کہتے ہیں یحییٰ بن معین کبھی کبھی کسی حدیث کے متعلق کہتے ''یہ غلط ہے'' میں بڑی کوشش کرتا اور سوچتا کہ یہ غلط ہے تو صحیح کس طرح ہے مگر کچھ پتہ نہ چلتا بالآخر کتاب کی طرف رجوع کرتا تو امام یحییٰ کی بات کو درست پاتا۔

❶ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۳۰　❷ تاریخ بغداد، ص ۱۸۰، ج ۱۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن مسلم سے پوچھا گیا کہ علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین میں سے زیادہ حافظ کون ہے؟ بولے ''حفظ حدیث اور اس کے بیان کرنے میں علی بڑھے ہوئے ہیں مگر صحیح اور سقیم حدیث کی پہچان میں یحییٰ بن معین زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔''

امام محمد بن ہارون فلاس فرماتے ہیں اگر کسی کو امام یحییٰ بن معین کے حق میں گستاخانہ کلام کرتے ہوئے سنو تو سمجھ لو کہ وہ کذاب ہے اور جھوٹی احادیث وضع کرنا اس کا شیوہ ہے۔ امام موصوف سے وہ اس لیے بغض رکھتا ہے کہ وہ وضاعین کے تمام عیوب اور کذب بیانیاں بے نقاب کر دیا کرتے تھے۔

امام یحییٰ کا رعب و دبدبہ

امام موصوف کو معرفت علل حدیث میں وہ درک حاصل تھا کہ مجروحین کے تمام عیوب و نقائص ہر وقت دماغ میں مستحضر رہتے تھے، کیا مجال کہ کوئی راوی ان کی موجودگی میں غلطی کرے اور ان کی گرفت سے بچ کر نکل جائے، ضعفاء اور مجروحین تو رہے ایک طرف، بڑے بڑے محدث بھی ان کو اپنے حلقہ درس میں آتے دیکھ کر مضطرب ہو جایا کرتے تھے۔

ہارون بن معروف کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شام سے ایک بہت بڑے محدث ہمارے ہاں تشریف لائے میں نے ان سے حدیث لکھوانے کی درخواست کی انھوں نے منظور فرمائی اور مجھے حدیث لکھانے لگے۔ اسی اثنا میں امام احمد بن حنبل، احمد دورقی، عبداللہ بن رومی اور ابوخیثمہ یکے بعد دیگر آئے دروازے پر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، شیخ مذکور نے ہر ایک کو اندر آنے کی اجازت دی اور نہایت سکون اور وقار کے ساتھ کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے حدیث لکھانے میں مصروف رہے، تھوڑی دیر بعد کسی اور شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیخ نے کہا ''کون صاحب ہیں؟'' جواب آیا: یحییٰ بن معین فرأیت الشیخ ارتعدت یده وسقط الکتاب من یده۔ یعنی یہ سنتے ہی شیخ پر لرزہ طاری ہو گیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر آ رہی۔ ❶

امام موصوف کے اخلاق

مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ امام یحییٰ نہایت تنگ مزاج اور جھگڑالو قسم کے آدمی تھے جو ہر وقت دوسروں کی پگڑی اُچھالنے اور ان کو بھرے مجمع میں ذلیل و خوار کرنے کی فکر میں رہتے تھے اور لوگ اس لیے ان کے شر کے خوف سے کانپنے لگ جاتے تھے حاشا و کلا بلکہ یہ وفور علم کا رعب تھا جو اکثر لوگوں پر طاری ہو جایا کرتا تھا ورنہ امام یحییٰ کی عادت اس کے بالکل برعکس تھی وہ عموماً راوی کی غلطی پر چشم پوشی سے کام لیا کرتے تھے اس سے بھری مجلس میں کبھی ایسا سلوک نہیں کیا کرتے تھے جس سے اس کو خفت اور شرمندگی اُٹھانی پڑے، ہاں علیحدگی میں ضرور اس کی غلطی سے آگاہ کر دیا کرتے تھے، چنانچہ خود فرماتے ہیں:

ما رایت علی رجل قط خطاءً الا سترته واحببت ان ازین امره وما استقبلت رجلا فی وجه بامریکرهه ولکن ابین له خطائه فیما بینی وبینه ❷

---

❶ تاریخ بغداد للخطیب، ص ۱۸۱، جلد ۱۴

❷ تاریخ بغداد، ص ۱۸۴، ج ۱۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے ہمیشہ ہر آدمی کی غلطی پر پردہ ڈالا اور چاہا کہ اس کی ساکھ قائم رہے، میں نے کبھی بھری مجلس میں ایسی حرکت نہیں کی جو اسے ناگوار گذرے۔ ہاں تنہائی میں ضرور اس کی غلطی پر آگاہ کرتا ہوں۔ اگر قبول کرلے تو بہتر ورنہ اس کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہوں۔''

حسن بن علیل کہتے ہیں ایک دفعہ امام یحییٰ نے کہا: عفان نے بیس سے زیادہ احادیث میں غلطی کا ارتکاب کیا لیکن میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ ہاں علیحدگی میں انھیں ایک ایک غلطی پر متنبہ کر دیا خلف بن سالم نے پوچھا وہ اغلاط کیا ہیں؟ میں نے بیان کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ ان کی عیب جوئی کو پسند کرتا تھا۔

امام یحییٰ کے تلامذہ

امام موصوف کی جلالت قدر کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ان کے سامنے امام احمد بن حنبلؒ ہناد بن سری، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابو داوٗدؒ، ابو زرعہؒ اور ابو یعلیٰؒ جیسی عالم اسلام کی یگانہ روزگار ہستیوں نے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ہر ایک نے امام موصوف سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔

امام موصوف کی وفات

امام یحییٰ اکثر حج کیا کرتے تھے اور ہمیشہ مدینہ منورہ سے ہو کر مکہ مکرمہ جایا کرتے تھے، واپسی پر بھی مدینہ منورہ سے ہو کر گھر لوٹتے تھے، وفات کے سال بھی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر مرض الموت میں مبتلا ہو گئے، گیارہ ذی قعد ۲۳۳ھ میں ۷۵ سال کی عمر پا کر حج کرنے سے پیشتر ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ❶

امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور جسد اطہر کو رسول اللہ ﷺ کی چارپائی ❷ پر رکھا گیا بڑی کثرت سے لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے ہجوم کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ نماز جنازہ ادا کی گئی مجمع میں سے کسی نے بہ آواز بلند کہا ''یہ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ رفع کرنے والے امام یحییٰ بن معین کا جنازہ ہے'' یہ کہنا تھا کہ تمام مجمع پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ❸

امام موصوف کی وفات پر شعراء کے مرثیے

امام یحییٰ کے انتقال سے فن حدیث میں ایک عالمگیر شہرت کی مالک ہستی اُٹھ گئی، ان کی وفات کو عوام اور خواص سب نے بڑی شدت سے محسوس کیا، شعراء نے زہر گداز مرثیے لکھے، چند ایک شعر ملاحظہ فرمایئے:

❶ تاریخ بغداد، ص ۱۸۵، ۱۸۶، ج ۱۴

❷ حضور ﷺ کی چارپائی اس وقت محفوظ تھی اور حاکم شہر کی اجازت سے حاصل کی گئی تھی۔ (تاریخ بغداد)

❸ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۸۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذهب العليم بعيب كل محدث　　　و بكل مختلف من الاسناد

مختلف اسانید اور جملہ محدثین کے عیوب کو جاننے والا اُٹھ گیا

و بكل و هم في الحديث و مشكل　　　يعي به علماء كل بلاد

احادیث کے اوہام اور اشکالات کو حل کرنے والا دنیا میں نہ رہا جن کے حل سے ہر ملک کے علما عاجز تھے۔ ❶

ایک دوسرے شاعر کہتے ہیں:

فقد عظمت في المسلمين رزينه　　　غداة نعى الناعون يحيٰى فاسمعوا

جس دن مخبروں نے امام یحییٰ کی وفات کی خبر دی مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور یہ خبر بجلی کی سی تیزی سے مشہور ہوگئی۔

من ذى الذى يؤتى فيسئل دونه　.　　اذا لم يكن للناس في العلم

اب لوگ کس کے پاس جائیں گے اور اپنے اشکال کس سے حل کرائیں گے؟ جب کہ اپنی علمی استعداد سے لوگوں کو مطمئن کرنے والے اہل علم کا پہلے ہی قحط ہے۔

لقد كان يحيٰى في الحديث بقية　　　من السلف الماضين حين تقشعوا

امام یحییٰ علم حدیث میں ان اسلاف کی یادگار تھے جو دارِ فنا سے کوچ کر کے دار البقا میں پہنچ گئے ہیں۔

فلما مضى مات الحديث بموته　　　و ادرج في اكفانه العلم اجمع

امام یحییٰ کے ساتھ علم حدیث بھی مر گیا اور ان کے ساتھ جمیع علوم و فنون ان کے کفن میں لپیٹ دیے گئے

امام ابوزرعہ رازیؒ

عبید اللہ بن عبد الکریم نام، ابوزرعہ کنیت ۲۰۰ھ میں خراسان کے شہر رَے میں پیدا ہوئے خلاد بن یحییٰ، ابونعیم قبیصہ بن عقبہ، مسلم بن ابراہیم، ابوالولید طیالسی اور قعنبی وغیرہ ائمہ فن سے علم حدیث حاصل کیا امام ذہبی فرماتے ہیں ”كان من افراد الدهر حفظا و ذكاء و دينًا و اخلاصًا و علما و عملًا“ یعنی حفظ، ذکاء، تدین، اخلاص اور علم و عمل میں یگانہ روزگار تھے۔ ❷

امام ابوزرعہ چوتھے طبقہ کے حدیث پر ناقدانہ نظر رکھنے والے اہل علم ہیں۔ کھرے اور کھوٹے کی تمیز میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ بڑے بڑے ماہرین فن ائمہ حدیث ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ان کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور سنت کی نشر و اشاعت میں ان کی کوششوں کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے جلیل القدر اور مشہور زمانہ استاد امام اسحاق بن راھویہ اپنے ایک مکتوب میں ان کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”آپ کے حالات سن کر ہر روز میری خوشی میں اضافہ

❶ تاریخ بغداد، جلد ۱۴، ص ۱۸۶　❷ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۵۵۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا رہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو سنت کا محافظ بنایا آج ایک طالب علم کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ سنت کی حفاظت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے۔ احمد بن ابراہیم آپ کے بہت مداح ہیں بعض وقت ان کی مدح افراط کی حد تک پہنچ جاتی ہے مگر الحمدللہ آپ کے حق میں یہ کوئی افراط نہیں ہے انھوں نے مجھے آپ کا وہ مکتوب دکھایا جس میں آپ نے اس وصیت [1] کا ذکر کیا ہے جو میں نے آپ کو سنت کے اظہار اور اس معاملہ میں مداہنت ترک کرنے کے متعلق کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے میری نصیحت پر ہمیشہ عمل پیرا رہنا یاد رکھئے: باطل ایک دفعہ پوری قوت کے ساتھ اُبھرتا ہے مگر جلد ہی سرد پڑ جاتا ہے، میں آپ کی صلاح اور حسن کردار کا خواہشمند ہوں آپ کی طرف سے آنے والے بھائیوں سے آپ کے علم اور حافظہ کے حالات سن کر بے حد خوشی محسوس کرتا ہوں۔"

امام ابوزرعہ کے نام ایک اور خط

ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن عمر اصفہانی نے ابوزرعہ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا جس کا مضمون یہ ہے:

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے (اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) میں صبح شام اپنی دعاؤں میں آپ کو ضرور یاد رکھتا ہوں اور ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کی ذات سے بیش از بیش نفع حاصل کرنے کی توفیق ارزانی کرے جب تک حق اور باطل میں تمیز کرنے والے اہل علم موجود رہیں گے لوگوں کی حالت درست رہے گی اگر یہ لوگ باقی نہ رہے تو علم مٹ جائے گا اور لوگ جہالت کا شکار ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم دین کو متاخرین سے عادل لوگ حاصل کریں گے اور ان سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے جھوٹ اور جہلا کی تاویل کو دور کر دیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے آپ کو ان لوگوں سے کیا ہے۔"

عمرو بن سہل نے ایک دفعہ امام ابوزرعہؒ کا ذکر کیا اور کہا گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے ابوزرعہ جیسا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔

معرفتِ علل حدیث میں امام ابوزرعہ کا پایہ

معرفتِ علل حدیث اور صحیح اور سقیم کے درمیان تمیز کرنے میں امام ابوزرعہ کو وہ دسترس حاصل تھی جو دوسرے لوگوں کے حصہ میں شاذ و نادر ہی آئی ہے اکثر دفعہ انھوں نے جلیل القدر شیوخ حدیث کی غلطیاں پکڑیں جن کے تسلیم کیے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہا۔ تاریخ میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں بطور نمونہ چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) ایک دفعہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے درسِ حدیث دیتے وقت ایک حدیث کی سند اس طرح بیان کی حدثنا وکیع عن

---

[1] امام اسحاق کی نصیحت کا پس منظر یہ ہے کہ ان کو اپنے شہر رَے میں درس حدیث دینے کے باعث فقہا احناف کی طرف سے بڑا پریشان کیا جاتا تھا حسب عادت فقہا نے انھیں بدنام کرنے کی کوششیں کیں درسِ حدیث بند کرانے کے لیے حکامِ وقت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایسا کرنے پر ان کے سامنے گراں قدر رشوتوں کی پیشکش کی چنانچہ امام ابوزرعہ خود فرماتے ہیں کہ حاکم شہر سری بن معاذ نے مجھے کہا اگر میں مان لوں تو تمہاری اور محمد بن مسلم کی وجہ سے شام سے پہلے پہلے مجھے ایک لاکھ درہم صرف اتنی بات پر مل سکتے ہیں کہ میں تمھیں درسِ حدیث دینے سے حکماً روک دوں۔ قید و بند اور مار پیٹ کی دھمکی...

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعر عن عاصم بن عبیداللہ قال رائیت ابن عمر یھرول الی المسجد الخ امام ابوزرعہ نے کہا مسعر نے عاصم بن عبیداللہ سے کوئی حدیث نہیں لی ہے صحیح سفیان عن عاصم ہے مگر امام ابوبکر اپنی بات پر اڑے رہے۔ جب گھر گئے اور کتاب کھول کر دیکھی تو امام ابوزرعہؒ کی بات کو درست پایا واپس آ کر اپنے تلامذہ سے کہا سند ٹھیک کر لو صحیح عن سفیان عن عاصم ہی ہے۔

(۲) امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن عمر اصفہانی کا ایک مکتوب امام ابوزرعہ کے نام پڑھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں "میں نے آپ کے سامنے حدیث ابردوا بالظھر فان شدۃ الحر الخ کی سند اس طرح بیان کی تھی عن ابن مھدی عن سفیان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ آپ نے اس پر اعتراض کیا اور کہا یہ حدیث ابوہریرہؓ سے نہیں بلکہ ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی چنانچہ میں نے گھر آ کر اصل کتاب دیکھی اور آپ کے اعتراض کو صحیح پایا واقعی یہ روایت ابوہریرہ سے نہیں ابوسعید خدری سے ہی مروی ہے اگر آپ پر گراں نہ گذرے تو ابوحاتم اور ہمارے دوسرے اصحاب کو اس سے آگاہ کر دینا ان شاءاللہ آپ اجر کے مستحق ہوں گے العار خیر من النار دنیا کی شرمندگی جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔

(۳) امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں ایک دفعہ محمد بن مسلم اور فضل بن عباس المعروف صائغ امام ابوزرعہؒ کی موجودگی میں مذاکرہ علمیہ میں مصروف ہوئے۔ محمد بن مسلم نے ایک حدیث بیان کی فضل نے کہا "اے ابوعبداللہ یہ حدیث اس طرح نہیں ہے" محمد بن مسلم نے کہا "پھر صحیح کس طرح ہے؟" فضل نے محمد سے کچھ مختلف الفاظ ذکر کیے محمد بن مسلم کہنے لگے آپ غلطی پر ہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی درست ہے فضل بولے "امام ابوزرعہ سے فیصلہ کرا لیجیے" چنانچہ محمد بن مسلم نے امام ابوزرعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بتایے ہم میں سے غلطی پر کون ہے؟" امام ابوزرعہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ محمد بن مسلم نے کہا "آپ خاموش کیوں ہیں فیصلہ کیجیے" امام ابوزرعہ نے اس پر بھی خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا بالآخر محمد بن مسلم نے کہا "خاموش رہنے کی کوئی وجہ نہیں اگر میں غلطی پر ہوں تو میری غلطی پر مجھے آگاہ کیجیے اور اگر یہ غلطی پر ہیں تو ان سے فرمایئے" امام ابوزرعہ بولے "میرے بھتیجے ابوالقاسم کو بلاؤ" جب ابوالقاسم حاضر ہوئے تو ان سے کہا "میرے کتب خانہ میں جاؤ دوسرا اور تیسرا صندوق چھوڑ دو چوتھے صندوق کی سولہ جلدیں گن کر سترھویں اُٹھا لاؤ" ابوالقاسم گئے اور تھوڑی دیر میں کتاب مطلوب لا کر سامنے رکھ دی امام ابوزرعہ ورق گردانی کرنے لگے پھر ایک مقام نکال کر کتاب محمد بن مسلم کی طرف بڑھا دی محمد بن مسلم پڑھ کر بولے "فضل ٹھیک کہتے ہیں مجھ سے غلطی ہوئی اور غلطی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

(۴) ابن ابی حاتم کہتے ہیں امام ابوزرعہ نے بیان کیا "ایک دفعہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے دورانِ درس میں ایک حدیث اس طرح بیان کی عن وکیع عن مسعر عن عاصم بن عبید اللہ قال رایت سالما توضأمرۃ میں نے کہا "یہ روایت عن وکیع عن سفیان ہے ابوبکر نے کہا "نہیں ہم سے وکیع نے عن مسعر عن عاصم ذکر کی ہے۔ میں نے عرض کیا "یہ مسعر کی روایت نہیں ہے ہمیں ابونعیم اور محمد بن کثیر نے عن سفیان عن عاصم لکھوایا ہے۔ مسعر کی عاصم بن عبیداللہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے ابوبکر بولے "مسعر عن عاصم عن الشعبی مشہور سند ہے"۔ میں نے کہا "یہ عاصم دوسرے ہیں میں عاصم بن عبید اللہ کے متعلق کہہ رہا ہوں ان سے مسعر نے کوئی حدیث نہیں سنی ہے" ابوبکر خاموش ہو گئے اور شام کے وقت آ کر کہنے لگے "آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ٹھیک کہا تھا سند اس طرح ہے حدثنا وکیع والفضل بن دکین عن سفیان۔

(۵) ابن ابی حاتم راوی ہیں امام ابوزرعہ فرماتے تھے ''ایک مرتبہ ہم امام ابوبکر بن ابی شیبہ کے درس میں شریک تھے اور کیلجہ محدث بھی ہمارے ساتھ تھے امام ابوبکر نے ایک حدیث بیان کی حدثنا ابن عیینۃ عن عبداللّٰہ بن ابی بکر عن انس انہ قال یتبع المیت ثلاث الخ اس پر کیلجہ بولے یہ روایت عبید اللّٰہ بن ابی بکر سے ہے امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے عن عبید اللّٰہ بن ابی بکر کہنا شروع کر دیا میں نے کہا ''اے ابوبکر! درست چھوڑ کر غلط چیز قبول کر لی؟ یہ روایت عبداللہ بن ابی بکر سے ہی مروی ہے سفیان کی عبیداللہ سے ملاقات نہیں ہوئی''۔ ابوبکر نے کہا ''اس شخص نے مجھے غلطی میں مبتلا کیا۔'' میں نے کہا ''جب بھی یہ کوئی غلط بات کہیں گے آپ اسے قبول کر لیں گے؟''

(۶) امام ابوزرعہ فرماتے ہیں ''ہم ابوعمر حوضی کے پاس آئے وہ اس وقت اندر درس دینے میں مصروف تھے میں امام ابوحاتم اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت باہر کھڑے سن رہے تھے ابوعمر نے ایک حدیث بیان کی حدثنا جریر بن حازم عن مجالد عن الشعبی عن النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انی مکاثر بکم الامم الخ ہم نے باہر سے آواز دی ''اے ابوعمر! یہ جابر کی حدیث ہے نعمان بن بشیر اس کے راوی نہیں ہیں'' ابوعمر بولے ''ٹھیک ہے ٹھیک ہے، اندر تشریف لایئے''

مذکورہ بالا واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابوزرعہؒ نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور ائمہ حدیث کی خدمت میں حاضر باشی سے وہ استعداد اور وسعت نظر پیدا کر لی تھی جس کی مثال عام محدثین میں کم ہی نظر آتی ہے۔ حدیث کے رواۃ، اسناد اور متن کے استحضار کا یہ عالم ہے کہ گویا دفاترِ احادیث کھلے ہوئے سامنے رکھے ہیں جس سے جس طرح چاہا اور جب چاہا فائدہ اُٹھالیا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ائمہ فن اور اساطینِ حدیث کی لغزشوں پر اطلاع پالینا اور انھیں درست کرنا ان کے لیے آسان تھا۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی جو ایک بلند پایہ مصنف اور صاحب حلقہ محدث تھے انھوں نے کم وبیش ۰ ے غلطیاں درست کیں چنانچہ ایک دن کسی شخص نے امام موصوف کے پاس امام ابوزرعہ کی اس اصلاح کا ذکر کیا تو امام ابوبکر پر انفعال کی سی کیفیت طاری ہوگئی امام ابوزرعہؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ اسی طرح دوسرے محدثین کی مخفی اور غامض اغلاط کی میں نے اکثر اصلاح کی ہے۔

تحصیل علم کے لیے امام ابوزرعہ کی سرگرمیاں

یہ قابلیت جس کے نمونے آپ امام ابوزرعہ کے حالات میں دیکھ چکے ہیں یونہی باتیں بنانے اور لمبے چوڑے خالی دعوے کرنے سے حاصل نہیں ہوتی اس کے لیے محنت، کوشش، تقویٰ، عفت، راتوں کی بیداری اور ممالک غیر کے جہاں علم کے شیریں چشمے اُبلتے ہیں مسلسل سفر کی ضرورت ہوتی ہے اور شہرہ آفاق اساتذۂ فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے اب حصول علم کے لیے امام ابوزرعہؒ کی کوششوں کے چند واقعات ملاحظہ فرمایئے جن سے معلوم ہوگا کہ امام موصوف نے کن کن ممالک کے سفر کیے اور کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے امام موصوف فرماتے ہیں:

''میں ۲۲۷ھ میں دوسری بار اپنے شہر رے سے تحصیل علم کے لیے روانہ ہوا پہلے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی پھر مصر گیا وہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرہ ماہ قیام کیا مصر میں ٹھہرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا لیکن جب علم کی فراوانی اور استفادہ کے کثیر مواقع فراہم دیکھے تو وہاں ٹھہرنے کا تہیہ کرلیا۔ اسی اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ یہاں امام شافعیؒ کی کتب کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ایک شخص موجود ہے میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی (۸۰) درہم کے عوض امام شافعی کی تمام کتابیں لکھ دینے پر اسے راضی کرلیا حالانکہ پہلے امام شافعی کی کتابیں سننے کا میرا ارادہ نہیں تھا میں گھر سے ذاتی استعمال کے لیے دیبا کے دو کپڑے اپنے ہمراہ لایا تھا وہ یہاں ٦٠ درہم میں فروخت کردیے جن میں سے دس درہم کے ایک سو ورق کاغذ خرید کر امام شافعیؒ کی کتابیں تحریر کرنے کے لیے شخص مذکور کے حوالے کیے اور اس طرح اپنی ضرورت پر حصول علم کو ترجیح دی یہاں سے فارغ ہونے کے بعد شام پہنچا اور جب تک مناسب سمجھا وہاں قیام کیا پھر جزیرہ گیا اور حسب ضرورت وہاں ٹھہرا ۲۳۰ھ میں بغداد آیا اور وہاں سے کوفہ پہنچا یہاں بھی جب تک اپنی علمی پیاس کو تسکین دے سکتا تھا قیام کیا اس کے بعد بصرہ پہنچ کر امام شیبان اور عبدالاعلیٰ کے پاس کتابت حدیث میں مشغول ہوا اور یہاں سے فراغت حاصل کر کے پانچ سال کی طویل مدت کے بعد ۲۳۲ھ میں گھر واپس آیا۔‘‘

تحصیل علم کے لیے امام ابوزرعہ کا تیسرا سفر

میں علمی سرچشموں سے سیراب ہونے کے لیے تیسری مرتبہ پھر گھر سے نکل کھڑا ہوا اور اس دفعہ شام، عراق اور مصر میں چار سال اور چھ ماہ قیام کیا مگر یاد نہیں پڑتا کہ اتنے طویل عرصہ میں اپنے ہاتھ سے ایک دفعہ کھانا تیار کرنے کا وقت بھی میسر ہوا ہو۔

علما کے نزدیک امام ابوزرعہ کی قدر و منزلت

امام ابوزرعہؒ کی مدح میں آپ شروع میں چوٹی کے محدثین کے اقوال پڑھ چکے ہیں اب ان کے متعلق امام احمد کی رائے ملاحظہ فرمایے اور اندازہ کیجیے کہ اس شخص کی قابلیت، علمی استعداد، قوتِ حافظہ اور کتاب وسنت کی نشر و اشاعت میں اس کی گراں قدر مساعی کا کیا حال ہوگا جس کے مداحین کی صف میں امام احمد جیسے بڑے بڑے ائمہ مذاہب کھڑے نظر آتے ہیں حسن بن احمد بن لیث کہتے ’’میں ایک دفعہ امام احمدؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ ایک شخص آ کر ان سے کچھ سوالات پوچھنے لگا۔ دورانِ گفتگو میں اس نے کہا ’’شہر رَے میں ایک جوان رہتا ہے جس کو لوگ ابوزرعہ کہتے ہیں‘‘ یہ سننا تھا کہ امام احمد ناراض ہوگئے اور انکار اور نفرت کے لہجہ میں کہنے لگے ’’تم انھیں جوان کہتے ہو؟‘‘ پھر بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اُٹھا کر اس طرح دعا کرنے لگے ’’اے اللہ! امام ابوزرعہؒ کی اس کے مخالفین کے خلاف مدد فرما۔ اے اللہ! ان کو صحت اور توانائی عطا کر۔ اے اللہ! ان کی تمام تکالیف رفع کردے اے اللہ! اے اللہ! کہہ کر بڑی لمبی دعا کی۔‘‘ میں نے امام صاحب کی یہ دعا لکھ لی اور امام ابوزرعہ کو یہ تمام ماجرا کہہ سنایا۔ بعد میں امام ابوزرعہؒ فرمایا کرتے تھے ’’جب بھی میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہوں امام احمد کے فرمائے ہوئے ان الفاظ سے دعا کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ان کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری جملہ تکالیف رفع فرمادے گا‘‘

امام احمدؒ کے امام ابوزرعہ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے امام صاحب کو امام ابوزرعہؒ کی قابلیت اور ثقاہت پر پورا پورا اعتماد تھا کئی دفعہ ان کے آپس میں علمی مذاکرے ہوا کرتے تھے امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں ’’میں نے امام ابوزرعہ کو سنا کہ امام احمد کا تذکرہ کر رہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اثنا کلام میں کہا امام احمدؒ نے استفادہ کے لیے اپنی کتاب مجھے دے رکھی تھی۔'' میں نے کہا ''امام احمد آپ کو جانتے تھے؟ جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی کتاب آپ کے حوالے کردی'' کہنے لگے ''ہاں بغداد میں اکثر ان کے ہاں آیا جایا کرتا تھا کئی سوالات ان سے پوچھتا وہ مجھ سے پوچھتے تھے اور باہمی مذاکرات ہوا کرتے تھے اذاکرہ و یذاکرنی عبداللہ بن احمد کہتے ہیں امام ابوزرعہ جب بغداد آتے تو میرے والد امام احمد کے پاس قیام کرتے اور مذاکرات علمیہ میں مشغول رہتے ایک دن میرے والد فرمانے لگے ''میں نے فرض ہی پڑھے ہیں اور سنن ونوافل پر ابوزرعہ کے ساتھ مذاکرہ کو ترجیح دی ہے''۔ [1]

فقہا حنفیہ کی مخالفت

جب تحصیل علم سے فارغ ہو کر امام ابوزرعہ نے اپنے شہر رے میں درس حدیث دینا شروع کیا تو امام صاحب کی قابلیت اور اس کے نتیجہ میں حلقہ درس کی روز افزوں ترقی اور وسعت دیکھ کر فقہا حنفیہ کو اپنی رونق گھٹتی نظر آئی اور ان کی مجلسیں سونی دکھائی دینے لگیں ظاہر ہے کہ یہ چیز ان کے لیے پریشانی کا باعث تھی اس لیے انھوں نے مزاحمت شروع کر دی اور شب وروز امام موصوف کی مخالفت کے سوا ان کے لیے کوئی مشغلہ باقی نہ رہا چنانچہ امام ابوزرعہ فرماتے ہیں۔ ''مجھے ابوجعفر جمال نے آکر کہا مالھم یعنی اصحاب الرائ سواک یعنی اہل الرائے کے لیے آپ کی مخالفت کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہے۔''

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں ''مجھ سے اہل الرائے کا تنازعہ کسی دنیاوی مال یا جائداد کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سنت رسول ﷺ کی نشر واشاعت کی وجہ سے وہ میری مخالفت پر تل گئے ہیں اور طرح طرح کی ایذا رسانیوں کے درپے ہو رہے ہیں میں نے اپنے دل کو سمجھا رکھا ہے کہ میں یہ تمام مصائب دنیاوی جاہ وجلال یا سیم وزر کے حصول کے لیے برداشت نہیں کر رہا میرے پیش نظر سنت رسول ﷺ کی اشاعت ہے جب تک میرا بس چلا میں اس کی اشاعت کرتا رہوں گا اور جب معاملہ اختیار سے باہر ہو گیا تو ترکِ وطن کر کے کسی دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔

امام ابوزرعہ کے ان الفاظ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے خلاف فقہا حنفیہ کی مزاحمت کس قدر شدید ہو گی اور ان کو ناکام کرنے کے لیے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہوں گے پہلے گذر چکا ہے کہ حکامِ وقت تک کو درس حدیث بند کرنے پر آمادہ کرنے کی کوششیں کی گئیں اور ایسا کرنے کے لیے انھیں گراں قدر رشوتوں کا لالچ دلایا گیا۔

نزع کے وقت امام ابوزرعہ کا شوق تبلیغ

عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے اطلبوا العلم من المھد الی اللحد یعنی ہوش سنبھالتے ہی علم سیکھنا شروع کرو اور قبر میں پہنچنے تک اس شغل کو جاری رکھو اس حقیقت کو اپنے اصلی رنگ وروپ میں دیکھنے کی خواہش ہو تو ائمہ حدیث کے حالات پڑھیے جنھوں نے اس پر فی الواقع سو فیصد عمل کر کے دکھایا اور ہوش سنبھالنے سے لے کر زندگی کے آخری لمحہ تک کسی نہ کسی رنگ میں دین مبین کی تجدید واحیا میں کوشاں رہے ان میں سے اس بارہ میں امام ابوزرعہ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمایئے۔

[1] تاریخ بغداد، ص ۳۲۷، ج ۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں ''میرے والد ابو حاتم فرماتے تھے کہ امام ابوزرعہ کا انتقال اسہال اور طاعون کی بیماری سے ہوا نزع کے وقت ان کی پیشانی پسینہ سے تر تھی میں نے محمد بن مسلم سے کہا'' بحالت نزع میت کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ کی تلقین کے متعلق کچھ یاد ہے'' انھوں نے کہا'' ہاں! معاذ بن جبل سے روایت ہے...... محمد ابھی اتنا ہی کہنے پائے تھے اور اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ امام ابوزرعہ نے اسی حالت نزع میں اپنا سر اُٹھایا اور کہا عبد الحمید بن جعفر عن صالح بن ابی نمیر عن کثیر بن مرہ عن معاذ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا'' جس شخص کی آخر کلام لا الہ الا اللّٰہ پر ختم ہوئی وہ جنت میں داخل ہوگا'' یہ کہا اور طائر روح قفس عنصری سے ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون امام موصوف ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۴ سال کی عمر پا کر ذی الحج ۲۶۴ھ کے آخری روز میں وفات پائی۔ ❶

امام علی بن مدینیؒ

علی بن عبداللہ نام ابوالحسن کنیت ۱۶۱ھ میں عراق کے مشہور شہر بصرہ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے علاوہ وقت کے چوٹی کے محدثین سے تعلیم حاصل کی شہرہ آفاق اساتذہ میں سے چند ایک کے اسما گرامی یہ ہیں۔ حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمان بن مہدی، ابوداؤد طیالسی، عبدالعزیز داودی، معتمر بن سلیمان وغیرہ۔ امام موصوف نے طلب حدیث میں مختلف ممالک کے سفر کیے اور عرصہ دراز تک علمی سرچشموں سے اپنی پیاس بجھاتے رہے خود فرماتے ہیں ''میں تحصیل علم کے لیے ایک دفعہ یمن گیا اور تین سال کے بعد واپس آیا اس وقت والدہ ماجدہ بقید حیات تھیں فرمانے لگیں '' فلاں فلاں شخص تمہارے خیر خواہ اور دوست ہیں ان میں یحییٰ بن سعید قطان کا بھی نام لیا اور فلاں فلاں تمہارے بدخواہ اور دشمن ہیں''۔ میں نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ کہنے لگیں تمہاری غیر حاضری میں پہلے لوگ میرے پاس آتے مجھے تسلی دیتے صبر کی تلقین کرتے اور کہتے گھبرایئے نہیں جب آپ کے نورِ نظر واپس آئیں گے تو زیورِ تعلیم سے اس قدر آراستہ ہوں گے کہ آپ ان کے حالات سن کر دائمی مسرت محسوس کریں گی میں سمجھتی یہ لوگ تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہاری علمی ترقی پر خوش ہیں دوسرے لوگ آتے تو کہتے جلدی کیجیے اور واپس آنے کے لیے صاحبزادہ کو تاکیدی خط لکھئے وغیرہ وغیرہ'' ❷

امام موصوف کے والد تو صاحب علم تھے ہی اس وقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدہ ماجدہ بھی علم کی قدر و منزلت سے خوب واقف تھیں یہی وجہ ہے کہ تحصیل علم کے سلسلہ میں انھوں نے لختِ جگر کی مفارقت کو نہ صرف بخوشی برداشت ہی کیا بلکہ ان کی تعلیم میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کی ترغیب وتحریض کو ان کے حق میں دشمنی اور بدخواہی قرار دیا نتیجہ یہ ہوا کہ علمی ذوق سے سرشار والدین کی تربیت رنگ لائی اور امام موصوف نے وہ استعداد اور قابلیت پیدا کی کہ عنفوان شباب میں ہی آسمان علم پر آفتاب نصف النہار بن کر چمکنے لگے، بڑے بڑے ائمہ فن ان کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ امام بخاری، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو حاتم رازی، امام ابوداؤد اور امام محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ ان کے تلامذۂ نامدار میں سے ہیں۔

---

❶ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲/۱۵۵۸ ابوزرعہ کے حالات۔ تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۲۶ تا ۳۳۷ تک دیکھئے۔

❷ تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ علی بن مدینی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام موصوف کا عمل و فضل

قاسم بن سلام کہتے ہیں سمٹ سمٹا کر علم چار آدمیوں کے پاس آ گیا ہے انھیں سے ایک علی بن مدینی ہیں اور یہ ان چاروں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ ہارون بن اسماعیل کہتے ہیں حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں کلام کرنا امام احمد بن حنبلؒ یا پھر امام علی بن مدینی ہی کا کام ہے۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے پوچھا امام احمد بن حنبلؒ اور امام علی بن مدینی میں سے زیادہ حافظ کون ہے بولے حفظِ حدیث میں تقریباً دونوں برابر ہیں احمد بن حنبلؒ فقیہ ہیں اور علی بن مدینی علم حدیث خوب جانتے ہیں۔

امام موصوف کے متعلق ائمہ حدیث کے تاثرات

امام موصوف علم کے بحر ناپیدا کنار تھے علمی حلقوں میں ان کی ذات کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ کے اہل علم ان کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ جب آپ بغداد تشریف لاتے علمی مجلسیں منعقد کی جاتیں اور کرسی صدارت کو آپ ہی زینت بخشتے۔ امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، خلف اور معیطی وغیرہ اہل علم ان کی موجودگی میں باہمی مناظرے کرتے ہر قسم کے اختلاف میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا اور ان کے فیصلہ کو حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ [1]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں ''امام علی بن مدینی حدیث اور اس کے علل جاننے میں روشنی کا مینار تھے۔ [2] امام احمد بن حنبل فرطِ احترام سے کبھی ان کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ہمیشہ یا ابا الحسن کہہ کر پکارتے تھے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں ما استصغرتُ نفسي عند احد الا عند علي بن المديني [3] امام علی بن مدینی کے علاوہ میں نے اپنے آپ کو کسی دوسرے اہل علم کے مقابلہ میں کبھی بے بس اور حقیر نہیں پایا ہے، امام اعین فرماتے ہیں ''میں نے دیکھا کہ امام علی بن مدینی لیٹے ہوئے لکھا رہے ہیں اور امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین دائیں بائیں بیٹھے لکھ رہے ہیں۔ [4]

امام علی بن مدینی اپنے اساتذہ کی نظر میں

یہ تو امام موصوف کے متعلق ان کے ہم عصر اہل علم کے تاثرات تھے اب ان کے بارے میں ان کے اساتذہ کے اقوال زریں ملاحظہ فرمایے۔ ایک دفعہ آپ کے مشہور زمانہ استاد سفیان بن عیینہ نے ان سے سنی ہوئی ایک حدیث بیان کی اس کے بعد فرمایا يلومونني على حب علي و الله لقد كنت اتعلم منه اكثر مما يتعلم مني [5] لوگ مجھے علی بن مدینی سے محبت کرنے پر ملامت کرتے ہیں حالانکہ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جتنا علم وہ مجھ سے سیکھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ میں ان سے سیکھتا ہوں حفص بن محبوب کہتے ہیں ''میں ایک دفعہ سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ امام علی بن مدینی اور ابن شاذ کونی بھی وہاں موجود تھے تھوڑی دیر کے بعد امام علی اٹھ کر چلے گئے سفیان فرمانے لگے اذا قامت الخيل لم نجلس مع الرجالة جب شہسوار اٹھ کر چلے گئے تو پیادوں کے پاس بیٹھنا ہمیں مرغوب نہیں ہے۔ [6]

---

[1] تہذیب الاسماء نووی، ج۱، ص۳۵۱ و تاریخ بغداد للخطیب　[2] تحریر علوم الحدیث ۱/۲۲۸　[3] حوالہ مذکور
[4] حوالہ مذکور　[5] تاریخ بغداد ص ۴۵۹، ج۱۱　[6] تاریخ بغداد و تہذیب الاسماء ج۱، ص۳۵۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام موصوف کے متعلق بالکل ایسے ہی تاثرات کا اظہار ان کے ایک دوسرے استاذ امام یحییٰ بن سعید قطان نے بھی کیا ہے فرماتے ہیں الناس یلوموننی فی قعودی مع علي و انا اتعلم من علي اکثر من ما یتعلم مني علی کے پاس بیٹھنے پر لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ جتنا علی مجھ سے علم حاصل کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ میں اس سے حاصل کرتا ہوں۔ بعض اوقات یہی امام یحییٰ حلف اُٹھا لیتے کہ وہ ایک مہینہ یا اس سے لگ بھگ عرصہ کے لیے حدیث بیان نہیں کریں گے۔ ایک دفعہ ان کے کسی شاگرد کو معلوم ہوا کہ انھوں نے ایک ایسے ہی وقفہ میں مدت گزرنے سے پہلے ہی علی بن مدینی سے حدیث بیان کردی ہے اس نے استاذ سے کہا آپ نے اپنی مقرر کردہ مدت سے پہلے علی سے حدیث کیوں بیان کی؟ استاد نے جواب دیا جب میں کچھ مدت حدیث نہ بیان کرنے کا حلف اُٹھاتا ہوں تو علی بن مدینی کو مستثنیٰ کر لیتا ہوں نحن نستفید من علي اکثر مما یستفید منا جتنا علی ہم سے فائدہ اُٹھاتا ہے ہم اس سے بڑھ کر اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ❶

امام علی بن مدینی سے عوام کی عقیدت

امام ممدوح کے متعلق ہم عصر علما اور ان کے اساتذہ کے اقوال آپ دیکھ چکے اب عوام کی محبت و عقیدت کا حال بھی سنتے جایئے امام عباس عنبری فرماتے ہیں کان الناس یکتبون قیامه و قعوده و کل شئ یفعل او یقول او نحو هذا (یعنی امام موصوف سے لوگوں کی محبت و عقیدت کا یہ حال تھا کہ وہ ان کے قیام و قعود، ہر قول و فعل اور ہر حرکت اور سکون کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ❷

امام علی کی تصنیفات

امام موصوف کے علم و فضل اور تعلیمی و تدریسی مساعی کا یہ مختصر حال پڑھ کر آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ کس طرح آپ کی ذات ستودہ صفات مجمع محاسن اور مرجع خلائق بن گئی تھی اور کس طرح اہل علم اطراف و اکناف عالم سے بغرض استفادہ ان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ کسی نے امام بخاریؒ سے پوچھا ''آپ کی کوئی خواہش ہے؟'' فرمانے لگے: ہاں میری خواہش ہے کہ امام علی بن مدینی کی زندگی میں عراق جاؤں اور ایک دفعہ پھر ان کی ہم نشینی کی سعادت حاصل کروں۔ امام موصوف کی علمی مساعی تعلیم و تدریس تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ آپ ایک بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ نے وہ کتابیں لکھی ہیں جن کی نظیر نہ متقدمین کی کتابوں میں ملتی ہے اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کسی نے ایسی پر مغز تصنیفات چھوڑی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام علی بن مدینیؒ کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد دو سو ہے امام حاکم نے اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ان کی ایک مختصر فہرست دی ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی سنت کی حفاظت کے لیے کیسے کیسے یکتائے زمانہ لوگ پیدا کیے۔ بھلا ایسے لوگوں کی موجودگی میں وضاعین اور کذابین کے لیے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے نام پر ایک بھی جھوٹی حدیث رائج کریں اور وہ ان نادرۂ روزگار ہستیوں کی نظروں سے اوجھل رہے اور اہل اسلام کے لیے دھوکہ کا باعث بنے اب معرفۃ علوم الحدیث سے امام موصوف کی تصنیفات کی مختصر فہرست ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے:

❶ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۶۱۔ تہذیب الاسما، ج ۱، ص ۳۵۱ ❷ تہذیب الاسما، ج ۱، ص ۳۵۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) کتاب الاسماء الکنی ۸/جلد
(۲) کتاب الضعفاء ۱۰/جلد
(۳) کتاب المدلسین ۵/جلد
(۴) کتاب اول من نظر فی الرجال و فحص عنهم ۱/جلد
(۵) کتاب الطبقات ۱۰/جلد
(۶) کتاب من روی عن رجل لم یره ۱/جلد
(۷) کتاب علل المسند ۳۰/جلد
(۸) کتاب العلل لاسماعیل القاضی ۱۴/جلد
(۹) کتاب علل حدیث ابن عیینه ۱۳/جلد
(۱۰) کتاب من لا یحتج بحدیثه ولا یسقط ۲/جلد
(۱۱) کتاب الکنی ۵/جلد
(۱۲) کتاب الوهم والخطا ۵/جلد
(۱۳) کتاب قبائل العرب ۱۰/جلد
(۱۴) کتاب من نزل من الصحابة سائر البلدان ۵/جلد
(۱۵) کتاب التاریخ ۱۰/جلد
(۱۶) کتاب العرض علی المحدث ۲/جلد
(۱۷) کتاب من حدث ثم رجع عنه ۲/جلد
(۱۸) کتاب یحیٰی و عبدالرحمٰن فی الرجال ۵/جلد
(۱۹) کتاب سؤالاته یحیٰی ۲/جلد
(۲۰) کتاب الثقات والمثبتین ۱۰/جلد
(۲۱) کتاب اختلاف الحدیث ۵/جلد
(۲۲) کتاب الاسامی الشاذة ۳/جلد
(۲۳) کتاب الاشربة ۳/جلد
(۲۴) کتاب تفسیر غریب الحدیث ۵/جلد
(۲۵) کتاب الاخوة والاخوات ۳/جلد
(۲۶) کتاب من تعرف باسم دون اسم ابیه ۲/جلد
(۲۷) کتاب من یعرف باللقب ۱/جلد
(۲۸) کتاب العلل المتفرقة ۳۰/جلد
(۲۹) کتاب مذاهب المحدثین ۲/جلد

یہ فہرست ذکر کرنے کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں: انما اقتصرنا علی فهرست مصنفاته فی هذا الموضع لیستدل علی تبحره و تقدمه و کماله معرفة علوم الحدیث (ص ۷۱) ہم نے امام موصوف کی تصنیفات کی یہ مختصر فہرست یہاں ان کے تبحر، تقدم اور کمال کا نمونہ پیش کرنے کے لیے نقل کی ہے۔

امام موصوف کی وفات

۷۴ سال کی عمر کو پہنچ کر علم کا یہ آفتاب ۲۳۴ھ میں سامرۃ نامی شہر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیه راجعون۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند اعظم امام احمد بن محمد بن حنبلؒ

منکرین حدیث کی ''نئی دریافت''

از: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

مدیر ''الاعتصام'' کے اصرار پر چند تعارفی سطور حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔ والد مرحوم کا اسم گرامی صدر الدین تھا۔ اہل حدیث ہونے کے بعد جب آپ کو اس میں تزکیہ نفس کا شائبہ محسوس ہوا تو ''حسین'' نام رکھ لیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۳۲۹ھ میں ہوئی۔ جائے پیدائش بھوجیاں ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) ہے۔ جو کہ امرتسر سے ۱۲ میل جنوب میں واقع ہے۔ عمر صحیح یاد نہیں شاید پچاس سال کے قریب ہوگی واللہ اعلم۔

قرآن مجید ناظرہ مولانا عبدالکریم مرحوم (شاگرد مولانا عبدالجبار غزنویؒ) سے اور ترجمہ (مکمل) اپنے والد مرحوم اور مولانا ابوعبداللہ محمد المعروف فیض محمد خان المتوفی ۱۳۴۳ھ بلوغ المرام بھی آپ ہی شروع ہوئی۔ صرف ونحو فارسی کی ابتدائی چھوٹی کتابیں اور حدیث مشکوٰۃ تک مولانا عبدالرحمٰن خان خلف الرشید مولانا فیض محمد خان الشہید ۱۹۴۷ء سے پڑھیں۔ صحاح ستہ وتفسیر جلالین (تا درس) مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی مدظلہ۔ بیضاوی (تا درس) حضرت العلام حافظ محمد مدظلہ موطا (قریباً نصف) وشرح نخبۃ کامل مولانا شرف الدین دہلوی مدظلہ سے پڑھیں۔ بعدہ استاذ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھویؒ سے صرف ونحو کی متوسط کتابیں شرح جامی تک رسائل منطق مع قطبی ومیر قطبی (تصورات) نور الانوار وشرح وقایہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا حافظ محمد صاحب موصوف کی خدمت میں حاضری دی اور سلّم، ملاحسن، حمد اللہ، رسالہ قطبیہ مع غلام یحییٰ، میبذی، ہدیہ، سعیدیہ، صدرا، شرح اشارات، آلوسی، جامی، مسلم الثبوت، شرح عقائد وغیرہ کتابوں کا عبور کیا۔

۱۳۵۰ھ سے ۱۳۷۰ھ تک مدرسہ مرکزیہ گوجراں والہ، کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ، مرکز الاسلام لکھوکے، فیروز پور، اوڈانوالہ، دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں مختلف علوم پڑھانے کی بھی کوشش کی۔ تصنیف کوئی خاص نہیں زمانہ تدریس سے قبل مرحوم اخبار ''اہلحدیث'' و ''توحید'' میں مضامین کے علاوہ دو ایک رسالے بھی لکھے جن میں کوئی طبع ہوا ہے اور کوئی پڑا ہے۔ تدریس کے زمانہ میں یہی دو چار رسالے اور مضامین لکھے گئے۔ فیض الودود نام سے سنن ابوداؤد کا مختصر عربی حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا تھا جو دو پاروں تک (تقریباً) پہنچ کر رہ گیا۔ ان دنوں سنن نسائی طبع کرانے کی فکر ہو رہی ہے (جو بتوفیقہ تعالیٰ آئندہ رمضان المبارک تک طبع ہو جائے گی ان شاء اللہ) اس پر بھی بعض مقامات پر تعلیقات مزید لکھی گئی ہیں شاید طلبہ حدیث کے لیے مفید ہوں گی، لیکن احقر محسوس کرتا ہے کہ یہ سب شوق محض طالب علمانہ ہے۔

واللہ اسئل ان یرزقہ حسن القبول و (یعفو) عما استزل بہ القلم و ان لا یجعل ما علمنی علی۔

[حنیف]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ!

یہ حقیقت مسلم ہو چکی ہے کہ اسلام کے امتیازی اوصاف سے ایک یہ وصف ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ، حامل قرآن کے فرمودات و معمولات (احادیث نبویہ) کی حفاظت کا انتظام بھی احسن طریق سے ہوا ہے، حدیث کے تحفظ کا اہتمام رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں نے خوب خوب کیا، ہر ہر کتاب کو اچھی طرح پڑھا اس کی سندیں جانچیں، متون ضبط کیے، کسی شاگرد نے مدوّن کتاب سے ان کی تصنیف پڑھی تو بار بار پڑھی، بارہا اس کا سماع کیا، اس کو نقل اور منقول عنہ (یعنی مصنف کتاب کے نسخہ) سے مقابلہ کیا اور اگر کوئی ترمیم ہوئی تو اسے نوٹ کیا اور اس تحقیق پر سالہا سال صرف کر ڈالے۔ تا آنکہ بعض سعادت مند تلامذہ نے اپنے اساتذہ کی کتابوں کی تدریس اشاعت، نقل وضبط وغیرہ اُمور میں اپنے آپ کو کھو ہی دیا۔

مسلمانوں کی کیسی خوش بختی ہے کہ ان کی بنیادی کتابیں ان کے مصنّفین تک اعلیٰ سلسلہ اسناد رکھتی ہیں مثال کے طور پر چند کتب حدیث اور ان کے ابتدائی راویوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری کے راوی ان کے خاص شاگرد حافظ محمد بن یوسف فربری، المتوفی ۳۲۰ھ

صحیح مسلم کے راوی ان کے خاص شاگرد حافظ ابراہیم بن سفیان، المتوفی ۳۰۸ھ

مؤطا امام مالک کے راوی ان کے خاص شاگرد امام یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی، المتوفی ۲۳۴ھ

سنن ابی داوٗد کے راوی ان کے خاص شاگرد حافظ محمد بن احمد لؤلؤی، المتوفی ۳۳۳ھ

جامع ترمذی کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ محمد بن احمد المحبوبی، المتوفی ۴۱۲ھ

سنن نسائی کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی، المتوفی ۳۶۴ھ

سنن ابن ماجہ کے راوی ان کے شاگرد خاص حافظ ابوالحسن علی بن ابراہیم القطان، المتوفی ۳۴۵ھ

مسند امام احمد کے راوی ان کے شاگرد خاص امام عبداللہ بن الامام احمد المتوفی ۲۹۰ھ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

ان مصنّفین کے ان تلامذہ کا خاص نظر یہ مذکورہ بالا کتابوں کا بتحقیق و احتیاط تحفظ تھا اور یہ طریقہ کچھ ان ہی سے خاص نہیں بلکہ صدیوں سے قرناً بعد قرن بڑی بڑی کتب حدیث کی تدریس و اشاعت کے سلسلہ میں پورے حزم و احتیاط کے ساتھ یہی عمل جاری رہا، چنانچہ وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ صدیوں پہلے کی یہ مدونات بغیر کسی ردوبدل کے ان ہی مصنّفین کی ہیں۔

یہ امتیاز حدیث وتفسیر ہی کی کتابوں کو حاصل ہے، دوسرے علوم کی مؤلفات اس خوبی سے عام طور پر محروم ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے ہے، تاکہ قیامت تک کے لیے شریعت جو قرآن وحدیث دونوں سے عبارت ہے، محفوظ رہے اور آخری زمانہ کے لوگ بھی شریعت کی رہنمائی سے ویسے ہی فیض یاب ہوں، جیسے اسلام کے ابتدائی دور کے لوگ اس نور سے مُستنیر ہوئے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر:۹)

متحدہ ہندوستان میں فتنہ انکارِ حدیث کے سرغنے اپنے ابتدائی دور میں حدیث پاک میں شک پیدا کرنے اور اس کے متعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدگمانی پھیلانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے، ان میں سرفہرست یہ بات تھی کہ حدیثیں عہد نبوی سے دو سو سال بعد لکھی گئی ہیں، علمائے اسلام نے ان لوگوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور مضبوط تاریخی شواہد و مستند دلائل سے ثابت کر دیا کہ موجودہ کتب صحاح ستہ مسانید و جوامع تدوین حدیث کی آخری اور ترقی یافتہ شکل ہے، ورنہ حدیثیں تو عہد نبوت و صحابہ ہی سے مدوّن ہونا شروع ہو گئی تھیں، اللہ کا شکر ہے، اس موضوع پر کافی ذخیرہ مہیا ہو گیا جس سے ان حضرات کا یہ ہتھیار بے کار ہو چکا ہے۔﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

اس ہتھیار کے کند ہو جانے کے بعد منصوبہ یہ ہے کہ حدیث شریف کے وہ راوی جن پر احادیث کا عام طور پر دارومدار ہے اور ایسی کتابیں جو استناد کے اعتبار سے اہمیت رکھتی ہیں ان میں کیڑے نکالے جائیں، ہر جلیل القدر راوی اور اہم کتاب کو ''عجمی سازش'' کی سان پر چڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ بس میدان مار لیا چنانچہ کچھ ہی مدت ہوئی کہ مشہور محدث امام زہری تابعیؒ پر حملہ کر دیا گیا!

اس ''سازشی'' مضمون کا جواب شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان نے ''الاعتصام'' میں ایسا دندان شکن دیا کہ ''طلوعی علامہ'' کی سب تمنائیں خاک میں ملا دیں ولقد صدق ابن مسعود ان للّٰہ عند کل بدعۃ کید بھا الاسلام ولیا من اولیائہ یذب عنھا و ینطق بعلامتھا فاغتنموا حضور تلک المواطن و توکلوا علی اللّٰہ قال ابن المبارک و کفی باللّٰہ وکیلا ❶ ہر وہ بدعت جس کے ساتھ اسلام سے مکر کیا گیا تو اللہ کے اولیاء میں سے کوئی نہ کوئی ولی ایسا وجود میں آ گیا ہے جو اس سے دفاع کرتا ہے اور اس کی علامت بتاتا ہے تو تم ان مواقع پر حاضر ہونا غنیمت سمجھ اور اللہ پر توکل کرو، ابن سبارن کہتے ہیں اللہ کافی ہے کارساز۔

وہی مہربان، منکرین حدیث کے علامہ تمنا عمادی صاحب، مسند امام احمد پر ''ریسرچ'' فرمانے نکلے ہیں، جن کی اس عمر میں شاید تمنا ہی یہ ہے کہ حدیث پاک سے مسلمانوں کو برگشتہ بلکہ صفحہ ہستی سے اس کو نابود کرنے میں مستشرقین ❷ کے دوش بدوش کام کریں، آخر وہ بیچارے اکیلے رہے، بقوائے عزازیل گوید نصیبے برم

پھلواری شریف کے صوفی اور علمی خانوادے کا ایک لائق جانشین اس حصہ داری سے کیوں محروم رہے، بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ!

مسند امام احمد کے بارے میں تمنا صاحب کا یہ مضمون طلوعِ اسلام کے دو نمبروں (۶/اور ۱۶/اگست ۱۹۵۵ء) میں شائع ہوا ہے، لایعنی اور غیر متعلقہ بحثیں درمیان میں لا کر اس کو طویل کر کے خام علموں پر رعب ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور ''انکشاف'' اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''مسند احمد (تیس چالیس ہزار احادیث کا یہ مجموعہ) شیعوں نے سازش کر کے بنائی ہے۔ امام احمد کی اپنی تدوین فرمودہ نہیں ہے، آج کی مجلس میں ان کی اسی ''تدقیق'' کا جائزہ لینا مقصود ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ

---

❶ اخرجہ الامام محمد بن الوضاح فی البدع والنھی عنہا (ص۴)

❷ مضمون لکھنے کے بعد پروفیسر محمد زبیر صاحب صدیقی کے ایک تحقیقی مقالہ (انگریزی) پر اطلاع ہوئی، جو انھوں نے ۱۹۳۹ء میں ادارہ معارف اسلامیہ کے دوسرے اجلاس منعقدہ لاہور میں ''مسند امام احمد بن حنبل'' پر پڑھا تھا مقالہ مختصر لیکن پرمغز ہے اس میں انھوں نے مشہور مستشرق گولڈ سیئر سے بحوالہ (Z.D.M.R V50 P466) مسند احمد کے مستند اور اہم ہونے کا ذکر کیا ہے گویا تمنا عمادی مستشرقین سے بھی بازی لے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنْ بَيِّنَةٍ وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ إِلَيْهِ أُنِيبُ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جائزے سے قبل امام اہل سنت کی اس مسند کے بارے میں چند باتیں عرض کر دی جائیں جس سے اس کی استنادی حیثیت واضح ہو جائے۔

(۱) حضرت امام کی یہ مسند تدوین حدیث کے تیسرے دور کا اہم ترین ذخیرہ اور تیسری صدی ہجری کے اوائل کی ایک قیمتی دستاویز ہے تیس سے چالیس ہزار پر احادیث کا یہ مجموعہ مشتمل ہے، فن حدیث کی بعض دوسری کتابوں کی طرح اس کی بھی خاص خوبی یہ ہے کہ احادیث کو صرف علمی وفنی نقطۂ نظر سے جمع فرمایا گیا ہے، نہ تو کسی خاص مسلک کو سامنے رکھا گیا ہے، جیسا کہ مسانید امام ابی حنیفہ کے جامعین نے (امام ابو حنیفہؒ کے صدیوں بعد) کیا ہے اور نہ ہی اس سے یہ غرض ہے کہ عبادات کے ساتھ قانونی احکام بھی مرتب ہو جائیں، جیسا کہ ان کے استاذ الاستاذہ امام مالکؒ کا موطا ہے اور نہ اس میں اس وقت کی مروجہ فقہوں (فقہ حنفی، مالکی، اوزاعی) پر تنقید کا رنگ ہے، جس طرح حضرت امام شافعی کی کتاب الام ہے، بلکہ غرض غالباً یہ ہے کہ ایک ہی جگہ قابل ذکر مواد جمع ہو جائے تا کہ تحقیق وتنقید اور اس کا ردّ وقبول بآسانی ہو سکے، خود فرماتے ہیں:

عملت هذا الكتاب اماما اذا اختلف الناس في سنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم رجع اليه ❶

یعنی میں نے یہ کتاب ایسی بنائی ہے کہ سنت نبوی کے بارے میں اختلاف کی صورت میں اس کی طرف رجوع کیا جا سکے (تا کہ تحقیق کے بعد کھوٹا کھرا الگ الگ ہو جائے) ❷

حضرت امام کا یہ وصف ایسا ہے، جو بہت کم دوسروں کے حصہ میں آیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اُمت کے ہر طبقہ میں آپ کی اس مسند کو یکساں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور رداً وقبولاً اسے استناد کا مرتبہ حاصل ہے، مگر عجیب بات ہے کہ حضرت امام کی یہ خوبی بھی ان دور کی کوڑی لانے والے ملتشفین کی نگاہ میں عیب بن گئی ہے سچ فرمایا چچا سعدیؒ نے

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

(۲) حضرت امام نے اس کی تدوین ۲۰۰ھ کے لگ بھگ شروع کر دی تھی، جب کہ آپ کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ ۲۳۷ھ تک اس کی تدوین اور تدریس (فنی اصطلاح میں تحدیث واسماع) جاری رہی، ۲۳۷ھ سے لے کر ۲۴۱ھ (سالِ وفات) تک بعض وقتی مصالح کی بنا پر عام طور پر اس کی تدریس واشاعت نہیں ہوئی تھی، صرف اپنی اولاد اور خاص اصحاب (مثلاً چچازاد بھائی حافظ حنبل بن اسحاق) ہی عموماً گھر میں آپ پر سماع کرتے رہے۔ ❸

---

❶ خصائص المسند، ص ۱۶۴

❷ حاجی خلیفہ کتب احادیث کی اقسام کے ذکر میں لکھتے ہیں: منهم من قصر همته على تدوين الحديث مطلقا ليحفظ لفظه و يستنبط منه الحكم كما فعله عبدالله ابن الضبي و ابوداؤد الطيالسي وغيرهما اولا و ثانيا احمد بن حنبل الخ (ص ۲۲۴ ج اول) فن کی دیگر کتابوں میں بھی اس قسم کی تصریحات آئی ہیں۔

❸ خصائص مسند صفحہ ۶۶ - تاریخ الاسلام ص ۱۸۵ حافظ ذہبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریں اثنا بعض اوقات مسودات میں حک و اضافہ بھی ہوتا رہا جیسا کہ آپ کے صاحبزادے امام عبداللہ نے حضرت امام سے بعض راویوں کے ناموں کی تحقیق کے سلسلہ میں ایسی ترمیموں کا ذکر کیا بھی ہے۔

(۳) اس مجموعہ میں بہت بڑا حصہ تو حضرت امام کا اپنا جمع فرمودہ ہے اور کچھ حصہ ایسا بھی ہے، جسے امام عبداللہ (مسند امام کے خاص راوی) نے دوسرے شیوخ سے روایت کیا ہے اور بہت قلیل حصہ ایسا بھی ہے، جسے امام عبداللہ کے شاگرد علامہ ابوبکر قطیعی نے امام عبداللہ کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے روایت کیا ہے، ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی مرویات کو الگ الگ مدون کرنے کے بجائے (جیسا امام طبرانی اور حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی وغیرہ نے کیا ہے) اس کتاب ہی میں داخل کر دیا۔ لیکن احتیاط و دیانت کا یہ عالم ہے کہ دونوں نے اپنی مرویات کو حضرت امام سے روایت کردہ مسند کے ساتھ گڈمڈ نہیں ہونے دیا اور ان کو اپنی طرف انتساب کر کے روایت کیا ہے۔ اول الذکر حصہ میں بعض ایسے مقام بھی آئے ہیں، جس میں امام عبداللہ نے حضرت امام کے مسودہ سے روایت لی ہے اور سماعاً امام سے اس کو حاصل نہیں کیا۔

اس تجزیہ سے معلوم ہوا کہ "مسند امام احمدؒ" کے نام سے جو مجموعہ اس وقت موجود ہے اس کی احادیث مندرجہ تحت حصوں پر منقسم ہیں۔

(الف) وہ حصہ (اور وہی اغلب ہے) جو حضرت امام کا مدوّنہ ہے۔

(ب) امام عبداللہ بن امام احمد کی مرویات جن کو "زیادات عبداللہ" کہا جاتا ہے۔

(ج) علامہ ابوبکر قطیعی کی روایات جو "زیادات قطیعی" سے موسوم ہیں۔

(د) وہ حصہ جو امام عبداللہ کو سماعاً حاصل نہیں ہوا بلکہ کتاب میں لکھا ہوا ملا ہے۔

ان سب کی استنادی حیثیت پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ کے مختلف مقامات (ص ۲۰ و ۱۱ و ۶۳ و ۷۵ و ۱۰۶ ج ۴) میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے امام موصوف جیسے بے باک نقاد مسند پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

احادیث مسند و هی التی رواها الناس عمن هو معروف عند الناس بالنقل ولم یظهر کذبه وقد یکون فی بعضها علة تدل انه ضعیف بل باطل لکن غالبها و جمهورها احادیث جیدة یحتج بها وهی اجود بکثیر من احادیث سنن ابی داؤد ❶

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

شرط فی المسندان لا یروی عن المعروفین بالکذب عنده و ان کان فی ذلک ما عنده ضعیف ❷

خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کسی ایسے شخص کی روایت مسند میں نہیں لاتے جو عمداً جھوٹ بولنے والا ہو اگرچہ معلول اور غلط احادیث اس میں بعض آ گئی ہیں، لیکن بہت زیادہ حصہ صحیح اور درست ہے۔

❶ منہاج ص ۶۱

❷ ایضاً ص ۲۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اعتبار سے مسند احمد کا تجزیہ

(۴) امام موصوف کے اجمال اشارہ کی تفصیل یوں کی جاسکتی ہے کہ (۱) مسند کی احادیث کا ایک حصہ وہ ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے۔ (۲) ایک حصہ ایسا ہے، جو صحاح کے علاوہ باقی کتب وسنن ومسانید میں آ گیا ہے۔ (۳) ایک حصہ متفردات کا ہے، یعنی جو صرف مسند میں ہے دوسری جگہ نہیں، لیکن یہ آخری حصہ قلیل ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے نامور محدث حافظ ابوالحسن علی بن محمد یونینی بعلبکی التوفی ۷۰۱ھ سے سوال ہوا، آپ کو صحاح ستہ حفظ ہے؟ جواب میں فرمایا ''یاد ہے بھی اور نہیں بھی'' کہا گیا یہ کیسے؟ کہا انا احفظ مسند احمد وما یفوت المسند من الکتب الستة الاقلیل ❶ ''مجھ کو مسند احمد ساری یاد ہے اور مسند احمد میں صحاح ستہ کی کچھ روایتیں نہیں، باقی سب ہیں'' تو گویا سارا صحاح ستہ یاد ہوا۔

محدثین کی معتدل اور محتاط روش

محدثین کے استقراء تتبع اور تحقیق میں جو درجہ حضرت امام کا ہے، وہ امام عبداللہ کا نہیں ہے اور ان جیسا ان کے شاگرد حافظ قطیعی کا نہیں اس بنا پر انھوں نے ان کے استنادی مرتبوں میں فرق کیا ہے للّٰہ درھم ما ادق نظرھم و اعدل طریقھم!

تحفظ کتب حدیث کی تازہ شہادت

(۵) حضرت ابوہریرہؓ کے ایک شاگرد حافظ ہمام بن منبہ (جن کی وفات ۱۰۱ھ کی ہے) نے اپنے جلیل القدر استاذ سے حدیثوں کا ایک مجموعہ حاصل کیا تھا، اسے انھوں نے ایک جگہ لکھ لیا، جس کو فاضل چلپی نے کشف الظنون (۷۷ج ۲) میں ''الصحیفة الصحیحة'' کے نام سے ذکر کیا ہے، یہ صحیفہ پورے کا پورا حضرت امام احمد اپنی مسند میں لے آئے ہیں۔ ❷

رسول پاک ﷺ کی احادیث کی حفاظت کا زندہ معجزہ دیکھئے کہ حافظ ہمام کا یہ صحیفہ چند سال ہوئے یورپ اور شام کے بعض کتب خانوں سے بعینہٖ مل گیا ہے اور وہ وہی ہے جسے حضرت امام اپنی مسند میں لائے ہیں اس مبارک صحیفہ کو ہمارے ملک کے ایک فاضل علم دوست ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی نے شائع بھی کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ و کثر فینا امثالہ

اس طرح کی زندہ جاوید شہادتوں کے ہوتے ساتے بھی جو شخص یہی رٹتا چلا جائے کہ ''حدیثیں غیر محفوظ عجمیوں نے اتنی بڑی بڑی کتابیں گھڑ کر ائمہ کے نام لگا دی ہیں تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ:

اس پر جو نا سمجھے، تو اس بت سے خدا سمجھے

(۶) اس زمانہ کے دستور کے مطابق کہ بعض شاگرد اپنے استاذ کی کتاب کو ضبط و نقل اور اس کی تدریس و اشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تھے یعنی ان کا یہ خاص مضمون ہوتا تھا، امام عبداللہ نے یہی کیا کہ حضرت امام سے دوسرے علوم حاصل اور محفوظ کرنے کے علاوہ مسند کے نقل و ضبط اور اس کی روایت کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیا اور اسی وجہ سے حضرت امام بھی ان سے

---

❶ المصعد الاحمد، ص ۳۲ ❷ ملاحظہ ہو صفحات ۳۱۲-۳۱۹ ج ۲ طبع اول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت خوش تھے چنانچہ حافظ ابوالحسین احمد بن جعفر المعروف بابن المناوی التوفی ۳۳۶ھ شاگرد (امام عبداللہ) کا قول خطیب ہی کی تاریخ (ص ۳۷۵ ج ۹) میں ہے لم یکن فی الدنیا احداروی عن ابیه منه(یعنی عبدالله) لانه سمع المسند وهو ثلثون الفا

امام ابن عدی فرماتے ہیں احیا علم ابیه بمسنده الذی قرأابوه علیه خصوصا قبل ان یقرأه علی غیره ❶

''عبداللہ نے مسند کی (تدریس واشاعت کی) وجہ سے اپنے باپ کے علم کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔ والد (امام احمد) نے بھی دوسروں کو مسند پڑھانے سے پہلے ان کو پڑھائی۔''

حضرت امام آپ پر بہت خوش تھے اور آپ پر اعتماد کرتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا ان ابا عبدالرحمن قد وعی علما کثیرا ❷ ''ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ) نے بہت علم حاصل کرلیا ہے۔'' حافظ ابوزرعہ سے ایک مرتبہ فرمایا ابنی عبدالله محفوظ من علم الحدیث لا یکاد یذاکرنی الا بما لا احفظ (المصعد) ''میرا بیٹا عبداللہ علم حدیث کی وجہ سے محفوظ ہے یہ مجھے وہی کچھ یاد دلاتا ہے جو مجھے یاد نہ ہو۔'' اور اطاعت شعار بیٹے کی کیفیت یہ تھی۔ لم یکتب عن احد الا من امره ابوه ان یکتب عنه (المصعد) ''اپنے باپ کی اجازت ہی سے کسی دوسرے سے حدیث روایت کرتے تھے۔''

یہی روش امام عبداللہ کے شاگرد ابوبکر قطیعی کی رہی پڑھنے کو تو شاہزادوں تک نے عبداللہ سے مسند پڑھی، لیکن جو خدمت حافظ قطیعی نے مسند کی ہے، وہ انھیں کا حصہ ہے۔

(۷) ائمہ فن حدیث دو، چار، دس، بیس سال تک نہیں پوری نو صدیوں تک اپنے علم وتحقیق کی روشنی میں اس رفیع الشان مسند کے ہر ہر نام، ہر ہر متن، ہر ہر سطر، بلکہ ہر ہر حرف کو کھنگالا، دیکھا، پرکھا۔ اس پر نفیاً واثباتاً بحثیں کیں حتیٰ کہ محدثین کے مخالفین نے بھی مخالفت کے مختلف النوع طریقے اختیار کیے۔

آمدم برسر مطلب

لیکن کسی صاحب تحقیق عالم ومخالف پر وہ بات نہ کھل سکی، جو ''طلوعِ اسلام'' کے مضمون نگار کو سوجھی فرماتے ہیں (اور دراصل سارے مضمون کا خلاصہ یہی ہے)

''درحقیقت بورقی اور کدیمی کی تیار کردہ ایک پوشیدہ پارٹی تھی، جو ایک پوشیدہ گہری سازش کے تحت باہم تقسیم اسمائے صحابہ واکابر تابعین کر کے ان ناموں سے موضوعات کا انبار لگا رہی تھی اور اس کے لیے (ایک شخص) ابوبکر شافعی تیار کیے گئے تھے کہ یہ عبداللہ کے پاس آیا جایا کریں۔'' (طلوعِ اسلام، ۲۰ راگست)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اس ''پوشیدہ اور گہری سازش'' کا پتہ کیسے چل گیا جب کہ وہ پوشیدہ بھی تھی اور گہری بھی۔ ان سازش کرنے والوں کے معاصر تو اس پر مطلع نہ ہو سکے۔

ثانیاً یہ ''انبار'' لگانے کی بھی خوب کہی، یہ لکھتے وقت اتنا خیال نہ آیا کہ مسند کی احادیث کا ذخیرہ جب صحاح ستہ اور دوسری

❶ المصعد ص ۳۹ ❷ حوالہ مذکور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسانید میں بھی اہل علم دیکھیں گے تو آپ کے متعلق کیا کہیں گے ''جہالت'' یا ''عناد'' کے علاوہ آپ ہی فرمایئے کوئی دوسری رائے قائم ہوسکتی ہے؟

ثالثاً اتنے بڑے دعویٰ پر دلیل؟ تو اس کے لیے صاحب مضمون نے مفروضہ صغریٰ کبریٰ قائم کیے ہیں:

> ''ابوبکر قطیعی عبداللہ بن احمد کے شاگرد ہونے کے ساتھ ہی چند وضاع راویوں کے بھی شاگرد ہیں، دوسرا ایک شخص ابوبکر شافعی بھی عبداللہ بن احمد کا شاگرد ہے۔''

پھر شیعہ رجال کی کتابوں میں کہیں ایک ''ابوبکر شافعی'' بھی آپ کو نظر آ گیا۔ اس سے جناب نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ بس ہو نہ ہو یہ وہی ''ابوبکر شافعی'' ہے جو امام عبداللہ کا شاگرد ہے یعنی

جو کالے وہ تیرے باپ کے سالے

اور ہاں تمنا صاحب! یہ بھی تو بتاتے جایئے کہ جن شیعوں کو آپ 'ہوا' بنا رہے ہیں کہ انھوں نے یہ یہ دسیسہ کاریاں کی ہیں اور مقبول اُمت کتابوں کا اس ''ہوے'' سے شکار کر رہے ہیں فرمایئے تو سہی، کہ ''ابوبکر شافعی'' کو شیعہ بتانے والے یہ شیعہ اہل قلم معتبر و مستند ہو گئے؟ وہی بات ہوئی نا! میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو! اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ

ہٹ دھرمی

تمنا صاحب لکھتے ہیں:

> ''ان کو (ابوبکر قطیعی کو) جو کچھ ملا، ابوبکر شافعی ہی سے ملا مگر درمیان سے ابوبکر شافعی کا نام اڑا کر اپنی نسبت کو بلا واسطہ ابوبکر شافعی کے شیوخ سے جوڑ دیا کرتے تھے۔''

عجیب ہٹ دھرمی ہے، مسند احمد کے روایت کرنے پڑھنے یا اس کے کسی سلسلہ میں ابوبکر شافعی کا نام تک کسی کتاب میں نہیں آیا ہے اور آپ نہایت ڈھٹائی سے کہے چلے جا رہے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ ابوبکر شیعہ کی کارستانی ہے بندۂ خدا کوئی ایک اشارہ ہی اس کے لیے کسی ''لسان'' سے ذکر کیا ہوتا؟ اصل بات یہ ہے کہ شیعہ رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرتے کرتے، وہی اثر خود قبول کر لیا ہے جس کا الزام حدیث کی مخالفت کے جنون میں شیعوں پر لگایا ہے اور

صحبت ہم نشیں در ''تو'' اثر کرد

رابعاً قدرتی تصرف یہ ہے کہ بڑی لاحاصل بحث کے باوجود اس امر میں صاحب مضمون ناکام رہا ہے کہ امام عبداللہ کے شاگرد حافظ ابوبکر شافعی (جن کا تذکرۃ الحفاظ میں ذکر آیا ہے) شیعہ ہیں اور نہ شیعہ ابوبکر کے متعلق ثابت ہو سکا کہ وہ امام عبداللہ کا شاگرد تھا۔

خامساً زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابوبکر دو ہیں ایک تو یہی جسے آپ نے شیعہ کتب رجال سے اس مضمون میں لکھا ہے اور دوسرے اہل سنت کے مقتداء اور غیور عالم حافظ ابوبکر شافعیؒ۔ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں اپنی کنیت اور نام میں متحد ہیں جس کی وجہ سے جناب جیسے ''پختہ علموں'' کو دھوکہ لگ گیا ہے، لیکن دادا اور نسب میں بین فرق ہوتے ہوئے دونوں کو ایک ظاہر کرنا علم کی توہین ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سادساً اگر شیعہ ہی نے (معاذ اللہ) یہ کتاب گھڑی تھی، تو بکثرت اس قسم کی احادیث وہ کیوں اس میں لے آئے جن کی زد براہِ راست ان کے نظریات پر پڑتی ہے، اگر ضرورت ہو تو اس قسم کی احادیث کی ایک بہت بڑی فہرست تیار ہو سکتی ہے، سردست ایک روایت مسند حضرت علی سے پیش خدمت ہے:

عن علی قال امرنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان آتیہ بطبق یکتب فیہ ما لا تضل امتہ من بعدہ قال فخشیت ان تفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوۃ والزکوۃ وما ملکت ایمانکم ❶

یعنی مرض الموت میں آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ایک "طبق" لانے کو فرمایا تاکہ اس میں وہ چیز لکھ دیں جس سے اُمت غلطی سے محفوظ ہو جائے، حضرت علی فرماتے ہیں کہ میرے لانے تک مبادا آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے...... چنانچہ (اس خیال کے مدنظر) عرض کیا حضور (میں اسے خوب یاد کر لوں گا زبانی ارشاد فرما دیجیے) فرمایا نماز، زکوٰۃ اور غلاموں سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔"

حافظ ابوبکر الشافعیؒ

تمنا صاحب کے مسلم نقاد حافظ ابوبکر خطیب (جو حافظ ابوبکر شافعی کے بیک واسطہ شاگرد ہیں) تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:

محمد بن عبداللّٰہ بن ابراھیم بن عبد ربہ بن موسیٰ بن بیان ابوبکر البزار المعروف بالشافعی ولد بجبل وسکن بغداد کان ثقۃ ثبتا کثیر الحدیث حسن التصنیف ❷

"یعنی ان کا نسب بیان کر کے لکھتے ہیں کہ وہ جبل میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت فرمائی، ثقہ، معتمد علیہ بہت سی احادیث کے عالم اور اچھے مصنف تھے۔"

اور مشہور نقاد حدیث امام دارقطنی (جو ابوبکر شافعی کے شاگرد ہیں) کی رائے نقل کی ہے:

ثقۃ مامون ما کان فی ذلک الزمان اوثق منہ ❸

"با اعتماد امانت دار ہے اس زمانے میں ان جیسا با اعتماد کوئی نہیں تھا۔"

حافظ ابوبکر کی غیرت ایمانی

خطیب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دیلمیوں نے (جو رافضی شیعہ تھے) لوگوں کو صحابہ کے فضائل بیان کرنے سے روک دیا تھا اور صحابہ کو مساجد پر گالیاں لکھوا دی تھیں۔ **منعت الدیلم ببغداد الناس ان یذکروا فضائل الصحابۃ و کتبت سب السلف علی المساجد** ❹ ایسے نازک وقت میں اسلام کے اس غیور فرزند کا کام یہ تھا **کان (ابوبکر) الشافعی یتعمد فی ذلک الوقت املاء الفضائل فی جامع المدینۃ وفی مسجدہ بباب الشام** کہ بغداد کی جامع مسجد پر فضائل صحابہ لکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی اپنے محلّہ کی مسجد جو شامی دروازہ پر واقع تھی اس پر بھی اور پھر ایسا جراٴت مندانہ کام حسبۃً کرتے اور اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ خیال کرتے،

---

❶ مسند احمد جلد ۱/۹۰ ❷ تاریخ بغداد ص ۴۵۶، جلد ۵

❸ تاریخ بغداد ص ۴۵۸، جلد ۵ ❹ تاریخ بغداد ص ۴۵۷، جلد ۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و یفعل ذلک حسبة و یعده قربة ❶

اب آپ کو معلوم ہوگا کہ حافظ ذہبی نے یوں ہی نہیں لکھ دیا ابو بکر الشافعی الامام الحجة المفید محدث العراق ❷ یہ ہے رائے امام ابوبکر کے متعلق ان کے اکابر تلامذہ اور ہم عصر نقاد اہل علم کی اور یہ ہیں ان کے قابل تقلید کارنامے! نیز دیکھئے شذرات الذہب ص ۱۶ جلد ۳، البدایۃ والنہایۃ (ص ۲۶۰، جلد ۱۱)

تمنا صاحب کی خیانت

آپ نے لسان المیزان سے ایک دوسرے ابوبکر سے متعلق جو جرح تھی، وہ چسپاں کر دی بیچارے حافظ ابوبکر پر، "جرم" یہ کہ بدقسمتی سے دونوں کی کنیت، نام بلکہ باپ دادا کے نام ایک آپڑے۔ حتیٰ کہ "البغدادی" بھی دونوں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ دوسرا شخص "الشافعی" نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ "العنبری" ہے اور اول الذکر "جبلی"۔ تیسری بات یہ ہے کہ لسان میں یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ وہی اشنانی ہے جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے" ھذا ھو الاشنانی المذکور فیما قبل اور اس سے قبل لسان المیزان صفحہ ۲۲۵ جلد ۵ میں لکھا ہے کان دجالا قاله الدار قطنی

تمنا صاحب چونکہ ٹھان چکے ہیں کہ شیعہ کتب رجال سے برآمد کردہ "ابوبکر" پر کی گئی جرح کو "حافظ ابوبکر الشافعی" پر چسپاں کریں۔ اس لیے حافظ ابن حجر کا یہ جملہ کھا گئے، لیکن اس سے زیادہ دلیری یہ ہے کہ حافظ سمعانی کی کتاب الانساب کے حوالہ سے حافظ ابوبکر شافعی کا ترجمہ جو ذکر کیا ہے وہ بھی پورا نہیں کیا۔ انساب کی عبارت یہ ہے: ❸

> ابو بکر بن محمد بن عبدالله بن ابراهیم بن عبدربه بن موسیٰ بن بیان الختلی (و الصحیح الجبلی کما تقدم من الخطیب) البزار الشافعی من اهل بغداد......... هم حتی کتب عنه ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی و ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحافظ و ابو الحسن محمد بن احمد بن رزق و ابو علی بن شاذان و اٰخرمن روی عنه ابو طالب محمد بن محمد بن ابراهیم بن غیلان......... وکان الدار قطنی یقول ابوبکر الشافعی ثقة مامون ما کان فی ذلک الزمان اوثق منه ما رأیت له الا اصولا صحیحة و قد ضبط سماعه منها احسن الضبط توفی سنة ۳۵۴ھ
>
> "(حافظ ابوبکر کا نسب بیان کرکے) آپ کے شاگرد، امام دارقطنی حاکم، ابوعلی بن شاذان ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں: آپ کے زمانہ میں آپ سے زیادہ دوسرا کوئی ثقہ نہیں تھا۔ آپ کے مخطوطات (کتب) صحیح تھے۔ ان کو اچھی طرح ضبط (باصطلاح محدثین) کر رکھا تھا۔"

یہ عبارت اپنے مفہوم میں صاف ہے کیا دارقطنی جیسا کٹر نقاد اہل حدیث کسی شیعہ "کذاب مختلق" کے متعلق ایسی مبنی بر یقین رائے ظاہر کرسکتا ہے۔ موٹی سی بات ہے کہ کوئی تعلق اس ابوبکر الشافعی کا مزعومہ ابوبکر "شیعہ" سے کیا ممکن بھی ہے؟ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ عبارت بھی صاحب مضمون حذف کر گئے۔ تمنا صاحب! قرآن حکیم میں کیا یہ آیت نظر سے نہیں گذری ﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ

---

❶ حوالہ مذکورہ ❷ تذکرۃ الحفاظ ص ۹۱، ج ۳ ❸ انساب سمعانی ۳/۱۹۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾(سورۃ النحل:۱۰۵)

آپ کے معلومات میں اضافہ کے لیے عرض کروں کہ ابوبکر بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن ثابت الاشنانی کا ترجمہ تاریخ بغداد صفحہ ۴۴۹-۴۴۲ جلد ۵ میں بھی ہے۔

یاد رہے کہ ایسے راوی عام طور پر رجال کی کتابوں میں آتے ہیں، جن کے نام وغیرہ باہم متشابہ ہیں، محدثین نے کمال اور احسان یہ کیا ہے کہ اتنے عمدہ طریق پر ان کی چھان بین کی ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا ہے۔

دیگر تشکیکات یا تلبیسات

''برآمد کردہ شیعہ ابوبکر'' کی ''عجمی سازش'' کے علاوہ صاحب مضمون نے جو گل افشانیاں فرمائی ہیں، قارئین کی دلچسپی کے لیے ان پر سرسری نظر ڈال لینا ضروری ہے۔

(ا) ''امام احمد کی زندگی میں مسند احمد کی تدوین نہیں ہوئی۔ ابوبکر قطیعی کی ولادت سے پہلے مسند احمد کا دنیا میں کہیں نام ونشان بھی نہ تھا'' (طلوع اسلام اگست ۱۹۵۵ء)

اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت امامؒ نے اپنی وفات سے ۴۱ سال قبل یعنی ۲۰۰ھ میں مسند کی تدوین شروع کر دی تھی۔ حضرت امام کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ اب اس کے شواہد ملاحظہ فرمایے:

(الف) پانچویں صدی کے نامور محدث امام ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی التوفی ۵۸۱ھ خصائص المسند میں امام عبداللہ کے شاگرد ابوعلی بن الصواف سے نقل کرتے ہیں قال سمعت عبداللہ بن احمد یقول صنف ابی المسند بعد ما جاء من عند عبدالرزاق ❶ ''انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن احمد سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میرے والد نے اپنی مسند امام عبدالرزاق کے ہاں سے آنے کے بعد تصنیف کی۔'' اور خود حضرت امام فرماتے ہیں اقمت سنة تسع و تسعين (۹۹ھ) عند عبدالرزاق ❷ ''میں وہاں امام عبدالرزاق کے ہاں سنہ ننانوے تک مقیم رہا''۔

(ب) حضرت امام کے ایک شاگرد حافظ یعقوب بن یوسف المطوعی التوفی ۲۸۷ھ فرماتے ہیں: جلست الى ابى عبدالله احمد بن حنبل ثلاث عشر سنة وهو يقرء المسند على اولاده ❸ یعنی میں نے تیرہ سال دیکھا کہ حضرت امام اپنی اولاد کو مسند پڑھا رہے ہیں۔

(ج) حضرت امام کے چچیرے بھائی حنبل بن اسحاق التوفی ۲۷۳ھ فرماتے ہیں: جمعنا عمى لى ولصالح و لعبد الله و قرأ علينا المسند ❹ کہ چچا جی (حضرت امام) نے مجھے اور اپنے دونوں لڑکوں (صالح، عبداللہ) کو مسند پڑھائی۔

(د) یہی حافظ حنبل کہتے ہیں: قال لنا ان هذا الكتاب قد جمعته و انقيته من اكثر من سبع مائة و خمسين الفا ❺ یعنی حضرت امام نے ہم سے فرمایا اس کتاب (مسند) کو میں نے ساڑھے سات لاکھ سے زائد طرق حدیث سے انتخاب کیا ہے۔

---

❶ خصائص المسند، ص ۱۶۶ ❷ تاریخ الاسلام ذہبی، ص ۶۰ ❸ خصائص المسند، ص ۱۶۶
❹ طبقات الحنابلة، ص ۱۰۲ ❺ خصائص المسند، ص ۱۶۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت مسند میں عبداللہ منفرد نہیں

(۲) تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''امام احمد کے ایک لڑکے عبداللہ کے سوا کسی شاگرد بلکہ کسی دوسرے لڑکے سے بھی اس کی روایت اور اس کا ذکر مروی نہیں۔''

یہ درست ہے کہ عبداللہ کی طرف حضرت امام کی توجہ زیادہ تھی، جیسا کہ اوپر المصعد کے حوالے سے لکھا گیا ہے، البتہ انفراد کا دعویٰ غلط ہے، چنانچہ حافظ حنبل اور حافظ یعقوب کا کلام آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام عمر بھر اپنی اولاد کو مسند پڑھاتے رہے اور یہ کہ حنبل نے عبداللہ کے ساتھ صالح کا ذکر صراحتاً بھی کیا ہے اور یہ بھی کہ میں ساتھ ہوتا تھا۔ جن دنوں کا حافظ حنبل ذکر کر رہے ہیں، یہ حضرت امام کی زندگی کا آخری دور ہے (۲۳۷ھ کے لگ بھگ) لیکن اس سے قبل (جیسا کہ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے) مسند کا خاصا چرچا تھا۔ مسند کے متعلق سوالات ہوتے اور امام جواب دیتے تھے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بکثرت لوگوں نے آپ سے مسند کو حاصل کیا۔

(۱) امام علی بن محمد البغدادی المتوفی ۳۳۰ھ امام عبداللہ سے نقل کرتے ہیں خرج ابی المسند من سبع مائة الف

(۲) حنبل نے خود امام سے براہِ راست نقل کیا ہے، قال لنا ان هذا الكتاب قد جمعته وانقيته من اكثر من سبع مائة و خمسين الفا [1] یعنی میں نے سات لاکھ پچاس ہزار طرق احادیث سے یہ کتاب منتخب کی ہے۔

(۳) حافظ محمد بن عمرو العقیلی اپنے شیخ امام عبداللہ سے نقل کرتے ہیں: سألت ابی عن عبدالعزیز بن ابان فقال لم اخرج عنه فی المسند شيئا [2] کہ ''میں نے والد صاحب سے عبدالعزیز بن ابان کے متعلق پوچھا تو فرمایا ''مسند'' میں اس سے کوئی روایت نہیں لی گئی ہے۔''

(۴) ابوبکر بن حامد الفقیہ امام عبداللہ ہی سے نقل کرتے ہیں قلت لابی لم کرهت وضع الکتب وقد عملت المسند [3] کہ میں نے والد محترم سے کہا کہ آپ کتابوں کی تصنیف کو تو پسند نہیں کرتے لیکن مسند خود تالیف کی ہے۔ فرمایا ''تاکہ اختلاف کے وقت راہنمائی کرے''

۲۷۴ھ سے قبل مسند کی شہرت

(۳) یاد رہے کہ قطیعی کی ولادت ۲۷۴ھ کی ہے اور حضرت امام احمد اس سے قریباً ۳۴-۳۵ برس قبل انتقال فرما چکے تھے۔

ان تاریخی حقائق سے ثابت ہوا کہ (۱) مسند احمد کو خاص اہتمام سے تصنیف فرمایا۔ (۲) سالہا سال تک اسے پڑھایا، (۳) آپ کے لڑکے صالح اور چچازاد بھائی حنبل نے بھی حضرت امام سے اس کو پڑھا، (۴) صاحبزادوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی مسند پڑھی، (۵) ابوبکر قطیعی کی ولادت سے برسوں پہلے مسند امام احمد کی کافی شہرت ہو چکی تھی کہ اس کے مندرجات کے متعلق تحقیقی سوال و جواب ہوتے تھے۔

---

[1] خصائص المسند، ص ۱۶۴ [2] خصائص المسند، ص ۱۶۴ و تہذیب ص ۳۳۰، ج ۶ [3] خصائص المسند، ص ۱۶۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین محترم! ملاحظہ فرمائیں تمنا صاحب کی مندرجہ ذیل ''اپج''

''قطیعی کی ولادت سے پہلے مسند احمد کا دنیا میں کہیں نام ونشان نہیں، امام احمد نے اپنے دوسرے تلامذہ سے حتیٰ کہ اپنے دوسرے بیٹے سے بھی مسند کو پوشیدہ رکھا، دوسرے بیٹے صالح کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم رکھا، تمام شاگردوں سے بالکل کتمان حدیث و کتمان علم فرمایا اور صرف اپنے ایک ہی صاحبزادے عبداللہ کو اس کتاب کا مکنون راز بنایا۔'' (طلوع اسلام حوالہ مذکور)

نیز ارشاد فرمائیں تمنا صاحب کہ اس کو دیانت سمجھیں یا مطالعہ کی کوتاہی پر محمول کریں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

مسند احمد کی کیا صرف ایک ہی سند ہے

(۴) تمنا صاحب نے مکرر سہ کرر یہ دعویٰ دہرایا ہے کہ:

''امام احمد تک پہنچنے والی سند کا راوی صرف ایک شخص ہے، امام احمد سے صرف عبداللہ اور ان سے صرف قطیعی، پھر اس سے ایک ابن المذہب اور اس سے ابن الحصین اور اس سے روایت کرنے میں حنبل بن عبداللہ منفرد ہے۔''

گذارش یہ ہے کہ یہ دعویٰ سراسر خلافِ واقعہ ہے۔ مشہور سند کے سوا اور بھی متعدد سندیں موجود ہیں اور سندیں بھی ایسی اعلیٰ جن کے رجال سند علم حدیث کے آفتاب ہیں۔

حافظ حنبل بن عبداللہ کے بعد ''تواتر'' تو آپ کو بھی تسلیم ہے لہٰذا حافظ حنبل اور ان کے زمانے کے دو جید سندیں تو اب ہی پیش خدمت ہیں۔

دوسری سند

حافظ ابوموسیٰ المدینی المتوفی ۵۸۱ھ فرماتے ہیں مجھے میرے والد ۵۰۵ھ میں حافظ ابوعلی الحسن بن الحداد کے درس میں لے گئے، جب کہ ان پر مسند امام احمد پڑھی جارہی تھی، حافظ ابوعلی نے یہ سند روایت کی تھی امام ابونعیم سے اور وہ اسے روایت کرتے تھے اپنے دو استاذوں سے (حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن الحسن الصواف، حافظ ابوبکر قطیعی) عبارت یہ ہے:

مما انعم اللّٰہ علینا ان رزقنا سماع الکتاب المسند للامام الکبیر امام الدین ابی عبداللّٰہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانیؒ فحصل لی والدیؒ و جزاہ عنی خیرا ای قراء تہ سنۃ خمس و خمس مائۃ علی الشیخ المقریٔ بقیۃ المشائخ ابی علی الحسن بن الحداد و ابو نعیم کان یرویہ عن شیخیہ ابی علی محمد بن احمد بن الحسن الصواف و ابی بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی [1]

اس سند کے سب رجال مشاہیر ائمہ حدیث ہیں، ابوموسیٰ مدینی کا ترجمہ (شذرات ص ۲۷۳ جلد ۴) میں اور امام ابونعیم کا تذکرۃ الحفاظ وغیرہ اور حافظ ابوعلی ابن الصواف المتوفی ۳۵۹ھ کا ترجمہ تاریخ خطیب ص ۲۸۹ جلد ۱ اور حسن بن احمد الحداد المتوفی ۵۱۵ھ کا

---

[1] خصائص المسند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شذرات ص ۲۷۴ جلد ۴ میں ملاحظہ فرمایئے۔

تیسری سند

مشہور محدث علامہ صالح ذلانی المتوفی ۱۲۱۸ھ کی اسانید کتب حدیث میں متعارف ہیں کتاب **قطف الثمر فی رفع اسانید المصنفات فی الفنون و الاثر** ص ۲۵ میں ہے:

الفخر بن ابن البخاری عن ابی الیمن الکندی عن ابی بکر محمد بن عبدالباقی الانصاری عن الحسن بن علی الجوھری عن ابی بکر القطیعی عن عبداللہ بن احمد

یہ رجال بھی سب ائمہ ہیں، حافظ ابن البخاری کا ذکر ان کے استاذ حنبل بن عبداللہ کے سلسلہ میں آئے گا، ان شاءاللہ۔ حافظ ابو الیمن المتوفی ۶۱۳ھ کا نام زید بن حسن ہے، مختلف فنون، قرأت، حدیث، نحو وغیرھما کے یکتائے روزگار عالم تھے۔ ❶ علامہ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری المتوفی ۵۳۵ھ کے مفصل حالات کے لیے جو سبق آموز اور دلچسپ ہیں۔ ❷ رہ گئے حسن بن علی الجوہری، سو یہ الحسن بن علی بن محمد الجوہری المتوفی ۴۵۴ھ ہے، جن کا ترجمہ انساب سمعانی میں ذکر کیا گیا ہے۔ ❸ بلکہ اسی جگہ انساب میں قطیعی سے مسند کے روایت کرنے کا بھی ذکر ہے۔

امام عبداللہ سے روایت کرنے والے

(۵) آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ قطیعی مسند کے روایت میں متفرد ہے۔ حالانکہ تاریخ سے اس مسند کا اس قدر شہرہ ثابت ہوتا ہے کہ شہزادے تک اس کے روایت کرنے کو فخر سمجھتے تھے، بلکہ ایک شہزادہ جب امام عبداللہ سے مسند پڑھ رہا تھا، اس سماع میں ابوبکر قطیعی حاضر ہوئے، خطیب کی تاریخ بغداد ج ۴ ص ۷۴ میں ہے:

سمعت ابا بکر البرقانی و سئل عن ابن مالک فقال کان شیخا صالحا و کان لابیه اتصال ببعض السلاطین فقری لابن ذلک السلطان علی عبداللہ بن احمد للمسند و حضر ابن مالک سماعه

یہ ضرور ہے کہ جس شخص کا سپیشل مضمون "مسند امام احمد" تھا وہ حافظ ابوبکر قطیعی تھے، اس شخص نے اپنی زندگی مسند کی تدریس و اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی، یہی مطلب ہے، ان بزرگوں کا جنھوں نے قطیعی کے تفرد کا اشارہ کیا ہے یعنی خاص توجہ میں وہ منفرد ہے نہ یہ کہ ان کے سوا کوئی روایت ہی نہیں کرتا، یہ معنی نہیں جو تمنا صاحب سمجھتے ہیں کہ:

"عبداللہ نے اس کو سب سے پوشیدہ رکھا، بالکل کسی سے کہا تک نہیں کہ میرے والد ماجد کی ایک الگ کتاب ہے"

(طلوع اسلام حوالہ مذکورہ)

کیونکہ اکابر محدثین نے امام عبداللہ سے مسند کا ذکر بلکہ ان سے روایت کیا ہے، مثلاً ابوعلی الصواف المتوفی ۳۵۹ھ، حافظ علی بن محمد البغدادی المتوفی ۳۲۲ھ، حافظ ابو محمد احمد بن عبداللہ المزنی (ان کا ترجمہ انساب سمعانی ۱۲/۲۲۷ میں ہے) المتوفی ۳۵۱ھ

---

❶ تفصیلی ترجمہ بغیۃ الوعاۃ ۲۴۹-۲۵۰، شذرات الذہب ص ۵۴ جلد ۵ وغیرھما میں دیکھئے۔

❷ شذرات الذہب ص ۱۰۸-۱۰۹ جلد ۴ دیکھئے ❸ دیکھئے جلد ۳ صفحہ ۴۲۱-۴۲۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے حق میں کہا گیا ہے من الحفاظ الکبار المکثرین. حافظ ابن المناوی، حافظ ابوالعز بن کاوس وغیرھم [1]

غور فرمایئے امام عبداللہ کے یہ سب تلامذہ مختلف اوقات میں مسند سے متعلق تحقیقی اور اہم مذاکرات سن رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں ان سے کہا تک نہیں کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا!

کیا پانچویں صدی سے پہلے مسند موجود نہیں تھی؟

(۶) استطر اداً یہ بات بھی نوٹ کر لیجیے کہ مذکورہ بالا علما حدیث کی وفات چوتھی صدی ہجری کے وسط کی ہے ان سب نے مختلف حیثیتوں سے مسند کا ذکر کیا ہے لیکن ''طلوعِ اسلام'' کا بڑا بول یہ ہے کہ:

''ابن المذہب نے مسند احمد کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور ابوبکر قطیعی کے انتقال سے کم از کم پچاس برس بعد یعنی پانچویں صدی ہجری کے پہلے ربع گزر جانے کے بعد ادھر اُدھر مسند کا ذکر کرنے لگے۔'' (۲۰راگست ۱۹۵۵ء)

علامہ محمد بن اسحاق بن الندیم کی فہرست پر بھی نظر ڈال لیجیے، جس میں ۳۷۷ھ تک ہر قسم کی لکھی گئی کتابیں درج کر دی گئی ہیں، جس میں امام احمد کی تیرہ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے (کتاب الزہد سمیت) ''مسند'' کے متعلق لکھا ہے کتاب المسند يحتوى على نيف و اربعين الف حديث (ص ۳۲۰) یعنی مسند میں ۴۰۰۰۰ کے اوپر حدیثیں ہیں۔

کیوں جناب! واقعی پانچویں صدی کے پہلے ربع سے قبل مسند کا وجود کہیں نہیں تھا؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ابوبکر قطیعی سے راوی

(۷) علیٰ ہذا القیاس حافظ قطیعی سے یہی مسند کے راوی اکیلے ''ابن المذہب'' نہیں بلکہ دیگر ائمہ ثقات بھی ہیں۔ ازاں جملہ مشہور مصنف امام ابونعیم المتوفی ۴۳۰ھ صاحب حلیۃ الاولیاء ازانجملہ امام حاکم صاحب مستدرک، ازاں جملہ حافظ ابومحمد الجوہری (حوالے اوپر لکھے جا چکے ہیں)

منہ مانگی مراد

تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''ابوبکر قطیعی کے تلامذہ میں ابن المذہب کے علاوہ کچھ لوگ مثلاً حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ صاحب الحلیہ اور علی بن الحسن القزوینی وغیرھما بھی تھے، مگر ابن المذہب کے سوا کوئی دوسرا شخص اس مسند کی روایت نہیں کرتا۔'' (طلوعِ اسلام)

[1] ملاحظہ ہوں: خصائص المسند والمصعد الاحمد وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیجیے! آپ کے ''منہ مانگے'' حافظ ابونعیمؒ ہی کے روایت کرنے میں ''ابن المذ ہب'' کے ساتھی ہو گئے اسے کہتے ہیں ''جادووہ جو سر چڑھ کر بولے''

ابن المذ ہب سے مسند کے راوی اور تمنا صاحب کی خیانت

(۸) ارشاد ہوتا ہے:

''ابن المذ ہب کے دو چار شاگرد ضرور ہوں گے، مگر ابن مذہب سے صرف ابوالقاسم ہبۃ اللہ تنہا روایت کرتے ہیں اور کوئی دوسرا نہیں۔'' (طلوع اسلام، ۶ راگست)

لیکن جن دو کتابوں سے بیچارے ''ابن المذ ہب'' پر مزعومہ جرحیں نقل فرمائی گئی ہیں، اسی میزان الاعتدال ص ۲۰۸ اور لسان میں آپ کو ابن المذ ہب کے سوا کسی دوسرے کی ''روایت مسند'' نظر نہ آئی۔ **بَلْ طَبَعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ**

حسب بیان ذہبی و حافظ ابن حجر وہ ''کوئی دوسرا'' علامہ ابوالفضل احمد بن الحسن بن احمد بن خیرون المتوفی ۴۸۸ھ ہے، ان کا اپنا قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے، **حدث بالمسند و بالزهد و غير ذلك سمعت منه الجميع**، کہ میں نے ابن المذ ہب سے مسند امام احمد و کتاب الزہد سب کا سماع کیا ہے، ایک دوسرے مقام پر حافظ ذہبی نے مسند کے سلسلہ میں ابن خیرون کا ابن المذ ہب سے سماع کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے **ناهيک به فضلا و علما** ❶ تذکرہ (ص ۶ جلد ۴) میں لکھتے ہیں **الحافظ العالم الناقد** یعنی حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ''ناقد'' بھی تھے میزان الاعتدال میں ہے **الثقة الثبت محدث بغداد**

تمنا صاحب کے مسلمہ حافظ سمعانی کا قول لسان المیز ان (ص ۱۵۵ جلد ۱) میں ہے **ثقة عدل متقن** مشہور نقاد فن حدیث حافظ ابوطاہر سلفی کا قول بھی حافظ ابن حجر نے لسان میں نقل کیا ہے **كان يحيى بن معين فى وقته يعنى فى الجرح و التعديل** (ص ۱۵۵ ج ۱) یعنی ''ابن خیرون ایسے بڑے نقاد حدیث ہیں کہ انھیں جرح وتعدیل میں اپنے زمانہ کا یحییٰ بن معین سمجھنا چاہیے'' یہاں پر یہ امر خاص نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ایسا زبردست نقاد اپنے استاذ سے مسند احمد حاصل کرتا ہے اور بہت قریبی زمانہ میں ہوتے ہوئے بھی اسے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کتاب تو ''سازشی'' ہے اور آج کہا جارہا ہے کہ یہ لوگ سب سازش کا شکار ہو گئے! جل جلالہ

ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحصین سے مسند کی روایت

(۹) ارشاد گرامی ہے، پڑھیے اور ان ''قرآنی لوگوں'' کے مطالعہ اور اخلاق کی داد دیجیے:

''ان ابوالقاسم ہبۃ اللہ کا بھی وہی ابن المذ ہب جیسا حال ہوا، ساری عمر مسند احمد کو ہر جگہ ڈھوئے ڈھوئے پھرے، مگر علمائے حدیث میں سے ایک شخص نے بھی نگاہ اُٹھا کر ان کی طرف نہ دیکھا مجبوراً اپنے اسلاف کی طرح یہ بھی ایک غیر معروف شخص حنبل بن عبداللہ الرصافی کو اشاعت مسند کی خدمت کسی طرح تفویض کر گئے۔'' (طلوع اسلام ص ۱۳، ۲۰ راگست ۱۹۵۵ء)

حافظ حنبل بن عبداللہ کی ''غیر معروفیت'' سے تو ان شاء اللہ ابھی پردہ اُٹھے گا، لیکن حیرانی اس پر ہے کہ یہ حضرت کر کیا رہے ہیں جس مرجع خلائق ہستی سے ایک درجن سے زائد یگانہ روزگار حفاظ حدیث کے جم غفیر نے مسند کو خوب تحقیق وتنقید سے حاصل و روایت

❶ المصعد الاحمد، ص ۴۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے، اس کے متعلق نہایت سادگی یا بے شرمی سے یہ باور کرانے کی کوشش ہو رہی ہے کہ ''علمائے حدیث میں سے ایک شخص نے بھی نگاہ اُٹھا ان کی طرف نہ دیکھا''

مندرجہ ذیل علمائے حدیث ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک یکتائے زمانہ صاحب تصانیف، محقق اور فن حدیث میں مرجع انام ہے، ان سب نے حافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحصین سے مسند احمد روایت کی ہے۔

۱- حافظ ابو الفضل محمد بن ناصر المتوفی ۵۵۰ھ آپ نے کئی دفعہ مسند پڑھی، قرأوہ علیہ مرارا ۔۲- حافظ ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد السلفی المتوفی ۵۵۶ھ۔۳- حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی ۔۴- حافظ ابو موسیٰ محمد المدینی المتوفی ۵۸۱ھ۔۵- حافظ ضیاء الدین ابو احمد عبدالوہاب بن علی المعروف بابن سکینہ المتوفی ۶۰۷ھ۔ ۶- امام ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ، مصنف تاریخ دمشق وغیرھم ۔حوالہ کے لیے دیکھئے المصعد الاحمد ص۴۴ للحافظ ابن الجزری المتوفی ۸۳۳ھ

دلچسپ جہالت

صاحب مضمون لکھتے ہیں:

> ''مسند کے تمام قدیم وجدید قلمی ومطبوعہ نسخوں کو دیکھ لیجیے۔ بسم اللہ کے بعد ہی آغاز ''اخبرنا'' سے ہوتا ہے، یہ اخبرنا کہنے والے کون ہیں؟ اللہ ہی کو معلوم ہے'' (طلوع اسلام ۶/اگست)

حدیث کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ حدیث کی کتابوں پر جو اس قسم کی عبارتیں ہوتی ہیں۔ ان میں عموما سند کو درمیانی حصہ سے شروع کیا ہوا ہوتا ہے، اساتذہ اسناد کتب کی کتابوں کی روشنی میں سند کا سلسلہ ملا دیتے اور اخبرنا کا قائل بتادیا کرتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے ''اخبرنا'' کہنے والے حافظ حنبل رصافی ہیں اور جمع ''نا'' کا صیغہ اس لیے لائے ہیں کہ ان کے ساتھ مسند کو حافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ سے حاصل کرنے والی اکابر علما کی ایک جماعت ہے، جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی آپ پڑھ چکے ہیں۔ تمنا صاحب نے حدیث کے استاذ سے کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسا نہ لکھتے۔

کیا ابن حصین اور حنبل ''مجہول'' ہیں؟

(۱۰) تمنا صاحب لکھتے ہیں:

> حنبل بن عبداللہ اور ابو القاسم ہبۃ اللہ (ابن الحصین) کا حال مجھ کو باوجود جستجو کے رجال کی کسی کتاب میں کہیں نہیں ملا۔ ان دونوں کے نام صرف مسند ہی کے سلسلہ میں آتے ہیں، اس کے سوا کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئے۔'' (طلوع اسلام ص۱۲، ۶/اگست ۱۹۵۵ء)

گذارش ہے کہ اس ''جہالت'' کے بل بوتے پر اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ! کوئی اور کتاب نہیں۔ صرف تذکرۃ الحفاظ، لسان المیزان، میزان الاعتدال وغیرہ ہی کی ''جستجو'' فرما لیتے تو وہاں بہت سے مقامات پر ابن الحصین کا نام مل جاتا دیسے

دل ہی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

''جستجو'' کا واقعی ارادہ ہو تو ملاحظہ فرمایے، تذکرۃ الحفاظ ص۱۱۹ و ۱۲۴ جلد ۴۔ مزید ضرورت ہو تو احقر سے بذریعہ خط وکتابت حوالہ جات معلوم کرلیجیے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو القاسم ہبۃ اللہ (المتوفی ۵۲۵ھ)

البدایہ والنہایہ ص ۲۰۳ جلد ۱۲ مصنفہ حافظ ابن کثیر الشافعی المتوفی ۷۷۴ھ میں ہے:

ابو القاسم هبة الله بن محمد بن عبدالواحد بن العباس بن الحصين الشيباني راوی المسند و

قدروی عنه ابن الجوزی وغير واحد و كان ثقة ثبتا صحيح السماع توفی سنة ۵۲۵ھ

گیارہویں صدی ہجری کے تذکرہ نگار علامہ ابن العماد المتوفی ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب ص ۷۷ جلد ۴ میں آپ کے ترجمہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ مسند العراق سمع ابن غيلان و ابن المذهب والحسن بن المقتدر والتنوخي و هوا خرمن حدث عنهم و كان دينا صحيح السماع اھ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن الحصین ثقہ ہیں، ثبت اور متدین تھے مسند کے خاص راوی اکابر علما کے شاگرد اور بہت سے لوگ (ابن الجوزی وغیرہ) ان کے شاگرد ہیں۔

حنبل بن عبد اللہ المتوفی ۶۰۴ھ

اسی البدایۃ والنہایۃ ص ۵۰ ج ۱۳ میں ہے حنبل بن عبد الله الرصاني الحنبلي راوی مسند احمد عن ابن الحصين. و استقدمه ملوك دمشق اليها فسمع الناس بها عليه المسند توفی سنة ۶۰۴ھ یعنی آپ کو دمشق کے بادشاہوں نے دمشق بلایا بہت سے لوگوں نے آپ سے مسند کا سماع کیا۔

اس قصہ کی پوری تفصیل المصعد الاحمد ص ۴۵-۴۶ میں آپ کے شاگرد حافظ تقی الدین ابو الطاہر اسماعیل بن عبد اللہ الانماطی المتوفی ۶۱۹ھ کی زبانی مذکور ہے۔ المصعد الاحمد میں آپ کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں المسند المعمر الصالح الخير مسند العراق یہ ہے مختصر تذکرہ اپنے دور کی ان دو مشہور ہستیوں کا جن کو "طلوعی لال بجھکڑ" مجہول قرار دے رہے ہیں۔

حافظ ابن البخاریؒ

مسند امام احمد پر تنقید کے اس حصہ کی بحث ختم ہوگئی جس کا تعلق اس دعویٰ سے تھا کہ حضرت امام سے لے کر حافظ حنبل تک صرف ایک ایک شخص مسند کا راوی ہے۔ اب احقر اس "سلسلۃ الذہب" کو ایک ایسی ہستی پر ختم کرنا چاہتا ہے جس پر نہ صرف مسند بلکہ کتب احادیث کی اکثر اسناد منتہی ہوتی ہیں اور وہ ہیں ابن البخاری تلمیذ حافظ حنبل بن عبد اللہ۔

آپ کا اسم گرامی علی ابو الحسن کنیت، فخر الدین لقب، باپ کا نام احمد بن عبد الواحد، آپ کی ۵۷۶ھ میں ولادت اور ۶۹۰ھ میں وفات ہے، لمبی عمر پائی البدایہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں كان رجلا صالحا عابدا زاهدا ناسكاورعا تفرد بروايات كثيرة لطول عمره و سمع منه الخلق الكثير والجم الغفير و كان منصوبالذلک حتی كبروا سن و ضعف عن الحركة (ص ۳۲۴ جلد ۱۳) آپ عابد، زاہد، متقی تھے، بہت سی مخلوق اور جم غفیر نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا، آخری عمر (جب تک طاقت رہی) تک حدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔

المصعد الاحمد (ص ۴۶-۵۰) میں آپ کے حالات اساتذہ، تلامذہ اور ان شہروں کا ذکر کیا ہے، جن کے اکابر علما نے ان سے کسب فیض کیا، آپ کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے تلامذہ میں حافظ منذری، حافظ ابو الحجاج مزی، شیخ الاسلام ابن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیمیہ جیسے رفیع الشان ائمہ کے نام نظر آتے ہیں وکفی بہ فخراً ابن البخاری سے شہرت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد محترم بخارا (شہر) چلے گئے تھے۔ (المصعد الاحمد ص ۴۷)

حافظ قطیعی اور ابن المذہب پر مزعومہ جرحوں کی حقیقت

(۱۱) ارشاد گرامی ہے:

''کسی محدث کے منہ میں زبان نہیں کہ اس پورے مجموعے کو احاد کہہ کر ٹھکرا دے، خصوصاً جب اس کے دو راوی بالکل مجہول الحال اور اس کے اوپر کے دو راوی ابن المذہب اور ابوبکر قطیعی غیر متقن اور نا قابل احتجاج ہیں۔'' (حوالہ مذکور)

(الف) احقر نے بدلائل واثقہ ثابت کر دیا ہے کہ ناقدین علما اور محدثین (جو اصحاب فن ہیں) مسند کی تالیف کے وقت سے اب تک اجماعاً اس کو پڑھتے، پڑھاتے، سماع کرتے، کراتے نقل وضبط عمل میں لاتے، اس سے استدلال فرماتے اور اس کے مندرجات کو رداً وقبولاً مانتے چلے آئے ہیں۔

(ب) یہ بھی عرض کیا گیا کہ اس ''پورے مجموعہ'' کا ۹۰ فیصد حصہ وہ ہے جو صحاح ستہ، سنن ومسانید میں موجود ہے، اگر کسی نے بڑا زور مارا تو ۳۰-۴۰ ہزار کے اس ''پورے مجموعہ'' کے ذخیرے سے زیادہ سے زیادہ دو درجن حدیثیں متکلم فیہ نکال سکتا ہے جب کتاب کے متعلق امر واقعہ یہ ہو تو ''کوئی محدث'' اس عملی تواتر کو ''احاد'' کیسے کہہ سکتا ہے کوئی ''سترا بہترا'' پیر فرتوت ''متواترات'' کا انکار کرنے میں بیٹھ جائے تو اس کی کون سنے گا **اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ**۔

(ج) محدثین کا فیصلہ آپ کے علم الرغم یہ ہے، جسے حافظ ابوموسیٰ المدینی نے خصائص المسند اور علامہ شمس الدین محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ نے المصعد الاحمد میں ذکر کیا ہے، اول الذکر لکھتے ہیں **ھذا الکتاب اصل کبیر و مرجع وثیق لاصحاب الحدیث انتقی من حدیث کثیر و مسموعات وافرۃ فجعل اماما و معتمداو عند التنازع ملجأ و مستنداو لعمری ان من کان قبلنا من الحفاظ یتبجحون بجزء الواحد یقع لھم من حدیث ھذا الامام الکبیر** [1]

یعنی ''یہ کتاب اہل حدیث کا قابل اعتماد مرجع، بہت سے طرق واسناد حدیث اور مسموعات وافرہ سے منتخب لوگوں کی راہ نما اور اختلاف کے وقت مفید سند ہے۔ اس امام اعظم کی اس کتاب کے ایک ایک جز کے لیے ہم سے پہلے حفاظ حدیث (اس کے حصول پر) فخر کرتے تھے۔''

دوسرے علامہ جزری لکھتے ہیں **ھو کتاب لم یرو علی وجه الارض کتاب اعلیٰ منه** [2] ''یہ ایسی کتاب ہے (اپنے موضوع کے اعتبار سے) روئے زمین پر اس طرح کی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔''

(د) آخری دو راویوں کے ''مجہول'' بنانے کی ''جہالت'' کی قلعی اوپر کھولی جا چکی ہے، وللہ الحمد

(ہ) باقی رہی ''مزعومہ جرح'' تو اس میں لایعنی طول دے کر بھی آپ ان کو شیعہ ثابت نہیں کر سکے اور سازش تو بہت دور کی بات ہے۔ آپ کو ایک قول بھی ایسا نہ مل سکا، جس سے اتنا ہی ثابت ہوتا کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

---

[1] خصائص المسند، ص ۱۲۴ [2] المصعد، ص ۲۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(و) کتب رجال آپ کے سامنے ہیں، خدارا کچھ غور کیجیے کہ ان کے شاگرد نہ صرف جلیل القدر علما ہیں بلکہ نقاد بھی ہیں مثلاً امام دار قطنی، حافظ ابوالحسن محمد بن العباس بن احمد بن الفرات المتوفی ۳۸۴ھ، حافظ ابوالحسن محمد بن احمد ابن الفوارس المتوفی ۴۱۲ھ، شیخ الفقہا والمحدثین حافظ ابوبکر احمد بن محمد البرقانی المتوفی ۴۳۵ھ وغیرھم کسی نے دونوں کی طرف نہ جھوٹ کی نسبت کی، نہ کسی قسم کے غلط عقیدے کی، بلکہ ان کے برعکس ان محققین نے دونوں کی توثیق کی اور قابل اعتماد ٹھہرایا ہے، حافظ ابوبکر قطیعی کے متعلق خطیب نے لکھا ہے (جن کو طلوع اسلام میں بھی نقاد تسلیم کیا گیا) لم نر احدا امتنع من الروایة عنده ولا ترک الاحتجاج به ❶ یعنی ہم نے کوئی نہیں دیکھا، جو ان سے راویت نہ لیتا ہو اور نہ کسی نے ان کو نا قابل حجت گردانا ہے، حافظ ابن الفرات کہتے ہیں کان صاحب سنة حاکم کہتے ہیں ثقة مامون حافظ ذہبی فرماتے ہیں صدوق فی نفسه مقبول حافظ برقانی کہتے ہیں ثبت عندی انه صدوق ایک جگہ لکھتے ہیں ❷ ثقہ اور حافظ برقانی نے ثقاہت کا یہ حکم یوں ہی انھوں نے بے سوچے سمجھے نہیں لگا دیا بلکہ مدت تک تفتیش کی (جیسے کہ محدثین کا طریقہ تھا) پھر جا کر یہ فیصلہ دیا کہ کنت شدید التنفیر عن حال ابن مالک (القطیعی) حتی ثبت عندی انه صدق لایشک فی سماعه ❸ "یعنی قطیعی کے حالات کی پوری تحقیق کے بعد ثابت ہو گیا کہ وہ روایت کرنے میں صادق ہیں اور ان کا سماع (مسند وغیرہ) شک و شبہ سے بالاتر ہے۔"

ذرا غور کیجیے، اس ستم ظریفی پر! اور قربان جایے اس "ریسرچ" کے ہم عصر نقاد، شب و روز کا مشاہدہ کرنے والے اور بال کی کھال نکالنے والے مشاہیر تلامذہ تو بیچارے قطیعی کی ثقاہت بیان کرتے ہیں اور ان کے "صاحب سنة" ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور ہزار برس بعد پیدا ہونے والے فرما رہے ہیں کہ "تم سب غلط کہتے ہو، ہم جو کہتے ہیں کہ ابوبکر قطیعی نا قابل اعتماد ہے اور وہ شیعوں کے ہتھے چڑھا ہوا تھا؟"

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

ظلم کی حد ہو گئی

(۱۲) حافظ خطیب نے تاریخ بغداد ص ۷۳ جلد ۴ میں حافظ ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعیؒ المولود ۲۷۴ھ والمتوفی ۳۶۸ھ کے ترجمہ میں ان کے آٹھ ایسے اساتذہ گنائے ہیں جو علم حدیث کے آفتاب تھے مثلاً (۱) ابراہیم بن اسحاق حربی، (۲) ابومسلم الکجی،

---

❶ تاریخ بغداد، ص ۷۳، ج ۴

❷ حافظ برقانی کی عبارت یہ ہے، بعض کتابوں کے غرق ہونے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں فنسخها من کتاب ذکروا انه لم یکن سماعه فیه فغمزوه لاجل ذلک والا فهو ثقة (لسان ص ۱۴۵ ج ۱، خطیب ۷۴ ج ۴) کہ انھوں نے وہ کتابیں ایسے نسخے سے نقل کر لیں لوگ کہتے ہیں کہ ان پر ان کا سماع نہیں تھا، ورنہ وہ آدمی ثقہ ہیں، تمنا صاحب نے غلط ترجمہ کر کے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی ملاحظہ ہو: برقانی نے کہا کہ ان کی کتاب کا کچھ حصہ غرق ہو گیا تھا، تو ایک دوسری کتاب جس کی ان سے سماع نہ تھی اس سے حدیثیں نقل کر لیں اس وجہ سے محدثین کی ان پر چشمکیں تھیں اتنا لکھ کر امام ذہبی لکھتے ہیں ورنہ (یعنی اگر یہ باتیں نہ ہوتیں) تو وہ فی نفسہ ثقہ ہیں (طلوع اسلام حوالہ مذکور) عربی عبارت اہل علم کے سامنے ہے، فرمائیں کہ اس عبارت کا یہی ترجمہ ہے جو تمنا صاحب نے کیا ہے؟ حق تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے۔

❸ خطیب ص ۷۴ ج ۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) امام عبداللہ بن احمد وغیرھم اور ان میں ابوبکر شافعی کا نام تک نہیں ہے اور خطیب کیا رجال کی کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے۔لیکن تمنا صاحب نے تحقیق کی ٹانگ توڑ کر رکھ دی ہے:

''دراصل قطیعی کے استاذ و شیخ صرف ابوبکر شافعی ہی تھے نہ عبداللہ بن احمد نہ کوئی اور عبداللہ اور ابوبکر شافعی کی وفات کے بعد بذات خود عبداللہ سے تلمذ کے مدعی ہو گئے۔'' (طلوعِ اسلام ص ۱۴، ۶ راگست ۱۹۵۵ء)

اسی پر بس نہیں بلکہ:

''ان کو جو کچھ ملا ابوبکر شافعی ہی سے ملا، مگر درمیان سے ابوبکر شافعی کا نام اڑا کر اپنی نسبت کو بلا واسطہ ابوبکر شافعی کے شیوخ سے جوڑ دیا'' (طلوعِ اسلام ص ۱۳)

یہ آپ لوگوں کی حالت ہے کہ حدیث پاک جیسے یقینی علم کو ''ظنی'' کہتے ہوئے نہیں شرماتے، لیکن دوسرے لوگوں پر ظنون واوہام کی بنا پر ظلم وعدوان سے نہیں چوکتے وَزُيِّنَ ذٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا!

یہ ضرور ہے کہ حافظ قطیعی کا ایک استاذ محمد بن یونس کدیمی بھی تھا، جو متکلم فیہ ہے بلکہ متہم بالکذب بھی۔لیکن اس سے شاگرد کیسے ضعیف ہو گیا، شاید تمنا صاحب کو معلوم نہیں کہ اس وقت علمائے حدیث ہر طرح کے راویوں سے ہر طرح کی احادیث حاصل کرتے تھے، جبھی تو وہ کھوٹا کھرا پہچاننے کی تحقیق کر سکتے تھے۔

اصل حقیقت

(۱۳) اصل بات اتنی ہے کہ (الف) حافظ ابوبکر قطیعی کی عمر ۹۵ برس تک پہنچ چکی تھی، آخری عمر میں بعض کتابیں پانی میں ڈوب گئیں۔اس حادثہ کا ان کے حافظہ پر گہرا اثر پڑا جس کی وجہ سے ان کی اپنی روایات میں اختلاط ہو گیا، محدثین نے اس کو یوں تعبیر کیا ہے تغير قليلا (ذهبی) خرف في اٰخر عمره حتى كان لا يعرف شيئا مما يقرأ عليه (ابن الصلاح) لم يكن في الحديث بذلك (ابن ابی الفوارس) [1] یعنی حافظہ میں تھوڑا سا تغیر آ جانے کی وجہ سے حدیث میں ان کا وہ پایہ نہیں رہا۔اس کا اثر صرف اتنا ہوا (جیسا کہ اس قسم کے دوسرے راویوں میں یہ اصول کارفرما ہے) کہ جن روایات میں قبل اختلاط و بعد اختلاط کا امتیاز نہ ہو، ان میں توقف رہے گا اور امتیاز ہو جانے کے بعد، قبل اختلاط کی روایتیں قابل اعتماد متصور ہوتی ہیں، دلیل اس پر یہ ہے کہ ان اقوال کے باوصف یہی لوگ ان کی توثیق کرتے ہیں اور فیصلہ دیتے ہیں كان اسند اهل زمانه (ذهبی) حافظ برقانی نے پوری تحقیق وتنقید کے بعد یہی فیصلہ دیا كنت شديد التنفير عن حال ابن مالك حتى ثبت عندي انه

---

[1] ابن ابی الفوارس کے اس قول کے بعد یہ لفظ ہیں له في بعض مسند احمد اصول فيها نظر (لسان) اس کا ترجمہ یہ ہے ''اس کے پاس مسند احمد کے بعض مخطوطے ایسے ہیں جن میں نظر ہے'' بات یہ ہے کہ حضرت امام کی اپنی یہ کتاب ان کے پاس مسودات کی شکل میں تھی، ان ہی کو پڑھتے پڑھاتے تھے، اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اجزا مسندات کی صورت میں تھے، وہی مسودات عبداللہ کے پاس تھے، جن کو ذرا مرتب کر لیا، ان ہی مسودات کے بعض اجزا حافظ قطیعی کے ہاں غرق ہو گئے، ان اجزا کے متعلق ابن الفوارس کہہ رہے ہیں کہ وہ محل نظر ہیں، اصطلاحات فن سے ناواقفی کی وجہ سے تمنا صاحب سمجھ نہیں سکے اور ترجمہ یہ کر ڈالا ''مسند کے بارے میں ان کے بعض اصول محل نظر ہیں'' اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ''ابن الفوارس پورے مسند ہی کو محل نظر ٹھیراتے ہیں'' حالانکہ سرے سے یہ بات ہی غلط ہے حقیقت وہی ہے، جو عرض کی گئی باقی رنگ آمیزی ہے جو اپنی بات کی بیچ میں کی گئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدوق لایشک فی سماعہ[1] ترجمہ گذر چکا۔

''قابلیت'' کا کرشمہ

یہ قول کنت شدید التنفیر الخ حافظ برقانی کا ہے اور برقانی ہی سے حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے، لیکن ہمارے تمنا صاحب اسے ذہبی کا قول قرار دیتے ہیں، یہ ہے ''قابلیت'' کا حال اور دیانت کا یہ حال ہے کہ ''لسان و میزان'' سے لفظ شدید التنفیر کھا گئے اور درانحالیکہ اصل مآخذ (خطیب ص ۴۷، جلد ۴) میں ''التنفیر'' (نفرت) کا لفظ ہے ہی نہیں، اس قابلیت و دیانت کے ساتھ یہ لوگ حفاظ حدیث کے منہ آتے ہیں۔

(ب) ان ہی غرق شدہ کتابوں میں مسند امام کا وہ نسخہ بھی لپیٹ میں آ گیا، جس پر امام عبداللہ سے سماع حاصل تھا اب انھوں نے یہ کام کیا کہ دوسرے ایک ایسے نسخے سے اپنا نسخہ مرتب کر لیا جس پر ان کا سماع نہیں تھا۔ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مسند کا اس وقت خاصا چرچا تھا۔ جب شہزادے تک امام عبداللہ سے مسند پڑھتے تھے۔ دوسرے لوگ بجوائے الناس علی دین ملوکھم کیوں نہ اس پر جان فدا کرتے ہوں گے حافظ قطیعی خود سینکڑوں کو پڑھا چکے تھے اور اس دور کے قاعدہ کے مطابق ان تلامذہ نے مسند کا نقل، ضبط، تصحیح و مقابلہ کیا ہی ہوگا۔ تاہم محدثین چونکہ بال کی کھال نکالتے تھے، اس لیے ان میں سے بعض پر یہ امر بھی گراں گزرا کہ وہ ایسا نہ کرتے تو بہتر تھا

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا!

تاریخ بغداد ص ۷۳، ج ۴ میں حافظ خطیب نے یہ قصہ بیان کیا ہے (اور خطیب ہی میزان و لسان کا ماخذ ہے) کان بعض کتبہ غرق فاستحدث نسخھا من کتاب لم یکن فیہ سماعہ فغمزہ الناس۔ پھر خود ہی لکھتے ہیں الا انا لم نر احد امتنع من الروایۃ عنہ و لا ترک الاحتجاج بہ حاصل اس کا یہی ہے کہ اس اظہار واقعہ کے انداز کی تنقید کے علاوہ جہاں تک ان پر اعتماد کا تعلق ہے وہ ان کو بھی تھا اور اس معمولی فروگذاشت کے سوا کوئی بھی الزام قطیعی پر ان کا نہیں تھا، خود حافظ برقانی (جو حافظ قطیعی کے محقق اور نقاد شاگرد ہیں) کتابوں کے غرق کا یہ قصہ بیان کرتے ہوئے بھی اس کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں غرقت قطعۃ من کتبہ فنسخھا من کتاب ذکروا انہ لم یکن من سماعہ فیہ فغمزوہ من اجل و الا فھو ثقہ[2]

حافظ ابن کثیر البدایہ ۲۹۳ ج ۱۱ میں لکھتے ہیں ثقۃ کثیر الحدیث .... ولم یمتنع احد من الروایۃ عنہ و لا التفتوا الی ما طعن علیہ بعضھم وتکلم فیہ بسبب غرق کتبہ حین غرقت القطیعۃ بالماء الاسود فاستحدث بعضھا من نسخ اخری و ھذا لیس بشیء لانھا تکون معارضۃ علی کتبہ التی غرقت اھ یعنی کتاب غرق ہو گئی تو کیا ہوا مصحح نسخہ سے دوسری نقل کر لی گئی جبھی کسی نے ان سے مسند وغیرہ کا روایت کرنا ترک نہیں کیا۔

---

[1] خطیب ص ۴۷، ج ۴
[2] خطیب، ص ۴۷، ج ۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر کی شہادت اور تمنا صاحب کی خیانت

پھر اسی لسان المیزان ص ۱۴۵ ج ا میں یہ بھی لکھا ہے: **کان سماع ابن المذهب منه قبل اختلاطه** اھ یعنی ابن المذہب نے قطیعی سے اختلاط سے قبل مسند کا سماع کیا تھا افسوس! تمنا صاحب لسان کی یہ عبارت بھی اُڑا گئے اور اپنے قارئین کو دھوکہ میں مبتلا رکھا۔

دھاندلی

عجیب بات ہے کہ معاصر و تلامذہ نے قطیعی کے متعلق دیانتداری سے ہر رائے ظاہر کر دی جتنی کی تھی، وہ بھی بتا دی اور ان کی عظمت کا بیان بھی کر دیا لیکن اس دھاندلی کا کوئی کیا کرے۔ کہ ان کی منصفانہ تنقید کو تو "جرح" قرار دے لیا اور توثیق و اعتماد کے متعلق کہہ دیا، کہ یہ:

"صرف مسند کا بھرم رکھنے کے لیے ہے۔ اس لیے (کہ) اگر ان کی توثیق نہ کی جاتی، تو پھر یہ ذخیرہ روایات کہیں کا بھی نہ رہتا۔"

(طلوعِ اسلام ص ۱۳، ۶/اگست ۱۹۵۵ء)

چہ خوب! ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ کوئی پوچھے۔ اس بھرم کی انھیں ضرورت ہی کیا تھی، کیا ان احادیث کا بیشتر حصہ ان حفاظ میں متداول نہیں تھا علاوہ ازیں آپ کے پاس کون سا ایسا آلہ ہے، جس کو لگا کر آپ نے ایک ہزار سال بعد معلوم کر لیا کہ "یہ سب شیعی سازش کا کھیل ہے" اور اس زمانے کے سب محققین گھاس کاٹتے رہے اور ان کو سازش کا پتہ ہی نہ چل سکا، سچ ہے **اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ!**

جان کی امان پاؤں تو عرض کروں، جن لوگوں کی توثیق صدیوں سے نقادانِ فن کرتے چلے آئے ہیں، ان پر آپ حرف گیری کرنے والے کون ہوتے ہیں۔

ایاز! قدر خود بشناس!

ابن المذہب

(۱۴) علامہ ابوالحسن بن علی بن محمد الواعظ البغدادی المشہور بہ "ابن المذہب" کے متعلق تمنا صاحب نے جو طول طویل لکھا ہے، وہ ان کی قابلیت اور دیانت کا پورا پورا مظہر ہے۔ "میزان ولسان" کی عبارتوں تک کے ترجمے غلط کیے ہیں، ان کو اب تک غالباً اتنا پتہ نہیں کہ اس بارے میں حافظ خطیب کی تاریخ امام ذہبی کا ماخذ ہے، وہ نہیں سمجھ سکے کہ حافظ ذہبی کا اپنا کلام کون سا ہے اور خطیب کا کون سا! جیسا کہ قطیعی کے بارے میں برقانی کے قول کو ذہبی کا کلام خیال کر بیٹھے، کما تقدم، ظاہر ہے غلط بنیاد پر غلط ہی نتیجہ نکلتا ہے، خصوصاً جب کہ ارادہ بھی فاسد ہو ع

تا ثریا مے رود دیوار کج!

سنیے! (ا) جہاں تک مسند احمد کے مستند ہونے کا تعلق ہے، حافظ خطیب جن کو آپ بھی نقاد تسلیم کرتے ہیں، اس پر وہ مطمئن ہیں۔ ان کے کلام میں مشکوک ہونے کا اشارہ تک نہیں **کان یروی عن ابن مالک القطیعی مسند احمد باسرة و کان**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماعہ صحیحا ❶ یعنی ابن المذہب پوری مسند احمد حافظ قطیعی سے روایت کیا کرتے تھے اور ان کا سماع ہے بھی صحیح، اس کے بعد چند اجزا کے متعلق یہ ضرور کہا ہے کہ ''قطیعی سے ان کا سماع حاصل نہیں تھا اور انھوں نے مسموع کتاب کے ساتھ انھیں ملحق کر دیا تھا'' الا فی اجزاء فانه الحق فیها سماعه ❷ اس سے یہ کہاں لازم آیا، کہ پوری مسند پر انھوں نے کلہاڑا چلا دیا ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا!

(۲) حافظ ابوالحجاج مزی نے فرمایا ہے کہ صرف دو صحابیوں کی مسند کا سماع ان سے رہ گیا تھا، مسند فضالہ بن عبید و مسند عوف بن مالک الاشجعی ان ابن المذهب فاته علی القطیعی من المسند حدیث فضالة بن عبید و عوف بن مالک الاشجعی رضی الله عنهما و هما من مسند الشامیین رضی الله عنهم فان ذلک لیس عند ابن المذهب ❸ سو یہ دونوں مسندیں ان کو شامی علما سے حاصل ہو گئیں۔ بقول حافظ ابو موسیٰ ابن المدینی (جن کا ذکر گذر چکا ہے) مسند احمد میں سات سو صحابہ کی حدیث ہے، سات سو میں سے صرف دو چار صحابیوں کی مسند کا سماع ''ملحق'' ہو جائے تو اس سے ساری مسند کیسے ''جعلی'' ہو گئی۔

(۳) معلوم ہے حافظ ابن الجوزی تنقید میں سخت ہیں، لیکن خطیب کی اس رائے کو وہ بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے فرماتے ہیں: لیس هذا بقادح ❹ یعنی یہ کوئی قدح والی بات نہیں، حافظ ابن کثیر جیسے محقق کا ''ابن المذہب'' پر ریمارکس یہ ہے کان دینا خیرا یعنی متدین اور اچھے آدمی تھے۔ ❺ حافظ ذہبی نے فرمایا ہے صدوق لیس بمتهم ❻ یعنی وہ سچے ہیں اور ان پر کوئی الزام نہیں ہے، آپ کے شاگرد حافظ ابن خیرون اسی مسند اور کتاب الزہد کو ان سے روایت کرتے ہیں (جیسا کہ لسان سے ذکر ہو چکا ہے) جس سے معلوم ہوا کہ ابن المذہب کے ہم عصروں اور شاگردوں کو ان پر کوئی شک نہیں گزرتا تھا اور وہ برابر ان سے مسند وغیرہ روایت کرتے تھے اور آپ ہیں کہ ''شیعی سازش'' کے سوا آپ کو کچھ نظر ہی نہیں آتا و ذلکم و ظنکم الذی اردئکم

یہ بھی تمنا صاحب لکھتے ہیں:

''امام احمد کی کتاب الزہد دیکھ کر اس کی بھی روایت کرنے لگے'' (حوالہ مذکور)

یہ بھی غلط ہے، میزان اور لسان میں کوئی ایسی عبارت نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو علاوہ ازیں خطیب خود کتاب الزہد سے روایات نقل کرتے ہیں ❼ اور ابن الندیم نے کتاب الزہد کو امام احمد کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ ❽

(۵) حافظ ابن المذہب پر جرح کے جوش میں تمنا صاحب نے میزان و لسان کی عبارتوں کے ترجمہ کرتے عجیب ٹھوکریں کھائی ہیں، یا عمداً مغالطہ دیا ہے، اس کی ذرا تفصیل ہو جائے تو مناسب ہے، مقالہ طویل ہوتا جا رہا ہے، قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔

تین واقعے میزان الاعتدال میں (اور اس سے ماخوذ لسان میں) ابن المذہب سے متعلق حافظ خطیب سے نقل کیے گئے ہیں۔ ایک تو وہی جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ ''انھوں نے قطیعی سے غیر مسموعہ چند اجزا کو ان سے مسموعہ کتاب کے ساتھ ملحق کر لیا تھا''

---

❶ خطیب، ص ۳۹۰، ج ۷ ❷ لسان المیزان، ص ۲۳۶، ج ۲ ❸ المصعد الاحمد، ص ۴۳
❹ البدایۃ، ص ۶۴، ج ۱۲ ❺ البدایۃ، ص ۶۴، جلد ۱۴ ❻ المصعد الاحمد، ص ۴۳
❼ المصعد الاحمد، ص ۳۳ ❽ الفہرست، ص ۳۲۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد خطیب کے اس قول پر ذہبی نے حافظ ابن نقطہ ❶ کا اعتراض نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ''خطیب کے لیے مناسب تھا کہ وہ غیر مسموعہ اجزا کی تعیین کر دیتے (تعیین نہ کرنا اس امر کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ ان کے نزدیک بھی یقینی نہیں) پھر لکھا ہے اگر ان کو الحاق کی عادت ہوتی تو وہ مسند فضالہ بن عبید وغیرہ کو بھی ملحق کر دیتے'' اصل عبارت یہ ہے قال ابن نقطة قول الخطيب كان سماعه صحيحا الا في اجزاء فلم ينبه الخطيب عنها ولو فعل لاتى بالفائدة وقد ذكرنا ان مسندى فضالة بن عبيد و عوف بن مالك لم يكونا في كتاب ابن المذهب و كذلك احاديث من مسند جابر لم توجد في نسخة رواها الحرانى عن القطيعي ولو كان الرجل يلحق اسمه كمازعم الخطيب لالحق ما ذكرناه ايضا ❷

تمنا صاحب نے اس عبارت کا جو ترجمہ کیا وہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

''حافظ ابن حجر امام ذہبی کا معترفانہ اعتراض نقل کرتے ہیں کہ جب ایک شخص بقول خطیب کسی کتاب کی روایت کے سلسلہ میں اپنا نام جوڑ سکتا ہے۔ تو یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یعنی مسند فضالہ و مسند عوف اور مسند جابر میں چند احادیث کا الحاق بھی اپنی طرف سے کر لیا ہوگا'' (طلوع اسلام ص ۱۲، ۶/ اگست ۱۹۵۵ء)

دیکھا آپ نے! حافظ ابن نقطہ کے قول کو (جو اعتراض کی تردید تھا) ذہبی کا اعتراض بنا ڈالا! پھر بناء فاسد علی الفاسد حافظ ابن حجر کی یہ ''معترفانہ'' نقل ہوگئی! اور ''اپنا نام جوڑ سکتا ہے'' اپنی طرف سے بڑھا لیا اور ''اگر ان کو عادت ہوتی تو الحاق کر لیتے'' کو ''الحاق اپنی طرف سے کر لیا ہوگا'' سے بدل دیا۔

جو چاہے آپ کا ''قلم'' کرشمہ ساز کرے

ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

دوسری بات یہ نقل کی گئی ہے کہ حافظ خطیب نے اپنے استاذ ابن المذہب کی بابت ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ہم سے بواسطہ دارقطنی، وراق، ابوعمر بن مہدی، محاملی سے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے عرض کیا ابن مہدی کے ہاں یہ روایت نہیں تھی (اس پر) انھوں نے (اپنی کتاب سے) ابن مہدی کا نام کاٹ دیا۔

تیسری بات حافظ خطیب سے (میزان ولسان) میں یہ نقل کی گئی ہے کہ ''عام طور سے مجھ پر وہ حدیثیں پیش کیا کرتے تھے، جن کے اسنادی نام غیر منسوب ہوتے تھے، میں ان کے نسب بتا دیتا تھا، بعدہ وہ ان نسبتوں کو اصل مسند میں شامل کر دیتے تھے (اور محدثین کا عام احتیاطی اصول یہ ہے کہ وہ ان نسبتوں کو امتیازی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں) میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ مناسب نہیں ہے (احتیاط کے خلاف ہے) اس سے رُکے نہیں (اور مسامحۃ اسی طرح کرتے رہے) اصل عبارت یہ ہے:

قال الخطيب حدثنا (ابن المذهب) عن الدار قطني والوراق و ابى عمر بن مهدى عن المحاملى بحديث فقلت لم يكن هذا عند ابن مهدى فضرب على ابن مهدى. وقال كثير ما يعرض على

---

❶ حافظ ابوبکر محمد بن عبدالغنی البغدادی المتوفی ۶۲۹ھ فن حدیث میں بڑے پایہ کے محقق و مصنف تھے، ذہبی لکھتے ہیں هو الحافظ الامام المتقن المحدث (تذکرہ ۴/۱۳۸ نمبر ۱۱۳۳)

❷ لسان المیزان ۱/۲۳۶، ج ۲ و میزان الاعتدال ص ۲۰۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث فیها اسما غیر منسوبة فانسبهم فیلحق ذلک فی الاصل فانکر علیه ذلک و لا ینتهی ❶

حافظ خطیب کی عبارت ❷ جہاں سے حافظ ذہبی نے لیا ہے، درج ذیل ہے۔ محاملی والی پوری حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں

ھکذا حدثنیه ابن المذهب من لفظه فانکرته علیه و اعلمته ان هذا الحدیث لم یکن من ابی عمر بن مهدی فاخذ القلم و ضرب اسم ابن مهدی و کان کثیر یعرض علی احادیث فی اسانیدها اسماء قوم غیر منسوبین و یسألنی عنهم فاذکر له انسابهم فیلحقها فی تلک الاحادیث و یزیدها فی اصوله موصولة بالاسماء و کنت انکر علیه هذا الفعل فلا ینتهی عنه اھ

یہ عبارت اور اس سے ماخوذ میزان و لسان کی عبارت مع ترجمہ (جو اوپر دیا گیا ہے) پڑھیے اور اس کے ساتھ ہی "طلوعی علامہ" کی مندرجہ تحت تحریر دیکھئے (خصوصاً خط کشیدہ) اور ان حضرات کی "دیانت" اور "علامیت" کی داد دیجیے:

"ابن حجر لکھتے ہیں خطیب بغدادی نے یہ بھی بیان کیا کہ ابن المذہب نے ہم لوگوں سے بواسطہ دارقطنی و وراق وابوعمر بن مہدی ایک مرتبہ ایک حدیث محاملی سے بیان کی، تو میں نے کہا کہ یہ حدیث تو ابوعمر بن مہدی کے پاس نہ تھی، تو ابن مذہب نے ابن مہدی کے نام پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا بہتیری حدیثیں میرے سامنے پیش کی جاتی ہیں، جن میں نام غیر منسوب ہوتے ہیں، تو میں ان کو اپنی طرف سے منسوب کر لیا کرتا ہوں اس طرح اصل روایت میں وہ نسبت ملحق ہو جایا کرتی ہے اتنا کہہ کر ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن مذہب کے ہم عصر ان کی ان حرکتوں کو بہت ناپسند کرتے تھے، مگر یہ کبھی ان حرکتوں سے باز نہ آئے (طلوع اسلام، حوالہ مذکور)

فرمایئے! اس "ترجمانی" کو کوئی بھی مناسبت ہے حافظ خطیب کے مندرجہ بالا کلام سے؟

چہ دلا ور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

(۶) حافظ خطیب کے ان خیالات سے حافظ ابن الجوزی اور حافظ ابن کثیر نے اختلاف کیا ہے۔ البدایہ ص ۹۴ ج ۱۲ میں ابن الجوزی سے نقل کیا گیا ہے۔ وقد عاب علیه الخطیب اشیاء لا حاجة الیها اھ خطیب نے بے ضرورت ان پر نقطہ چینی کی ہے۔ تاہم حافظ ذہبی نے اس سے قدرے اثر قبول کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: الظاهر من ابن المذهب انه شیخ لیس بمتقن و کذلک شیخه ابن مالک و من ثم وقع فی المسند اشیاء غیر محکمة المتن و الاسناد (میزان) یعنی (خطیب کا) ظاہر یہ (مطلب معلوم ہوتا) ہے کہ ان دونوں استاذ و شاگرد کے "ضبط" (باصطلاح محدثین) کا پہلو کمزور ہے جس کی وجہ سے مسند کے اسناد اور متون میں چند چیزیں "غیر محکم" آ گئی ہیں، لیکن کہاں ذہبی کی یہ بات اور کہاں تمنا صاحب کا یہ "فرمان" کہ مسند کے بنانے والے

"سب کے سب شیعہ ہی تھے مگر اہل سنت بنے ہوئے عبداللہ بن احمد کی وفات کے بعد اپنی پارٹی کی جھوٹی سچی جمع کردہ روایات کو یک جا کر کے پورا ذخیرہ حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی لکھ لکھ کر مرتب کر ڈالا" (طلوع اسلام، ۲۰ راگست ۱۹۵۵ء)

آپ ہی انصاف فرمایئے! حافظ خطیب و حافظ ذہبی کے ان اقوال کو جو فن تحقیق کے قبیل سے ہیں اتنے بڑے دعویٰ کے لیے استشہاد میں لانا اپنی پوزیشن کمزور ہونے کا اعتراف نہیں کیا تو کیا ہے، عجیب بات ہے "چند حدیث کے غیر محکم الاسناد والمتن"

---

❶ لسان ص ۲۴۷، ج ۲ ❷ تاریخ بغداد، ص ۳۹۱، ج ۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ہونے سے ساری مسند "شیعی سازش" کا نتیجہ ہوگئی۔

جناب عالی! حافظ ذہبی وغیرہ کی آرا ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہ اہل سنت وحدیث کا یہ دعویٰ ہے ہی نہیں کہ مسند اعظم امام احمد سنداً ومتناً صحیح احادیث پر مشتمل کتاب ہے، بلکہ وہ صحت وضعف جانچنے کے بعد ہی اس کی احادیث کو استدلال کے قابل سمجھتے ہیں۔

(۷) ابن المذہب میں کچھ کمزوری مان بھی لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فقیر ثابت کر چکا ہے کہ حافظ قطیعی سے بڑے بڑے ائمہ حدیث مسند کو روایت کرتے ہیں مثلاً امام ابونعیم مصنف حلیۃ الاولیا، امام حاکم صاحب مستدرک وغیرہ، حافظ ابوعلی الصواف، حافظ ابومحمد الجوہری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ

ہنرش نیز بگو

تمنا صاحب کی بڑی "نوازش" ہے جو انھوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ "مسند امام شافعی ومسند امام ابوحنیفہ کی جمع وتالیف کسی خاص اجتماعی سازش کے ماتحت نہ تھی (طلوع اسلام ص ۱۱، مؤرخہ ۶/ اگست ۱۹۵۵ء)

مطلب یہ کہ صحیح احادیث کا مجموعہ صحیح بخاری اور بڑا ذخیرہ حدیث "مسند اعظم امام احمد" عجمی اور شیعی سازش" کی مرہونِ منت ہیں اور مسانید شافعی وابی حنیفہ بڑی معتمد ومقدس!

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کند
تاہم عمرت دراز باد ایں ہم غنیمت است

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمارے ان کرم فرماؤں کو راہِ راست پر لائے، قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و سلم تسلیما کثیرا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ انکارِ حدیث کا عقلی اور تاریخی تجزیہ

از: مولانا محمد علی قصوری، ایم اے کینٹب

مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قصور ہی میں حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے نمایاں حیثیت سے بی اے میں کامیاب ہوئے۔ بی اے کر کے کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ریاضی میں اوّل رہے۔ تین سال کے بعد ۱۹۱۴ء میں واپس ہندوستان آئے۔ یہ زمانہ بڑا نازک تھا اور جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں نے انگریز کے خلاف پر امن جنگ کا ایک محاذ قائم کر رکھا تھا۔ افغانستان کے حالات بھی سیاسی اعتبار سے بہت خراب تھے۔ ان حالات میں ان کی ملاقات افغانستان کے ایک جلاوطن لیڈر ڈاکٹر عبدالغنی سے ہوگئی۔ ان کی کوششوں سے یہ ''کابل حبیبیہ کالج'' کے پرنسپل مقرر ہوگئے۔ ایک سال وہاں رہے تھے کہ افغانستان میں ان کے خلاف مخالفت کی ایک لہر دوڑ گئی اور انھیں افغانستان کی سرحدوں سے باہر نکال دیا گیا۔ ادھر ہندوستان میں بھی ان کا داخلہ بند تھا۔ یہ مجاہدانہ طبیعت کے مالک تو تھے ہی بنابریں چمرقند کے مجاہدین میں چلے گئے۔ وہاں انگریز کے خلاف باقاعدہ دست بدست جنگ کی طرح ڈال دی۔ اس زمانے میں پنجاب کا گورنر سر مائیکل اوڈوائر تھا۔ اس نے تین سال کے بعد ان پر سے ہندوستان میں داخلہ کی پابندیاں ختم کیں۔ ہندوستان میں آکر انھوں نے ایک طرف سیاسی جماعتوں سے مل کر کام کیا۔ دوسری طرف مدراس اور بمبئی وغیرہ میں بہت بڑے پیمانہ پر کاروبار شروع کر دیا۔ پونا وغیرہ میں یتیم خانے بھی کھولے جواب تک قائم ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں یہ واپس قصور آگئے۔ اب لاہور میں مقیم تھے اور کاروبار کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا لیکن افسوس کہ علم وتحقیق، اخلاص واخلاق اور مجاہدانہ تگ وتاز کا یہ پیکر ۱۳ر جنوری ۱۹۵۶ء کو ہمیشہ کے لیے اس دنیا کو خیر باد کہہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ مضمون انھوں نے جحیت حدیث نمبر کے لیے اپنی وفات سے چند روز پیشتر لکھ کر دیا تھا۔ آپ کی تالیفات میں قرآنی دعوت انقلاب، اللہ کی بادشاہت اور قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پانچ پاروں تک لکھا تھا۔

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآئَتْ مَصِيْرًا﴾ (سورۃ النساء:۱۱۵)

''اور جو کوئی رسول کو ایذا پہنچاتا ہے اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر اس کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے تو ہم اس کو اسی گمراہی کی طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف جانا چاہتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔''

ہم آج کل ایک عجیب انقلاب انگیز دور سے گذر رہے ہیں انسانی علم اور سائنس جن کا مقصد بنی نوع انسان کے دکھ کو دور کر کے اس قطعہ ارض کو جنت بنا دینا تھا، انسانی تباہی کے لیے وقف ہو چکے ہیں اور جس قدر موجودہ وسائل سفر نے دنیا کے مختلف ممالک کو ایک کر دیا ہے اسی قدر انسانی قلوب ایک دوسرے سے زیادہ دور ہٹ رہے ہیں قصہ مختصر دنیا دو بڑے گروہوں میں بٹ چکی ہے ایک طرف امریکا، انگلستان، فرانس اور ان کے حلیف اور دوسری طرف روس، یورپ، چین اور ان کے حلیف، دونوں ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے لیے خم ٹھونک کر میدان میں اتر چکے ہیں اور دنیا ایک سرد جنگ (Cold War) کا نظارہ حیرت اور افسوس کے ساتھ کر رہی ہے اس وقت بنی نوع انسان ان دونوں کی ٹکر میں اپنی کامل تباہی پر خون کے آنسو بہا رہے ہیں دنیا کے مفکرین اس پیچ و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاب میں ہیں کہ کس طرح اس ہولناک تصادم کو روکا جائے کیونکہ حکیم آئن سٹائن، برٹرینڈ رسل، کول اور دوسرے مبصرین کا خیال ہے کہ اگر ایٹمی جنگ شروع ہوگئی تو انگلستان جیسا ملک تیں گھنٹے میں تختہ دنیا سے نیست و نابود ہوجائے گا اور نیویارک، واشنگٹن، شکاگو اور امریکا کے دوسرے بڑے بڑے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی کا نمونہ پیش کریں گے اس لیے انگلستان کے سابق وزیر اعظم سر ونسٹن چرچل نے عنان حکومت چھوڑنے سے قبل اعلان کیا کہ اگر جنگ چھڑ گئی تو بلا تامل ہائیڈروجن بم استعمال کریں گے۔ اور روس اور چین کو اس امر کا موقع نہیں دیں گے کہ وہ ہم پر وار کرے کیونکہ جیت اسی فریق کی ہوگی جو سب سے پہلے دشمن کے گھر میں تباہی کا پیغام پہنچائے گا۔

ظاہر ہے کہ انسانی دماغ اس ہولناک تباہی کو روکنے کے لیے غلطاں و پیچاں ہے چنانچہ بعض بڑے بڑے کمیونسٹ مصنف بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان کو اس یقینی تباہی سے بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ایک خدا کا دامن تھام کر تمام بنی نوع انسان کو ایک رشتہ اُخوت میں منسلک کیا جائے چنانچہ ہیرلڈ لاسکی نے مرنے سے پہلے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ انسان کو اس یقینی تباہی سے صرف ایمان بچا سکتا ہے، کول جو انگلستان کا بہت مشہور کمیونسٹ مصنف تھا۔ اب پھر مذہب کی طرف آ گیا ہے اور اس کا خیال ہے یہ مذہب ہی انسان کو اس تباہی سے بچا سکتا ہے۔ لندن بی بی سی نے اس خیال کی تائید میں ایک مہم شروع کر رکھی ہے جس کا عنوان ہے (انسان خدا کی تلاش میں ہے) جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ وہ بتلائیں کہ ان کا مذہب کیونکر انسان کو اس تباہی سے بچا سکتا ہے۔

اس ضمن میں مختلف مذاہب کے نمائندے میدان میں اُترے ہیں۔ سب سے زیادہ قابل وکیل تو عیسائیت ہندو مذہب اور بدھ مذہب کو میسر آئے ہیں لیکن اسلام کو اب تک کوئی ایسا قابل وکیل نہ ملا جو دنیائے مغرب کو یہ بتلا سکتا کہ درحقیقت تمام مذاہب کا نچوڑ اور انسانیت کی معراج اسلام ہے نظیری نے کیا خوب کہا ہے ؏

زکوئے عجز نظیری سر نیاز مکش

بہر در کہ در آئند انتہا ایں جا است

اسی لیے اسلام نے اعلان کیا کہ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے، چنانچہ عیسائی اور ہندو مذہبی مفکرین یہ اچھی طرح سے سمجھ چکے ہیں کہ اسلام کے مقابلے میں ان کی دال نہیں گل سکتی۔

وہ یہ اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ جب تک موجودہ مسلمانوں پر اسلام کو قیاس کیا جائے گا اور اسلام کی صحیح تصویر اہل فکر کے سامنے نہیں آئے گی اس وقت تک عیسائیت اور دوسرے مذاہب اپنی دوکان چمکا سکتے ہیں۔ اس لیے ان کی کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ اسلام کو تاریک سے تاریک تر دکھایا جائے تاکہ دنیا اسلام کی روشنی سے منور نہ ہو سکے دراصل بقول علامہ جمال الدین افغانی مرحوم ہم مسلمان ہی اسلام کی اشاعت میں سب سے بڑا روڑا ہیں۔

درحقیقت اننان (فرانسیسی مصنف) نے یہ صحیح کہا کہ جب ہم قرآن کو اور محمد رسول ﷺ کی سیرت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین ہوجاتا ہے کہ بنی نوع انسان کے لیے اسلام سے بہتر کوئی دین (زندگی کا راستہ) نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں اسی لیے دشمنانِ اسلام کی سب سے پہلی کوشش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی رہی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سیادت سے انکار کریں اور آپ کی درخشاں سیرت کو شکوک و شبہات سے تاریک کر دیں۔ اس میں ان کو ہمیشہ منافق مسلمانوں کی حمایت حاصل رہی ہے چنانچہ ایک طرف پیغمبر ﷺ کے خلاف جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ دوسری طرف وضاعین و مکذبین و منکرین حدیث کے فتنہ نے سر اُٹھایا پہلے سلسلہ کے متعلق ہمیں ایک مسلسل سلسلہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ملتا ہے جو سجاح، مسیلمہ کذاب وغیرہ سے شروع ہو کر عراق میں حسن بن صباح کی تحریک کی صورت میں نمودار ہوا اور ایران میں محمد علی باب اور بہاء اللہ کے روپ میں ظاہر ہوا اور بالآخر ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی صورت میں فتنہ اور فساد کا موجب بنا، یہاں یہ اس تاریخی حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ ان تمام تحریکوں کی تہہ میں دشمنانِ اسلام اور کفار و منافقین کا ہاتھ تھا چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی انگریزوں کی پشت پناہی نصیب ہوئی اسی طرح مؤخر الذکر فتنے کو بھی منافقوں کی ہی سرپرستی نصیب ہوئی۔ ان تمام فتنوں کی سرکوبی ہمیشہ سنت رسول ﷺ نے کی کیونکہ سنت رسول ﷺ ہی وہ کسوٹی تھی جس نے مسلمان مفکرین کے ہاتھ میں قرآن حکیم کی ترجمانی کا صحیح معیار دیا۔

اسی لیے تیسری قسم کا فتنہ جس نے اسلام کو بیخ و بن سے ہلانے کی کوشش کی شیعیت کا فتنہ تھا۔ شیعیت دراصل مسخ شدہ عیسائیت کی ایک شاخ ہے جو اسلامی ثقافت کو فنا کرنے اور حضرت عمرؓ کی ذات بابرکات سے ایرانی حکومت کی تباہی کا بدلہ لینے کے لیے وجود میں آئی اس فتنہ کی سرکوبی بھی حدیث نے کی اسی لیے ابتدائے کار سے شیعہ لیڈروں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنا ایک الگ ذخیرہ روایات کا گھڑ لیا تاکہ اس کو بطورِ سنت رسول ﷺ پیش کر کے اپنے عقائد باطلہ کی تائید کر سکیں، قصہ مختصر یہ کہ اسلام کے ہر پُر آشوب زمانہ میں سنت رسول ہی وہ روشن چراغ رہی ہے جس نے قرآن کو بازیچہ اطفال بننے سے بچایا اور مسلمانوں کو تفرقے اور تشدد سے نجات دلائی۔

ہمیں یہاں ان فتنوں سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں مگر ہم اتنا ضرور بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان تمام فتنوں کی تہہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا ہاتھ تھا اور انھوں نے مسلمان منافقین کو اپنا آلہ کار بنایا۔

﴿ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ﴾ (الانعام: ۱۲۱)

ترجمہ: ''شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم مسلمانوں سے بحث جدالی کریں۔''

دراصل اسلام ہمیشہ اپنے مخالفوں سے برسرپیکار رہا ہے اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اور یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمان منافقین کی مدد سے ہمیشہ اسلام کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے چنانچہ تاریخ کے ہر دور میں ان کی یہ کوشش نمایاں ہے۔ یہ تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ فتنہ تاتار میں ہلاکو کارفرما تھا لیکن شاید یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ ہلاکو کی یلغار کی تہہ میں عیسائی ہاتھ اور مسلمان منافقین کی کوششیں کارفرما تھیں۔ مغرب کی اس اسلام دشمنی کا ایک مظاہرہ اندلس میں ہوا۔ دوسرا ترکی اور مصر میں ہوا تیسرا ہندوستان میں ہوا، چنانچہ پاپائے روم کے خلاف عیسائیوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو اس نے مغربی اقوام کو صلیبی لڑائیوں پر اُبھارا صلیبی لڑائیوں کے بعد جس میں مغربی اقوام کو نہایت سخت شکست اُٹھانی پڑی۔ مغربی ممالک کو اسلام سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا اور انھوں نے ہر ممکن کوشش اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمان ممالک کو کچلنے کی کی۔ بدقسمتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مسلمان ممالک کے بہت سے بادشاہ خود مختار، عیاش، بدچلن اور اوباش تھے جس سے عیسائیوں کو انھیں رشوت دینے اور مسلمانوں کے معاشرہ کو تباہ کرنے میں بہت مدد ملی اور یہ کوششیں اس قدر کامیاب ہوئیں کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا اور بعض نہایت مخلص بادشاہ اور لیڈر مسلمان منافقین کی غداری کا شکار ہوگئے۔ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی تباہی، سلاطین اودھ کی بربادی، سراج الدولہ سے غداری، ٹیپو سلطان سے بدعہدی اور آخر میں سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے جدال وقتال اور سید صاحب کے جانشینوں کے خلاف کذب وافترا کا طومار انگریزی سیاست کے چند ادنیٰ کرشمے ہیں پھر ترکوں کی حکومت کو پارا پارا کرنے، عرب کے حصے بخرے کرنے، ایران اور افغانستان کو زیر نگین کرنے مصر اور شمالی افریقہ میں اسلامی سلطنتوں کو مٹانے کے متعلق انگریزی اور مغربی ریشہ دوانیاں معلوم عوام ہیں۔

قصہ مختصر انگریزی سیاست نے پچھلی چند صدیوں میں ایسے ایسے گل کھلائے ہیں کہ اب بھی اگر کسی مسلمان سیاستدان کو انگریزوں کی خیر خواہی کا یقین ہو تو میں اسے فاترالعقل سمجھوں گا۔ اس لیے کہ جس تحریک کی بھی پشت پناہی انگریزوں نے کی ہے میں اس کو اسلام کے حق میں زہر ہلاہل سمجھتا ہوں ہندوستان میں مسلمانوں کی آخری جنگ آزادی یعنی حضرت سید احمد شہید مرحوم ومغفور اور مولانا شاہ اسماعیل شہید کی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے انگریزوں نے مختلف حربے استعمال کیے سب سے پہلے تو انگریزی سیاست نے سید صاحب کی تحریک کو بدنام کرنے کے لیے اسے وہابیت کا لقب دیا اور اس کے خلاف ایسے ایسے جھوٹ تراشے کہ قلم ان کے بیان سے عاجز ہے قادیانی کی تحریک بھی سید صاحب مرحوم کی مخالفت کا نتیجہ ہے انگریزوں کی سرپرستی میں اُٹھی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں میں تحریک جہاد کو فنا کر دیا جائے وہابیت کا قصہ نہایت منظم اور سوچے سمجھے ہوئے طریق سے شروع کیا گیا کیونکہ انگریز کا عمل تو

سکندر کے باشرقیاں حرب داشت

در خیمہ گویند در غرب داشت

کا رہا ہے انگریز اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو چھوٹتے ہی کتاب وسنت کے جادۂ مستقیم سے منحرف کرنا محال ہوگا۔ اس لیے شروع شروع میں اس نے مسلمان محدثین کی کوشش کی تعریف کی مگر وہابیوں کو تنگ نظری اور تعصب کا الزام دے کر منکر رسول ﷺ ٹھہرانا شروع کیا۔ انگریز مصنفین شروع شروع میں اس بات پر زور دیتے رہے کہ حدیث کا وجود مسلمان کی محبت رسول ﷺ کا بہترین ثبوت ہے لیکن کہیں کہیں اس تعریف میں یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا جاتا تھا کہ حدیث مسلمان معاشرے کی تعمیر میں کچھ بہت زیادہ مدد نہیں دے سکتی، انگریز کی سیاست بہت گہری ہوتی ہے اس لیے انھوں نے سیّد صاحب کی تحریک کو مٹانے اور مسلمانوں کے جوشِ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کے لیے یہ منصوبہ تیار کیا کہ شروع شروع میں مسلمانوں کو کتاب اور سنت سے تمسک کرتے رہنے سے روکنے کی بجائے انھیں آہستہ آہستہ ان چیزوں سے کاٹا جائے جو مسلمانوں کو مغرب کا غلام بننے سے روک سکتی ہیں۔

منصوبہ بنا کر انگریزوں نے پہلے پہلے تو مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ کو مزعومہ وہابیت سے بیزار کرنا چاہا اور کبھی وہابیوں کو کٹھ ملا اور کبھی جامد مقلد، کبھی دشمن رسول ﷺ کہنا شروع کیا اور یہ لکھنا شروع کیا کہ یہ لوگ حدیث رسول کے مطلب ومفہوم میں بہت تشدد برتتے ہیں، اکاذیب واباطیل کے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے گئے بدقسمتی سے چند مخلص اور ہوشمند مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں پھنس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ، انھوں نے اسلام کو مغربی سرمایہ داری کے سانچے میں فٹ کرنے کی کوشش کی اور کبھی سود کے جواز پر کبھی تعدد ازدواج کے خلاف اور کبھی وراثت کے قانون کے خلاف قلم اُٹھانا شروع کیا اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اسلام اور مغربی سرمایہ داری کے نظام میں کوئی تضاد نہیں لیکن وہ لوگ جانتے تھے کہ ان کی ان تاویلات کی تردید احادیث سے ہوتی ہے اس لیے شروع شروع میں انھوں نے حدیث کے متعلق ایسی تحریریں لکھنا شروع کیں جن سے حدیث کی قطعیت اور حجیت مشتبہ ہو جائے اور مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ آہستہ آہستہ مغربی سرمایہ داری نظام کی افضلیت کا قائل ہو جائے ، اس ضمن میں سرسیّد احمد مرحوم، مولانا چراغ علی مرحوم، جسٹس امیر علی مرحوم اور ان کے بعض رفقائے کار کے نام سامنے آتے ہیں ہمیں ان لوگوں کی دیانت اور صداقت اور اسلام دوستی میں کلام نہیں اور نہ ہم ان کی خدمات کی تحقیر ہی کرنا چاہتے ہیں ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ انگریزی زہر نے کس طرح ان بزرگوں کو بھی متاثر کر دیا۔

اس جماعت نے جہاں ایک طرف مسلمانوں میں علمی ادبی اور سیاسی بیداری پیدا کی وہاں انھوں نے مغربی نظام سے وابستگی بھی پیدا کر دی۔ اس ضمن میں مولانا چراغ علی مرحوم نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا ''اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام'' اس میں انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حدیث نبوی ایسی یقینی نہیں ہے جیسا کہ عام مسلمان خیال کرتے ہیں اور اس کی صحت اور حجیت بہت کچھ مشتبہ ہے انھوں نے اس کتاب کا ایک نسخہ بعض جرمن مستشرقین کو بھی بھیجا ان میں سے ایک نے جواب میں ایک طویل خط مولوی صاحب کو لکھا جس میں انھوں نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ مولوی صاحب اسلام کے سب سے زیادہ سنہری کارنامے کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں سوائے مسلمانوں کے کوئی قوم ایسا دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس نے اپنے نبی کی تاریخ کو ایسا محفوظ کیا کہ اس کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کے حالات قلم بند کر دیے۔ مسلمانوں کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ یہ مت سمجھئے کہ مغربی مستشرقین کی تعریف کچھ ہمارے لیے باعث مسرت ہے بلکہ یہ حدیث پر خفیہ وار کی ابتدا ہے اسی ضمن میں انگریزوں نے مسلمانوں میں روح جہاد فنا کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو چنا جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے متبعین کو انگریزوں کی دلی اطاعت کا حکم دیا چنانچہ مرزا صاحب نے انگریزوں کو اولی الامر قرار دے کر ان کی اطاعت کو فرض قرار دیا اور جہاد کو محض دفاعی ٹھہرایا۔

یہ ظاہر ہے کہ حدیث کی حجیت سے انکار کر کے اس کو ظنی اور غیر یقینی قرار دے کر انگریزوں نے اپنے منصوبہ کی ابتدا کی تھی اور یہ زہر کچھ اس طرح سے شکر میں لپیٹ کر مسلمانوں کو کھلایا گیا کہ مولانا شبلی مرحوم جیسا آدمی بھی اس سے مسموم ہو گیا۔ انھوں نے سیرۃ النبی کے دیباچے میں بہت سی ٹھوکریں کھائیں مگر ان کی آنکھیں جلد کھل گئیں کیونکہ ان کو یو پی کے گورنر مرجون ہیٹ نے بلا کر کہا کہ اگر آپ ندوی کے نصاب میں سورۃ الانفال، سورۂ توبہ، سورہ ممتحنہ اور سورۂ صف کو نکال دیں اور حدیث کو بھی درس کا لازمی جزو قرار نہ دیں تو گورنمنٹ انگریزی ندوی کو کم از کم ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی گرانٹ دینے کے لیے تیار ہے چنانچہ انھوں نے اپنے آخری خطوط میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے محدثین کے صحیح رتبے کو نہ پہچانا اور اگر وہ زندہ رہتے تو شاید ان کی آخری تحریریں بالکل کچھ اور ہی نقشہ پیش کرتیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب انگریزی منصوبہ اور رنگ لایا اور انگریزی سیاستدانوں نے عیسائی پادریوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے چند مسلمان علما کو پھانسا اور جس طرح انھوں نے وہابیت کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کے لیے چند عبدالدنیا مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اسی طرح اب انھوں نے خود حدیث کو غیر معتبر ٹھہرانے کے لیے چند مسلمان منافقین کو خرید لیا ان کے سرخیل عبداللہ چکڑالوی تھے ان کو عیسائیوں نے اس خدمت کے لیے چنا اور انھوں نے علانیہ حدیث کے خلاف پراپیگنڈا شروع کیا۔ انگریز پادریوں نے اس کو چٹھیاں لکھیں مالی مدد کے وعدے کیے اور ان سے کہا کہ آپ ایک نہایت اچھا کام کر رہے ہیں، عبداللہ چکڑالوی چونکہ انگریزی بالکل نہ جانتے تھے، اس لیے ان تمام خطوط کو ہمارے ایک دوست سے پڑھواتے تھے اور اگر کوشش کی جائے تو شاید ان سب خطوط کا سراغ مل جائے لیکن ہمارا مقصد یہاں یہ ثابت کرنا ہے کہ

سرایں فتنہ ز جائے ایست کہ من می بینم

دراصل فتنہ انکارِ حدیث کی تہہ میں انگریزی سیاست کا ہاتھ کام کر رہا ہے عبداللہ چکڑالوی کے بعد انگریزی سیاستدانوں کو چند سرکاری ملازمین مل گئے جو دہلی میں اس کام کو کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کی ہر قسم کی ہمت افزائی انگریزی گورنمنٹ نے کی انھوں نے ایک رسالہ بھی اسی مقصد کے لیے جاری کیا۔ اور اسے علامہ اقبال مرحوم کے نام معنون کیا، حالانکہ اگر اقبال مرحوم زندہ ہوتے تو وہ ان لوگوں کی دسیسہ کاریوں کو سب سے پہلے بے نقاب کرتے۔ علامہ نے کیا خوب کہا ہے:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ان میں سے اکثر اسلامی تاریخ اور فنِ حدیث سے بالکل کورے، عربی ادب اور شاعری سے ناآشنا، قرآن سے نابلد، صرف اُردو دیکھنے پر قدرت رکھتے ہیں کہیں مولانا آزاد کی پگڑی اُچھال کر، کہیں مولانا حسین احمد مدنی کو گالیاں دے کر، کہیں علامہ اقبال کے نام کی آڑ لے کر، کہیں محمد علی جناح کو بدنام کر کے انھوں نے اپنا کلیسانہ پراپیگنڈا شروع کیا۔ اب ان کے ساتھ وہ سادہ لوح مسلمان بھی شریک ہو گئے ہیں جو اسلام اور اشتراکیت کو مماثل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح سرسیّد کے زمانے میں تعلیم یافتہ طبقہ یہ خیال کرتا تھا کہ اسلام اور مغربی سرمایہ داری نظام میں کوئی تضاد نہیں، اسی طرح آج کل کے روشن خیال طبقہ میں یہ خیال پرورش پا رہا ہے کہ اسلام درحقیقت خدا کے عقیدے کے ساتھ اشتراکیت کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے ان مخالفین حدیث کو بہت سے حواری مل گئے کہ انگریزی خوان طبقہ جو اسلام سے بالکل نابلد تھا، ان کے پراپیگنڈے کا شکار ہو گیا۔ حدیث کے خلاف ان لوگوں کا مبلغ علم صرف وہ چند انگریزی کتابیں ہیں یا وہ مضامین جو پچھلے بیس سال سے مغربی مستشرقین حدیث کو بدنام کرنے کے لیے لکھ رہے ہیں اور ان لوگوں کی غلامانہ ذہنیت کی اس سے زیادہ بدیہی شہادت کیا ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ مارگولیتھ اور ان کے دارالکذب کے فیض یافتہ ہیں ان لوگوں میں ریسرچ کے معنی کذب و افترا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

یہ مغربی مستشرقین کے گراموفون ہیں

اس تمام پراپیگنڈا کی تہہ میں دراصل یہ جذبہ کارفرما ہے کہ مسلمانوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ ایمان بالرسالت سے مراد رسول کریم ﷺ کو مقتدر تسلیم کرنا نہیں اور رسول کا منصب، رسول کی اتھارٹی اور رسول کا اسوۂ حسنہ اور رسول کی سنت صرف وقتی چیزیں تھیں، غلام احمد قادیانی کی تحریک میں دراصل یہی جذبہ کارفرما ہے اور غلام احمد پرویز کی تحریک انکارِ حدیث میں بھی یہی چیز ہے۔ دونوں جماعتوں نے اپنے مغربی استادوں سے جھوٹا پراپیگنڈا کرنا اور کذب وافترا کے طومار باندھنا سیکھ لیا ہے اور یہ اپنے تئیں ماڈرن یا جدید مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ منکرین حدیث کے اکاذیب کا تو کوئی شمار نہیں

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حدیث کو بدنام کرنے کے لیے مسلمانوں کی ہر کمزوری حدیث کی طرف منسوب کی جاتی ہے مسلمانوں کے ہر تفرقے کا سبب ان کے خیال کے مطابق سنت ہی رہی ہے۔ سنت ہی نے بہتر فرقے پیدا کیے، سنت نے ملّا ازم کو ایسا ہی خطرناک بنا دیا ہے جیسا کہ اشترا کیت۔

ان حضرات کی تازہ ریسرچ بالکل ایسی ہی ہے جیسے امریکیوں، انگریزوں، فرانسیسیوں کی یہ ریسرچ کہ دنیا کی سیادت صرف گورے لوگوں کا حق ہے اور ایشیائی اور افریقی ممالک ابھی حکومت خود اختیاری کے اہل نہیں۔ یہ فریب زدہ منکرین حدیث اپنے ان سفید فام آقاؤں سے جھوٹا پروپیگنڈا خوب سیکھ چکے ہیں اور جو سلوک مغربی اقوام افریقہ میں یا ایشیا میں یا خود امریکا کے ملک میں حبشیوں سے جمہوریت کے نام پر کر رہے ہیں وہی سلوک یہ دشمنانِ اسلام حدیث کے ساتھ کرتے ہیں اگر اسلام کی تاریخ کا بغائر نظر مطالعہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ اسلام کی تاریخ میں سنت رسول ﷺ ہی نے ہر فتنہ کا دروازہ بند کیا اور فرقہ پرستی کو نابود کیا ہے۔ اس حقیقت کو شیعہ اربابِ فکر نے بھی تسلیم کیا ہے اور قرآن کی من مانی تاویل کرنے کے لیے انھوں نے محسوس کر لیا کہ جب تک وہ اپنی تاویلات کو حدیث سے ثابت نہیں کریں گے وہ مسلمانوں کے کسی طبقے میں مقبول نہیں ہو سکیں گے۔ چنانچہ اسی لیے انہوں نے اہل السنۃ والجماعت کے ذخیرہ حدیث سے انکار کر کے اپنا الگ ذخیرہ حدیث مدوّن کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قرآن کی کوئی تاویل حدیث کی تائید کے بغیر مسلمانوں میں مقبول نہیں ہو سکتی مگر اربابِ بصیرت جانتے ہیں کہ صحیح بخاری اور اصول الکافی میں کیا فرق ہے؟

یہ گمراہ مسلمان سیدھے سادھے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو جو مغربی نظام کو چھوڑنا بھی پسند نہیں کرتے اور اسلام کے لیبل کو اُتارنا بھی ان کے لیے دشوار ہے بعض دور از کار اور جھوٹی باتیں سنا کر گمراہ کرتے ہیں مثلاً یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلفائے راشدین معاذ اللہ حدیث سے متنفر تھے اور صرف قرآن کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا چاہتے تھے حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ صرف خلفائے راشدین بلکہ تمام صحابہ اور ائمہ تابعین اور ائمہ مجتہدین رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے فخر خیال کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول کہ اگر کوئی میرا فیصلہ تمھیں قولِ رسول ﷺ کے خلاف نظر آئے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو اور امام شافعیؒ کا یہ ارشاد کہ میرے قول کو رسول اللہ ﷺ کے قول کے مقابلہ میں رد کر دو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مسلمان ہمیشہ سنت رسول ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے والا وشیدا رہے ہیں۔ اگر ان حضرات سے پوچھا جائے کہ آپ کے پاس اس عجیب وغریب افترا کا کیا ثبوت ہے تو پہلے تو یہ دل بھر کر ملاّ ازم کو جس کا ان کے دماغ کے علاوہ کہیں وجود نہیں کوسیں گے اور پھر کہیں گے کہ یہ ملا مسلمانوں کو رجعت پسندی، گمراہی اور تاریکی کی طرف لے جا رہے ہیں اور ہم ماڈرن مفکرین مسلمانوں کو تجدید اور روشن خیالی کی دعوت دیتے ہیں حالانکہ اسلامی تحریک کا ہر ورق ان کے افترا کی تردید کر رہا ہے اور حقیقت یہ ہے خلفائے راشدین نے اسلام کے اجتماعی نظام کو قرآن کے ساتھ ساتھ سنت رسول ﷺ کی روشنی میں نافذ کیا۔ خلافت راشدہ نے کتاب اور سنت کے متفقہ اجماع کی وہ روشن مثال قائم کی جس کے متعلق مولانا حالی نے لکھا ہے:

تو اسلام کی وارث ایک قوم چھوڑی

زمانہ میں جس کی نظیریں ہیں تھوڑی

آزادیٔ رائے، خلیفہ پر بے روک ٹوک تنقید کا حق، رائے عامہ کا احترام، عدلیہ کی مکمل آزادی، شوریٰ اور جماعت مسلمین کی اقتصادی قوت لایموت اور ابتدائی ضرورتوں کی کفالت یہ سب ایسی حقیقتیں ہیں جن کی مثال اب تک تو کسی حکومت نے پیش نہیں کی۔ آئندہ کا خدا کو علم ہے بلکہ ہم پورے دعوے سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث نے قرآن کی ایسی تشریح کی کہ اس نے مذہب کو بالکل سائنٹفک بنا دیا اسی لیے مسلمانوں نے جہاں کہیں ٹھوکر کھائی اس کی تہہ میں سنت رسول ﷺ کا انحراف تھا نہ کہ اتباعِ سنت کا۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان جب بھی سنت رسول ﷺ سے انحراف کریں گے، سخت ٹھوکر کھائیں گے۔

قصہ مختصر حجیت حدیث سے انکار کرنے والے حضرات نہ صرف قوموں کی نفسیات کے ردوقبول سے ناواقف ہیں بلکہ مغرب کے اندھے مقلد اور مستشرقین کی سازش کا شکار ہیں۔ ان کے مسلک کی تردید کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی تحریریں زیادہ تر مغربی مستشرقین کے چبائے ہوئے نوالے ہیں سر سیّد احمد خاں اور ان کی جماعت نے اس وقت کی مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے مرعوب ہو کر اسلام کو مغربی مادیت کے سانچے میں فٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ان میں اخلاص، اسلام کی محبت، مسلمانوں کی خیر خواہی کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی۔ یہ موجودہ متجددین اسلام کے دشمن مذہب کی آڑ میں اشتراکیت کا پرچار کرنے والے اور نفسیاتی اور اخلاقی معیاروں کو پس پشت ڈالنے والے خود غرض دنیا پرست ہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اتمام حجت کے طور پر عقلی اور قرآنی شواہد سے ان کے مسلک کی تردید کریں اس کے لیے سب سے پہلے ہمارے سامنے وہ آیت آتی ہے جو ہم نے مضمون کے عنوان میں درج کی ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۱۵)

''جو شخص بھی ہدایت کی روشنی کے بعد رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتا ہے تو اسے ہم جس گمراہی کی طرف وہ بھٹک رہا ہے اسی راستے پر چلائیں گے اور اس کو دوزخ میں لے جائیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔''

اس ضمن میں سب سے پہلے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن بے شک ہدایت ہے لیکن اس ہدایت کی تبیین یا مکمل تشریح کس نے کی، کیونکہ صرف قرآن کو حجت اور سند ماننے والے یہ تو دعویٰ کر نہیں سکتے کہ اسلام صرف قرآن کے کلمات سے عبارت ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بقول مولانا روم:

اسمے پیچ بے مسمّٰی دیدہ ای
یاء وگاف ولام گل گل چیدہ ای

اس لیے اس کے ہر لفظ کا ایک مسمّٰی اور مفہوم ہے جس کا مقصد قوموں اور افراد کی سیرت کی تعمیر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تعمیر سیرت، عمل، اور اسوہ کی محتاج ہے، یہ لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ انسان کتاب سے زیادہ صاحب کتاب کے عمل اور کردار سے متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک امریکن مبصر لوتھراپ سٹارڈ لکھتا ہے کہ اسلام کی حیرت انگیز ترقی کا راز محمد رسول ﷺ کی عدیم المثال سیرت میں ہے۔ اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

کان خلقه القراٰن، ❶ ''آپ کا خلق قرآن تھا''

یعنی اگر کوئی شخص جیتا جاگتا، چلتا پھرتا زندہ قرآن دیکھنا چاہے اور یہ معلوم کرنا چاہے کہ اللہ تعالیٰ کس قسم کے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لے۔ اسی لیے آپ نے اپنے کردار کو بطور حجت کے پیش کیا ہے:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

میں قرآن کے نازل ہونے سے پہلے سالہا سال تم میں رہا ہوں تو کیا تمھیں اتنی بھی عقل نہیں۔ کہ جس شخص کا کریکٹر ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو جیسا کہ میرا ہے تو وہ خدا پر بہتان باندھ سکتا ہے، دراصل انسان نے اپنی تاریخ میں ہمیشہ مثال کو قول پر ترجیح دی ہے اور الفاظ کی قدر و قیمت کو اعمال و افعال کے ترازو میں تولا ہے اسی لیے قرآن حکیم نے بار بار اسوۂ حسنہ، رسول کی پیروی اور اتباعِ نبوی کی تلقین کی ہے۔ بالجملہ قرآن کی تبیین وتشریح کا حق صرف صاحب قرآن ہی کو پہنچتا ہے معاذ اللہ اس کو صرف ڈاکیہ سمجھ لینا انتہا درجہ کی جہالت اور ابلہ فریبی ہے۔

قرآن حکیم نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر:۹)

''ہم نے یہ قرآن نصیحت کے طور پر اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

کیا کوئی صاحب عقل وبصیرت اس حقیقت کو ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ مجرد الفاظ کی حفاظت کوئی معنی رکھتی ہے تاوقتیکہ الفاظ کا مفہوم محفوظ نہ رکھا جائے ورنہ قرآن اسم بے مسمّٰی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی ایک خصوصیت بیان فرمائی:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

''یعنی ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے، حکمت سے مراد وہ تشریح ہے جو حضور ﷺ نے قرآن حکیم کی عملاً کی۔ اسی کو سنت کہتے ہیں کہ اگر کتاب وحکمت کو ایک ہی مفہوم کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ تکرار ہوگا، اس لیے دونوں لفظ دو جدا جدا مفہوموں کو

---

❶ ابوداؤد رقم ۱۳۴۲، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ اللیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتے ہیں۔ اور یوں بھی ماہر تعلیم جانتے ہیں کہ موجودہ مدارس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ بچوں کی تعلیم کے لیے ایسے اساتذہ رکھے جائیں جو ان کے سامنے اچھے اخلاق اور کردار کا نمونہ پیش کر سکیں کیونکہ بچے غیر شعوری طور پر استاد کے کردار اور اس کے عمل سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدرسوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی اخلاقی حالت روز بروز گرتی جارہی ہے اور مغرب میں روبہ ترقی ہے۔ ظاہر ہے کہ قوموں کی تعمیر افراد اور اطفال کی تعمیر سے جدا گانہ نہیں ہوسکتی ہے۔

قرآنی الفاظ کے مفہوم کو متعین کرنے کے ضمن میں ہم یہاں یہ عرض کردینا چاہتے ہیں کہ ہر کتاب اور ہر علم کی چند مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں جن کے سمجھنے کے لیے صاحب کتاب کے ماحول اور زمانے کی لغت کا جاننا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ شیکسپیئر یا ملٹن کو لیجیے ایک شخص جس کی مادری زبان انگریزی نہیں ہے اور جو انگریزی ادب سے بھی ناواقف ہے اور شیکسپیئر کے زمانے کی انگریزی لغت کو بھی وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے وہ شیکسپیئر یا ملٹن کا مطلب کیا خاک سمجھے گا۔ اسی طرح جس شخص کو دین اسلام اور اس کے علوم کے ساتھ ادنیٰ مناسبت ہے، وہ یہ جانتا ہے کہ قرآن نے جو اصطلاحات مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور اس کے مناسک تقویٰ اور اس کے لوازم توحید وغیرہ استعمال کی ہیں ان کے معنی لغوی نہیں ہیں بلکہ یہ خاص قرآنی اصطلاحات ہیں جن کو جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنے عمل سے واضح کیا۔ اس لیے اگر آپ کے عمل یعنی سنت سے استفادہ نہ کیا جائے تو قرآن معاذ اللہ بازیچہ اطفال بن کر رہ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ صرف لغت اور کلام عرب سے اس کی تشریح کرنا چاہتے ہیں وہ اس قدر شدید گمراہی میں مبتلا ہیں۔

یہاں ہم ایک دلچسپ نکتہ بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خود کلام عرب اور لغت عرب جسے یہ لوگ بطور حجت کے قرآنی مفہوم کو متعین کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب روایت پر مبنی ہیں اور اگر ہم حدیث کی قوی روایت کو مسترد کرنے کے لیے تیار ہو جائیں تو پھر لغت عرب اور رسوم جاہلیت تو بالکل بے سند ہو کر رہ جاتے ہیں اور ان سے استدلال جہالت اور نادانی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اہل قرآن اسی لیے عجیب وغریب مشکلات میں مبتلا ہیں مثلاً ''نماز'' صلوٰۃ ہی کو لیجیے۔ صلوٰۃ ایک قرآنی اصطلاح ہے جس کے معنی ایک خاص عبادت کے ہیں جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ. (بخاری مسلم، ارواء الغلیل (۲۱۳)

''جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہوئے ویسے ہی نماز پڑھو۔''

اسی لیے قرآن نے صلوٰۃ کی تشریح نہیں کی اور تمام مسلمانوں نے یہاں تک کہ صحابہ کرام، اَجلہ تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاو محدثین سب نے صلوٰۃ سے وہی مفہوم لیا جو حضور ﷺ نے اپنے عمل سے پیش کیا تھا۔ اب یہ اہل قرآن اپنی حماقت سے کبھی تو تین نمازیں بتاتے ہیں کبھی التحیات سے انکار کرتے ہیں بلکہ سجدوں اور رکوعوں میں تسبیح سے گریز کرتے ہیں اور اپنے عمل سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ یہی لوگ ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کا صحیح مصداق ہیں کیونکہ یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ پیغمبر ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک کوئی جماعت مومنین کی پیدا نہیں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس کا وہ راستہ نہیں تھا جس کا پتہ ہمیں حدیث سے ملتا ہے۔ دراصل یہ ان لوگوں کی اصولی غلطی ہے یہ اپنی چودہ سوسالہ تاریخ کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔ نفسیات کے جاننے والوں کو یہ معلوم ہے کہ کوئی قوم جو اپنی تاریخی روایات سے قطع تعلق کرتی ہو وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ و مذہب سے تعلق قطع کر اسکول جا
چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

بالآخر ہم اس امر کے اظہار پر مجبور ہیں کہ یہ منکرین حدیث جو اسلامی تاریخ اور اسلامی روایات کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور عجیب عجیب احمقانہ استدلال پیش کرتے ہیں، اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ صرف قرآن ہی حجت نہیں بلکہ صاحب قرآن بھی حجت ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم محض عربی الفاظ کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص مفہوم اور معنے پر دلالت کرتا ہے گویا یوں سمجھئے کہ قرآن حکیم ایک کتاب ہے لیکن رسول کریم ﷺ چلتا پھرتا قرآن ہیں۔ اس عظیم الشان انسان کا اپنا عمل قرآن کی تفسیر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم دیا ہے اور یہ بات قرین عقل بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ تیئیس (۲۳) سال میں قرآن حکیم کو عربی زبان میں نازل فرماتا اور حکم یہ دیتا ہے کہ اس عربی کلام کو بعض جاہل عجمی رسول کریم ﷺ سے بھی زیادہ اچھا سمجھیں گے اور بجائے نبی کے وہ ہم کو دینِ پرویز کے اتباع کا حکم دیتا درحقیقت ایسا سمجھنا قرآن کے انکار کے مترادف ہے اور خدا کی ربوبیت سے کفر کا ہم معنی ہے۔ یہ لوگ رسول کریم ﷺ کی اہمیت سے انکار کر کے دراصل خدا کی خدائی سے انکار کرتے ہیں۔ اسی لیے اقبال نے کہا ہے ؎

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر با او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر نبوت کو محض چٹھی رساں سمجھ لیا جائے تو ابوجہل اور ابولہب اور منکرین حدیث کے عقائد میں کوئی خاص فرق نہیں اور قرآن حکیم محض بازیچہ اطفال بن جائے گا جسے یہ دشمن اسلام جس طرح چاہیں توڑ ڈالے۔ یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا ہے لیکن ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ منکرین حدیث باوجود اطاعت قرآن کے ادعا کے حقیقتِ قرآن سے منکر ہیں اور جیسا کہ اوپر لکھ آئے ہیں اس امر میں بھی یہ لوگ مغربی مصنّفین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور انکارِ حدیث کی آڑ میں درحقیقت انکارِ قرآن کے فتنہ کا دروازہ کھول رہے ہیں۔ چنانچہ ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود قرآن نے صاحب قرآن کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ ان باطل پرستوں کی پرزور تردید کرتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (سورۃ النجم:۳-۴)

''یہ پیغمبر اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف وہی کہتا ہے جس کا اللہ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے۔''

گویا حدیث رسول ﷺ بھی وحی غیر متلو کا حکم رکھتی ہے، چنانچہ ایک بہت بڑے صحابی سے جو حضور ﷺ کی زندگی میں احادیث لکھ لیا کرتے تھے، کسی نے کہا بھائی محمد ﷺ بھی تو ایک انسان ہے، کبھی غصے میں ہوتا ہے کبھی طیش میں، اس لیے ان اوقات میں ممکن ہے کہ اس کی زبان سے بعض ایسے کلمات نکل جائیں جو لکھنے کے قابل نہ ہوں آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نہیں میرے ہونٹوں سے سوائے حق کے کوئی بات نہیں نکل سکتی تم بے شک سب کچھ لکھ لیا کرو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت معمولی انسان کی نہیں ہے کہ اس کے اقوال کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔

یہ لوگ جو نبی کی حیثیت معاذ اللہ محض ایک چھٹی رساں کی قرار دیتے ہیں اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ نبی کا کام اللہ کے احکام کا پہنچانا ہی نہ تھا بلکہ ان الفاظ کا صحیح مفہوم ومنطوق سامعین کے ذہن نشین کرا کے خود اس کی کھلی تصویر لوگوں کے سامنے پیش کرنا بھی تھا، اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

وکان خلقه القرآن

یعنی آپ ﷺ مجسم قرآن تھے اور اگر کوئی شخص قرآن کے معنی معین کرنا چاہے تو وہ حضور ﷺ کو دیکھ لے اسی لیے ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

(سورۃ آل عمران:۳۱)

ترجمہ ''اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔''

گویا اللہ کی محبت جو دین کا مدعا و منتہا ہے بغیر رسول کے اتباع کے حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور نہ گناہوں کی معافی بغیر اطاعتِ رسول کے ممکن ہے یعنی اصل دین اطاعتِ رسول ﷺ کے مترادف ٹھہرا۔

اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ اطاعتِ رسول ﷺ کا مفہوم کیا ہے کیا منکرین حدیث بتائیں گے کہ اگر اطاعتِ رسول، رسول ﷺ کے احکام، آپ ﷺ کے عمل اور آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنا نہیں ہے تو پھر اطاعت کے معنی کیا ہوئے؟ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ قرآن حکیم نے منکرین حدیث کو اپنے من مانے معنی کرنے کی جگہ نہیں چھوڑی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورۃ الحشر:۷)

''اور جو کچھ رسول ﷺ تم کو دے دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو منع کرے، اس سے رُک جاؤ۔''

یہی نہیں بلکہ قرآن اطاعتِ رسول کے معنی میں اور بھی زیادہ وضاحت کرتا ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (سورۃ النساء:۶۵)

''تیرے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ہرگز نہیں مومن کہلا سکتے جب تک تم کو اپنے تمام اختلافات میں حکم تسلیم نہ کریں پھر تمہارے فیصلے کے خلاف اپنے دلوں کی گہرائیوں میں بھی مخالفت کا کوئی شائبہ محسوس نہ کریں۔''

ظاہر ہے کہ یہ آیت صرف ان لوگوں کے لیے نہیں اُتری تھی کہ جو رسول اللہ ﷺ کے وقت موجود تھے بلکہ یہ ابدالآباد تک کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے واجب التسلیم ہے۔ اس آیت نے اس امر پر بھی مہر کردی، تا قیامِ قیامت خود قرآن کے بارے میں جتنے بھی اختلافات ہوں گے، حدیث کا فیصلہ ان کے لیے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر مسلمان حدیث کے فیصلے کے خلاف کوئی خلش محسوس کریں تو یہ ان کے ایمان کا قصور ہے، اسی لیے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (سورۃ النساء:۸۰)

''اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۶)

''کسی مومن مرد یا عورت کے یہ شایاں نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو انھیں اپنے کام میں (کچھ) اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ صریحاً گمراہ ہو گیا۔''

گویا خود قرآن کا فیصلہ ان منکرین حدیث کے خلاف ہے یہ لوگ اتباعِ رسول اور نبی کی اطاعت کی عجیب عجیب تاویلیں کرتے ہیں جو ان کی لاعلمی اور جہالت کی دلیل ہے اور:

من فسر القرآن بر أيه فليتبوأ مقعده من النار

جس شخص نے قرآن کی من مانی تفسیر کی اسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا چاہیے، کی عملی تصویر ظاہر ہے کہ اگر حدیث کذب وافترا کا طومار ہوتی جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں یا متضاد باتوں کا پلندا ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو قرآن حکیم میں اس قدر تاکید سے سنت کے ساتھ تمسک کرنے کی حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کا وجود ہی نہ ہو تو پھر عمل کیا ہو سکتا ہے اور یوں اگر تعصب کی عینک اُتار کر دیکھا جائے تو روایت یا حدیث کی حجیت کے انکار سے تمام دنیا کی تاریخ کا انکار لازم آتا ہے یا تو یہ کہیے کہ انسانی محنت اور کاوش تحقیق حق کے لیے بالکل بے کار ہے یا پھر تسلیم کیجیے کہ مسلمانوں نے اس بارے میں جو کوششیں اور کاوشیں کیں انھوں نے دنیا کے سامنے تحقیق حق کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر بنی نوع انسان پیش کرنے سے قاصر ہیں:

مہ نور می فشاند و سگہا زنند بانگ

اس دشمنانِ اسلام کے شور وغوغا سے حدیث کا ان شاء اللہ بال بیکا بھی نہ ہو گا۔

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (سورۃ الزمر:۱۷-۱۸)

آخر میں ہم ایک عرض ان بھائیوں کی خدمت میں ضرور کریں گے جن کے دل میں حدیث کا درد ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ واقعی حدیث اور فتنۂ انکارِ حدیث کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ آپس کے تفرقے اور تشتت کو چھوڑ کر منظم ہو جائیں اور عمل بالحدیث کی تصویر بن جائیں ان کا عمل ان کے لاکھوں مواعظ و دلائل سے زیادہ مؤثر ہو گا۔ ہماری یہ بدعملی اور افتراق سے فتنہ تاتاریت پھیلا اور مضبوط ہوا اور اب بھی ہماری بدعملی اور افتراق نے فتنۂ انکارِ حدیث کو مہمیز دیا فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدوین حدیث

از: مولانا ہدایت اللہ ندوی

مولانا ہدایت اللہ ریاست فرید کوٹ (مشرقی پنجاب) کے ایک گاؤں ارائیانوالہ میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں مولانا محمد سلطان سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ بعد ریاست بہاولپور کے ایک قصبہ منچن آباد چلے گئے۔ وہاں سے مولانا غلام مصطفےٰ اور مولانا محمد عظیم سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی خدمت میں تفسیر قرآن کے سلسلہ میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ میاں صاحبؒ دہلی میں مولانا محمد یونس صاحب کی خدمت میں رہے۔ ندوۃ العلما لکھنؤ میں دو سال رہے۔ وہاں شاہ حلیم عطا اور مولانا حمید الدین سے حدیث، مولانا علی میاں سے تفسیر اور مقدمہ ابن خلدون، مولانا محمد ناظم سے ادب و انشاء، مولانا محمد اسحاق سندیلوی سے سیاسیات و معاشیات اور مولانا محمد عمران سے تفسیر الاتقان سیوطی کا درس لیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد پتی ضلع لاہور میں پڑھاتے رہے، آج کل جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی تصنیفی خدمات میں تاریخ تدوین حدیث، فرہنگ القراءۃ الرشیدۃ، مسئلہ نسخ، مقام اولیاء، شیعہ سنی اتحاد ترجمہ الخطوط العریضہ لمحب الدین خطیب مصری، عصمت انبیاء ترجمہ ھل تعصی الانبیاء ام لا ماخوذ از الفصل لابن حزم، ترجمہ جزء رفع الیدین از امام بخاری، ترجمہ جزء قرات خلف الامام از امام بخاری۔ ترجمہ سفر السعادت، ترجمہ الجواب الکافی لمن سئل عن الدواء الشافی، ترجمہ المظراف والمماجنین از ابن جوزی، ترجمہ مناسک حج لابن تیمیہ، ترجمہ حجۃ الوداع لابن کثیر، ترجمہ البدایہ والنھایہ سے سیرت انبیاء، سیرت النبی، سیرت عثمان، سیرت علی، سیرت امیر معاویہ، شہید کربلا شامل ہیں۔ اور "درمسودہ" کے عنوان سے طبقات ابن ابی یعلیٰ کے اقتباسات ہفت روزہ الاعتصام میں عرصہ تک مسلسل شائع ہوتے رہے۔ آپ کی وفات ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۲۰۰۷ء کو ہوئی۔

....

آغاز عہد نبوت میں جب کہ مسلمانوں کی غربت بے کسی اور زبردستی کا زمانہ تھا۔ سامانِ کتابت تو کجا سرے سے کاتب ہی نہ تھے۔ یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ قرآن کو ہم ضرور جمع اور مدوّن کریں گے اور اس کے مفہوم کو بالوضاحت بیان فرمائیں گے۔ چنانچہ اس پیش گوئی کا ظہور آغازِ وحی سے ہی شروع ہو گیا اور ۲۳ سال کی مدت میں یہ پیش گوئی اَلَمْ نَشْرَحْ ہوگئی کہ قرآن پاک رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارک ہی میں بتمامہ سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہو کر عالم اسلامی کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا تھا۔

باقی رہا ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ کہ ہم قرآن کی توضیح و تشریح رسول پاک ﷺ کے افعال و کردار اور تبیین و تفسیر آپ ﷺ کے گفتار و رفتار سے کریں گے۔ تو وہ بھی صحابہؓ کے سینوں میں محفوظ اور دلوں کی لوح پر کندہ تھی۔

اس لیے کہ وہ قرآن کا بیان اور خدا کا الہام ہے۔ بلکہ بقولِ رسول ﷺ قرآن کی مثل ہے۔ الا انی اوتیت القرآن و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلہ' معہ۔

البتہ ابتدائے عہد رسالت میں رسول اللہ ﷺ نے حدیث کو قید تحریر میں لانے سے صرف کاتبین وحی کو منع کر دیا تھا کہ قرآن و حدیث میں التباس نہ ہو جائے، مگر جب آپ ﷺ کو اس امر کا اطمینان ہو گیا تو آپ ﷺ نے کتابت حدیث کی اجازت فرمادی۔ لیکن بایں ہمہ اکثر صحابہؓ حدیث کو قلم بند کرنے سے احتیاط برتتے تھے۔ مزید برآں بقول رسول اللہ ﷺ کاتبین کا قحط تھا۔ نحن اُمة امية لا نكتب ❶ کہ ہم ناخواندہ قوم ہیں لکھنا نہیں جانتے۔

نیز قوت حافظہ کی بنا پر تحریر کو عیب سمجھا جاتا تھا اور اس وجہ سے اجتناب کیا جاتا تھا۔ تاہم حدیث کا کافی حصہ عہد صحابہؓ ہی میں قلم بند ہو چکا تھا معرفتہ علوم الحدیث کے مقدمہ میں تحریر ہے کہ

يرجع عهد تدوين الحديث الى عصر الصحابة فقد كان منهم عدة اشخاص يكتبون

تدوین حدیث کا کام عہد صحابہ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ کئی ایک صحابہ احادیث لکھا کرتے تھے۔ گولڈ زمیر اور اسپرنگر ایسے مشہور متعصب اور دشمن اسلام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ:

ان الحديث اخذنى الكتابة فى عهده عليه السلام ❷

''تدوین حدیث عہد نبوی ﷺ میں ہی شروع ہو چکی تھی۔''

اور حفاظت حدیث کا انحصار محض کتابت ہی پر نہیں تھا بلکہ صحابہ کا شب و روز کا مشغلہ حدیث کو حفظ کرنا اور مذاکرہ اس پر مستزاد ہے اور اس امر کا اس قدر اہتمام کیا جاتا تھا کہ ساٹھ ساٹھ صحابہ کا مجمع یکے بعد دیگرے اپنی پوری یاد کردہ حدیثیں سناتا تھا، حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

تذاكروا الحديث و تزاوروا فانكم ان لم تفعلوا يدرس العلم ❸

''مذاکرہ کیا کرو آپس میں ملتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو علم ضائع ہو جائے گا۔''

اسی پر اکتفا نہیں بلکہ ایک، ایک حدیث کے لیے ہزاروں میل طویل اور لمبے سفر کی صعوبتیں اور غیر معمولی اخراجات خوشی خوشی برداشت کیے جاتے تھے۔ مثلاً جابر بن عبداللہ صحابی متواتر ایک ماہ کا سفر کر کے عبداللہ بن انیس صحابی کے پاس شام میں صرف ایک حدیث کی خاطر پہنچے اور ایک مدنی صحابی فضالہ بن عبید کے پاس مصر میں محض تثبیت حدیث کے لیے تشریف لے گئے۔ اسی طرح ابو ایوب انصاری نے صرف ایک حدیث کے دریافت کرنے کے لیے مصر کا سفر اختیار کیا۔ ❹

کتب رجال کی ورق گردانی سے اس قسم کے سینکڑوں واقعات میسر ہو سکتے ہیں۔ آپ ہی فرمایئے کہ حفاظت حدیث کا اس سے بہتر کون سا ذریعہ ہو سکتا تھا کہ ایک طرف تو صحابہ کو حدیث سے یہ شغف ہے کہ مذاکرے اور دورہ حدیث کے بغیر چین نہیں۔

---

❶ بخاری رقم ۱۹۱۳، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ لانکتب ولانحسب
❷ المباحث العلمیہ، ص ۲۱۷
❸ دارمی رقم ۶۳۰، باب مذاکرۃ الحدیث، جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۱۰۸
❹ فتح الباری، ج ۱/ ۱۷۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی ترغیب اور مژدہ ہے۔ کہ خوش قسمت اور قابل رشک ہیں وہ لوگ جنھوں نے میری حدیث کو سنا اور یاد کر کے لفظ بلفظ نشر واشاعت کی اور ساتھ ساتھ ترتیب دیا اور تنبیہ بھی ہے کہ خبردار! جس نے مجھ پر اتہام وافترا باندھا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

پہلی صدی کے اواخر میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (متوفی ۱۰۱ھ) کو اس بات کا فکر دامن گیر ہوا کہ مبادا علم حدیث، جس کا کافی حصہ ابھی تک سینوں میں محفوظ ہے، ضائع نہ ہو جائے اس اندیشے سے آپ نے قاضی ابوبکر بن حزم (جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے) کو لکھا کہ:

انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه فانى خفت دروس العلم و ذهاب العلماء و لا يقبل الا حديث النبى صلى الله عليه وسلم ❶

''احادیث نبوی کو جستجو کر کے لکھ لو مجھے علم کے محو ہو جانے اور علما کے فنا ہو جانے کا خطرہ ہے اور بس صرف حدیث رسول ﷺ ہی قبول کی جائے۔''

اور تہذیب التہذیب ۳۹/۱۲ میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر کو لکھا ہے کہ:

ان يكتب من العلم من عند عمرة والقاسم بن محمدٌ ❷

''عمرۃ (۹۸ھ) جو حضرت عائشہ کی سب سے بڑی شاگرد ہیں اور قاسم جو حضرت عائشہؓ کے پروردہ ہیں، کے پاس جو حدیث کا ذخیرہ ہے وہ سب قلم بند کر لو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ حکم تنہا گورنر مدینہ ہی کے نام نہ تھا بلکہ تمام صوبہ جات کے گورنروں کو اس قسم کا منشور ارسال کیا گیا تھا۔ ❸

بہر کیف فرمان کی تعمیل ہوئی اور حدیث کے متعدد صحیفے اور کتابچے مرتب کرا کے قلمرو میں روانہ کیے گئے۔ تعمیل ہوتی بھی کیسے نہ، خلیفہ وقت کا آرڈر بھی کس کے نام صوبہ کے گورنر اور ناظم کے نام۔

غور کیجیے جس منصوبے کو خلیفۂ وقت عملی جامہ پہنانا چاہیں اور دیگر ارکانِ حکوت کا بھی تعاون حاصل ہو وہ کس قدر ارفع اور اعلیٰ معیار پر منصۂ شہود پر آئے گا۔ بالخصوص جس کام میں دینی جذبہ بھی کارفرما ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کا حکم دیا اور ہم نے اس کام کو سرانجام دیا اور انھوں نے عالم اسلامی کے جملہ صدر مقام میں ایک ایک نسخہ ارسال کیا۔ ❹

یہی زمانہ امام زہریؒ کا ہے آپ ایک جلیل القدر اور شہرہ آفاق تابعی ہیں ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

اس اثنا میں اکثر صحابہ بقید حیات تھے۔ آپ نے کافی صحابہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے اور آپ کو ہمہ وقت حدیث کی تحریر و تدوین کا فکر دامن گیر رہتا تھا۔ بقول اکثر ائمہ اس وقت، اگر زہری نہ ہوتے تو حدیث کا اکثر حصہ تلف ہو جاتا۔

---

❶ بخاری، رقم ۹۹، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم
❷ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۳۹
❸ فتح الباری، ج ۱، ص ۱۹۵-۱۹۶
❹ جامع بیان العلم، ص ۷۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو پہلے ہی تدوین حدیث کا شغف ہوا تھا کہ عمر بن عبد العزیز کی ترغیب اور آمادگی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔
چنانچہ صحیح معنوں میں امام زہریؒ نے ہی تدوین حدیث کا بیڑا اُٹھایا اور سرانجام دیا، اسی لیے:

اوّل من دون العلم و کتبه ابن شهاب الزهری ❶

آپ کو تدوین حدیث کا سنگ بنیاد کہا جاتا ہے ملاحظہ ہو "الاعتصام" ۱۹۵۵ء ۲۵/۳/
اس دور کے بعد متصل ہی تدوین حدیث کا کام مستقل اور نہایت وسیع پیمانے پر شروع ہو گیا۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جریج ۱۵۵ھ اور ابن اسحاق ۱۵۱ھ مدینہ منورہ میں سعید بن ابی عروبہ ۱۵۶ھ، ربیع بن صبیح ۱۵۶ھ اور امام مالک ۱۷۵ھ، بصرہ میں حماد بن سلمہ ۱۷۶، کوفہ میں سفیان ثوری ۱۶۱ھ، شام میں اوزاعی ۱۵۶ھ، واسطہ میں ہشیم ۱۸۸ھ، خراسان میں عبداللہ بن مبارک ۱۸۱ھ، رَی میں جریر بن عبد الحمید ۱۸۸ھ اور سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ، لیث بن سعد ۱۷۵ھ، شعبہ بن حجاج ۱۶۰ھ، محمد بن حسن ۱۸۹ھ وغیرھم۔ جلیل القدر ائمہ نے تدوین حدیث میں پورا پورا حصہ لیا اور یمن میں ہمام بن منبہ کے بعد ان کے شاگرد رشید معمر بن راشد ۱۵۳ھ نے حدیث کے جمع و تدوین کا کام شروع کیا چنانچہ معمر مذکور کی "مسند" استنبول کے کتب خانہ عموی میں ناظم کتب خانہ کے پاس ہے۔ ❷
جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب آج کل ایڈٹ کر رہے ہیں اور ان کے شاگرد عبد الرزاق بن ہمام بن نافع کے "مصنف" کو ڈاکٹر یوسف الدین صاحب ایڈٹ کر رہے ہیں۔ ❸

مندرجہ بالا بیان سے یہ عیاں ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ سے ہی تدوین حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا جس کی تکمیل حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ایما سے امام زہری کے ہاتھوں ہوئی اور دوسری صدی میں عالم اسلامی کے اکثر و بیشتر شہروں اور دیہاتوں میں تدوین حدیث کا کام نہایت وسیع پیمانے پر ہو رہا تھا جس کو مشاہیر ائمہ سرانجام دے رہے تھے۔
اس دور کا انداز تالیف یہ تھا کہ حدیث اور آثار صحابہ اور تابعین کو بلا امتیاز یکجا اکٹھا کر دیا جاتا تھا اور ایک موضوع سے متعلق احادیث کو ایک باب میں جمع کرنے کا سہرا امام شعبی ۱۷-۱۰۳ھ کے سر ہے۔ امام موصوف کا پانچ سو صحابہ سے لقا اور تلمذ ثابت ہے۔ ❹
بعد ازاں مسانید کا دور شروع ہوتا ہے اور اس گروہ کے سرخیل عبداللہ بن موسیٰ کوفی، اسد بن موسیٰ، مسعود بصری، تمیم بن حماد خزاعی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہ ممتاز ائمہ اور شہرہ آفاق شخصیتیں ہیں۔
ان حضرات نے حدیث کو آثارِ صحابہ سے الگ کر کے ایک صحابی کی جملہ مرویات بلا امتیاز صحیح وسقیم ایک جگہ جمع کر دیں اور اسی کو مسند کہتے ہیں۔
اسی طرح سلسلہ تالیف و تدوین برابر رہا اور تیسری صدی کے آغاز میں امام بخاری ۱۹۴-۲۵۶ھ نے ایک نیا اسلوبِ تالیف اختیار کیا کہ محض صحیح احادیث کو "الجامع الصحیح" میں درج فرمایا، ضعیف اور متروک حدیثوں کو ترک کر دیا۔

---

❶ جامع بیان العلم، ص ۷۶ ❷ المباحث العلمیہ
❸ مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ ❹ توجیہ النظر ص ۶، تاریخ صغیر ص ۱۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس نہج پر ان کے شاگرد رشید امام مسلم ۲۰۴-۲۶۱ھ نے صحیح مسلم تصنیف کی اور پھر بعد میں سنن ابی داؤد ۲۷۵ھ، سنن ابن ماجہ ۲۷۳ھ، جامع ترمذی ۲۷۹ھ اور نسائی شریف ۳۰۳ھ کی بھی اسی طرز سے تالیف ہوئی۔ بحمد اللہ حدیث کی تحریر و تدوین کا کٹھن کام ان پاک ہاتھوں سے تکمیل پذیر ہوا اور حدیث کا ذخیرہ حوادثات زمانہ سے محفوظ ہو گیا۔

ذیل میں ہم صحابہ کرام کی تدوین حدیث سے متعلق مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہیں تا کہ منکرین حدیث کا یہ دجل و فریب طشت از بام ہو جائے کہ تدوین حدیث تیسری صدی میں ہوئی ہے لہٰذا حدیث کا سارا سرمایہ کذب و افترا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

نوٹ: تدوین حدیث کے سلسلے میں اکیس صحابہؓ کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ سال رواں میں الاعتصام کے چار پرچوں میں آچکا ہے۔ ۲۱/جنوری، ۴/مارچ، ۱۸/مارچ، ۸/اپریل۔

اسما بنت عمیس آغاز اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی فتح خیبر ۷ھ کے موقعہ پر مدینہ تشریف لائیں اور غزوہ موتہ ۸ھ میں ان کے شوہر حضرت جعفر طیار شہید ہوئے اور چھ ماہ بعد حضرت ابو بکر سے شادی کی ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے نکاح ہوا حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ۴۰ھ میں فوت ہوئیں۔

آپ سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے اور آپ کے پاس احادیث رسول ﷺ کا ایک مجموعہ تھا۔ ❶

سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے خاوند سعد بن خولہ حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اور وہ اُمید سے تھیں پچیس دن کے بعد وضع حمل سے فارغ ہوئیں اور نکاح کا خیال پیدا ہوا تو ابو السنابل بن بکلک صحابی نے کہا کہ آپ عدت وفات کے پورے ہونے سے قبل نکاح نہیں کر سکتیں چنانچہ وہ یہی مسئلہ نبی ﷺ کے پاس لے کر گئی تو آپ نے فرمایا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہوتی ہے اور نکاح کی اجازت فرما دی۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ نے عمر بن عبداللہ بن ارقم کو لکھا کہ یہ مسئلہ سبیعہ سے دریافت کر کے مجھے لکھیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ مسئلہ دریافت کر کے تحریر کیا۔ ❷

فاطمہ بنت قیس ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ کی بیوی تھی۔ انھوں نے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ عدت گذرنے کے بعد اُسامہ بن زید سے نکاح ہوا ایام عدت میں نفقہ اور سکنی سے متعلق مسئلہ فاطمہ اور حضرت عمر کے مابین مابہ النزاع مسئلہ ہے۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ یہی مسئلہ میں نے فاطمہ کی زبان سے سن کر تحریر کیا۔ ❸

زیاد بن ابی سفیان سال ہجرت میں پیدا ہوئے۔ حضرت عمر نے بصرہ کے علاقے پر عامل مقرر کیا۔ پھر حضرت عثمان اور حضرت علی کی شہادت تک برابر اس خدمت پر مامور رہے اور جب حضرت حسنؓ خلافت سے دستبردار ہوئے تو معاویہؓ نے ان سے اخوت قائم کر لی اور کوفہ و بصرہ کے گورنر مقرر کر دیا۔ اس اثنا میں آپ نے نہر ابلہ کھدوائی۔ اور ۵۳ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ❹

---

❶ الفصول فی اصول التشریع الاسلامی لابی حاد سلیمان ❷ اصابہ ۳۲۴، مسلم رقم ۳۷۲۲، کتاب الطلاق باب انقضاء عدۃ المتوفی عنہا زوجھا
❸ مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا ❹ استیعاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیاد نے حضرت عائشہ کو لکھا کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو صاحب حرم کو ہدی روانہ کر دے تو وہ حاجی کی طرح محرم ہو جاتا ہے۔ تاوقتیکہ وہ قربانی ذبح نہ ہو جائے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: ایسے نہیں ہو سکتا، میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے لیے اپنے ہاتھ سے قلادے بٹے اور پھر وہ قلادے قربانی کی گردن میں ڈال کر میرے والد ماجد کے ہاتھ وہ قربانی روانہ کی بایں ہمہ محرم نہیں ہوئے۔ ❶

حضرت عائشہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی حرمِ مبارک خلیفہ اوّل کی لختِ جگر اور اُمت کی ماں ہیں۔ حدیث، فقہ، شاعری اور تاریخ عرب وغیرہ فنون میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں۔ اجلہ صحابہ آپ کی علمیت اور قوتِ اجتہاد کے قائل تھے۔ آپ نے ۵۷ھ میں ۶۶ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ گو آپ کتابت سے ناواقف تھیں مگر آپ کے تلامذہ نے آپ سے بہت کچھ لکھا ہے۔

عروہ بن زبیر ۲۳-۹۷ھ آپ کے بھانجے تھے اور آپ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی حدیث لکھا کرتے تھے۔ مگر ان کا یہ سرمایہ حدیث جنگ حرہ میں تلف ہو گیا تھا۔ ❷

اور محمد بن قاسم [illegible] کے بھتیجے اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے پاس بھی ان کی احادیث کا کافی ذخیرہ تھا۔ جس کے لکھنے کا حکم عمر بن عبدالعزیز نے گورنر مدینہ کو دیا تھا۔

معاذہ عدویہ ۸۳ھ بھی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے پاس بھی حدیث کے کئی ایک مجموعے تھے اور ان سے یزید رشک وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

اسماعیل بن عایہ کہتے ہیں کہ یزید رشک سے میں نے چار حدیثیں سنیں وہ کتاب سے دیکھ کر سنایا کرتے تھے لہٰذا میں ان کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور حضرت شعبہ نے ان کی جملہ کتب جو معاذہ کے سلسلہ سند سے تھیں سب تحریر کر لیں۔ ❸

حضرت معاویہ مشہور عالم صحابی ہیں فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور کاتب وحی تھے حضرت عمر کے عہد خلافت میں شام کے گورنر مقرر ہوئے حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ترقی کی اور شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت علی سے مسئلہ خلافت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بیس سال خلیفہ رہے اور ۸۸ سال کی عمر میں ۶۰ھ میں وفات پائی۔

مسئلہ خلافت کے اختلاف سے متعلق حافظ صاحب اصابہ میں رقمطراز ہیں:

كل من الفريقين مجتهد وكان من الصحابة فريق لم يدخلوا في شيئ من القتال وظهر بقتل عمار ان الصواب كان مع علي واتفق على ذلك اهل السنة بعد اختلاف كان في القديم ولله الحمد ❹

فریقین میں سے ایک مجتہد تھا اور صحابہ میں ایک ایسا فریق بھی تھا جو قتال کے کسی بھی حصے داخل نہیں ہوئے اور عمار کے قتل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ صحت وصواب حضرت علی کی جانب تھا اور اہل السنۃ اس پر اتفاق کیا ہے پہلے کچھ اس میں اختلاف تھا۔ وللہ الحمد

---

❶ تحفۃ الاحوذی ۲/۱۰۷۔ ابواب الحج باب ماجاء فی تقلید الہدیٰ للمقیم رقم ۹۰۸ ❷ جامع بیان العلم ص ۷۵ الکفایہ ۲۰۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاویہؓ نے مروان کو حدیث شغار تحریر کر کے ارسال کی تھی۔ ❶

کسی انصاری نے آنحضرت ﷺ سے کمزوری حافظہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا استعن بیمینک یعنی لکھ لیا کرو۔ ❷

عتبان بن مالک انصاری غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔ آپ سے انس بن مالک اور محمود بن ربیع روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ایک حدیث کو اس درجہ پسند فرمایا کہ وہ حدیث لکھ لی۔ ❸

حضرت ابورافع قبطی حضرت عباس کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا اور ابو رافع جب حضرت عباس کے اسلام لانے کی خوشخبری رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے تو آپ نے آزاد کر دیا۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ ❹

ابورافع نے رسول اللہ ﷺ سے کتابت حدیث کی اجازت طلب کی تو آپ نے منظور فرمائی۔ ❺

حارث بن مقام کہتے ہیں کہ ابورافع نے مجھے ایک کتاب دی جس میں لکھا تھا کہ نبی ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا تلاوت فرمایا کرتے تھے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض وما انا من المشرکین ❻

''میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف پھیر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

سعد بن ربیع لیلہ عقبہ میں مسلمان ہوئے۔ عہد جاہلیت میں کاتب تھے۔ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ ❼

ان کے پاس احادیث نبوی کا ایک مجموعہ تھا۔ اسد الغابہ بحوالہ تذکرہ ابوسعید خدریؓ کی عمر غزوہ اُحد کے موقعہ پر تیرہ سال کی تھی رسول اکرم ﷺ نے کم سنی کی وجہ سے مسترد کر دیا تھا۔ بیعت شجرہ میں شریک تھے، آپ کا شمار فقہا مدینہ میں تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ، جابر بن عبداللہ وغیرہ صحابہ کرام نے آپ سے روایت کی ہے ان کی مرویات بخاری میں سولہ اور مسلم میں ۵۲ ہیں اور ۷۴ھ میں وفات پائی۔ ❽

عون المعبود ۳/۳۵۷ میں ہے کہ ہم تشہد لکھا کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ کو قدرے اطمینان ہوا تو آپ ﷺ نے شاہانِ عرب وعجم کو دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ شاہان عرب بغیر مہر کے خطوط وصول نہیں کرتے تو آپ نے یعلی بن مرہ سے ایک انگوٹھی بنوائی جس کا نگینہ حبشی عقیق تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں اس انگوٹھی کی ''چاندی'' سفیدی اب بھی دیکھ رہا ہوں اور جب حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہوئے تو انھوں نے مجھے عامل مقرر کیا اور زکوۃ سے متعلق مسائل تحریر کر دیے اور اس پر مہر تھی جس میں محمد رسول اللہ ﷺ تین سطروں میں کندہ تھا۔

---

❶ مسند احمد ۹۴/۴ ❷ ترمذی رقم ۲۶۶۶، کتاب العلم باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ

❸ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، جلد ۲۵ بحوالہ معارف ۱۹۵۱ء ❹ استیعاب ❺ ابن سعد

❻ کفایہ ص ۳۳۱ ❼ عنوان النجابۃ ❽ تذکرۃ الحفاظ، ۴۱/۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابوبکر کے پاس رہی اور پھر یکے بعد دیگرے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس رہی مگر سوء اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے چاہ اریس میں گر پڑی، بہت تلاش کیا مگر مل نہ سکی۔ ❶

حضرت جابر بن سمرہ سعد بن ابی وقاص کے بھانجے ہیں آخری ایام میں کوفہ منتقل ہو گئے اور نبی ﷺ سے بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں، ٦٦ھ میں وفات پائی۔ ❷

عامر بن سعد بن ابی وقاص ۱۰۴ھ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام نافع کے ہاتھ جابر کی طرف ایک رقعہ ارسال کیا کہ حدیث رسول ﷺ قلم بند کر کے ارسال کریں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوں۔ چنانچہ جابر بن سمرہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بروز جمعہ سنا، جس جمعہ برزہ اسلمی کو رجم کیا گیا، کہ تا قیامت دین اسلام قائم رہے گا اور قریش میں سے بارہ خلفا ہوں گے۔ قیصر و کسریٰ کے محلات کو معمولی سی جماعت فتح کرے گی۔ قیامت سے قبل کذاب دجال ہوں گے ان سے ہوشیار رہو اور جب کسی کو اللہ مال و دولت سے نوازے تو اپنے اور اہل و عیال پر فراخدستی سے کام لے اور حوضِ کوثر پر مسلمانوں کا پرسان ہوں۔ ❸

اور ایک نسخہ حضرت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سند سے مروی ہے ملاحظہ ہو: الباعث الحثیث لابن کثیر ص ۵۱۔

www.KitaboSunnat.com

❶ شمائل ترمذی، بخاری کتاب اللباس باب نقش الخاتم ۵۸۷۳، مسلم، کتاب اللباس باب لبس النبی رقم الحدیث ۵۴۷٦

❷ استیعاب

❸ مسلم ۴۷۱۱، کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکرین حدیث کے دلائل، حقائق کی روشنی میں

شکوک وشبہات اور اُن کے جوابات

از: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، جامعہ اشرفیہ

عام گمراہ فرقوں کی طرح منکرین حدیث کے دلائل میں بھی تلبیس، دجل اور مغالطہ آمیزی ہوتی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو مذہب سے نا آشنا ہوتا ہے اس کے دل میں شکوک وشبہات پیدا کر کے سنت رسول اللہ ﷺ سے برگشتہ کرنا منکرین حدیث کا محبوب مشغلہ ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے حجیت حدیث پر ایک مبسوط مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ایک اقتباس ہم ناظرین ''الاعتصام'' کے مطالعہ کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے منکرین حدیث کے شکوک وشبہات کا ذکر کر کے محققانہ انداز میں جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔ منکرین حدیث نے اپنی دانست میں دلائل کے جو قلعے تعمیر کیے تھے، مولانا صاحب کی فاضلانہ تحریر نے ان کی حقیقت واضح کر دی کہ یہ کاغذی قلعے ہیں۔ اہل رشد وبصیرت کی نظروں میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔

فجزاہ اللّٰہ احسن الجزا [مدیر]

کتابت حدیث

احادیث عہدِ نبوی ﷺ میں تو کتابۃً جمع نہیں ہوئیں البتہ محض زبانی طور پر نقل در نقل کا سلسلہ رہا۔ کتابی شکل میں ایک عرصۂ دراز کے بعد مدوّن ہوئیں اور ظاہر ہے کہ عرصۂ دراز تک بعینہٖ الفاظ کا محفوظ رہنا فطرۃً اور عادتاً محال ہے اور جب الفاظ محفوظ نہ رہے تو معانی کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شے نہ لفظاً محفوظ ہو اور نہ معنیً وہ حجت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب

کسی روایت اور خبر کا بعینہٖ اور بلفظہٖ محفوظ رہنا دو باتوں پر موقوف ہے۔ اوّل قوتِ حافظہ پر، دوم مروی عنہ کے ساتھ تعلق پر یعنی جس سے روایت کی جائے۔ راوی کا اس مروی عنہ سے خاص تعلق ہو اور تعلق دو قسم کا ہوتا ہے، ایک عظمت کا اور ایک محبت کا۔ جس شخص کی کسی کے دل میں محبت یا عظمت ہوگی، اس کی بات نہیں بھول سکتا۔ محبت اور عظمت میں سے اگر ایک بات بھی پائی جائے تو ضعیف الحافظہ بھی قوی الحافظ بن جاتا ہے۔

بادشاہ یا وزیر اگر کسی سے کوئی خطاب کرے تو عظمت اور ہیبت کی وجہ سے اس کے الفاظ بعینہٖ یاد رہ جاتے ہیں۔ خصوصاً اگر بادشاہ یہ بھی کہہ دے کہ میرا یہ حکم لوگوں تک پہنچا دیا جائے اور اپنی طرف سے میرے حکم میں ذرہ برابر تغیر اور تبدل اور کسی قسم کی کمی اور بیشی نہ کی جائے اور جو شخص ذرا بھی میرے حکم میں تغیر اور تبدل کرے گا تو اس کو یہ سزا ملے گی اور جو بعینہٖ اور بلفظہٖ میرے حکم کو پہنچائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا تو اس کو یہ انعام ملے گا، تو کیا ایسی صورت میں کوئی تغیر اور تبدل ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ سنتے ہی تمام الفاظ فقط اُس وقت کے لیے نہیں، بلکہ تمام عمر کے لیے نقش کالحجر ہو جائیں گے۔ یہ تو عظمت کی کیفیت ہوئی اور محبت کی کیفیت یہ ہے کہ اگر محبوب اپنے محب کو خطاب کرے تو محبت اور عشق کی وجہ سے بعینہٖ الفاظ تو کیا، محبوب کا لب ولہجہ بھی دل میں اُتر جاتا ہے ؏

اِذَا مَـا بَـدَتْ لَیْـلٰـی فَـکُلِّیَ اَعْیُنٌ

وَ اِنْ هِـیَ نَـا جَـتْـنِـیْ فَـکُلِّیْ مَسَامِعُ

''یعنی جب کبھی لیلیٰ سامنے آتی ہے تو میرا ہر جزو آنکھ بن جاتا ہے اور جب لیلیٰ مجھ سے بات کرتی ہے تو میرا ہر جزوِ بدن کان اور گوشِ ہوش بن جاتا ہے۔''

الغرض جس کو کسی سے محبت یا عظمت کا تعلق ہوتا ہے، اس کی بات ہرگز نہیں بھولتا۔ حافظہ اگر کمزور بھی ہو تو محبت اور عظمت حافظہ کو نہایت قوی بنا دیتی ہے۔ آج کل کے نوجوانوں کو دیکھ لیجیے کہ ان کو کتنے عشقیہ اشعار یاد ہوتے ہیں اور ناولوں کے صفحے کے صفحے ان کو ازبر ہوتے ہیں۔ غزلیات و ہزلیات تو اُن کو ایک ہی دفعہ سن کر یاد ہو جاتی ہیں اور حساب اور فلسفہ کی چند ورقہ کی کتاب سال بھر میں بھی یاد نہیں ہوتی۔ قوتِ حافظہ دونوں جگہ ایک ہے۔ فرق فقط محبت اور شوق و رغبت کا ہے۔

عظمت اور محبت

اور حضرات صحابہؓ کو آنحضرت ﷺ سے جو عظمت اور محبت کا تعلق تھا تو ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اوّلین اور آخرین میں کہیں اس کی نظیر تو کیا، اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں مل سکتا۔ عظمت کا یہ حال تھا صحابہ جب حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تو کَـأَنَّ عـلـٰی رُؤُسِـنَـا الـطَّـیْـرُ کی شان ہوتی۔ ❶ یعنی صحابہ کرام آپ ﷺ کی مجلس میں ایسے سکون اور خاموشی کے ساتھ بیٹھتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ پرندہ اولاً تو آدمی کے سایہ سے ہی بھاگتا ہے اور اگر کوئی حس و حرکت محسوس کرلے تو پھر ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ صحابہ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ پرندے بھی ان سے متوحش نہیں ہوتے تھے اور صحابہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب آنحضرت ﷺ وضو فرماتے یا تھوکتے یا سنکتے تو آپ ﷺ کے وضو کا پانی اور تھوک اور سنک زمین پر گرنے نہ پاتا تھا کہ صحابہ کرام اس کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے تھے اور بدن پر مل لیتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ دنیا کی عظمت اور محبت کا کوئی تعلق صحابہ کے تعلق کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا اور اس شعر کا اصل مصداق حضرات صحابہ ہیں ؏

افروختن و سوختن و جامہ دریدن ❷

پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

غرض یہ کہ حضرات صحابہ حضور پرنور ﷺ کی محبت اور عظمت میں درجۂ فنا کو پہنچے ہوئے تھے اور صحابہ کے بعد پھر یہی مقام تابعین اور تبع تابعین کو حاصل ہوا۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ محبین اور عشاق اپنے محبوب کے ملفوظات اور اس کے حالات و کیفیات کو

---

❶ بخاری رقم ۲۸۴۲، کتاب الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ

❷ جلنا، جلانا اور کپڑے ... [illegible] ... شمع ... مجھ ...

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد نہ رکھ سکیں۔ وہ عاشق ہی کیا ہوا کہ جس کو محبوب کی بات یاد نہ رہے۔ صحابہ کرام تو محبّ اور عاشق صادق بھی تھے اور قوی الحافظہ بھی۔ محبت اور عظمت کے ہوتے ہوئے تو ضعیف الحافظہ بھی قوی الحافظہ ہو جاتا ہے اور پھر جس کے ساتھ عظمت اور محبت کا تعلق ہو اور مزید برآں کہ وہ ارشادات ہر وقت اس کے پیش نظر ہوں۔ ایک ترغیبی اور ایک ترہیبی، تو حافظہ میں اور بھی قوت پیدا ہو جاتی ہے، ترغیبی ارشاد تو یہ ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا ❶

اللہ تعالیٰ اُس بندہ کو خوش رکھے جس نے میری بات کو سنا اور اچھی طرح یاد رکھا اور پھر جس طرح سنا تھا بعینہٖ اسی طرح بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا دیا۔"

اور ترہیبی ارشاد یہ ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ❷

جس نے کوئی غلط بات قصداً میری طرف منسوب کی وہ جہنم کو اپنا ٹھکانہ سمجھے۔"

حضرات صحابہ کرام جن کی عظمت و محبت کے تعلق کا حال معلوم ہو چکا ہے، کیا وہ اس ترغیبی اور ترہیبی حکم سننے کے بعد آپ ﷺ کی روایت میں کسی قسم کا تغیر اور تبدل اور کوئی خلط ملط کر سکتے ہیں؟ حاشا وکلّا ہرگز نہیں۔ حضرات صحابہ و تابعین نے دینی خدمت اور توشۂ آخرت سمجھ کر احادیث کو روایت کیا اور لوگوں تک پہنچایا۔ بھلا عقلاً یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ روایاتِ حدیث میں اپنی رائے کو شریک کر کے جہنم میں اپنا ٹھکانہ بناتے لہٰذا اس تقریر سے آج کل کے روشن خیالوں کا یہ شبہ تو کافور ہوا کہ اتنے زمانہ تک بلا لکھے ہوئے احادیث کا بعینہٖ یاد رہنا محال اور خلافِ فطرت ہے۔

جناب کا تو حال یہ ہے کہ اگر کلکٹر صاحب یا گورنر صاحب آپ کو اپنی ملاقات سے نواز دیں اور دو چار باتیں آپ سے کر لیں تو آپ کو وہ باتیں مع الفاظ اور مع لب و لہجہ تمام عمر یاد رہتی ہیں اور دوستوں میں بیٹھ کر نہایت لذت اور مسرت کے ساتھ فخریہ بیان کرتے ہیں کہ کلکٹر صاحب نے مجھ سے یہ بات اس طرح فرمائی تھی اور یہ بات اس طرح۔

سبحان اللہ کیا حضرات صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ سے اتنا بھی تعلق نہ تھا جتنا کہ آپ کو کلکٹر صاحب سے؟ آپ کو کلکٹر صاحب کے الفاظ کا بعینہٖ یاد رہنا نہ محال ہے اور نہ خلافِ فطرت اور حضرات صحابہ اور تابعین کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا بلفظہٖ یاد رہ جانا محال اور خلافِ فطرت ہے اور علاوہ ازیں کہ حضرات صحابہ و تابعین کا حافظہ نہایت قوی تھا اور حضور پرنور ﷺ کے ساتھ ان کا قلبی تعلق انتہا کو پہنچا ہوا تھا، یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ حق تعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت بھی مقصود تھی اور تائید غیبی ان کی معین اور مددگار تھی۔ حافظہ اور تعلق قلبی تو حفظ کے ظاہری اسباب ہیں اور ارادۂ ازلیہ اور تائید غیبی حفظ کے باطنی اسباب ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس کام کے لیے ظاہری اسباب کے ساتھ باطنی اسباب بھی جمع ہو جائیں تو اس کی رفتار کتنی تیز ہو گی۔

---

❶ ترمذی ۲۶۵۸ کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع
❷ بخاری ۳۴۶۱، کتاب احادیث الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالفرض والتقدیر اگر حافظہ بھی قوی نہ ہوتا اور تعلق قلبی بھی نہ ہوتا مگر ارادہ اور تائید غیبی ہوتی تو وہی کافی تھی۔ اللہ تعالیٰ اگر حفاظت چاہیں تو کون بھلا سکتا ہے اور منجملہ اسباب باطنی کے آنحضرت ﷺ کے حاملین دین کے حق میں وہ دعائیں بھی ہیں جو احادیث میں مروی ہیں۔ مثلاً نضّر اللہ امرأ سمع مقالتی۔ الحدیث نیز آنحضرت ﷺ کی دلی تمنا تھی کہ میری حدیثیں محفوظ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمنا اس طرح پوری فرمائی کہ آپ ﷺ کے خدام کو ایسا حافظہ عطا فرمایا کہ ایک ہی مرتبہ سننے کے بعد ایسا نقش کالحجر ہو جائے کہ اگر بالفرض بھلانا بھی چاہیں تو نہ بھلا سکیں ع

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں [1]

مے دہد یزداں مراد متقیں

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابوہریرہؓ کے لیے حافظہ کی دعا کی اور اُن کی چادر پر پڑھ کر کچھ دم کیا اور فرمایا کہ اس چادر کو اپنے سینہ سے لگا لو، جس کا یہ اثر ہوا کہ ابوہریرہؓ کا حافظہ اتنا قوی ہو گیا کہ اس کے بعد ایک حرف بھی نہیں بھولے۔ [2] اور تائید غیبی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ موانع کو اُٹھا دیں۔ مثلاً دو شخص تجارت کرنا چاہتے ہیں اور دونوں دولت اور سرمایہ اور ترقی کے وسائل اور ذرائع کے اعتبار سے برابر ہیں۔ دونوں نے تجارت شروع کی۔ ایک کے لیے منجانب اللہ ترقی کی راہ میں موانع پیش آئے اور وہ پیچھے رہ گیا۔ دوسرے کے لیے تمام موانع اُٹھا دیے گئے اور منجانب اللہ اُس کو کوئی دشواری پیش نہیں آئی، وہ تجارت میں ترقی کر گیا۔ اسی طرح نفس کا کسی دوسری طرف مشغول رہنا علم اور حفظ کے لیے مانع ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے صحابہ اور تابعین کے دلوں کو دنیا اور مافیہا سے پاک کر دیا۔

نَزِّہْ فُؤَادَکَ عَنْ سِوَانَا وَ اِئْتِنَا

فَجَنَابُنَا حِلٌّ لِّکُلِّ مُنَزَّہٖ

''قلب کو ہمارے ماسوا سے پاک اور صاف کر لے اور پھر ہمارے پاس آ۔ ہماری بارگاہ اُسی کے لیے روا ہے جس کا قلب ہمارے ماسوا سے پاک ہو۔''

صحابۂ کرام کے قلوب حضور پر نور ﷺ کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے ایسے پاک اور منزہ ہوئے کہ غیر اللہ کا نام ونشان بھی نہ رہا اب ان پاک وصاف الواح پر جو لکھا گیا، وہ ایسا پختہ ہوا کہ مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ جو اُن کے دلوں میں ڈالا گیا وہ ایسا راسخ ہوا کہ بالفرض اگر نکالنا بھی چاہیں تو نکل نہیں سکتا۔

اَتَانِیْ ھَوَاھَا قَبْلَ اَنْ اَعْرِفَ الْھَوٰی

فَصَادَفَ قَلْبًا خَالِیًا فَتَمَکَّنَا

''اس کی محبت ایسے وقت میں آئی کہ میں محبت کو پہچانتا بھی نہ تھا۔ محبت نے قلب کو خالی پایا اور جاگزیں ہو گئی۔''

---

[1] جیسے تم چاہو، خدا بھی ویسا ہی چاہتا ہے (کیونکہ) خدا تعالیٰ متقین کی مراد پوری فرما دیتا ہے۔

[2] مسلم ۶۳۹۸، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی ہریرۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام زہری کا واقعہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے بازار میں گزرتے تو کانوں میں انگلیاں دے لیتے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا ہے فرمایا کہ کان کے راستہ سے جو کچھ میرے قلب اور دماغ میں پہنچ جاتا ہے، پھر وہ نکلتا نہیں۔ اس لیے کانوں میں انگلیاں دے لیتا ہوں کہ بازار کی خرافات میرے کانوں میں داخل نہ ہوں کہ پھر یہ خرافات نکلے گی نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ کلام

یہ کہ کسی شے کی حفاظت کے جس قدر اسباب عقلاً ممکن ہیں، وہ سب حدیث نبوی ﷺ میں جمع ہیں۔ (۱) قوتِ حافظہ، (۲) فراست کاملہ، (۳) عظمت و ہیبت، (۴) عشق اور محبت، (۴) دنیا سے نفرت اور بیزاری اور آخرت کی تیاری، (۶) اللہ تعالیٰ کا ارادۂ ازلیہ، (۷) تائید غیبی اور (۸) حضور پرنور ﷺ کی دلی تمنائیں، (۹) دُعائیں، (۱۰) من جانب اللہ دفع موانع۔ **فتلک عشرۃ کاملۃ** من جانب اللہ حدیث نبوی ﷺ میں یہ تمام ظاہری اور باطنی اسباب جمع ہو گئے۔ اب اس کی محفوظیت اور حجیت میں کیا شبہ اور تردد ہوسکتا ہے۔

روایت بالمعنیٰ

اکثر احادیث روایت بالمعنیٰ ہیں۔ راوی نے آنحضرت ﷺ کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کیا۔ جب حضور ﷺ کے الفاظ ہی محفوظ نہیں، تو قطعی طور پر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس کا مفہوم محفوظ ہے۔ لہٰذا حدیث حجت نہ ہوگی......؟

جواب

حدیث فقط رسول اللہ ﷺ کے کلمات طیبات ہی نام نہیں بلکہ آپ ﷺ کے افعال واقوال اور واقعات واحوال جو آپ ﷺ کے سامنے پیش آئے، سب ہی کو حدیث کہتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ روایت باللفظ کی ضرورت صرف آپ ﷺ کے کلمات طیبہ اور احادیث قولیہ تک محدود ہے جو حدیث کا ایک قلیل حصہ ہے اور آپ ﷺ کے افعال واعمال اور واقعات واحوال جو حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ اس میں روایت باللفظ کا سوال ہی جاری نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ظاہر ہے کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے کسی فعل اور حال کو نقل کرے گا، وہ اپنے ہی لفظوں میں کرے گا۔ کسی کے اقوال تو باللفظ نقل ہو سکتے ہیں مگر افعال اور احوال تو کوئی لفظ نہیں جن کو باللفظ نقل کیا جاسکے۔ بیس آدمی اگر کسی کے کسی فعل اور عمل کو بیان کریں گے تو بیس ہی لفظوں میں روایت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ حضور پرنور ﷺ کے افعال اور احوال کی روایات اور حکایات میں روایت باللفظ کا سوال تو درکنار عقلی احتمال بھی جاری نہیں ہوسکتا۔ پھر احادیث قولیہ میں ایک بڑا ذخیرہ احادیث اذکار اور ادعیہ کا ہے۔ ان کے متعلق بھی بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ وہ سب روایت باللفظ ہیں اس لیے کہ مسلمانوں میں قرناً بعد قرن اور نسلاً بعد نسل بالتواتر انہی الفاظ کے ساتھ نقل ہوتی آرہی ہیں اور علیٰ ہذا اذان اور تشہد اور اقامت اور احادیث قدسیہ اور احادیث اخلاق اور احادیث جوامع الکلم یہ سب تقریباً باللفظ مروی ہیں اور احکام کلیہ کا اکثر و بیشتر حصہ بھی باللفظ مروی ہے۔ اب اس کے بعد روایت بالمعنیٰ کا جس قدر حصہ موجود ہے، وہ بہت ہی قلیل ہے اور زیادہ بلکہ تقریباً اکثر و بیشتر ذخیرہ روایت باللفظ ہی کا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بسا اوقات ایک ہی بات کو مختلف اوقات میں مختلف تعبیرات سے بیان فرمایا۔ کسی راوی نے کوئی لفظ نقل کیا اور کسی نے کوئی لفظ نقل کیا۔ پھر تعجب ہے روایت بالمعنیٰ کے اس اقل قلیل حصہ کے حکم کو کل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذخیرۂ حدیث پر کیسے جاری کر دیا؟ قاعدہ تو للا کثر حکم الکل ہے مگر احادیث کے بارے میں اس قاعدہ کو چھوڑ کر للا قل حکم الکل مان لیا گیا۔ دنیا کے تمام کاروبار اکثر واغلب کے اعتبار سے چل رہے ہیں۔ مثلاً کھنا کھاتے ہیں، اس لیے کہ اکثر یہ ہے کہ ہضم ہوتا ہے اور کبھی کبھی بدہضمی ہو جاتی ہے۔ ریل اور جہاز میں سفر کرتے ہیں، اس لیے کہ اکثر بخیریت پہنچا دیتے ہیں اور کبھی ریل کی ٹکر بھی ہو جاتی ہے اور جہاز غرق بھی ہو جاتا ہے۔ اگر حدیث میں اشتباہ تھا تو روایت بالمعنیٰ کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا جتنا حصہ روایت بالمعنیٰ کا ثابت ہو، آپ کے قاعدہ کی بنا پر صرف اُتنا ہی حصہ مشتبہ رہنا چاہیے۔ تمام ذخیرۂ حدیث کو کیسے مشتبہ قرار دے دیا حالانکہ وہ بھی مشتبہ نہیں اس لیے کہ روایت بالمعنیٰ وہی مقبول ہے جس کا راوی الفاظ کے مدلول اور مفہوم اور معانی اور مقاصد کو خوب سمجھتا ہو اور یہ بھی خوب جانتا ہو کہ اگر اس لفظ کے بجائے دوسرا لفظ رکھ دیا جائے تو مفہوم میں کتنا تغیر ہو جائے گا اور جو راوی ان باتوں کو جانتا اور سمجھتا نہ ہو، اس کی روایت بالمعنیٰ بالاتفاق مقبول نہیں، خصوصاً وہ روایت بالمعنیٰ جو مختلف راویوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہو، وہاں چند روایات کے ملانے سے پتہ چلتا ہے کہ اصل مضمون کیا ہے۔ ایسی صورت میں کیا اشتباہ رہ سکتا ہے۔ عدالت میں اگر متعدد گواہ ایک واقعہ قولیہ یا فعلیہ کے متعلق بالفاظ مختلفہ شہادت دیں تو ان سے اصل حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے اور اگر بالفرض والتقدیر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حدیث کے الفاظ محفوظ نہیں، صحابی نے اپنے ہی الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کے مقصود کو ادا کیا ہے، تب بھی حجت ہوگا۔ اس لیے صحابۂ کرام اعلیٰ درجہ کے عاقل، دانا اور قوی الحافظہ ہونے کے علاوہ زباں داں بھی تھے۔ مزاج شناس بھی تھے۔ قرائن مقالیہ اور حالیہ سے بھی باخبر تھے۔ آپ ﷺ کی مراد میں کسی تغیر و تبدل اور آپ ﷺ کے کلام میں ادنیٰ تحریف کو اپنے لیے شقاوت سمجھتے تھے۔ لہٰذا ان حضرات نے جو آپ ﷺ کی مراد سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کی وہ بالکل مستند اور معتبر اور تمام عالم کے لیے حجت ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ روایت بالمعنیٰ سے متکلم کا مقصد ادا نہیں ہوتا تو ہم یہ کہیں گے کہ پھر دنیا میں یہ تراجم کا سلسلہ بے کار ہے۔ ترجمہ کی حقیقت ہی یہ ہے کہ مترجم متکلم کے الفاظ کو تو چھوڑ دے اور اس کے معنیٰ اور مفہوم کو اپنی زبان میں ادا کرے۔ حالانکہ دنیا کا تجربہ شاہد ہے کہ علوم میں جو ترقی اور وسعت ہوئی اُس کا ایک بڑا ذریعہ تراجم ہیں۔ نیز اگر روایت بالمعنیٰ کو غیر مفید اور غیر معتبر قرار دیا جائے تو دُنیا کے کاروبار معطل ہو جائیں۔ ایک دوسرے کا پیغام اپنے ہی الفاظ میں پہنچاتا ہے۔ اگر دنیاوی کاروبار کے سلسلہ میں روایت باللفظ کو شرط قرار دے دیا جائے تو ایک منٹ کے لیے عالم کا کارخانہ نہیں چل سکتا۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ روایت بالمعنیٰ بہ نسبت باللفظ کے وثاقت اور طمانیت میں کم درجہ رکھتی ہے تو ہم کو اس سے انکار نہیں۔ غایۃ مافی الباب وہ علم ظنی کی مفید ہوگی نہ کہ علم قطعی کی۔ سوفقہا اس کے قائل ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ اس قسم کے احتمالات اور شبہات تاریخ میں نہیں نکالتے، حالانکہ وہاں نہ سند کا پتہ ہے نہ روایت باللفظ کا نام و نشان ہے۔ کہیں شاذ و نادر کوئی روایت باللفظ مل جائے ورنہ اکثر و بیشتر سب جگہ روایت بالمعنیٰ ہی ملے گی۔

تعارض احادیث

احادیث مختلف اور متعارض ہیں۔ لہٰذا متعارض اور متناقض شے کیسے حجت ہو سکتی ہے۔ حسب قاعدہ **اذا تعارضا تساقطا** (جب دو چیزیں متعارض ہوں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوں گی) احادیث بھی تعارض کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہوں گی۔

جواب

یہ تعارض اور اختلاف تو تاریخی واقعات میں بھی ہے اور بہت ہے اور حدیث میں تو بہت ہی کم ہے۔ احادیث صفات میں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں تعارض نہیں۔ احادیث اخلاق ورقاق میں بھی کہیں تعارض نہیں۔ احادیث معجزات میں بھی کہیں تعارض نہیں۔ احوال جنت و جہنم کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں تعارض نہیں وَالنَّادِرُ کَالمعدوم۔ البتہ احادیث احکام میں بعض احادیث متعارض ہیں اور وہ اس قدر قلیل ہیں کہ ان کو غیر متعارض احادیث سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کو ہزار سے ہو۔ لہٰذا چند احادیث متعارضہ کو سامنے رکھ کر کل ذخیرۂ حدیث کو غیر معتبر قرار دینا کون سی دانائی ہے۔ غرض یہ کہ اگر اختلاف کی وجہ سے حدیث کو چھوڑنا ہے تو پہلے تاریخ کو چھوڑنا چاہیے۔ اسباب معیشت مختلف ہیں۔ اب سب کو بھی یکلخت ترک کر دینا چاہیے۔ علاج کے طریقے بھی مختلف ہیں، لہٰذا معالجہ بھی ترک کر دینا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ اختلاف سبب ترک کا نہیں بلکہ طریقہ یہ ہے کہ حتی الوسع اختلاف کو رفع کیا جائے اور مثلاً اسباب معیشت کے اختلاف کو اختلاف حالات پر محمول کیا جائے اور اگر اختلاف رفع نہ ہو سکے تو راجح اور احوط پر عمل کیا جائے۔ یہ طریقہ عقل سلیم کے مطابق ہے۔

احادیث متعارضہ کا وہی حکم ہے جو آیات قرآنی کے تعارض کا ہے کہ اگر تاریخ کا تقدم وتاخر معلوم ہو جائے تو ناسخ ومنسوخ کہیں گے ورنہ کسی ایک کو ترجیح دیں گے اور پھر وہ تعارض بھی فقط ظاہر نظر میں ہوتا ہے۔ غور وفکر کرنے سے بسا اوقات حل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے اعمال وافعال کی تشریح دفعتہً نہیں ہوئی بلکہ بتدریج ہوئی۔ مثلاً نماز ابتدا میں دو رکعت فرض ہوئی، بعد میں چار ہوئی۔ نیز ابتدا اسلام میں دو ہی وقت کی نماز فرض تھی، صبح اور عصر۔ اور بعد میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس قسم کے اختلاف کو تعارض اور تناقض کہنا غلطی ہے۔ یہ اس عمل اور عبادت کی تکمیل کے مراحل اور مدارج ہیں جیسے درخت کو کسی نے پودہ کی حالت میں دیکھا اور کسی نے پھلوں سے لدا ہوا دیکھا وغیرہ ذالک اور اس قسم کا اختلاف احکامِ قرآنیہ میں بھی موجود ہے۔ مثلاً شراب اور میراث کے احکام میں جو بتدریج مشروع ہوئے۔

موضوع احادیث

بہت سی حدیثیں موضوع ہیں اور صحیح اور غیر صحیح اس قدر مخلوط ہیں کہ ان میں امتیاز دشوار ہے۔ لہٰذا تمام حدیثیں قابل اعتبار نہ رہیں۔

جواب

بعض حدیثوں کے موضوع ہونے سے یہ کہاں لازم آیا کہ کل ذخیرۂ حدیث موضوع اور نا قابل اعتبار بن جائے۔ بعض کا حکم کل کو کیسے دے دیا گیا۔ کیا ایک دو فرد کے جھوٹا ہونے سے تمام اہل شہر پر یہ حکم لگا دینا کہ اس شہر کے تمام آدمی جھوٹے ہیں، صحیح ہو سکتا ہے؟ وہ کون سا شہر ہے کہ جس میں کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں؟ لہٰذا کسی شہر کے کسی آدمی کی کوئی روایت معتبر نہ ہونی چاہیے۔ ہر زمانہ میں صدق کے ساتھ کذب کا سلسلہ بھی رہا ہے مگر اہل فہم اور اہل نظر ہمیشہ صدق اور کذب کا فرق سمجھتے رہے ہیں اور صادق اور کاذب کبھی ان کی نظر میں ملتبس اور مشتبہ نہیں ہوئے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر صادق اور کاذب کا امتیاز دنیا میں ناممکن ہو جائے تو کارخانۂ عالم معطل ہو جائے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ جھوٹوں کی بہت کثرت ہے۔ پس جس طرح دنیوی اُمور میں حق اور باطل،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادق اور کاذب کا امتیاز ممکن ہے اسی طرح دینی اُمور میں بھی صادق اور کاذب، اور حق اور باطل کا امتیاز ممکن ہے۔ پولیس والے ایک نظر میں چور کو تاڑ لیتے ہیں اور جن کو چور کی شناخت نہیں، ان کے دل میں کبھی یہ خطرہ نہیں گزرتا کہ سارا شہر چور ہے۔ اسی طرح حضرات محدثین خداداد نورِ فہم اور نورِ تقویٰ سے ایک نظر میں پہچان لیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع اور بالہام خداوندی اور بتائید ایزدی حضرات محدثین نے صحیح اور غیر صحیح کے پہچاننے کے لیے قواعد بنائے اور اس فن کو انتہائی کمال تک پہنچایا۔ علم اسماء الرجال اور علم جرح و تعدیل مدوّن کیا۔ تحقیق و تفتیش کر کے یہ بتلا دیا کہ فلاں اور فلاں ثقہ ہے اور فلاں اور فلاں کذاب ہے۔ اس کی کوئی روایت قبول نہ کی جائے۔ صحیح اور حسن کو الگ کر دیا۔ موصول اور مرسل کو جدا کر دیا۔ موضوعات کو الگ کر دیا اور معتبرات کو علیحدہ کر دیا اور ہر روایت کی سند بتلا دی۔ راویوں کا نام اور پتہ اور حال بتلا دیا۔ اس سے زائد اور کیا بتلایا جا سکتا ہے۔ اس سے زائد اگر کچھ بتلایا جا سکتا ہے تو بتلایا جائے۔ دیکھیں تو سہی کیا بتلاتے گا اور کیا لائے گا؟ دنیا میں اگر واضعین حدیث ہوئے تو کیا پروا الحمدللہ علم اسماء الرجال کی کسوٹی موجود ہے جس سے کھری اور کھوٹی حدیثوں کا امتیاز ہو سکتا ہے۔ جعلی سکہ چلانے والے اگر موجود ہیں تو صراف بھی موجود ہیں اور جو صراف نہیں اور کھرے کھوٹے کو نہیں سمجھتا اس کو چاہیے کہ صراف کی طرف رجوع کرے۔

پھر لطف یہ ہے کہ ان منکرین حدیث کو تاریخ کے بارے میں یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ کیا تاریخ میں کوئی موضوع اور غلط روایت نہیں۔ حالانکہ تاریخ میں کسی تاریخی واقعہ کی کوئی سند نہیں اور حدیث میں ہر روایت کی ایک سند نہیں، دس دس اور بیس بیس اور پچاس پچاس سندیں موجود ہیں۔

امتیازاتِ حدیث

نیز حدیث کے لیے بالاجماع یہ شرط ہے کہ سلسلۂ سند کے ہر راوی میں صفاتِ ذیل موجود ہوں:

۱- صادق ہو، یعنی راوی سچا ہو، کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو۔

۲- صحیح الفہم ہو، غبی اور بدعقل اور بدفہم نہ ہو، حدیث کے سمجھنے میں غلطی نہ کرتا ہو۔

۳- صحیح الحافظہ ہو، یعنی نسیان اور وہم کا غلبہ نہ ہو۔

۴- ثقہ اور متقی ہو، یعنی فاسق، فاجر اور بدکار نہ ہو۔

۵- محتاط ہو، یعنی روایت میں سہل انگاری سے کام نہ لیتا ہو۔

۶- جعلی حدیث بنانے کی اس پر کوئی تہمت اور شبہ بھی نہ ہو۔

۷- معروف ہو، مجہول نہ ہو، یعنی اہل علم اور اہل تقویٰ اس کے نام اور نسب اور کردار اور اس کے علم اور حفظ اور ثقاہت سے واقف ہوں اور ان کی نظر میں اس کی رفتار و گفتار اور حال اور کردار قابل اعتراض نہ ہو۔

۸- روایت میں کسی قسم کا اختلاف اور تعارض نہ ہو۔

۹- سلسلۂ سند اول سے آخر تک متصل ہو، یعنی درمیان میں سے کوئی راوی نہ رہ گیا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰- سلسلہ سند جس شخص پر منتہی ہو، اس کے لیے یہ شرط ہے کہ جس امر کو وہ روایت کر رہا ہو، بذاتِ خود اس واقعہ میں شریک رہا ہو، قول ہو تو کانوں سے سنا ہو۔ فعل ہو تو آنکھوں سے دیکھا ہو۔

یہ دس شرائط ہیں۔ فتلک عشرة کاملة جن کے بغیر حضرات محدثین کے یہاں روایت مقبول اور معتبر نہیں۔ یہ علم حدیث کا خاص امتیاز ہے اور اسلام کی خاص خصوصیت ہے جس میں دنیا کی کوئی قوم ان کی شریک اور سہیم نہیں۔

تاریخی کتابیں جو نصابِ تعلیم کا جزو اعظم بنی ہوئی ہیں، کیا اُن میں جو واقعات درج ہیں، وہ اس معیار پر اُتر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ آج کل یورپ میں جو فلسفۂ تاریخ رائج ہے، اس میں راوی کا سچا ہونا بھی شرط نہیں۔ بقیہ اوصاف فاضلہ اور صفات کاملہ کا ذکر ہی کیا۔ فلسفۂ تاریخ کا مسئلہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو شخص جھوٹ بولتا ہو اس کی کوئی بات نہ مانی جائے اس لیے کہ جھوٹے کی ہر بات کا جھوٹا ہونا ضروری نہیں۔ حضرات محدثین بھی اس راز سے واقف تھے۔ عرب کی مشہور مثل ہے، الکذوب قد یصدق ''جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔'' مگر باوجود اس کے حضرات محدثین نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا کہ جس شخص کا مدت العمر میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ ثابت ہو جائے، اس کی کوئی روایت معتبر نہیں۔ خدا کی قسم یہ احتیاط کی انتہا ہے۔ عقل اس سے زیادہ تصور کرنے سے قاصر ہے۔ نیز تاریخ میں صحیح اور غیر صحیح کا کوئی معیار نہیں۔ غرض یہ کہ تاریخ کو حدیث سے کوئی نسبت نہیں ؏

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن تعجب ہے کہ منکرین حدیث کے نزدیک تاریخ تو حجت اور معتبر ہو جائے اور نصابِ تعلیم کا جزو بن جائے، جہاں نہ کوئی سند ہے اور نہ راوی کی صداقت اور امانت شرط ہے اور نہ صحیح اور غیر صحیح کا کوئی معیار ہے اور حدیث غیر معتبر ہو جائے جہاں ہر لفظ کی سند موجود ہے اور صحیح اور سقیم سب الگ الگ ہے اور الگ کرنے کا معیار بھی موجود ہے۔ اگر موضوع حدیثوں کی وجہ سے مطلقاً حدیث کا انکار جائز ہے تو تاریخ میں حدیث سے ہزار درجہ بڑھ کر موضوع روایتیں موجود ہیں، بلکہ تاریخ میں تو صدہا بلکہ ہزارہا واقعات سیاسی مصالح کی بنا پر دیدہ و دانستہ وضع کر کے شامل کیے گئے ہیں۔ خصوصاً یورپ کی تاریخیں تو بکثرت سیاسی مصالح کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ اس لیے علم تاریخ کا بھی سرے ہی سے انکار دینا چاہیے۔

حدیث اور تاریخ میں فرق

تعجب اور سخت تعجب ہے کہ جن لوگوں کو حدیث کے حجت اور مستند ہونے میں کلام ہے، وہ لوگ تاریخ کے غایت درجہ معتقد اور دلدادہ ہیں اور اس کے مطالعہ کو نہایت ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور علم تاریخ میں ان کو وہ شبہات پیدا نہیں ہوتے جو حدیث میں پیدا ہوتے ہیں حالانکہ حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہی ہے۔ اگر اس نام ہی سے اس کو وحشت ہوتی ہے تو اس کو تاریخ اسلامی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں، لیکن تاریخ کو حدیث سے کوئی نسبت نہیں۔

۱- اوّل تو حدیث کا جاننا اور اس کا یاد کرنا اور اُس پر عمل کرنا اور لوگوں تک اس کا پہنچانا فرض اور واجب ہے اور تاریخی واقعات کا جاننا اور لکھنا نہ فرض ہے اور نہ واجب اور نہ مستحب۔

۲- حدیث کا تعلق صرف ایک ذات سے ہے اور وہ بھی ایسی کہ جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بخلاف تاریخ کے کہ اس کے لیے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری نہیں کہ ایک ہی ذات سے متعلق ہو۔ تاریخ کبھی کسی ملک کی لکھی جاتی ہے کبھی کسی خاص شہر کی کبھی کسی خاندان کی اور اگر ایک شخص کی بھی لکھی تو اس پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

۳- مؤرخین کی عموماً یہ عادت ہے کہ جب کسی قوم اور ملک کی تاریخ لکھتے ہیں تو اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے ضرور کام لیتے ہیں، جس سے موافقانہ تعلق ہوتا ہے، اس کو برنگ واقعات بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور جس سے مخالفانہ تعلق ہوتا ہے اس کو برنگ واقعات گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آنے والوں کو صحیح حقیقت کا پتہ نہیں چلتا۔ بخلاف حدیث کے کہ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنا جہنم میں ٹھکانا بنانا ہے۔

۴- حدیث کے اصل راوی وہ ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کے کلمات طیبات کو اپنے کانوں سے سنا اور آپ ﷺ کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بخلاف مؤرخین کے کہ جو واقعات وہ لکھتے ہیں، وہ ان کے چشم دید نہیں ہوتے۔ سنے سنائے واقعات جو غیر معتبر ذرائع سے ان کو فراہم ہوئے، ان کو مرتب کر کے تاریخ تیار کر دی۔

۵- تاریخی روایتوں کے لیے کوئی سند ہی نہیں۔ نہ صحیح اور نہ ضعیف اور نہ قوی اور نہ مسلسل اور نہ مشہور اور نہ متواتر کہ جس پر یقین کیا جاسکے اور اگر سند بھی معلوم ہو تو اس کے راویوں کے حالات نامعلوم۔ غرض یہ کہ مجہول در مجہول قصہ ہے اور ہر حدیث کے لیے سند بھی موجود ہے اور ایک سند نہیں سو سو سندیں موجود ہیں۔ صحاحِ ستہ میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں کہ جو دس دس اور بیس بیس سندوں سے مروی ہیں۔ غرض یہ کہ ہر حدیث کی سند ہے اور راویوں کا حال معلوم کرنے کے لیے علم اسماء الرجال ہے اور روایت کے قبول اور معتبر ہونے کے لیے کیا کیا شرطیں ہیں، وہ تمام بالتفصیل علوم اصولِ حدیث میں مذکور ہیں۔ پھر حدیث کے راویوں کی احتیاط کا یہ حال کہ جہاں ذرا بھی کسی لفظ میں شبہ ہو جائے تو وہاں اپنی طرف سے کوئی مرادف لفظ بھی نہ لکھیں بلکہ او نحو ھا کا استعمال کریں۔ بھلا اس احتیاط کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں بھی مل سکتی ہے؟

استاد کے حافظہ میں ذرا فرق دیکھا، اسی وقت اس کی روایت ترک کر دی جس کے متعلق ایک مرتبہ بھی روایت میں کذب ثابت ہو گیا تو اس کی تمام روایات غیر معتبر قرار دے دی گئیں۔ اسی وجہ سے محدثین کے یہاں رافضی کی کوئی روایت معتبر نہیں۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ ہر حدیث کے لیے سند موجود ہے اور تاریخی روایات میں ایک روایت کی بھی سند موجود نہیں۔ پس تعجب اور حیرت ہے کہ علم حدیث جس کی ایک بات بھی بے سند نہیں، وہ تو غیر مستند اور غیر معتبر ہو جائے اور علم تاریخ جو از اوّل تا آخر بے سند ہے، وہ مستند اور معتبر ہو جائے اور خصوصاً اس صدی کی تاریخیں جو تمام تر رسائل اور جرائد سے ماخوذ ہیں، جس کی اشاعت کا مقصد اپنی اغراض کا پروپیگنڈا ہوتا ہے، ان تاریخوں میں ان حضرات کو کوئی شبہ نہیں ہوتا اور حدیث نبوی ﷺ میں ان کو ہر قسم کا شبہ ہے!

حق تو یہ ہے کہ دنیا میں حدیث نبوی ﷺ سے زیادہ کوئی سچی اور معتبر تاریخ نہیں اور نہ ہوئی اور نہ ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے اگر ہے تو دکھلائی جائے۔ پس اگر حدیث نبوی ﷺ معتبر نہیں تو پھر دنیا کی کوئی تاریخ معتبر نہیں ہو سکتی۔

احادیث خلافِ عقل ہیں

بہت سی حدیثیں خلافِ عقل و درایت ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب

کوئی صحیح اور معتبر حدیث خلافِ عقل نہیں ہے۔ خلافِ عقل وہ ہے کہ جس سے کوئی محال لازم آئے۔ جیسے اجتماعِ نقیضین یا ارتفاعِ نقیضین سوالحمدللہ ذخیرۂ حدیث میں کوئی صحیح اور حسن تو کیا بلکہ کوئی ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں جس سے کوئی محال لازم آئے۔ یہ ملاحدہ تو ہر اُس چیز کو جو اُن کے وہم اور خیال میں نہ آئے، محال سمجھتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو محال اور ممکن کے معنی بھی معلوم نہیں۔ شریعت کا کوئی حکم بھی خلافِ عقل نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقل سلیم ہو، سقیم یعنی مریض اور بیمار نہ ہو۔ عقلِ سلیم وہ ہے کہ جو روحانی بیماریوں سے پاک ہو، یعنی ہوائے نفسانی اور کبرت ونخوت اور حرص اور طمع اور حُبِ دنیا، اس قسم کے تمام امراض سے پاک ہو، معیار عقل سلیم ہے۔ ہر شخص کی عقل معیار نہیں بن سکتی۔ قرآن حکیم ایک طرف عقل سلیم کی طرف رجوع کا حکم دیتا ہے اور دوسری طرف اپنے رسول ﷺ کی بے چوں وچرا اطاعت کو فرض اور لازم اور جزوِ ایمان قرار دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کا کوئی قول اور کوئی فعل اور کوئی حکم خلاف عقل نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قرآن کریم دو متضاد چیزوں کے قبول کرنے کا حکم دیتا ہے، اس لیے کہ جب حدیث خلافِ عقل ہوگی تو لامحالہ ایک کے قبول کرنے سے دوسرے سے ضرور سرتابی کرنی پڑے گی۔ جولوگ کہ حدیث کو خلافِ عقل بتلاتے ہیں، وہ حدیث عقل سلیم کے خلاف نہیں ہوتی۔ البتہ صرف ایک ان کی عقل سقیم کے خلاف ہوتی ہے۔ جو ہزارہا نفسانی ظلمتوں اور نجاستوں سے آلودہ ہوتی ہے جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث کے پرکھنے کا معیار صرف اپنی عقل کو بنانا چاہتے ہیں کہ جو روحانی اورتپ دق کی بیماری میں مبتلا ہیں اور ہر شخص کی عقل کو معیار بنانا خود خلافِ عقل ہے جس کو کوئی عاقل قبول نہیں کرسکتا نیز براہین عقلیہ اور قطعیہ سے آنحضرت ﷺ کی عقل مبارک کا سلیم اور کامل الصحت ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا کسی سقیم العقل اور مریض الفہم بلکہ مختل العقل اور بدحواس کی بکواس کی وجہ سے کسی مسلم سلیم العقل کے حدیث اور قول کو رد کرنا خود خلافِ عقل ہے۔ احادیث خلافِ عقل تو کیا ہوتیں ذخیرۂ حدیث تو ایک عجیب وغریب مائدہ علم ہے جس پر عقل سلیم کے تمام مرغوبات اور لذائذ اور طیبات چنے ہوئے ہیں۔ سلیم الطبع اور صحیح المزاج جب ان کو استعمال کرتا ہے تو ان کی لذت اور منفعت کو محسوس کرتا ہے اور جن کے قلوب میں مرض ہے، ان کو یہ پاکیزہ غذا موافق نہیں پڑتی۔ صفراوی بخار والے کو جس قدر لذیذ اور عمدہ غذا دی جائے اُسی قدر اُس کے بخار اور صفرا میں اضافہ ہی ہوگا۔

ومن یک ذافمٍ مُرٍّ مریض

یجد مُراً بہ الماء الزلالا

منکرین حدیث رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہیں۔ اپنی عقل سقیم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ عملاً اپنی عقلِ سقیم کو بمنزلہ رسول کے سمجھتے ہیں بلکہ اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہیں۔ اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اپنی عقلِ سقیم کو حَکم اور فیصل قرار دینا ایسا ہے کہ جیسا کوئی مریض طبیب کی طرف رجوع کرنے کو عبث بتلائے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں خود ہی اپنا علاج کرلوں گا۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی قدس اللہ سرہ، فرمایا کرتے تھے کہ کسی روایت کے خلافِ درایت ہونے کا اگر یہ مطلب ہے کہ یہ روایت زید، عمرو، بکر یا چودھویں صدی کے کسی فاضل اور علامہ کی درایت کے خلاف ہے تو اس مدعی درایت کے ذمہ یہ لازم ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے وہ اپنی عقل اور درایت کی عصمت اور سلامت یا صحت اور محفوظیت کو ثابت کرے ورنہ جمہور سلف اور خلف کے خلاف، خلافِ درایت ہونے کا دعویٰ سراسر شوخ چشمی اور خلافِ درایت ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ تمام اہل اسلام اور تمام علما اور حکما کی درایت کے خلاف ہے تب بھی یہ دعویٰ محتاجِ دلیل ہے۔ حضرات صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اور علمار بانیین کی عقولِ سلیمہ نے جب کسی روایت کو قبول کرلیا تو آج کسی فاضل اور علامہ کی مجال نہیں کہ وہ اس روایت کو خلافت درایت بتائے۔ وہ مدعیٔ عقل درایت درحقیقت اس شعر کا مصداق ہے ع

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

جواب دیگر

اگر احادیث کا انکار اس لیے کیا جارہا ہے کہ بہت سی حدیثیں آپ کے نزدیک خلافِ عقل ہیں تو بہت سے لوگ کچھ ایسے مزاج کے بھی ہیں کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات کو خلافِ عقل بتلاتے ہیں۔

قرآن مکمل کتاب ہے

قرآن کریم ایک جامع اور کامل اور مکمل کتاب ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔

جواب

جامع ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ لفظ تھوڑے ہیں مگر بہت سے معانی اور علوم و معارف کو جامع اور حاوی ہیں گویا کہ دریا کو کوزہ میں بھرا ہوا ہے۔ جامع کے یہ معنٰی نہیں کہ اس کلام کے لیے کسی شرح اور حاشیہ کی بھی ضرورت نہیں۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ انزلہ بعلمہ۔**

اس آیت شریفہ کے بھی یہی معنٰی ہیں کہ حق تعالیٰ نے غیر محدود علوم و معارف کو قرآن کے محدود الفاظ میں بھر دیا۔ اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے: **لا تنقضی عجائبہ** ۔قرآن کے لطائف و معارف کبھی ختم نہ ہوں گے اور علیٰ ہذا قرآن کریم کے کامل کتاب ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ وہ ایسے محکم اصول اور کلیات پر مشتمل ہے کہ قیامت تک آنے والی جزئیات کے احکام اس سے مستنبط ہوسکیں گے اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب غایت درجہ موجز اور مختصر ہوگی اور پھر غایت ایجاز کی وجہ سے حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہوگی اور ظاہر ہے کہ ایسی معجز کتاب کے مخدرات کے چہرہ سے سوائے خدا کے برگزیدہ بندہ کے کوئی نقاب نہیں اُٹھا سکتا۔ اللہ کے نبی اور رسول ﷺ نے سب سے پہلے ان مخدرات کا نقاب اُٹھا کر اپنے صحابہ کو ان کا حسن و جمال دکھایا اور پھر صحابہ نے اپنے شاگردوں کو۔ ثم و ثم ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت تک سلسلہ جاری رہے گا۔

منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ بے شک ہمیں ضرورت نہیں کہ پیغمبر ﷺ ان مخدرات کا نقاب اُٹھا کر ان کا حسن و جمال ہم کو دکھلائیں۔ ہمیں اللہ نے خود آنکھ دی ہے، ہم خود ہی اس کا حسن و جمال دیکھ لیں گے۔ ہمیں کسی کے دکھلانے کی ضرورت نہیں۔

اللہ اکبر! آپ کو اپنی آنکھ کے متعلق اس قدر حسن ظن ہے کہ اللہ کے نبی و رسول ﷺ کی آنکھ سے مقابلہ کرنے کو تیار ہیں رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے۔ صحابہ اور تابعین سے آنکھ لڑانا بھی بے حیائی کی دلیل ہے۔ قرآن کریم بلاشبہ جامع اور کامل کتاب ہے مگر جامع اور کامل کتاب کے سمجھنے کے لیے عقل بھی تو جامع اور کامل چاہیے۔ ناقص اور بیمار عقل تو اس کے لیے کافی نہیں اور ناقص کا اپنے کو کامل سمجھ بیٹھنا بھی اس کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ کتاب جس درجہ کامل ہوگی اسی درجہ محتاجِ شرح ہوگی تاکہ شرح سے اس کے مخفی حقائق اور رموز ظاہر ہوں اور اس طرح سے اس کتاب کا کمال نمایاں ہو۔ جب تک کسی کتاب کے حقائق اور معارف کی تفصیل نہ کی جائے، اُس وقت تک اُس کتاب کا کمال نمایاں نہیں ہوتا۔ منکرین حدیث نے جامع اور کامل کا یہ معنیٰ سمجھے کہ قرآن کے سمجھنے کے لیے حدیث نبوی ﷺ اور اقوالِ صحابہ کی ضرورت نہیں۔ سبحان اللہ کیسی جامع اور کامل عقل ہے کہ جو جامع اور کامل کے معنیٰ بھی نہیں سمجھتی ؏

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

حضور ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ **لا تکتبوا عنی غیر القرآن** [1] سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی بات نہ لکھو۔ پس اگر حدیث حجت ہوتی تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔

جواب

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت صرف قرآن کریم کے لکھنے کا اہتمام کرو۔ ایک ایک لفظ کی حفاظت ضروری ہے۔ نماز بغیر اس کی قرأت کے درست نہیں نیز قرآن کریم میں معانی کی طرح الفاظ بھی مقصود بالذات کے درجہ میں ہیں اور احادیث میں مقصود بالذات معانی ہیں۔ الفاظِ حدیث کی حفاظت معانی کی حفاظت کے لیے ہے، اس لیے حدیث کی کتابت میں چنداں اہتمام کی ضرورت نہیں۔ اس وقت فقط قرآن کریم کی کتابت کا اہتمام ضروری تھا۔ اس لیے حضور ﷺ نے خاص اہتمام تو کتابت قرآن کا فرمایا۔ کاتبین وحی مقرر فرمائے۔ البتہ جن لوگوں نے از خود حدیث نبوی ﷺ کی کتابت کی اجازت چاہی، ان کو اجازت دی اور بوقت ضرورت خود بھی خاص خاص احکام اور خاص خاص خطبوں کے لکھنے کا حکم دیا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ کتابت حدیث میں ذرہ برابر کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے، اس لیے کہ جو لوگ حضور ﷺ کے کلمات طیبات کو قلم بند کرتے تھے، حضور ﷺ ان کو بنظر استحسان ہی دیکھتے تھے اور عقلاً کتابت حدیث کے قبیح ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ سرورِ عالم ﷺ کو کوئی نبی اور رسول مانے یا نہ مانے لیکن حضور ﷺ کے رأس الحکما اور تاج العقلا ہونے میں آج تک کسی کافر نے بھی کلام نہیں کیا۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ حضور پُر نور ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے جو کلمہ نکلتا تھا وہ حکمت اور موعظت کے یواقیت و مرجان ہی ہوتے تھے اور کلمات حکمت و موعظت کی کتابت عقلاً و شرعاً فقط مستحسن ہی نہیں بلکہ اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو واجب اور لازم ہے۔

---

[1] مسلم رقم ۷۵۱۰، کتاب الزہد، باب التثبیت فی الحدیث وحکم کتابۃ الحدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال تعالیٰ:

﴿وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۴۵)

''اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی۔''

سب سے پہلی سورت جو نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی وہ اقراء ہے جس کے شروع میں علّم بالقلم آیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قلم اور علم۔ اور قلم سے علم کی کتابت حق تعالیٰ کی منن کبریٰ میں سے ہیں۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ اس آیت میں حق تعالیٰ نے دوات اور قلم اور کتابت کی قسم کھائی ہے، تاکہ قلم اور کتابت کی عظمت اور جلالت ظاہر ہو۔

غرض یہ کہ علم و حکمت کی کتابت کا مستحسن ہونا ایسی بدیہی ہے کہ جس میں کسی عاقل کو کلام نہیں۔ بلکہ اگر خرافات اور مہملات کی بھی کسی ضرورت یا مصلحت سے کتابت کی جائے تو وہ بھی عقلاً اور شرعاً درست ہے۔ کراماً کاتبین کا کام ہی خیر و شر کو لکھنا ہے۔ اور انھی کراماً کاتبین کے لکھے ہوئے صحائف اعمال قیامت کے دن حساب و کتاب کے وقت پیش ہوں گے جس سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے۔ بلا تشبیہ اور مثال کے خفیہ پولیس کی رپورٹ کو اس کا نمونہ سمجھو۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ اور كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔

پس خرافات اور مہملات کی کتابت کسی ضرورت یا مصلحت سے قبیح نہیں تو احادیث نبوی اور کلماتِ قدسیہ جن کے جواہر حکمت اور یواقیت و موعظت ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں ان کی کتابت قطعاً کسی طرح قبیح ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کہ امر قبیح کی کتابت حسن ہو سکتی تو امر حسن کی کتابت بدرجہ اولیٰ حسن بلکہ احسن ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم نے جابجا کتابت کی اسناد اللہ کی طرف فرمائی ہے۔ کتب اللہ۔ و کتب ربکم و کتبنا بار بار قرآن عزیز میں آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتابت نہایت ہی مستحسن فعل ہے۔ پس جب فعل کتابت کا مفعول بہ یعنی شے مکتوب بھی امر احسن ہو تو پھر ٹل کر نور علیٰ نور کا مصداق ہوگا۔ حق تعالیٰ کی ابتدا آفرینش عالم سے یہ سنت رہی کہ حضرات انبیا پر لکھے ہوئے صحیفے نازل ہوتے۔ صرف خاتم الانبیا نبی اُمی فداہ نفسی وابی وامی پر لکھی ہوئی کتاب نازل نہیں فرمائی۔ حضور ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے اس کی کتابت کرائی۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ اسلام کے قدم جم گئے اور عوام میں اسلام پھیلا گیا تو سلاطین اور امرا کے نام صحابہ سے لکھوا کر دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔ جس کا کچھ اشارہ قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب کو اسلام اور توحید کی دعوت دیجیے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسی آیت کے مطابق اہل کتاب کے نام تبلیغی خطوط روانہ فرمائے اور ان خطوط میں اس آیت شریفہ کا اقتباس بھی فرمایا۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے ہاتھ ملکۂ سبا کے نام دعوتِ اسلام کا خط روانہ فرمایا: اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ آخر یہ والا نامہ جس کو ہدہد لے کر گیا۔ سلیمان علیہ السلام کی حدیث ہی تو تھی اور اسی طرح حضور ﷺ نے عمال کے نام بہت سے احکام لکھوا کر روانہ کرائے وہ احادیث ہی تو تھیں۔ یہ احادیث کا پہلا مجموعہ تھا جو حضور ﷺ کے حکم سے مرتب ہوا۔ جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔

اور علیٰ ہذا صحابۂ کرام کا حضور کی اجازت سے احادیث کو لکھنا بدرجۂ تواتر ثابت ہے۔ اور فقط اجازت ہی نہیں، بلکہ کتابت کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم بھی ہے۔ حکیم ترمذی انس بن مالک اور طبرانی اور حاکم عبداللہ بن عمرو بن العاص سے راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: قیدوا العلم بالکتابۃ ❶ علم کو کتابت کے ساتھ مقید کرو۔ یعنی علم ایک صید یعنی شکار ہے اور کتابت اس کے لیے قید ہے۔ علم کے صید کو کتابت کی قید میں لاؤ۔ مبادا کہیں حافظہ سے نکل کر اڑ جائے علامہ عزیز فرماتے ہیں کہ ایک اسناد اس کی صحیح ہے اور حضور ﷺ کے مرض الوفات کا مشہور واقعہ صحیح بخاری ❷ اور صحیح مسلم ❸ اور دیگر کتب صحاح میں موجود ہے۔ کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ دوات، قلم، کاغذ لاؤ تاکہ تمہارے لیے ایک تحریر لکھوا دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ آپ جو لکھواتے وہ حدیث ہی تو ہوتی اور حضور ﷺ ہی کا تو ارشاد ہوتا، قرآن تو نہ ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ حضور ﷺ کی زندگی کا آخری فعل ہے۔ اس میں نسخ اور تغیر و تبدل کا کوئی احتمال نہیں۔ اور ممانعت کتابت کا حکم بلاشبہ مرض الوفات کے واقعہ سے پہلے کا ہے۔ جو اس آخری حکم سے منسوخ سمجھا جائے گا۔ اور کتابت حدیث کی ممانعت کا حکم کسی وقتی مصلحت پر محمول ہوگا۔ جب تک وہ مصلحت باقی رہی، حکم باقی رہا اور جب وہ مصلحت ختم ہوگئی تو ممانعت کا حکم بھی ختم ہوگیا۔

اور اگر بالفرض والتقدیر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو بالکلیہ کتابت حدیث سے منع فرمادیا تھا۔ تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حدیث کی روایت اور اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں۔ کتابت کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت بھی ممنوع ہوجائے۔ حاکم بسا اوقات کوئی حکم دیتا ہے مگر کسی مصلحت سے اس کے لکھنے کی ممانعت کر دیتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حکم واجب العمل بھی نہ رہے۔ خصوصاً جب کہ اسی حدیث میں **لا تکتبوا عنی غیر القرآن** کے بعد **وحدثوا عنی ولا حرج** کا لفظ بھی موجود ہے۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ کسی مصلحت سے کتابت کی ممانعت ہے روایت کی ممانعت نہیں۔ صحیح مسلم میں پوری حدیث اس طرح ہے:

> **عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ وحدثوا عنی ولا حرج ومن کذب علی معتمد افلیتبوأ مقعدہ من النار** ❹
>
> ''ابو سعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے سوائے قرآن کے کچھ نہ لکھو اور اگر لکھا ہو تو مٹا دو۔ البتہ میری حدیث کو زبانی روایت کرو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔''

منکرین حدیث جب اس حدیث کو نقل کرتے ہیں تو حدیث کا اوّل جملہ **لا تکتبوا عنی** تو نقل کرتے ہیں اور آخر جملہ یعنی **حدثوا عنی**۔ میری حدیث کو روایت کرو کو ذکر نہیں کرتے تو کیا یہ تلبیس اور کتمانِ حق نہیں۔

---

❶ مجمع الزوائد ۱/۱۵۲

❷ بخاری ۴۴۳۱، کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ

❸ مسلم ۴۲۳۲، کتاب الوصیہ باب ترک الوصیہ لمن لیس لہ شئ یوصی فیہ

❹ صحیح مسلم کتاب الزھد باب التثبت فی الحدیث وحکم کتاب العلم ص ۴۱۴، ج ۲، رقم الحدیث ۷۵۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کے ایک واقعہ سے استدلال

عروہ بن زبیر راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے احادیث نبوی کی کتابت کا ارادہ فرمایا کہ اگر احادیث وسنن کتابت میں آجائیں تو نہایت عمدہ ہو۔ مشورہ کے لیے حضرات صحابہ کو بلایا۔ سب نے بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ سنن نبویہ کی کتابت کرانی چاہیے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں استخارہ کرتے رہے۔ ایک دن صبح کو اُٹھے اور یہ فرمایا کہ میں سنن نبویہ کی کتابت کا ارادہ کرلیا تھا لیکن مجھ کو گذشتہ قوموں کا خیال آیا کہ انھوں نے اپنی ایک مذہبی کتاب لکھی اور پھر اس پر اس درجہ جھکے کہ اللہ کی کتاب کو چھوڑ بیٹھے (مجھے بھی یہی اندیشہ ہے) خدا کی قسم میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کسی اور چیز کا ملانا پسند نہیں کرتا۔ ❶

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں واللّٰہ لا اشوب کتاب اللّٰہ بشیٔ ابدا خدا کی قسم میں اللہ کی کتاب کے ساتھ آمیزش نہ ہونے دوں گا۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں لا کتاب مع کتاب اللّٰہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کوئی اور کتاب نہیں۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ فاروق اعظم اور حضرات صحابہ حدیث نبوی کو بلاشبہ وتردد حجت اور اس کی کتابت کو موجب سعادت سمجھتے تھے۔ سب سے پہلے خود حضرت عمرؓ کے دل میں کتابت حدیث کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور مشورہ کے لیے صحابہ کرام کو بلایا۔ سب نے بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ احادیث اور سنن کی کتابت کرائی جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا کہ اس میں شک نہیں کہ حدیث کی کتابت عظیم مصلحت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک مفسدہ کا بھی خطرہ ہے۔ خطرہ کو ترجیح دی اور کتابت حدیث کا ارادہ ترک فرمادیا۔ وہ یہ کہ مبادا مصحف خداوندی کے ساتھ کسی دوسرے صحیفہ کی تدوین کا اہتمام خلاف ادب نہ ہو۔ صحابۂ کرام ابھی جمع قرآن سے فارغ ہوئے ہیں۔ ابھی اگر جمع حدیث اور تدوین سنت کی طرف متوجہ ہوئے تو مبادا کسی وقت قاصر الفہم۔ صحیفۂ سنت کو مصحف خداوندی کے مماثل نہ سمجھ بیٹھیں۔ لا کتاب مع کتاب اللّٰہ کا لفظ اسی طرف مشیر معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ کسی اور کتاب کی کتابت موہم مماثلت نہ ہو اور پھر رفتہ رفتہ کہیں کتاب اللہ کے چھوڑ بیٹھنے کا سبب نہ بن جائے اور عجب نہیں کہ بعض لوگوں کا خیال یہ ہو۔ کہ حدیث نبوی کو قرآن کے ساتھ ملا کر لکھا جائے۔ ❷

---

❶ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی للسیوطیؒ، ص ۲۸۷

❷ ہمارے نزدیک یہ توجیہ زیادہ قوی ہے۔ اس لیے کہ اس کی تائید حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو مجمع الزوائد میں مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔ عن ابی سعید الخدری قال کنا قعوداً نکتب ما نسمع عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فخرج علینا فقال ما ھذا تکتبون فقلنا ما نسمع منک فقال اکتاب مع کتاب اللّٰہ امحضوا کتاب اللّٰہ واخلصوہ قال فجمعنا ما کتبناہ فی صید واحد ثم احرقناہ (مجمع الزوائد ۱/۱۵۱) حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا تھا اسے بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا لکھ رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ سے جو کچھ سنا ہے وہی لکھ رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی کتاب کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب لکھی جا رہی ہے؟ اللہ کی کتاب کو الگ کرو اور خالص کرو۔ پس ہم نے جو کچھ لکھا تھا جمع کر کے جلا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا نازل ہو رہا تھا۔ کچھ سورتیں یا دتھیں آج نازل ہوئیں کچھ وقفہ کے بعد، رسول اللہ ﷺ آیات کی تشریح فرماتے۔ یا کسی دوسرے معاملہ کے متعلق کچھ ارشاد فرماتے۔ بعض صحابہ کرام ان ساری چیزوں کو ایک ہی کاغذ پر لکھ لیا کرتے۔ کیونکہ کاغذ کم [illegible] عرض کیا جو کچھ آپ ===

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: لا اشوب کتاب اللہ بشئ ابدا. کتاب اللہ کے ساتھ کسی شے کی آمیزش میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ غرض یہ کہ اس خطرہ کی بنا پر حضرت عمرؓ نے کتابت حدیث کا ارادہ فسخ فرمایا۔ معاذ اللہ اگر عمر فاروق حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے تو پہلے ہی سے لکھنے کا کیوں ارادہ فرمایا اور صحابۂ کرام سے کیوں مشورہ کیا اور سب نے بالاتفاق کیوں کتابت کا مشورہ دیا۔

ابن بشکوال فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین نے قرآن کریم کی طرح احادیث نبویہ کو ایک صحیفہ میں اس لیے جمع اور مدوّن نہیں کیا کہ صحابہ حضور کی خدمت میں اطراف و اکناف سے آتے تھے اور چلے جاتے تھے اور ان آنے جانے والے حضرات نے جو خصوصی ارشادات کے وقت مجلس نبوی میں ان کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ وہ ارشادات فقط انہی حضرات کے سینوں میں محفوظ تھے۔ اور یہ سب حضرات ایسے مختلف مواضع میں منتشر تھے کہ بہت سوں کو ان کا علم بھی نہ تھا۔ اس لیے ان منتشر اور متفرق حضرات کے پاس سے احادیث نبویہ کا جمع کرنا بہت دشوار تھا۔

اور اگر بایں ہمہ حضرات صحابہ منتخب احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب فرماتے اور خلافت راشدہ کے زیر اہتمام مرتب ہو کر وہ شائع ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ مجموعہ تمام احادیث اور سنن کو حاوی نہ ہوتا۔ بلکہ ان میں سے ایک منتخب اور قلیل حصہ کا حامل ہوتا اور خلافت راشدہ کی طرف سے شائع ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگ فقط اسی صحیفہ کی احادیث کو حجت سمجھتے کہ جو خلافت راشدہ کی طرف سے شائع ہوا اور وہ احادیث اور سنن جو اس صحیفہ میں نہ ہوتیں ان کو حجت نہ سمجھتے۔ اس طرح اُمت نبی اکرم ﷺ کے اکثر ارشادات اور کلمات طیبات سے محروم ہو جاتی۔ اس لیے حضرات صحابہؓ نے حدیث نبوی کی جمع اور تدوین کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور اُمت کے لیے طلب حدیث کا میدان وسیع کر دیا کہ جس جگہ سے چاہیں حدیث نبوی کو تلاش کریں اور جہاں سے ملے وہ لے لیں۔ کسی خاص

=== سے سنتے ہیں۔ اس میں قرآن و حدیث کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ نبی ﷺ نے اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے کہ اگر دونوں چیزیں ایک ساتھ لکھی جائیں گی تو پھر اس میں یہ امتیاز کرنا کہ اس میں کون سا حصہ قرآن مجید کا ہے اور کونسی عبارت حدیث کی ہے، مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے مصلحانہ انداز میں فرمایا کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب لکھی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے روایت حدیث سے منع نہیں فرمایا اور نہ احادیث کے لکھنے سے منع فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ امحضوا کتاب اللہ و اخلصوہ اللہ کی کتاب کو الگ کرو اور اسے خالص رکھو۔ یعنی دوسری کتاب کے ساتھ ملا کر نہ لکھو۔ حضرت ابوسعید خدری کی یہ روایت منع کتابت حدیث کی روایات کا معنی واضح کر دیتی ہے کہ جن روایات میں حدیث کی کتابت سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ ان میں کتابت کے اس طریقہ سے روکا گیا ہے۔ جس سے قرآن و حدیث کا باہمی فرق و امتیاز باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ پھر جب قرآن مجید اور احادیث کا فرق صحابہ کرام خوب اچھی طرح سمجھ گئے اور ایک ساتھ قرآن و حدیث کا لکھنا حسب ارشاد نبوی ترک کر دیا اور یقین ہو گیا کہ صحابہ کرام کلام اللہ اور احادیث کا امتزاج نہیں کریں گے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو کتابت حدیث کی اجازت دی۔ صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کیا اور جن صحابہ کرام نے قرآن و حدیث کو ایک ساتھ ایک کاغذ پر نہیں لکھا۔ ان کو کتابت احادیث سے آپ نے منع فرمایا۔ اور اس طرح جہاں آپ نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اسلام تیزی کے ساتھ دوسری قوموں میں پھیل رہا ہے مبادا کہ لوگ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ کی آمیزش نہ کر دیں۔ مذکور روایت بحوالہ تدریب الراوی کے الفاظ یہ ہیں لا البس کتاب اللہ بشئ ابدا میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کسی اور چیز کا ملانا پسند نہیں کرتا حضرت مولانا نے ابن بشکوال کا جو قول نقل کیا ہے۔ اس سے اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ (مدیر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب اور خاص صحیفہ کی قید نہیں۔ خلافت راشدہ نے تو صرف جمع قرآن پر اکتفا کیا اور احادیث نبویہ کی حفاظت اور اس کی تدوین لوگوں پر چھوڑ دی۔ کسی نے زبانی روایت سے احادیث نبویہ کی حفاظت کی اور کسی نے کتابت کے ذریعہ احادیث کو محفوظ کیا۔ اس طرح احادیث محفوظ ہوگئیں (انتھی محصل کلام ابن بشکوال) وھو غایة التحقیق ونھایة التدقیق

دوسری وجہ

عہدِ نبوت ہی سے کچھ صحابہ حضور ﷺ کے ارشاد قلم بند کیا کرتے تھے۔ وصال کے بعد اس میں اور زیادتی ہوگئی لیکن اکثر صحابہؓ زبانی ہی روایت فرماتے اور اگر کوئی شاگرد ان کی حدیثوں کو لکھنا چاہتا تو اس کو منع فرماتے:

وعن ابی نضرة قال قلت لابی سعید الخدری الا نکتب ما نسمع منک قال تریدون ان تجعلوھا مصاحف ان نبیکم صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یحدثنا فنحفظ فاحفظوا کما کنا نحفظ ❶

''ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے عرض کیا کہ کیا جو حدیثیں ہم آپ سے سنتے ہیں ان کو قلم بند نہ کرلیا کریں تو فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہم سے زبانی ارشاد فرماتے تھے اور ہم اس کو سن کر یاد کر لیتے پس جس طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ سے زبانی سن کر یاد رکھا ہے تم بھی اسی طرح یاد رکھو۔''

یعنی حضور نے جس شان سے ہم تک اللہ کا دین اور علم پہنچایا ہم بھی اس علم کو تم تک اسی طرح پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس طریق ادا میں ہم کو تغیر اور تبدل پسند نہیں۔

ابوموسیٰ اشعریؓ نے ایک دن لوگوں کو اپنی روایت فرمودہ حدیثوں کو لکھتے ہوئے دیکھ لیا۔ فرمایا مجھ کو دکھلاؤ کیا لکھا ہے اور پانی منگا کر سب کو دھو ڈالا اور یہ فرمایا کہ جس طرح ہم نے حضور ﷺ سے زبانی سن کر یاد کیا ہے تم بھی اسی طرح سن یاد کرو۔ ❷ یہ عشق نبوی کی انتہا ہے کہ جس طریق سے سنا ہے۔ اسی طریق سے تم کو سنائیں گے اور تم کو اسی طرح سننا اور یاد کرنا ہوگا۔ یہ عشق ادا تھا خوب سمجھ لو۔ چنانچہ حافظ عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

قال العلماء کرہ جماعة من الصحابة والتابعین کتابة الحدیث واستحبوا ان یؤخذ عنھم حفظا کما اخذوا حفظا لکن لما قصرت الھمم و خشی الائمة ضیاع العلم دونوہ و کثر التصنیف و حصل بذلک خیر کثیر فللّٰہ الحمد ❸

''صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کو حدیث کی کتابت پسند نہ تھی ان کو یہ پسند تھا کہ جس طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بطور حفظ لیا ہے۔ اسی طرح لوگ ہم سے بطور حفظ لیں۔ لیکن جب ہمتیں قاصر ہوگئیں اور علم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا۔ تو علما نے علم حدیث کو مدوّن کیا اور کثرت سے کتابیں لکھیں۔ جس کی وجہ سے خیر کثیر حاصل ﷺ ہوئی فللّٰہ الحمد۔''

منکرین حدیث۔ احادیث کے مٹانے کے واقعات کتاب حدیث سے نقل کر کے لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ صحابۂ کرام اس لیے احادیث کو جلاتے یا مٹاتے تھے کہ معاذ اللہ صحابۂ کرام حدیث نبوی کو حجت اور واجب العمل نہیں سمجھتے تھے۔ اور ان کا مقصود ہی

❶ جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص ۶۴ ❷ جامع بیان العلم وفضلہ ص ۶۶ ❸ فتح الباری ۲۰۸/۱ باب کتابة العلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٹانے سے یہ تھا۔ کہ جب حدیث قلم بند نہ ہوگی تو ایک نہ ایک دن مٹ جائے گی۔ قاتلهم الله انی یؤفکون ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

حیرت اور سخت حیرت کا مقام ہے کہ منکرین حدیث مطبوعہ کتابوں سے قطع و برید کر کے عبارتیں نقل کر دیتے ہیں، جتنا لفظ ان کی غرض اور خواہش کے مطابق ہوتا ہے اتنا لے لیتے ہیں۔ اور اس کے سیاق و سباق کو حذف کر دیتے ہیں۔ تاکہ کوئی صحیح مطلب نہ سمجھ سکے قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا۔ غرض یہ کہ بعض صحابہ کتابت حدیث سے اس لیے منع کرتے تھے کہ وہ زبانی سلسلہ روایت کو پسند فرماتے تھے نہ کہ اس وجہ سے کہ معاذ اللہ حدیث نبوی ان کے نزدیک حجت نہیں تھی، اگر حجت نہیں تھی۔ تو روایت ہی کیوں کرتے تھے۔ جس چیز کی کتابت ناجائز ہے۔ اس کی روایت بھی ناجائز ہونی چاہیے۔ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ صحابۂ کرام حضور پُر نور ﷺ کے عاشق جانثار تھے۔ حضور کے پسینہ کے لیے اپنا خون بہاتے تھے۔ آپ کا تھوک اور سنک کبھی زمین پر نہیں گرا۔ حضور جب تھوکتے تھے تو صحابۂ کرام ہاتھوں ہاتھ اس کو لیتے اور اپنی آنکھوں سے ملتے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ عاشق اور محبّ صادق ہو اور اپنے معشوق اور محبوب کے کلام کو حجت نہ سمجھے۔ ایسا عاشق تو کبھی سننے ہی میں نہیں آیا کہ اپنے معشوق کے کلام کو اس لیے جلاتا یا مٹاتا ہو کہ کہیں لوگ محبوب کے قول پر عمل نہ کر بیٹھیں۔ اہل عقل اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ کسی مصلحت سے کسی شے کا مٹانا یا جلانا اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ صحابہ نے قرآن کریم کو جمع کرنے کے بعد اس کے سات نسخے نقل کرا کر اطراف و اکناف میں بھیجے۔ اور جو مختلف نسخے لوگوں کے پاس تھے، ان کو لے کر جلا دیا۔ یہ جلا دینا مصلحت کے لیے تھا کہ کوئی ملحد اور زندیق قرآن کریم میں ان منتشر اوراق میں کوئی لفظ کم و بیش کر کے اُمت میں فتنہ نہ برپا کر دے۔ معاذ اللہ اس لیے نہ تھا کہ قرآن حجت نہیں۔

صدیق اکبرؓ کا واقعہ

اسی طرح صدیق اکبر کا پانچ سو حدیثوں کے مجموعہ کو جلانا بالفرض والتقدیر اگر کسی سند صحیح سے ثابت ہو جائے۔ تو لامحالہ وہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہوگا اور وہ مصلحت خود اس روایت میں مذکور ہے وہ یہ کہ مجھ کو مجموعہ پر اطمینان نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ جلانا عدم اطمینان کی بنا پر تھا اس بنا پر نہ تھا کہ ابوبکر صدیق حدیث نبوی کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۵ میں ابوبکرؓ کے اس واقعہ کو نقل کر کے صاف لکھ دیا ہے لا یصح ذلک یعنی یہ روایت صحیح نہیں۔ منکرین حدیث تذکرۃ الحفاظ سے اس غیر معتبر روایت کو نقل کر دیتے ہیں اور ھذا لا یصح کا لفظ جو اسی روایت کے بعد متصلاً لکھا ہوا ہے۔ اس کو نقل نہیں کرتے اور علیٰ ہٰذا اسی کے بعد حدیث نبوی کے مطابق جو فیصلہ کرنے کے واقعات تذکرۃ الحفاظ میں لکھے ہیں ان کو نقل نہیں کرتے۔ کیا یہ صریح خیانت اور تلبیس نہیں ہے اور بھلا اس بات کو کون دیوانہ قبول کر سکتا ہے۔ کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کا رفیق جانثار اور یارِ غار ہو اور جس نے اپنا تمام جان و مال حضور پُر نور پر قربان اور نثار کر دیا ہو وہ حدیث نبوی کو حجت نہ سمجھتا ہو۔ خوب سمجھ لو کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ ابوبکر صدیقؓ حدیث نبوی کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ وہ بلاشبہ دیوانہ ہے اور جو اس مجنونانہ عقیدہ کی تصدیق کرے وہ اس سے بڑھ کر دیوانہ ہے۔ دیوانہ گفت ابلہ باور کرد کی مثل اس پر صادق ہے۔ عبداللہ بن علا کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے درخواست کی کہ مجھے کچھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں لکھا دیں تو محمد بن قاسم نے کہا:

ان الاحادیث کثرت علی عهد عمر بن الخطاب فانشد الناس ان یأتوه بها فلما اتوه بها امر بتحریقها [1]

"کہ فاروق اعظم کے زمانہ میں جب لوگ احادیث کثرت سے بیان کرنے لگے یعنی روایت میں احتیاط ملحوظ نہ رکھی تو فاروق اعظم نے ان غیر محتاط لوگوں کو بلوایا کہ وہ کتابیں لے کر حاضر ہوں چنانچہ وہ لوگ اپنی کتابیں لے کر حاضر ہوئے تو ان کو جلانے کا حکم دیا۔"

فاروق اعظم کو جن لوگوں کے مجموعہ پر اطمینان نہ ہوا۔ اس کو منگا کر جلا دیا۔ غرض یہ کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا کسی خاص مجموعہ کو جلانا اس لیے تھا کہ وہ خاص مجموعہ ان کی نظر میں معتبر اور مستند نہ تھا۔ ورنہ ابوبکر اور عمر کے نزدیک اگر حدیث نبوی معتبر نہ تھی تو خود کیوں حدیثوں کی روایت کرتے تھے۔ اور صحابہ سے کیوں دریافت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کیا فرمایا اور جب کوئی حدیث معتبر ذریعہ سے ان کو معلوم ہوتی تو فوراً اس پر عمل فرماتے۔

روایتِ حدیث میں احتیاط

اور علیٰ ہذا صدیق اکبر اور فاروق اعظم کا عام طور پر روایت حدیث سے منع کرنا یا کسی روایت کرنے والے سے شاہد اور گواہ کا طلب کرنا احتیاط پر مبنی تھا۔ معاذ اللہ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان حضرات کے نزدیک حدیث نبوی حجت نہ تھی۔ حضور کے وصال کے بعد دنیا صحابہ کرام پر پروانوں کی طرح گری اور ہر لمحہ اور ہر لحظہ یہی فکر تھی کہ یہ معلوم کریں۔ کہ حضور نے کیا فرمایا اور کیا کیا دن رات یہی مشغلہ تھا کہ احادیث نبویہ کو سنتے اور یاد کرتے۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے حکم دیا کہ روایت کی کثرت سے پرہیز کریں اور احتیاط سے کام لیں۔ اس لیے کہ کثرت روایت میں اندیشہ غلطی کا ہے۔

صدیق اکبرؓ کی احتیاط

حافظ شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۳ میں لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے شخص جنھوں نے قبولِ روایت میں احتیاط کی سنت جاری کی وہ ابوبکر صدیق ہیں۔ جیسا کہ زہری قبیصہ سے راوی ہیں کہ ایک جدہ یعنی دادی اپنے پوتے کی میراث مانگنے ابوبکر کے پاس آئی کہ میں دادی کے متعلق نہ تو کتاب اللہ میں کوئی حکم پاتا ہوں اور نہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان مجھ کو اس بارے میں معلوم ہے۔ بعد ازاں آپ نے لوگوں سے دریافت کیا۔ تو مغیرہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ جدہ (دادی) کو (سدس) چھٹا حصہ دلواتے تھے۔ ابوبکر نے فرمایا اور بھی کوئی اس پر شاہد ہے۔ محمد بن مسلم نے شہادت دی۔ آپ نے ان کی شہادت سن کر دادی کو چھٹا حصہ دینے کا حکم صادر فرمایا۔ [2]

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ صدیق اکبرؓ کو جب مسئلہ کا حکم کتاب اللہ میں نہ ملتا تھا۔ تو حدیث نبوی کی طرف رجوع فرماتے۔ اور جہاں مسئلہ حقوق کا ہوتا۔ وہاں بنظرِ احتیاط گواہ بھی طلب فرماتے اور شہادت کے بعد حدیث کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۱۴۱ [2] تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیق اکبرؓ کا تعامل

مسند دارمی میں ہے:

كان ابوبكر اذا ورد عليه الخصم نظر في كتاب الله فان وجد فيه ما يقضى بينهم قضى و ان لم يكن في الكتاب و علم من رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك سنة قضى به فان اعياه ذلك خرج فسأل المسلمين ❶

''ابوبکر صدیق کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو کتاب اللہ میں نظر فرماتے۔ اگر اس میں حکم پاتے تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے اور اگر کتاب اللہ میں اس کے متعلق حکم نہ ہوتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں کوئی سنت معلوم ہوتی۔ تو اس کے موافق فیصلہ فرماتے اور اگر حدیث اور سنت میں بھی اس کے متعلق کوئی حکم نہ ملتا تو علمائے اسلام سے رائے اور مشورہ لیتے اور اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔''

اس لیے کتاب وسنت کے بعد درجہ اجماع کا ہے اور اجماع کا اتباع واجب ہے۔ ورنہ ہر شخص کا دین جدا ہوگا بلکہ دین دین نہ رہے گا۔ بازیچۂ اطفال بن جائے جس کا جو جی چاہے گا وہ کتاب وسنت کا مطلب قرار دے گا اور دین کا لوگوں کی خواہش کے مطابق ہو جانا اس سے بڑھ کر کوئی فساد اور فتنہ نہیں۔

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ﴾

''اگر حق لوگوں کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو زمین وآسمان اور جو ان کے درمیان ہے سب خراب ہو جائے۔''

صدیق اکبرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلے جو خطبہ دیا۔ اس میں یہ فرمایا:

يا ايها الناس قد وليت امركم ولست بغيركم ولكن نزل القرآن وسن النبي صلى الله عليه وسلم السنن فعلمنا و علمنا ايها الناس انما انا متبعٌ ولست بمبتدءٍ فان احسنت فاعينوني و ان زغت فقوموني ❷

''اے لوگو! میں تمہارا والی بنا دیا گیا ہوں مگر میں تم سے بہتر نہیں لیکن خوب سمجھ لو۔ کہ ہم میں قرآن اُترا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ہم کو سنتیں اور طریقے سکھائے جو ہم نے جانے اور سیکھے لہٰذا خیر اور بھلائی کتاب اور سنت ہی کے اتباع میں ہے۔ بہ جز ایں نیست کہ میں کتاب وسنت کا اتباع کروں گا دین میں کوئی نئی بات نہ نکالوں گا۔ اگر میں حضور ﷺ کے طریقہ پر خوب چلوں تو میرا اتباع کرو اور اگر ذرہ برابر ان سے انحراف کروں تو میری اصلاح کرو۔''

حضور ﷺ کی وفات کے وقت جب اختلاف ہوا کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ جس جگہ اللہ کے نبی کی روح قبض ہوتی ہے۔ اسی جگہ اس کو دفن کیا جاتا ہے۔ ❸ حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے میراث مانگی۔ تو ابوبکر صدیقؓ نے اس کے جواب میں حدیث پیش کی۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ

---

❶ سنن دارمی، رقم ۱۶۳، فی المقدمہ باب الفتیا و مافیہ من الشدۃ ❷ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۹

❸ ابن ماجہ ۱۶۲۸ کتاب الجنائز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کے مال کی میراث تقسیم نہیں ہوتی ❶ ایک دو نہیں صدہا اور ہزارہا واقعات ایسے ہیں کہ جن سے صدیق اکبرؓ کا تمسک بالحدیث بدرجۂ تواتر یہ بھی ثابت ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ بدرجۂ تواتر یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بلا تردد اور تامل اس کو قبول کیا اور کسی نے ذرہ برابر اختلاف نہیں کیا اور کسی وقت کسی کی زبان سے یہ نہیں نکلا کہ اے ابوبکر حدیث تو حجت نہیں تو پھر حدیث سے کیسے حجت قائم کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ حدیث کی حجیت صحابہ میں بالاجماع مسلم تھی اور صحابہ کرام کا اجماع دلیل قطعی ہے۔ منکرین حدیث آنکھ کھولیں اور ہوش میں آئیں:

ابن ابی ملیکہ کی مرسل روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ اب تم رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کرو گے (اس میں انتہائی احتیاط سے کام لینا) عجب نہیں کہ تم ان روایات میں مختلف ہو جاؤ۔ یعنی کوئی کسی طرح روایت کرے اور کوئی کسی طرح۔ پس اگر تم نے احتیاط نہ کی اور تمہاری روایات اور بیانات میں اختلاف ہوا تو تمہارے بعد آنے والے تم سے زیادہ مختلف ہوں گے۔ لہٰذا بغیر پورے اطمینان کے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث روایت نہ کرنا اور اگر تمہاری روایتوں میں کسی وقت اختلاف پیش آئے تو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ یوں کہہ دینا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ صدیق اکبرؓ کا مقصود یہ ہے کہ احادیث کے روایت میں تثبت اور احتیاط لازم ہے۔ روایت کا دروازہ بند کرنا مقصود نہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب صدیق اکبرؓ سے جدہ یعنی دادی کے متعلق دریافت کیا گیا۔ اور اس کا حکم کتاب اللہ میں نہ پایا تو کس طرح اس کے متعلق احادیث نبویہ کو دریافت کیا۔ اور جب ایک ثقہ اور معتبر آدمی یعنی مغیرہ نے اس بارے میں حدیث نبوی کی خبر دی تو اس پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ بنظرِ احتیاط ایک دوسرے ثقہ اور معتبر یعنی محمد بن مسلمہ سے اس کی تصدیق اور توثیق طلب کی اور یہ نہیں فرمایا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔" ❷

فاروق اعظمؓ کی احتیاط

یہ تو ہم نے صدیق اکبرؓ کے متعلق ذکر کیا اب ہم عمر فاروق کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ وہ روایت حدیث کے بارے میں کس درجہ محتاط تھے۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶ پر فاروق اعظم کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

> اے برادرِ عزیز! اگر تو اس خلیفہ اعظم یعنی عمرؓ کو کماحقہ جاننا اور پہچاننا چاہتا ہے تو میری کتاب (نعم السمر فی سیرۃ عمرؓ) کا مطالعہ کرو۔ بلاشبہ فاروق اعظمؓ کا وجود مسلمان اور کافر اور سنی اور رافضی کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ عمر فاروق کی تنقیص سوائے جاہل اور منحرف عن الحق اور بدکار رافضی کے کوئی کر ہی نہیں سکتا اور دنیا میں عمر جیسا ہے کون؟ فلک نے عمر جیسے پر حرکت نہیں کی۔ عمرؓ ہی نے محدثین کے لیے نقل میں تثبت اور روایت میں احتیاط کی سنت جاری کی ہے۔ بعض اوقات خبر واحد کے بارے میں اگر کوئی تردد یا شبہ پیش آتا تو اس کے قبول کرنے میں توقف فرماتے۔"

چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور تین مرتبہ دروازے کے پیچھے سے فاروق اعظم کو سلام کیا۔ مگر جواب نہ ملا۔ تو واپس آگئے۔ جب حضرت عمر کو علم ہوا تو فوراً بلانے کے لیے قاصد روانہ کیا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ واپس آئے۔

---

❶ بخاری ۴۲۴۰، ۴۲۴۱ کتاب [illegible] باب فرض الخمس ❷ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاروق اعظم نے دریافت کیا۔لم رجعت کیوں واپس ہوئے، ابوموسیٰ نے جواب دیا:

''کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تین بار سلام کرلے اور اس کو جواب نہ ملے تو واپس چلا جائے حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم اس پر کوئی گواہ لاؤ۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ سخت معاملہ کروں گا۔صحابہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ ہمارے پاس آئے اور ان کے چہرے کا رنگ فق تھا۔ ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ ابوموسیٰ نے واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ تم میں سے بھی کسی نے اس حدیث کو حضور ﷺ سے سنا ہے، ہم نے کہا کہ ہم میں سے ہر شخص نے اس حدیث کو حضور ﷺ سے سنا ہے اور ایک آدمی ابوموسیٰ کے ساتھ کردیا جس نے جاکر حضرت عمرؓ کو اس کی خبر دی۔'' ❶

حافظ ذہبی اس واقعہ کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ کا منشا یہ تھا کہ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث کسی دوسرے صحابی کی روایت سے مل کر خوب محکم اور پختہ ہوجائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی حدیث کو دو ثقہ راوی روایت کریں تو وہ حدیث اس حدیث سے زیادہ قوی اور راجح ہوتی ہے کہ جس کو فقط ایک راوی روایت کرے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو روایتِ حدیث میں اس طرف مائل کریں کہ جس قدر ممکن ہو حدیث کے طرق کثیرہ اور مسانید متعددہ کو جمع کریں تاکہ روایت درجہ ظن سے ترقی کرکے درجہ علم تک پہنچ جائے اس لیے کہ ایک شخص پر وہم اور نسیان ممکن ہے مگر ایسے دو ثقہ آدمی کہ کوئی ان کی مخالفت اور تردید نہ کرے ان پر خطا اور وہم کا احتمال عادتاً بہت مستبعد ہے۔ نیز حضرت عمرؓ اس سے غایت درجہ خائف رہتے تھے کہ کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کردے۔اس لیے صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو آنحضرت ﷺ سے کم روایت کیا کریں۔ نیز حضرت عمرؓ کو یہ بھی اندیشہ رہتا تھا کہ لوگ روایت حدیث میں اتنے مشغول نہ ہوجائیں کہ قرآن سے غافل ہوجائیں۔ (حفظ مراتب ضروری ہے اول قرآن، بعدہ حدیث) (حکایت) قرظہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے جب ہم کو عراق کی طرف روانہ کیا تو بطور مشایعت کچھ دور تک ہمارے ساتھ چلے اور فرمایا کہ معلوم بھی ہے کہ میں کیوں تمہاری مشایعت کے لیے نکلا؟ ہم نے عرض کیا کہ ہماری عزت افزائی کے لیے فرمایا ہاں اس لیے بھی اور اس وجہ سے بھی کہ تم کو یہ بتلادوں۔ کہ تم ایسے مقام پر جارہے ہو کہ جہاں کے باشندوں کے قرآن پڑھنے کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی طرح گونجتی ہیں۔تم ان کو احادیث میں لگا کر قرآن سے غافل نہ کرنا۔قرآن کو خوب اچھی طرح سے پڑھو اور حدیث کی روایت کم کرو۔ میں بھی قلت روایت میں تمہارا شریک ہوں یعنی میں بھی کم روایت کرتا ہوں۔قرظہ جب عراق پہنچے تو لوگوں نے ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کی۔قرظہ نے جواب دیا کہ ہم کو حضرت عمرؓ نے منع کیا ہے۔'' ❷

حضرت عمرؓ کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی مشغولی کو مقدم رکھو۔روایت حدیث میں اس درجہ مشغول نہ ہو۔ کہ قرآن چھوٹ جائے اور حدیث کی روایت میں احتیاط کرنا۔کثرت سے روایت نہ کرنا بلکہ روایت کم کرنا اس لیے کہ کثرتِ روایت خلاف احتیاط ہے۔

معاذ اللہ یہ مطلب نہ تھا کہ حدیثِ نبوی حجت نہیں اور حدیث کی روایت کرنا گناہ ہے ورنہ اگر یہ معنی ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ زیادہ گناہ مت کرنا تھوڑا کرنا اور تھوڑا گناہ کرنے میں مَیں بھی تمہارا شریک ہوں۔

حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل

کتبِ احادیث اور کتبِ سیر اور تاریخ کے دیکھنے سے یہ حقیقت آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ فاروقِ اعظم کا اپنی

❶ مسلم ۵۶۲۶، کتاب الادب باب الاستیذان ❷ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام زندگی یہ طرزِ عمل رہا کہ کتاب اللہ کے بعد سنتِ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے اور اگر کتاب وسنت میں وہ مسئلہ نہ ملتا تو صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ ابوبکرؓ صدیق نے اس بارے میں کیا فیصلہ فرمایا۔ اگر ابوبکرؓ صدیق کا فیصلہ مل جاتا تو پھر وہی فیصلہ فرماتے اور اس سے عدول نہ فرماتے اور ابوبکرؓ کے اتباع کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔ حافظ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

وکان عمر یفعل ذٰلک فاذا اعیاہ ان یجد ذٰلک فی کتاب اللّٰہ والسنۃ سأل ھل کان ابوبکر قضی فیہ بقضاء فان لابی بکر قضاء قضی بہ والاجماع علماء الناس واستشارھم فاذا اجتمع رایھم علی شئ قضی بہ [1]

''حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ ابوبکرؓ کرتے تھے۔ کہ اوّل کتاب اللہ کو لیتے پھر حدیث رسول اللہ کو لیتے اور اگر کتاب و سنت میں کچھ نہ ملتا تو دریافت کرتے کہ ابوبکر صدیقؓ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمایا ہو تو بتلاؤ اگر ابوبکر صدیقؓ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو فاروق اعظم اُسی کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے اور ابوبکر کا بھی کوئی فیصلہ نہ ملتا تو علما صحابہ کو جمع کر کے مشورہ فرماتے۔ جس بات پر ان کی رائے متفق ہو جاتی اسی کے موافق فیصلہ فرماتے۔''

معلوم ہوا کہ اہل الرائے کا فیصلہ معتبر اور حجت ہے نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فاروق اعظم سنتِ نبوی کے بعد سنت ابی بکر کے اتباع کو اپنے لیے لازم اور ضروری سمجھتے تھے اور ان کے فیصلہ کے بعد کسی اور فیصلہ کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے۔ اور ابوبکر کے فیصلہ کا اتباع تمام صحابہ کرام کے مشورہ سے ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی نظر میں تنہا ابوبکر صدیق کا فیصلہ بھی حجت اور سند تھا۔

غرض یہ کہ اس قسم کے شواہد کتب احادیث اور سیر میں بے شمار ہیں۔ عاقل کے اشارہ کے لیے دو چار نقل کر دیے ہیں۔

منکرین حدیث بتلائیں

کہ ابوبکر اور عمر کتاب اللہ کے بعد جس سنت کو اپنے لیے مشعل ہدایت اور اس کے اتباع کو موجبِ سعادت سمجھتے تھے۔ وہ کون سی سنت تھی کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت حدیث میں احتیاط

ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی روایت حدیث میں غایت درجہ محتاط تھے۔ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

وکان رای علی کرم اللّٰہ وجہ اماما متحریا فی الاخذ بحیث انہ یستخلف من یحدثہ بالحدیث [2]

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کے قبول کرنے میں اس درجہ محتاط تھے کہ حدیث بیان کرنے والے سے قسم لیا کرتے تھے۔''

خلاصۂ کلام

یہ کہ منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ خلفائے راشدین حدیث نبوی کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ سفید جھوٹ اور صریح بہتان ہے۔ اور دنیا کی ہر تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے۔

---

[1] اعلام الموقعین، ج ۱ ص ۷۱ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا رسول ﷺ کی اطاعت وقتی ہے؟

از: مولانا قاضی عبدالرحیم

مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب ۷؍دسمبر ۱۸۸۴ء میں موضع کوٹ قاضی وسطی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اُردو، حساب، فارسی اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں گھر ہی میں پڑھیں۔ جب عربی عبارت پڑھنے کی استعداد پیدا ہوئی تو ۱۸۹۵ء میں حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور ۱۹۰۲ء میں حضرت مرحوم سے صرف ونحو، تفسیر اور صحاح ستہ کی تکمیل کی سند حاصل کی۔ ۴-۱۹۰۵ء میں امرتسر میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی خدمت میں رہے۔ ان سے صحیح بخاری کا اعادہ کیا اور مولانا عبدالاول غزنوی مرحوم سے سنن ابو داؤد دہرائی۔ اسی اثنا میں مولانا محمد معصوم مرحوم سے منطق، معانی اور دوسرے علوم کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۰۶ء میں طبیہ کالج دہلی میں طب یونانی کے حصول کے لیے داخلہ لیا۔ ۱۹۰۸ء میں وہاں سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور گوجرانوالہ میں مطب کھولا، اور اُس وقت سے لے کر آج تک گوجرانوالہ شہر میں طبابت کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نے جماعتی اور سیاسی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آزادیٔ وطن کی مختلف تحریکوں میں قید وبند کی مصیبتیں بھی جھیلیں۔ آپ بڑے متدین، بلند اخلاق اور متوازن بزرگ ہیں۔ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔

مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اَس موضوع پر مضمون لکھوں کہ ''کیا رسول ﷺ کی اطاعت وقتی ہے''؟

اس سوال کا صحیح مختصر اور سادہ جواب یہ ہے کہ اگر اطاعت کے متعلقات وقتی ہیں تو اطاعت بھی وقتی ہے اور اگر اطاعت کے متعلقات غیر وقتی ہیں تو اطاعت بھی غیر وقتی ہے۔ مثلاً اگر رسول اللہ ﷺ کی رسالت وقتی ہے جس کی بنا پر اطاعت مطلوب ہے۔ اگر قرآن کریم اس کے مندرجات اور اس کے اوامر ونواہی وقتی ہیں جن کو رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے آئے اور جن کی وجہ سے وہ رسول کہلائے ...... اگر دین اسلام وقتی ہے جس کی تکمیل رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم اور اپنے اسوہ حسنہ سے فرمائی اور جس کی تسلیم وتعمیل کا دوسرا نام اطاعتِ رسول ﷺ ہے ...... اگر مومن اور مسلم کا وجود وقتی ہے جس کی ذات سے اطاعتِ رسول ﷺ کا مطالبہ کیا گیا ہے اور جو اس کا براہِ راست مکلف ہے ...... تو ...... پھر اطاعتِ رسول ﷺ بھی وقتی ہے اور ...... اگر ...... یہ چیزیں وقتی نہیں بلکہ دائمی ہیں ...... تو ...... اطاعتِ رسول ﷺ بھی غیر وقتی اور دائمی ہے ...... یہ بات اتنی صاف، واضح اور روشن ہے کہ معمولی عقل کا آدمی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ آیے، اب ان اُمور پر قرآن کریم کی راہنمائی میں غور کریں، فرمایا:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (سورۃ الفرقان:۱)

''وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (رسول ﷺ) پر فرقان (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ وہ (بندہ، رسول ﷺ) عالمین کو (عذابِ الٰہی سے) ڈرائے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ کسی چیز سے ڈرانے سے مقصود یہی ہوا کرتا ہے کہ اس چیز کے اسباب، اس کی صورت و شکل اور اس کے نتائج سے باخبر ہو کر اس سے اجتناب اختیار کیا جائے۔ یہ علم اور خبر رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ رسول ﷺ کے بغیر ایسی چیزوں کے علم اور ان سے اجتناب کے طریقوں کی واقفیت کا کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہیں۔

اس آیہ کریمہ میں رسول ﷺ کے اس فعل اِنذار کو "الْعٰلَمِیْنَ" سے متعلق فرمایا کہ جو عالم کی جمع ہے پھر اس عالمین کو کسی عدد معین یا وقت مخصوص سے متعین نہیں فرمایا بلکہ علی الاطلاق عام رہنے دیا۔ یعنی جب تک عالمین موجود رہیں گے۔ رسول ﷺ کا عمل انذار بھی موجود رہے گا۔ معلوم ہے کہ آج بھی عالمین موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے، اس لیے رسول ﷺ کا انذار اور اس کے متعلقات آج بھی موجود ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (سورۃ الاعراف:۱۵۸)

"اے رسول ﷺ علی الاعلان) کہہ دیجیے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (ہو کر آیا) ہوں۔"

اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو "النَّاسُ" کے لیے بیان فرمایا اور لفظ "جَمِيْعًا" سے "النَّاسُ" کے عموم کی تاکید فرما دی یعنی کل انسانوں کی طرف۔

لفظ ناس اور انسان مترادف ہیں۔ جو بھی شخص انسان یا ناس کا فرد کہلاتا ہے، خواہ وہ کسی بھی وقت یا زمانہ میں ہو، رسول کی رسالت کا تعلق اس سے ہوگا اور وہ اس دعوت کا مخاطب ہوگا۔ قرآن کریم نے لفظ "النَّاسُ" اور "جَمِيْعًا" کو کسی زمانہ یا وقت کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا، اگر آج ناس اور انسان موجود ہیں اور یقیناً موجود ہیں تو رسول ﷺ کی رسالت کا ان سے بھی ویسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ان انسانوں سے تھا جن کی موجودگی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان میں تفریق کی کوئی وجہ نہیں۔

نکتہ

پہلی آیت میں فعل لِیَکُوْنَ کے ضمیر فاعل کا مرجع فرقان اور عبد دونوں ہو سکتے تھے اور فی الحقیقت دونوں نظیر ہیں اس لیے وحدت ضمیر اور اثنیت مرجع ایضاح مطلب کے لیے صحیح تھے۔ ان پر اکتفا کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہوگی، جو صرف قرآن کریم کی اطاعت کو کافی سمجھے گی اور رسول ﷺ کی اطاعت کی منکر ہوگی، اس لیے وہ اس ضمیر فاعل کا مرجع صرف فرقان قرار دے کر عبد (رسول ﷺ) کی اطاعت سے انحراف کی راہ نکالنے کی کوشش کرے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دوسری آیت میں اپنے رسول ﷺ کی رسالت کو بتغیر الفاظ اسی انسانی عموم سے متعلق ہونا ذکر فرما کر اس فساد کا ہمیشہ کے لیے سد باب کر دیا۔ **والحمد للّٰہ علی ذلک**

فرمایا:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو، اور (ان کی نافرمانی سے) بچتے رہو۔ اگر تم نے (اطاعت سے) منہ پھیر لیا تو (حرج نہیں) ہمارے رسول ﷺ کا فرض تو صرف پہنچانا ہے۔" (سورۃ المائدۃ:۹۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی بہت سی حیثیتیں اور فرائض بیان کیے ہیں۔ آپ ﷺ بشیر و نذیر بھی ہیں، معلم کتاب و حکمت بھی ہیں، مزکی اور مہتمم مکارم اخلاق بھی ہیں، حاکم بھی ہیں، آمر مطلق بھی ہیں اور صدر شورائیہ (جمہوریہ) بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ ان حیثیتوں میں سے کسی کی بنا پر نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ صرف آپ ﷺ کی حیثیتِ رسالت و نبوت پر کیا ہے۔ قرآن کریم میں جابجا یہی حکم ملتا ہے و اطیعوا الرسول، اس رسول ﷺ کی اطاعت کرو مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الایه جو لوگ اس رسول نبی اُمّی ﷺ کی اتباع کرتے ہیں (ان پر اللہ کی ضرور رحمت ہوگی)۔ آپ جہاں بھی قرآن کریم میں اطاعت کا حکم پائیں گے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے متعلق پائیں گے، یہاں تک کہ اولی الامر کی اطاعت کو بھی ان کی اطاعت کے ماتحت رکھا ہے۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

جب اطاعتِ رسول ﷺ کی بنیاد رسالت اور نبوت کی حیثیت سے ہے تو ظاہر ہے کہ جب تک رسول ﷺ کی یہ حیثیت قائم اور بحال رہے گی، اطاعتِ رسول ﷺ کا مطالبہ بھی قائم رہے گا۔

تنبیہ

اس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ کی رسالت وقتی تھی؟ اور آج محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت رسالت بحال اور قائم نہیں......؟ اگر نہیں تو آج آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان اور یقین رکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی......اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کے رسالت کے منکر اور اسے تسلیم کرنے والوں میں کوئی امتیاز اور فرق اسلام کی نظر میں قائم نہیں رہتا جب رسول ﷺ کی حیثیتِ رسالت ہی موجود نہیں تو اسے تسلیم کرنے کا کیا معنی......؟ اس حالت میں آج دنیا میں اسلام کے نام پر جو کچھ بھی عمل میں آ رہا ہے، خواہ وہ منکرین حدیث ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو، سب بے سود اور بیہودہ ٹھہرتا ہے (معاذ اللہ) اور اگر آپ ﷺ کی حیثیتِ رسالت بحال ہے تو مطالبۂ اطاعت بھی بحال ہے۔

نکتہ

رسول اللہ ﷺ کی تمام دوسری حیثیتوں کو نظر انداز کر کے اطاعتِ رسول ﷺ کے مطالبہ کو صرف رسالت کی حیثیت سے ہی مخصوص کر دینے کی کئی وجہیں ہیں۔ اوّل یہ کہ آنحضرت ﷺ کی جتنی بھی حیثیتیں ہیں، حیثیتِ رسالت ان سب پر حاوی اور شامل ہے اور رسالت کی اطاعت کا مطالبہ رسول ﷺ کی تمام حیثیتوں اور فرائض میں اطاعت کے مطالبہ کا متضمن ہے۔ اگر رسول کی اطاعت کسی دوسری حیثیت سے طلب کی جاتی تو ممکن تھا کہ بعض منکرین اطاعتِ رسول ﷺ اس حیثیت کے علاوہ رسول ﷺ کی دوسری حیثیتوں میں اس کی اطاعت سے انکار کر دیتے اور اطاعتِ رسول ﷺ کو رسول کی اسی حیثیت سے مخصوص قرار دے لیتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض دوسری حیثیتیں وقتی تھیں لیکن رسالت کی حیثیت وقتی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ اس لیے جب تک رسول ﷺ کی حیثیتِ رسالت قائم ہے، رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ بھی قائم ہے۔ چونکہ رسول ﷺ کی یہ حیثیت ابدی اور قیامت تک ممتد ہے، رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ بھی قیامت تک ممتد ہے......تیسری وجہ یہ ہے کہ رسالت کے علاوہ رسول ﷺ کی دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیتیں آپ ﷺ میں اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے مسلمانوں میں مشترک ہیں۔ اگر کسی اور حیثیت کی بنا پر اطاعتِ رسول ﷺ کا مطالبہ کیا جاتا تو بعد میں آنے والے آپ ﷺ کے جانشین اپنے کو مطاع مطلق قرار دینے کے لیے راہ پیدا کر لیتے۔ مثلاً ہر معلم، ہر حاکم، ہر سپہ سالار، ہر صدر، ہر آمر رسول ﷺ کی جانشینی میں اپنے کو مختار مطلق اور مطاع علی الاطلاق سمجھ لیتا، جیسا کہ آج کل اطاعتِ رسول ﷺ کے منکر سربراہ حکومت کو مرکزِ امر سمجھ کر مطاع اور مختار مطلق قرار دے رہے ہیں...... اللہ تعالیٰ کو چونکہ ان حوادث کا پہلے سے علم تھا، اس لیے اُس نے مطالبہ اطاعت کو حیثیت رسالت پر مبنی قرار دیا۔ کیونکہ رسالت میں آپ ﷺ کا کوئی شریک نہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ کی طرح کوئی دوسرا فرد مطاع مطلق اور مختار علی الاطلاق نہیں بن سکتا۔

اسی وجہ سے بعض لوگوں نے مطاع اور مختار مطلق بننے کے لیے رسالت اور نبوت کے دعوے کیے ہیں لیکن معلوم ہے کہ رسالت و نبوت کے اختتام و تکمیل اور ان میں شرکتِ غیر کے ناممکن ہونے کی وجہ سے ان کو ناکام ہونا پڑا اور وہ دجال کہلائے، فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء:۶۴)

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے صرف اسی لیے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ رسول کو بھیجنے سے اطاعتِ رسول کے سوا ہمارا کوئی اور مقصد ہی نہیں۔''

معلوم ہوا کہ رسالت سے مقصود حقیقی صرف اطاعتِ رسول ہی ہے اگر رسول ﷺ کی اطاعت تسلیم اور اختیار نہیں کی جاتی تو رسول کی رسالت کو تسلیم کر لینے میں کوئی وقعت نہیں۔ منافقین کا دعویٰ تھا ﴿نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ضرور ضرور اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن قرآن کریم بتلاتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں...... کیوں؟ اس لیے کہ وہ رسول کی اطاعت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ اسے ضروری سمجھتے ہیں۔

یہاں رسالتِ رسول ﷺ کے اقرار کے بعد اطاعتِ رسول ﷺ سے انکار کو نفاق، جو کہ بدتر از کفر ہے، قرار دیا:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ (سورۃ النساء:۱۴۵)

''منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے اور تم اُن کے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔''

اس سے ظاہر ہے کہ آج سے سو سال یا ہزار سال بعد بھی اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے کے بعد اُن کی اطاعت کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ ویسا ہی منافق ہے جیسے منافق وہ لوگ تھے جن سے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اطاعتِ رسول ﷺ کو وقتی قرار دینے والے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آج رسول ﷺ کی اطاعت پر اُن کو عمل پیرا نہ ہونا پڑے اور یہی اطاعتِ رسول ﷺ کا انکار ہے۔

جو لوگ آج محمد ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں، ان کو اس انکارِ اطاعتِ رسول ﷺ کی راہ صاف کرنے کے لیے اطاعتِ رسول ﷺ کو وقتی قرار دینے سے پہلے اس کے نتائج پر غور کر لینا چاہیے۔ ثابت ہوا کہ جو بھی رسالت پر ایمان لائے اس پر اطاعتِ رسول ﷺ فرض ہے، خواہ کسی وقت اور زمانہ میں ہو۔ اطاعتِ رسول ﷺ کا تعلق ایمان بالرسالت سے ہے نہ کہ وقت سے!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکتہ

اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں الفاظ باذن اللّٰہ بڑھا کر منکرین حدیث کے ان ہفوات اور شبہات کو رد کر دیا کہ اطاعتِ رسول ﷺ شرک ہے یا اطاعتِ غیر اللہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اطاعتِ غیر اللہ اس وقت حرام اور شرک ہو سکتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم کے بغیر ہو یا اس کے حکم کے خلاف ہو۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (سورۃ الشوریٰ:۲۱)

جو اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن کے ماتحت ہو اسے حرام اور شرک قرار دینا اسی جماعت کے علم وعقل کا کام ہے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ ادنیٰ حاکم کے حکم کی نافرمانی کو تو مرکزِ حکومت کی نافرمانی اور حکم عدولی تسلیم کر لیتے ہیں لیکن رسول ﷺ کی اطاعت جو کہ اللہ کے حکم اور اذن سے ہے، اس کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی تسلیم نہیں کرتے یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن کی نسبت مرکزِ حکومت کا حکم زیادہ وقیع اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نسبت سربراہِ حکومت کی اطاعت زیادہ قابل اہتمام ہے؟ مرکزِ حکومت جس کی اطاعت کا حکم دے اس کی اطاعت فرض ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی اطاعت کا حکم دے اس کی اطاعت حرام اور شرک ہے؟ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔

فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (سورۃ محمد:۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال اور کوشش کو ضائع نہ کرو۔''

معلوم ہوا کہ جو عمل اور کوشش اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں نہ ہو، وہ ضائع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں، اس لیے اس پر کسی موعودہ نتیجہ یا ثمرہ کا مترتب ہونا ضروری نہیں، خواہ وہ عمل اور کوشش دینی ہو یا دنیوی۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم دیا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا کے خطاب سے (یعنی ایمان والوں کو) دیا ہے اور ان ایمان والوں کو کسی وقت یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا اور نہ کسی مقام اور محل کے ساتھ۔ اس لیے جب تک اور جہاں بھی ایمان والے پائے جائیں وہ اطاعتِ رسول ﷺ کے مکلّف ہیں۔

اطاعتِ رسول ﷺ کو وقتی کہنے والے غور فرمائیں کہ وہ قرآن کریم کی بھی وقتی اطاعت کے قائل ہیں یا دوامی کے؟ اگر اس کی اطاعت کو اب بھی فرض سمجھتے ہیں تو فرمائیں کہ وہ اپنے آپ کو ''یا ایھا الذین آمنوا'' کا مخاطب اور ایمان والوں میں داخل قرار دیتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو قرآن کے حکم وامر اطیعوا الرسول کی تعمیل ان کا فرض ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو ہم ان کو قرآن کریم کے الفاظ میں دعوت دیتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ﴾ (سورۃ الحدید:۲۷)

''اے ایمان کے مدعیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول ﷺ کو بھی مانو''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ ہے کہ جب تک مومن اور مسلم موجود ہیں، رسول ﷺ کے زمانہ میں یا آج کل یا قیامت تک ان پر اطاعتِ رسول ﷺ فرض ہے کیونکہ قرآن کریم ان کو براہِ راست اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم دے رہا ہے۔ مومن کوئی وقتی چیز نہیں کہ ان کے عدم کے وقت اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم بھی معدوم ہو جائے ...... فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (سورۃ آل عمران:۸۵)

’’جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرلے، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آدمی آخرت میں خسارہ پائے گا۔‘‘

اس آیہ کریمہ میں لفظ مَـــــن عام ہے جو کوئی بھی ہو، جہاں بھی ہو اور جس وقت میں بھی ہو، اس پر اسلام کی پابندی اور اطاعت لازم ہے۔

اسلام کی نسبت دوسری جگہ فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورۃ المائدہ:۳)

’’یعنی تمہارا دین کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت دین و دنیا پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔‘‘

ظاہر ہے کہ اس آیہ کریمہ کے مخاطب مسلمان اور مومن ہیں اور ان کے لیے دین اسلام اللہ تعالیٰ کا تجویز اور پسند کردہ دین ہے اور یہ دین کامل ہے۔ جس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔

اب دیکھئے کہ دین اسلام کیا ہے؟

اسلام تین چیزوں کا مجموعہ ہے:

(۱) قرآن کریم کے الفاظ، (۲) اس کا مفہوم اور (۳) اس کے احکام پر عمل کرنے کا طریقہ۔

پہلی دو چیزوں کو قرآن کریم نے وحی قرار دیا ہے اور اس پر لفظ نطق (قول) کا اطلاق فرمایا ہے جو کہ قرآن کریم کے الفاظ اور ان الفاظ کی تبیین اور تشریح میں نبوی اقوال سب پر حاوی اور شامل ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ آپ ﷺ کا نطق بالفاظِ قرآن یا اس کی تفسیر میں بمعانی قرآن ...... قرآن کریم کے نزدیک دونوں وحی ہیں۔ تیسری چیز جو اصطلاح محدثین میں رسول اللہ ﷺ کا فعل اور تقریر کہلاتی ہے۔ قرآن کریم نے اسے اسوۂ حسنہ کا نام دیا ہے: فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ان تینوں چیزوں کا مجموعہ اسلام کہلاتا ہے۔

اب غور فرمایے کہ کیا قرآن کریم اور اس کا مفہوم وقتی چیزیں ہیں یا اس پر عمل کرنے کا طریقہ یعنی اسوۂ حسنہ وقتی چیز ہے یا ان تینوں کا مجموعہ یعنی دین اسلام وقتی چیز ہے؟ اگر یہ سب چیزیں وقتی نہیں تو ان کی تعمیل اور پابندی کا اختیار کر لینا جو کہ عین اطاعتِ رسول ﷺ ہے، کیسے وقتی ہو سکتا ہے؟

اطاعتِ رسول ﷺ کے الفاظ میں لفظ رسول سے مراد رسول ﷺ کے اُمور بدنی و جسمانی تو نہیں ہیں بلکہ اس سے رسول ﷺ کا نطق (قول) اور اعمال ہی مراد ہیں، خواہ وہ اعمال آپ ﷺ کی ذات سے صادر ہوں یا کسی دوسرے شخص سے صدور کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ سے سند جواز وقبول حاصل کرلیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے ان کو وحی اور اسوۂ حسنہ قرار دیا تو اس حالت میں اطاعتِ رسول ﷺ کو وقتی کہنے کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ یہ وحی اور اسوۂ حسنہ ایک وقتی چیزیں تھیں اور ان کی اطاعت بھی وقتی چیز تھی۔ منکرین حدیث کا مقصد بھی یہی ہے۔ البتہ ان کے عوام اس کے علی الاعلان اظہار کی جرأت نہیں رکھتے لیکن خواص اور جری آدمی مختلف الفاظ میں اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ قرآن اور اسلام وقتی چیزیں تھیں۔ معاذ اللہ

نکتہ

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لکم سے مخاطب فرما کر اسوۂ حسنہ کی اطاعت پر ترغیب دینے کے بعد چند الفاظ اور بڑھا دیے ہیں، فرمایا:

﴿لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

ان الفاظ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا اگرچہ تمام مسلمانوں سے مطلوب ہے تاہم عملاً اسے وہی لوگ اختیار کریں گے جن میں یہ تین صفتیں موجود ہوں گی:

(۱) اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر جواب دہی کا یقین۔

(۲) آخرت میں اپنے اعمال پر جزا و سزا پانے پر ایمان۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہر وقت کی یاد، جس سے ان کا اللہ کے ساتھ اُمید اور خوف کا تعلق قائم رہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول ﷺ کو واجب الاطاعت نہیں سمجھتے یا اس کی اطاعت کو وقتی تسلیم کرتے ہیں وہ ان تینوں صفات سے خالی ہیں۔ جب آپ اس قسم کے لوگوں کی عام حالت پر غور کریں گے تو آپ اس میں رائی بھر فرق نہ پائیں گے۔ اللهم احفظنا۔

''رسول ﷺ کی اطاعت وقتی ہے'' کے الفاظ میں لفظ ''وقتی'' مجمل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وقتی سے مراد رسول ﷺ کی دنیوی زندگی ہو۔ جب تک رسول اللہ ﷺ دنیا میں زندہ موجود تھے، آپ ﷺ کی اطاعت فرض تھی۔ جب دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ ﷺ کی اطاعت فرض نہ رہی۔ منکرین حدیث کے مسلک کے اعتبار سے یہی معنی مراد معلوم ہوتا ہے کہ اس لیے وہ رسول ﷺ کی اطاعت کو بحیثیتِ مرکزِ حکومت یا بالفاظ دیگر سربراہ حکومت تسلیم کرتے ہیں، نہ بحیثیت رسالت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو دوسرے اربابِ حکومت کی اطاعت پر قیاس کرتے ہیں۔ جب دوسرے مراکز حکومت کی اطاعت صرف ان کی زندگی تک محدود ہے تو ان کے نزدیک کوئی وجہ نہیں کہ رسول ﷺ کی اطاعت اس کی وفات کے بعد بھی فرض ہو۔

یہ نظریہ جہالت اور ضلالت کا نتیجہ ہے۔ اوّل تو قرآن کریم نے اطاعتِ رسول ﷺ کا مطالبہ بحیثیتِ رسالتِ رسول کیا ہے، نہ کہ بحیثیت مرکزِ حکومت۔ رسالت کے مقام کو مرکزِ حکومت قرار دینا اور رسالت و حکومت کو ایک مرتبہ پر رکھنا دین اسلام سے بہت بڑی جہالت، لغت میں تصرف بے جا اور علم لغت سے لاعلمی ہے۔ دوسرا دنیا میں کوئی بھی رسول ایسا نہیں گزرا جس کی اطاعت صرف دنیوی زندگی تک محدود رہی ہو۔ تیسرا ابتدائے اسلام سے آج تک تمام مسلمان اس امر پر متفق چلے آتے ہیں کہ قیامت تک ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کہلانے والے فرد پر محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا فرض ہے ایسے متفق علیہ مسئلہ سے انحراف وانکار بلادلیل شرعی سب سے بڑی ضلالت ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سوال میں لفظ وقتی سے سائل کی مراد کچھ ممتد زمانہ ہو یعنی اس وقت تک اطاعتِ رسول ﷺ فرض ہے جب کہ دوسرا رسول آئے اور اس کی اطاعت فرض ہو جائے جیسا کہ انبیائے بنی اسرائیل کی نسبت مشہور ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت اس قسم کی وقتی اطاعت تسلیم کرنے کی بھی گنجائش نہیں۔ اس قسم کی وقتی اطاعت کی بنیاد پہلے رسول کی تعلیم کے فقدان اور دوسرے رسول کی آمد کی بشارت پر مبنی ہے اور یہاں دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں دین اسلام کامل اور محفوظ ہے۔ اس کے فقدان کا احتمال نہیں قرآن کریم کے الفاظ محفوظ، اس کے معانی و مفہوم محفوظ، اس پر عمل کی کیفیت محفوظ، بلکہ جس ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا وہ ماحول اور اس کا ملحق ماضی بھی محفوظ ہے اور ان شاء اللہ مستقبل بھی تا قیامت محفوظ رہے گا۔ ان حالات میں اطاعتِ رسول ﷺ کو وقتی قرار دینے کا باعث خواہش پرستی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ اطاعتِ رسول ﷺ چونکہ اتباعِ ھویٰ سے مانع ہے اس لیے ہوا پرستوں کے نزدیک اس کا ترک ضروری ہے۔

ترک اطاعتِ رسول ﷺ کے اسباب

مثال کے طور پر ذرا اس کے پس منظر پر غور فرمایئے، کتنا عجیب اور پُر پیچ ہے۔ ایک شخص مرکز حکومت کے تخت پر براجمان ہے، اسے نہ قرآن کریم کا علم ہے نہ حدیث نبوی کی خبر۔ نہ نماز سے تعلق ہے، نہ روزہ سے، نہ حج سے واسطہ ہے نہ زکوٰۃ سے، نہ توحید و رسالت پر ایمان ہے، نہ آخرت کی جزاوسزا پر یقین، شراب کا رسیا ہے، زنا کا دلدادہ، جوا پر لٹو، عیش وعشرت میں مست، رعایا کی جان و مال، عزت اور تکلیف و آرام کا نہ اسے خیال ہے نہ ان کی پروا۔ خزانہ کو اپنے باپ دادا کی جاگیر تصور کرتا ہے۔ ہزاروں ماہوار اور لاکھوں سالانہ جیب میں ڈالتا ہے۔ غیر مسلم حکمرانوں کی اطاعت اور کفش برداری اس کا فرض منصبی ہے اور ہر عیاشی میں ان کی نقل اُتارنا اس کا منتہائے نظر۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ ان تمام گندگیوں کو ملک میں بھی رائج کرنا چاہتا ہے اور اس کے مختلف اسباب و ذرائع عمل میں لاتا ہے۔

اب خوش قسمتی سمجھیے یا بدقسمتی کہ مرکزِ حکومت خود مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ اس کی رعیت مسلمان واقع ہوئی ہے جس کا عقیدہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے جن میں مرکزِ حکومت بھی شامل ہے قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔ یہ رعایا جب سربراہ حکومت کے اعمال وافعال کو دیکھتی ہے تو اس کے دل میں مرکزِ حکومت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ وہ مرکزِ حکومت سے ان کے افعال کے ترک اور احکامِ اسلام کے مطابق اصلاح نفس کا مطالبہ کرتی ہے۔ دوسری طرف سربراہ حکومت محسوس کرتا ہے کہ رعایا خدا پرست، اطاعتِ رسول ﷺ کی پابند ہے، اس لیے ممکن ہے کہ وہ میری موجودہ حالت سے متاثر ہو کر میری اطاعت سے ہی منحرف ہو جائے اور تختِ حکومت سے اُتار پھینکے۔ وہ اپنے جاہ و منصب کی حفاظت، اپنے رعب اور وقار کے بقا اور اپنی اطاعت کے استحکام کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیتا ہے اور چونکہ وہ ابتدا ہی سے یہود و نصاریٰ میں تربیت یافتہ اور علمائے یہود و نصاریٰ کا تعلیم دادہ ہے، وہ اپنے اساتذہ اور آقاؤں سے اعانت و مدد طلب کرتا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور ان کے علما تو تخریب اسلام کے شائق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دلدادہ ہیں ہی جھٹ اپنے خزانوں اور لاؤلشکر سمیت ان کی مدد کو پہنچتے اور ''ریسرچ اسلام'' کے رنگ میں تحریفِ اسلام کا کھیل شروع کر دیتے ہیں۔ کہیں انکارِ حدیث کا مشغلہ اختیار کیا جاتا ہے، کہیں رسول ﷺ کی حیثیت پر بحث کی جاتی ہے، کہیں اس کی اطاعت کو شرک ٹھہرایا جاتا ہے اور کہیں اس کی اطاعت کو وقتی بتا کر اسلام کے حلقہ سے گردن چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قرآن سے انکار اوّل تو ناممکن ہے، دوسرا اس کے مطالب حسب خواہش بنائے جاسکتے ہیں لیکن رسول ﷺ کی تفسیر اور تشریح نہ تو قرآن کریم میں تحریف کی گنجائش باقی رہنے دیتی ہے اور نہ خواہشات نفسانیہ کو چلنے دیتی ہے، اس لیے اس پورے مسلم اور غیر مسلم گروہ کا نزلہ رسول ﷺ اور اس کے اسوۂ حسنہ پر گرتا ہے اور اس تمام گمراہی اور ضلالت کو قرآن کے نام پر پیش کیا جارہا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مرکزِ حکومت کو اولی الامر بنا کر اُس کی اطاعت فرض قرار دی جاتی ہے اور رسول ﷺ کو اس کے مرتبۂ رسالت سے گرا کر ایک چٹھی رساں یا وقتی حکمران کہہ کر اس کی اطاعت سے انکار کر دیا جاتا ہے اور اس کی اطاعت کو شرک ٹھہرایا جاتا ہے، یہ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ کا کیا صحیح نمونہ ہے۔

آپ موجودہ اسلامی حکومتوں کے سربراہوں کے حالات پر غور فرمائیں گے تو ان میں سے اکثر کے حالات اسی قسم کے پائیں گے۔ الا ماشاء اللہ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (سورۃ النساء:۵۹)

پہلی آیتوں کی طرح اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم ایمان والوں ہی کو دیا ہے اور اس اطاعت کا مطالبہ رسول ﷺ کی حیثیت رسالت ہی کی بنا پر کیا ہے نہ کہ اولی الامر، یا مرکزی حکومت یا سربراہِ حکومت کے اعتبار سے۔ بلکہ اطاعتِ رسول ﷺ کے حکم کے بعد سربراہِ حکومت کی اطاعت کا علیحدہ مطالبہ کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب تک مومن موجود ہیں اور جب تک رسول ﷺ کی رسالت بحال ہے۔ اس کی اطاعت مطلوب اور مامور بہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اطاعتِ رسول ﷺ الگ چیز ہے اور اطاعتِ اولی الامر الگ چیز۔ اس کے بعد دو چیزیں ایسی ذکر فرمائیں جو اطاعتِ رسول ﷺ اور اطاعتِ اولی الامر کے درمیان حد فاصل ہیں۔ اوّل یہ کہ رسول ﷺ سے اختلاف اور نزاع جائز نہیں، اس لیے کہ اگلے جملہ میں اسے حکم قرار دیا ہے۔ حکم کے ساتھ نزاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اولی الامر کے ساتھ نزاع اور اختلاف جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ محل نزاع میں حکم کا مقام رسول ﷺ کو حاصل ہے نہ کہ اولی الامر کو......!

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں لفظ تَنَازَعْتُمْ باب تفاعل سے آیا ہے جو مادہ میں فاعل اور مفعول کے اشتراک کا مقتضی ہے اس آیہ کریمہ میں تین فریق کا ذکر ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ، دوسرے مومن يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا کے مخاطب، رعیت سے موسوم اور اطاعت بجالانے کے مکلّف، تیسرے اولی الامر جو اس آیت میں مطاع ٹھہرائے گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ تَنَازَعْتُمْ میں جو نزاع مذکور ہے اس میں تینوں گروہوں میں سے کون کون فریق شریک ہوسکتا ہے۔ پہلا فریق یعنی اللہ و رسول ﷺ تو فریق نزاع بن نہیں سکتے۔ اوّل تو وہ متکلم ہیں، مخاطبین میں شامل نہیں، دوسرا اگلے جملہ میں انھیں حکم قرار دیا گیا ہے اور حکم فریق نزاع نہیں ہوسکتا۔ باقی رہے دو فریق رعایا اور اولی الامر۔ ان دونوں میں نزاع ممکن ہے۔ ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے حکم کا مقام (بالخصوص اس قسم کی نزاع میں) کسی فریق کو بھی حاصل نہیں۔ نہ رعیت کو نہ اولی الامر کو۔ آیت کا مطلب صاف ہے کہ اگر مسلمان رعیت اور ان کے اولی الامر کے مابین کسی چیز میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ (قرآن کریم) اور اس کے رسول ﷺ (اسوۂ حسنہ) سے لیا جائے جو فیصلہ وہ کریں، اولی الامر اور رعیت دونوں اس کو تسلیم کریں اور خوش دلی سے اس کی اطاعت کریں۔

ثابت ہوا کہ نہ تو اولی الامر کی اطاعت کو رسول ﷺ کی اطاعت کا مرتبہ حاصل ہے، نہ اولی الامر کو رسول ﷺ کا مقام۔ اس حالت میں اطاعتِ رسول ﷺ کو بحیثیت مرکزِ حکومت قرار دینا قرآن کریم کی صریح تحریف ہے۔

نکتہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ میں ذکر کردہ نزاع کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ افراد رعایا میں باہمی کسی امر میں نزاع ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اولی الامر کی طرف رجوع ہو گا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ (سورۃ النساء: ۵۸)

اس بنا پر چاہیے تھا کہ مضمون کے اتمام کے مدنظر جیسے پہلی قسم کے نزاع کی نسبت فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فرما دیا ہے اس نزاع سے متعلق بھی فرما دیا جاتا فردوہ الی اولی الامر منکم لیکن ایسا نہیں فرمایا بلکہ اس موقع پر اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں اللہ اور رسول ﷺ کے لیے مقام حکمیت کا اثبات مقصود ہے۔ اگر اس کے ساتھ ہی کسی جہت سے بھی حکمیت اولی الامر کا ذکر کر دیا جاتا تو اولی الامر کی نسبت یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ان کی حکمیت کا مقام اور مرتبہ بھی وہی ہے جو کہ اللہ اور رسول ﷺ کی حکمیت کا ہے حالانکہ ان دونوں حکمیتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ واللہ اعلم

انسان جب استغنا محسوس کرتا ہے تو سرکشی اور شرارت پر اُتر آتا ہے۔ اولی الامر اور مطاع ہونے کے بعد کسی کی اطاعت اسے کیسے گوارا ہو سکتی ہے؟ خواہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی اطاعت ہو۔ اسے اپنے وقار کا بھوت نہ رعایا کی سننے دیتا ہے نہ اللہ و رسول ﷺ کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو اولی الامر کے رگ و ریشہ اور وہم و خیال تک سے واقف ہے، اس ہدایت و ارشاد کے بعد دو جملوں میں اولی الامر کی ضمیر سے، ان کے اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان و یقین کے ذریعہ اور دنیا میں اس طرزِ عمل کے فوائد کی طرف توجہ دلا کر محبت آمیز اور نرم ترین لہجہ میں اس اطاعت کے تسلیم کی اپیل کی۔ فرمایا، تمہارا ایمان بھی اس کی تعلیم کا مقتضی ہے اور دنیا میں بھی یہ طریق بہترین نتائج کا حامل ہے: فھل من مدکر

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سورۃ الجمعہ: ۲-۳)

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امیین پر اپنے فضل کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے ان کے لیے ان ہی میں سے ایک رسول (محمد ﷺ) مبعوث فرمایا جو اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیات (قرآن) پڑھتا ہے۔ ان کو روحانی اور اخلاقی برائیوں سے پاک و صاف کرتا ہے۔ ان کو کتاب (قرآن کریم کے مفہوم و معانی) کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو اس پر عمل کی کیفیت (حکمت) سکھاتا ہے۔ یہ تمام صفات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: یہ رسول وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے لیے بھی ہے جو ابھی ان امیین سے نہیں ملے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بعد میں آئیں گے۔ ان بعد میں آنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی زمانہ یا مدت معین نہیں فرمائی کہ کس وقت تک کے آنے والے اس رسول ﷺ کی اُمت میں شمار ہوں گے اور اس رسول ﷺ کی رسالت اور اس کی اُمت میں شمول کا وقت جاتا رہے گا اور اُس وقت اس رسول ﷺ کی اطاعت ان پر فرض نہ رہے گی بلکہ آخرین کو عام مطلق رکھا۔ جو لوگ بھی آئیں اور جب بھی آئیں۔ خلفاء اربعہ کے زمانہ میں آنے والے ان میں شامل ہیں۔ بنو اُمیہ، بنو عباس اور ترکوں کے زمانہ میں آنے والے ان میں واخل ہیں۔ آج کل اور آج کے بعد تا طلوع الشمس من مغربہا آنے والے تمام افراد انسانی ان میں درج ہیں۔ یہ تمام کے تمام **و آخرین منهم لما یلحقوا بهم** کا مصداق ہیں اور ان کا رسول بھی وہی رسول ہے جو اُمیین میں مبعوث ہوا، یعنی محمد ﷺ۔

جب رسول اللہ ﷺ کی رسالت تمام آخرین کے لیے ہے تو ان کی اطاعت بھی تمام آخرین پر فرض ہے کیونکہ رسالت پر ایمان کے ساتھ ہی اطاعتِ رسول ﷺ لازم ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول ﷺ کی رسالت کو تو صحیح سمجھے لیکن اس کی اطاعت کا منکر ہو اور پھر مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول بھی ہو؟ **فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ** الآیہ اس آیہ کریمہ میں بھی رسول ﷺ کی حیثیت رسالت ہی کو ذکر فرمایا اور اسی پر تمام احکام مرتب فرمائے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ **ما انزل اللّٰه** کی اطاعت ہی رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ **ما انزل اللّٰه** سے ان کی مراد مجرد قرآن کریم ہے جس میں وہ نطق نبی ﷺ شامل نہیں جو قرآن کریم کی تبیین و تفسیر میں آپ ﷺ سے صادر ہوا۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم کے معانی اور مفہوم کو اپنے خیالات فاسدہ کے سانچہ میں ڈھال لیں اور قرآن پر ایمان اور عمل کے دعویٰ کے ساتھ ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔ رسول ﷺ نے قرآن کا جو بیان اور شرح کی ہے، اگر اسے تسلیم کرلیں تو ہوائے نفس کا ایفا ممکن نہیں رہتا۔ اس اشتباہ کے ازالہ کے لیے فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا﴾

''جب ان (منکرین حدیث؟) سے کہا جاتا ہے کہ **ما انزل اللّٰه** (قرآن کریم) اور رسول ﷺ (کے اسوۂ حسنہ) دونوں کی طرف آؤ۔ اور دونوں سے فیصلہ کرلو تو دیکھے گا کہ وہ تیری (رسول ﷺ کی) طرف آنے سے رکتے ہیں یعنی **ما انزل اللّٰه** کی طرف آنے سے نہیں رُکتے۔ لیکن رسول ﷺ کی طرف آنا ان کو گوارا اور پسند نہیں۔'' (سورۃ النساء: ٦١)

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ **ما انزل اللّٰه** کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت میں کچھ فرق ہے تب ہی تو وہ ایک کو گوارا اور دوسری کو ناپسند کرتے ہیں۔

مثلاً اگر ایک شخص کہہ دے کہ صلوٰۃ تحریک صلوین سے مشتق ہے جس کے معنی چوتڑ ہلانے کے ہیں اور جو شخص صبح بیدار ہونے سے رات کو سونے تک چوتڑ ہلاتا اور کاروبار میں بھاگ دوڑ کرتا رہتا ہے وہ مصلی ہے اور قرآن کے حکم پر عامل اور اس حکم اقامت صلوٰۃ کا مقصد مسلمانوں کو کاروبار میں سعی وکوشش کرکے اپنے اقتصادیات کو مضبوط اور درست کرنا ہے تو بتایئے، آپ اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ علیٰ ہذا القیاس زکوٰۃ، صوم، حج اور توحید کا حال سمجھ لیجیے۔ لیکن جب قرآن کے ساتھ رسول ﷺ کی طرف بھی توجہ کی جائے گی تو قرآن کریم کا صحیح مفہوم متعین ہوجائے گا۔ آج منکرین حدیث تمام شرعی احکام اور فرائض کی اسی طرح سے حجامت کررہے اور دین اسلام کو ایک اضحوکہ کی صورت دے رہے ہیں۔ انا للہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں صرف ما انزل اللہ تسلیم کرنے اور رسول ﷺ سے اعراض کرنے والوں کو منافقین کا نام دیا گیا ہے۔ اعاذ نا اللہ۔

آخر میں میں اُن لوگوں سے جو اطاعتِ رسول ﷺ سے اعراض کرتے اور قرآن کریم کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں، قرآن کریم کے ایک مؤکد حکم کی طرف توجہ دلا کر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں۔ فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (سورة الحدید: ۲۸-۲۹)

یہ آیت کریمہ سورہ حدید کی ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت تک اسلامی اصطلاحات معین ہو چکی تھیں۔ مومن ان ہی لوگوں کو کہا جاتا تھا جو توحید الٰہی اور رسالت محمد ﷺ پر اعتقاد اور یقین رکھتے تھے اور محمد ﷺ کی رسالت کے منکر کافر کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ندائیہ الفاظ میں ان ایمان والوں کو مخاطب فرمایا۔ پھر اتَّقُوا اللّٰهَ کے جملہ سے مامور بہ کی اہمیت اور اس کی تعمیل کی تاکید پر توجہ دلائی اور اس کے بعد وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ کا حکم دیا۔ اس حکم میں نہ ایمان باللہ شامل کیا، نہ ایمان ماانزل اللہ، نہ ایمان بالانبیا اور نہ ایمان بالآخرت۔ بلکہ رسول ﷺ کے مفرد لفظ کی اپنی طرف اضافت کر کے اس پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ حالانکہ ایمان برسالت محمد ﷺ تو ان میں پہلے سے موجود تھا۔ جب ہی تو وہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مخاطب ہوئے پھر ان کو اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ کا حکم تحصیل حاصل نہیں تو اور کیا ہے؟

معلوم ہوا کہ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ کے حکم میں ایمان سے مراد اطاعت رسول ﷺ ہے نہ کہ ایمانِ قلبی۔ اس کے تو وہ پہلے سے ہی قائل اور معترف ہیں اور اطاعت رسول ﷺ کے مقام پر ایمان بالرسول ﷺ کا حکم مشعر ہے کہ مجرد ایمان برسالۃ الرسول ﷺ کوئی چیز نہیں جب تک کہ اطاعت رسول ﷺ نہ اختیار کی جائے۔ ایمان بالرسالت اسی وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور معتبر ہے جب کہ اس کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ بھی موجود ہو۔ اس لیے اطاعت رسول ﷺ ہی درحقیقت ایمان برسالت الرسول ﷺ ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ بغیر ایمان برسالۃ الرسول ﷺ ممکن ہی نہیں لیکن ایمان برسالۃ الرسول ﷺ کو عملاً اطاعت رسول ﷺ لازم نہیں۔

الفاظِ ندائیہ میں اٰمنو اصیغہ ماضی سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد لینا ٹھیک نہیں اس لیے کہ دوسری آیت میں لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اس کی تردید کرتے ہیں۔ اہل کتاب ہی کو خطاب اور امر برسالۃ الرسول ﷺ کے حکم کے بعد ان کی نسبت ہی یہ کہنا کہ ان کے نزدیک فضل الٰہی مسلمانوں کے شامل حال نہیں، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اس حکم وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ کی لمّ میں جو بیان فرمایا گیا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ قابل توجہ اور غور طلب ہے:

(۱) یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ (۲) وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (۳) وَیَغْفِرْ لَكُمْ

(۴) لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ الی آخر الآیۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری لمہ میں فرمایا کہ اطاعت رسول ﷺ ہی تمہارے لیے راہنمائی اور روشنی کا مینار بن سکتی ہے جس کے ذریعہ تم دنیا اور عقبیٰ کے سفر زندگی میں بے خوف وخطر چل سکتے ہو۔کیا آج تمام اسلامی ممالک اور بالخصوص پاکستان کے حکمران ہر شعبہ زندگی میں مضطرب اور پریشان ہو کر ٹھیک نہیں رہے؟ اور کیا اس کی واحد وجہ یہ نہیں کہ انھوں نے اطاعت رسول ﷺ سے اعراض اور انحراف اختیار کرلیا ہے؟ بلکہ اطاعت یہود ونصاریٰ کو اس پر مقدم کر رکھا ہے۔ پھر ان کو وہ نور جس سے وہ کامیابی کے راستہ پر چل سکیں کیسے حاصل ہو؟

چوتھی لمہ علی الاعلان مسلمانوں میں منادی کررہی ہے کہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کچھ بھی چاہیں اگر تم (مسلمان) اطاعت رسول ﷺ اختیار کرلو تو تم پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کردے گا۔ فضل وکرم کا مالک وہی ہے اور اس کے فضل وکرم کی کوئی حد وانتہا نہیں۔ اس وقت اہل کتاب کو (اس کے نتیجہ میں) خود بخود معلوم ہوجائے گا کہ ان کی کوششیں اور اعمال ضائع ہوئے اور مسلمان ان کے علی الرغم دنیا وعقبیٰ میں کامیاب اور کامران ہوگئے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اطاعت رسول ﷺ ہی دنیا وعقبیٰ میں کامیابی اور فضل الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص مسلم ہو، یا غیر مسلم، یہ سمجھتا ہے کہ وہ اطاعت رسول ﷺ کے بغیر قرآن کریم پر عمل کرسکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے فضل کا مستحق ہوسکتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی چونکہ منافقین موجود تھے جو رسالت پر ایمان کا دعویٰ تو رکھتے تھے لیکن اطاعت رسول ﷺ ضروری نہ سمجھتے تھے جیسا کہ آج کل منکرین اطاعت رسول ﷺ کی حالت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کے ان خیالات کی ان آیات میں تردید فرمادی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالد بزمی

منظوم احادیث

جس کے دل میں ذرّہ بھر ایمان پایا جائے گا
اُس کو بھی دوزخ کی آتش سے بچایا جائے گا

ایک عادت حرص ہے اور دوسری طولِ اُمید
ابنِ آدم جوں جوں بوڑھا ہو، یہ بڑھتی ہیں مزید

مشورہ لینے کو آئیں جس کے پاس احبابِ دیار
اُس کو ہر حالت میں ہونا چاہیے ایماندار

آدمی جو آدمی کا شکر ادا کرتا نہیں
وہ بالفاظِ دِگر شکرِ خدا کرتا نہیں

دوسرے لوگوں کی کلفت کا جو غم کھاتا نہیں
حق تعالیٰ کو بھی اُس انسان پر رحم آتا نہیں

وہ مسلماں جس کے دل میں دوسروں کا غم نہیں
وہ نہیں ہم میں سے ہرگز اور اُس کے ہم نہیں

ہر بشر جس جنت بالا کا دل گرویدہ ہے
وہ تمہاری ماؤں کے قدموں تلے پوشیدہ ہے

مانگنے والے سے نرمی سب سے اچھی بات ہے
تم اگر سمجھو تو یہ نرمی بھی اک خیرات ہے

اپنے بھائی کے لیے جب تک نہ چاہے گا وہی
تم میں سے اُس وقت تک مومن نہیں ہوگا کوئی

کچھ بھی ہو ایفائے وعدہ آدمی پر فرض ہے
جان لو یہ اے جہاں والو! کہ ''وعدہ فرض ہے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع وتدوین حدیث کے چند اہم دور

از: پروفیسر عبدالقیوم، ایم اے

پروفیسر عبدالقیوم ۱۹۰۹ء میں ایک اہلحدیث خاندان میں بمقام لاہور پیدا ہوئے۔ یہ زمانہ لاہور میں تحریک اہلحدیث کا ابتدائی زمانہ تھا۔ آنکھ کھولی تو بڑے بڑے علمائے اہلحدیث کو اپنے گھر میں جمع دیکھا۔ جب علمائے اہلحدیث لاہور میں تشریف لاتے تو آپ کے ہاں قیام فرماتے۔ آپ کے خاندان نے تحریک اہلحدیث میں بڑی گرمجوشی سے حصہ لیا۔

پروفیسر موصوف ایم اے پاس کرنے کے بعد علمی تحقیقات میں عرصہ تک مصروف رہے اور علمی کاموں کے علاوہ عربی زبان کی ضخیم ترین لغت ''لسان العرب'' کو پڑھا۔ اس کے سینکڑوں عربی شعرا اور ہزاروں عربی اشعار کو جمع و مرتب کر کے کئی فہرستیں تیار کیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے اُردو اور انگریزی میں کئی کتابیں تالیف کی ہیں۔

تفسیر میں امام شوکانی کی فتح القدیر کے بہت مداح ہیں اور اسی کو اکثر زیر مطالعہ رکھتے ہیں۔ دیگر علمی اور ادبی کتابوں کے ساتھ ساتھ کتب احادیث کے مطالعہ کا انھیں بہت شوق ہے۔ ان کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ قرآن مجید کی پچیس مختصر سورتوں کی اُردو تفسیر مکمل کر چکے ہیں۔ آج کل حدیث کا ایک انتخاب مع اُردو ترجمہ وحواشی زیر تسوید ہے۔ منکرین حدیث کے جواب میں آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ کو عام کر دیا جائے اور حدیث کے جدید انتخابات مع مستند ترجمہ وتشریح مطالب بکثرت شائع کر کے ہر گھر میں پہنچائے جائیں۔

پروفیسر صاحب کے متعدد تصنیفات کے علاوہ نہایت وقیع اور علمی مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ آپ کی وفات ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء کو ہوئی۔

....

علم حدیث دینی وشرعی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے حدیث کے بغیر ہمارا معاشرہ ناقص اور ادھورا نظر آتا ہے زندگی کی تفاصیل تشنہ اور غیر مکمل رہ جاتی ہیں اور عقائد، عبادات، معاملات اور مسائل حیات کا جامع اور حقیقی تصور آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مزید برآں حدیث نبوی ﷺ کو تاریخی، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی اہمیت بھی حاصل ہے۔

حدیث نبوی کی اس گوناگوں اہمیت کے پیش نظر ابتدائے اسلام سے لے کر اس وقت تک اس ضروری اور اہم سرچشمہ دین و شریعت کی حفاظت کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے خود پیغمبر اسلام ﷺ کو اپنی سنت اور احادیث کی حفاظت خاص طور پر ملحوظ و منظور تھی۔ اور یہی تنہا ذریعہ تھا۔ آپ کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کا۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے اعمال وارشادات کی حفاظت وتبلیغ اس درجہ منظور تھی کہ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر تلقین فرمائی کہ جو لوگ حاضر وموجود ہیں وہ سنت نبوی اور حدیث نبوی کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو غائب اور غیر حاضر ہیں مزید برآں آپ ﷺ نے یہ بھی دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے چہرے کو رونق اور تروتازگی بخشے جس نے میری بات سن کر یاد رکھی پھر دوسروں تک پہنچا دی ایک مقام پر آپ نے حدیث بیان کرنے والوں اور سنت کی تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے والوں کے لیے رحم کی دعا فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ آپ ہر بات سامعین کے اچھی طرح ذہن نشین کرا دیتے تاکہ لوگ خوب یاد رکھ سکیں۔ حدیث نبوی اور سنتِ رسول ﷺ کی اس اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے اس کی تبلیغ وحفاظت کے لیے ان تھک کوشش کی چنانچہ جو بزرگانِ دین زبانی یاد رکھ سکتے تھے، انھوں نے قوتِ حافظہ سے کام لیا اور جو حضرات ضبط تحریر میں لانا چاہتے تھے وہ ہر حدیث کو قلم بند کر لیتے تھے۔

اس مختصر مضمون میں جمع وتدوین حدیث کے چند اہم دوروں کی نشاندہی کرنا مقصود ہے تاکہ قارئین کرام کو یہ اندازہ ہو سکے کہ پیغمبر اسلام اور آپ کی اُمت نے اس رفیع المرتبت اور عظیم القدر علم کو کس طریق سے محفوظ کر لیا۔

عہد نبوی ﷺ میں کتابتِ حدیث

پہلا دور

حضرت رسول مقبول ﷺ کی احادیث اکثر وبیشتر زبانی یاد رکھی جاتی تھیں ابتدائے نزولِ وحی میں آپ ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ قرآن مجید کے سوا اور کوئی چیز نہ لکھی جائے۔ مقصود یہ تھا کہ آغاز وحی میں قرآن مجید کے ساتھ کوئی اور چیز شامل نہ ہونے پائے۔ جب صحابہ کرامؓ میں قرآن اور غیر قرآن کا شعور پیدا ہو گیا تو آپ نے کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی۔ آنحضرت ﷺ نے بعض احادیث (یعنی احکام اور تاریخی دستاویزیں) خود لکھوا کر لوگوں کو دیں مثلاً

(۱) آپ نے مکہ مکرمہ میں ایک قتل کی خبر سنی تو مکہ مکرمہ کی عزت وحرمت کے متعلق ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور سرزمین حرم میں قتل وقتال کی ممانعت فرما دی۔ حاضرین میں سے ایک شخص ابوشاہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے یہ باتیں لکھا دیں۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ ابوشاہ کو یہ حدیث لکھ دی جائے۔ ❶

(۲) آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک صحیفہ لکھوایا جس میں مدینہ منورہ کی حرمت، ذمیوں کے احکام، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کی ممانعت، زمینوں کے نشانات وعلامات کی چوری، والدین کو بُرا کہنے پر لعنت اور دیگر مسائل مرقوم تھے۔ ❷

(۳) آپ ﷺ نے حدیبیہ میں صلح کی شرائط لکھوا کر سہیل بن عمرو کو دی تھیں اور ایک نقل اپنے پاس رکھی تھی۔ ❸

(۴) یہودِ مدینہ سے جو میثاق ہوا تھا اسے لکھوایا گیا تھا۔ ❹

(۵) یہودِ خیبر کو ایک مقتول صحابی کا خون بہا ادا کرنے کے لیے ایک تحریر بھیجی گئی تھی۔ ❺

(۶) آنحضرت ﷺ نے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی۔ یہ خطوط کتب احادیث اور تاریخ میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے بعض خطوط بجنسہٖ اَب تک بعض عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اور محدثین کرام کی دیانت وثقاہت پر مہرِ تصدیق

---

❶ بخاری ۲۴۳۴، کتاب فی اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکہ

❷ صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ باب اثم من عاھد ثم غدر، رقم الحدیث ۳۱۷۹،

❸ بخاری ۴۱۸۰، کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ۔ ایضاً رقم ۲۷۱۱، کتاب الشروط باب مایجوز من الشروط فی الاسلام

❹ سیرۃ ابن ہشام ۱/۵۰۳-۵۰۴ ❺ ابوداؤد ۳۰۰۰، کتاب الخراج باب کیف کان اخراج یہود من المدینۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبت کرتے ہیں۔ ❶

(۷) حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنے ماتحت حکام کو بھیجنے کے لیے مسائل زکوۃ لکھوا کر ایک جگہ جمع کر دیے تھے۔ احادیث میں اس نوشتہ کو "کتاب الصدقة" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب حضرت عمر فاروقؓ کے خاندان میں عرصہ تک رہی۔ ❷

(۸) اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری عہد میں حدیثوں کی ایک ضخیم اور عظیم الشان نوشت (کتاب) لکھوا کر حضرت عمرو بن حزمؓ صحابی کی معرفت اہل یمن کو بھجوائی تھی۔ اس میں تلاوتِ قرآن مجید، نماز، زکوۃ، طلاق، عقاق، قصاص، خون بہا وغیرہ نیز فرائض وسنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیلات درج تھیں۔ ❸ امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں اس کی بابت لکھا ہے کہ یہ ایک عظیم الشان نوشت تھی اور اس میں بہت سے شرعی احکام اور فقہی مسائل درج تھے۔

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی اور بھی بہت سی تحریروں اور نوشتوں کا ذکر کتب حدیث و تاریخ میں ملتا ہے۔

صحابہؓ کرام اور کتابتِ حدیث

دوسرا دور

صحابہؓ کرامؓ کا شغف حدیث تو ظاہر ہے۔ سنت نبوی ﷺ کے شیدائیوں کی یہ مقدس جماعت آنحضرت ﷺ کے ہر قول و عمل کو محفوظ کر لینے کے لیے بے تاب نظر آتی تھی۔ بے شمار صحابہؓ آپ کے اقوال کو تو سینوں میں محفوظ کر لیتے اور آپ کے اعمال کو اپنے کردار و سیرت میں، صحابہ کرامؓ میں سے بعض بزرگانِ ملت احادیث نبوی کو ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔ خود آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حدیثوں کے لکھنے کی اجازت دے رکھی تھی یہاں صرف چند صحابہ کے نام درج کیے جاتے ہیں جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی احادیث کو قلم بند کر کے کتابی صورت میں محفوظ کر لیا تھا۔ یہ کتابت حدیث کا دوسرا دور ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے آپ کی تمام احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے اس مجموعۂ احادیث کا نام "صحیفہ صادقہ" رکھا ہوا تھا۔ ❹ پھر یہ صحیفہ ان کے پوتے شعیب بن محمد کے پاس بھی رہا۔ ❺

(۲) حضرت ابوہریرہؓ کے پاس احادیث نبویہ کے بہت سے نوشتے موجود تھے۔ ❻

(۳) حضرت ابوبکر صدیق کے پاس اپنا لکھا ہوا ایک مجموعۂ احادیث تھا۔ جس میں پانچ سو (۵۰۰) حدیثیں مرقوم تھیں۔ ❼

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بھی اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مجموعۂ احادیث موجود تھا۔ ❽

(۵) حضرت سعد بن عبادہؓ کا دستور تھا کہ آنحضرت ﷺ کی زبانِ حقیقت ترجمان سے جو کچھ سنتے، قلم بند کر لیتے تھے۔

(۶) حضرت رافع بن خدیج بھی آنحضرت ﷺ کی اجازت سے تمام احادیث ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔

....

❶ مسلم ۴۶۰۹، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ الی ملوک الکفار یدعوهم الی الاسلام

❷ مستدرک حاکم ۱/۲۹۲-۲۹۳ ❸ مستدرک حاکم ۱/۳۹۵

❹ جامع بیان العلم وفضلہ ص ۷۲۔ طبقات ابن سعد ۲/۱۲۵ ❺ تہذیب التہذیب

❻ جامع بیان العلم، ۱/۷۴ فتح الباری ❼ تذکرۃ الحفاظ، ۱:۵ ❽ جامع بیان العلم، ۱:۷۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷) حضرت سمرۃ بن جندبؓ کے ایک صحیفۂ احادیث کا ذکر اب تک کتابوں میں موجود ہے۔

(۸) حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس بھی ایک صحیفۂ احادیث تھا۔ ❶

(۹) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لکھا ہوا مجموعۂ احادیث اہل طائف کے پاس عرصہ تک موجود رہا۔

(۱۰) کاتبانِ حدیث رسول ﷺ کے اس مقدس زمرہ میں شمولیت کا شرف صرف مردوں کے حصہ میں ہی نہیں آیا بلکہ خواتین بھی اس شرف و مجد سے بہرہ مند تھیں۔ اس جماعت مقدسہ میں اسماء بنت عمیس (بیوہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور بعد میں زوجۂ حضرت ابوبکرؓ) کا اسم گرامی سرفہرست نظر آتا ہے۔ حضرت اسماء کی عادت مبارک تھی کہ آپ آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال کو قلم بند کر لیتی تھیں۔ آپ کے اس مجموعۂ احادیث کا نام کتاب اسماء بنت عمیسؓ تھا۔ حضرت اسماء کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے آپ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی۔

ان حضرات کے علاوہ اور صحابہ کے نام بھی ملتے ہیں جنھوں نے حدیثوں کو لکھ کر کتابی شکل میں جمع کیا۔

عہد نبوی کے بعد

تیسرا دور

صحابہ کرام کے بعد تابعین کے عہد میں احادیث رسول اللہ ﷺ کو قلم بند کرنے کا رواج عام ہو گیا تھا۔ اُموی خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (زمانہ خلافت ۹۹-۱۰۲ھ) نے تدوین حدیث اور اشاعت سنت کی تحریک کو عام کرنے کی کوشش کی اور امام ابن شہاب زہریؒ (۵۰-۱۲۴ھ) نے ان کے حکم سے احادیث کو جمع و تالیف کیا۔ ❷

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آنحضرت ﷺ کی لکھوائی ہوئی ''کتاب الصدقۃ'' کی نقول تمام اطراف و اکناف میں بھیج دیں۔ ❸

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (متوفی ۱۲۰ھ) کو حدیثوں کی جمع و تدوین کی طرف توجہ دلائی۔ کتاب زیر تالیف تھی کہ امیر المومنین کا انتقال ہو گیا۔ ❹

اس کے بعد تدوین و تالیف حدیث کا رواج عام ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (متوفی ۱۵۰ھ) مدینہ منورہ میں امام موسیٰ بن عقبہؒ (متوفی ۱۴۱ھ) یمن میں امام معمر بن راشدؒ (متوفی ۱۵۳ھ) شام میں امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) بصرہ میں امام سعید بن ابی عروبہؒ (متوفی ۱۵۶ھ) و ربیع بن صبیح (متوفی ۱۶۰ھ) اور حماد بن سلمہ (متوفی ۱۷۶ھ) کوفہ میں امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) مصر میں امام لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ھ) خراسان میں امام عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) رے میں جریر بن عبدالحمیدؒ اور واسط میں ہشیمؒ جیسے نامور اور شہرۂ آفاق محدثین نے حدیث کی کتابیں تالیف کیں اور سنت رسول ﷺ کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔

---

❶ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۲۳ ❷ جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۷۶

❸ فتح الباری ❹ مستدرک حاکم ۱/۳۹۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ

اس دور میں امام مالک بن انسؒ (۹۳-۱۷۹ھ) کا نام نامی واسمِ گرامی بہت ہی نمایاں اور ممتاز ہے۔ حضرت امام کو حدیث نبوی سے والہانہ شغف ومحبت تھی۔ آپ فقہ وحدیث کے متجر عالم تھے آپ کو امام دارالھجرت، فقیہہ اُمت اور امام الائمہ جیسے معزز القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام مالکؒ کی مشہور کتاب ''الموطا'' ۱۴۳ھ میں تالیف ہوئی۔ حضرت امام نے اپنی اس کتاب کو فقہی ابواب کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے کتاب کی صحت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بارہ صدیوں سے یہ کتاب طلبہ اور علما کے زیر مطالعہ ہے اور ہر عہد میں اس کی شرحیں قلم بند کی گئیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے فارسی اور عربی شروح لکھ کر اپنی شیفتگی ومحبت اور کتاب کی اہمیت و ضرورت کو واضح کر دیا۔

چوتھا دور

تدوین حدیث کا یہ دور بڑا اہم ہے۔ تیسری صدی ہجری میں تالیف وتدوین کا کام بڑے پیمانے پر شروع ہوا۔ ائمہ حدیث نے بڑی محنت، جانفشانی وعرق ریزی سے حدیثوں کے متن اور اسناد میں چھان بین اور تحقیق وتنقید کے بعد کتابیں تیار کیں۔

مسند ابن ابی شیبہؒ (متوفی ۲۳۵ھ) اور مسند امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) اس عہد کی اہم مسانید ہیں۔ اس دور کی زیادہ تر اہمیت یہ ہے کہ صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ جیسی مایہ ناز کتابوں سے عالم اسلامی روشناس ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راسخ عرفانی

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نوید جانفزا ہے اے مسلماں سنت نبویؐ
ضروری ہے پیئے تکمیل ایماں سنت نبویؐ

زمانے بھر میں ہے اس سے گریزاں ظلمت بدعت
کہ تاریکی میں ہے، شمع فروزاں سنت نبویؐ

خدا کے نیک بندوں کو یہ اِک مژدۂ راحت ہے
عدد کے واسطے شمشیر براں سنت نبویؐ

دل ملحد ہے اس کی عظمتوں کے خوف سے لرزاں
مسلماں کو ہے تسکین دل و جان سنت نبویؐ

محمدؐ مصطفےٰ کی زندگی کا اُسوۂ حسنا
عبادت کا ہے اک جزو نمایاں سنت نبویؐ

مفصل طور پر کہیے اسے شرحِ کلام اللہ
یہی ہے شاہد تقدیس قرآں سنت نبویؐ

یہ ناممکن ہے کوئی تارک سنت مسلماں ہو
جہاں میں ہے متاعِ دین و ایماں سنت نبویؐ

الٰہی راسخِ خستہ جگر پر بھی نظر رکھنا
بنے بخشش کا ساماں روزِ میزاں سنت نبویؐ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مزاج شناس قرآن'' کا ''نظامِ ربوبیت''

از: مولانا سیّد رئیس احمد جعفری ندوی

مولانا سیّد رئیس احمد جعفری دسمبر ۱۹۱۲ء میں خیر آباد، ضلع سیتاپور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ یہ پاک و ہند کی نامور شخصیت حضرت ریاض خیر آبادی کے نواسے ہیں۔ رئیس صاحب برسوں سے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ان کا نام کسی حلقہ میں نیا نہیں ہے۔ یہ مشہور صحافی، کامیاب مصنف اور رواں قلم ادیب ہیں۔ ان کی قابلیتوں کے جوہر زمانہ طالب علمی میں ہی چمک اُٹھے تھے۔ ان کے حدیث سے تعلق خاطر اور ارشاداتِ نبوی ﷺ سے مخلصانہ ووالہانہ لگاؤ کی ایک مثال ملاحظہ ہو کہ جس زمانہ میں یہ جامعہ ملیہ دہلی میں پڑھتے تھے کہ مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری نے (جو جامعہ میں استاذِ تاریخ تھے) ایک مقالہ لکھا جس میں انھوں نے حدیث پر اپنے مخصوص رنگ میں اعتراضات کیے تھے، اس پر رئیس صاحب کا خون کھول گیا اور انھوں نے جامعہ ہی کے صفحات پر اپنے استاذِ محترم کی مخالفت کی اور ان کے اعتراضات کے مدلل ومبرہن جواب دیے۔ مولانا محمد علی مرحوم اور مولانا شوکت علی مرحوم سے ان کے گہرے مراسم تھے اور سیاسیات میں اب تک ان پر انھیں کا اثر نمایاں ہے ان کے مشہور روز نامہ ''خلافت'' (بمبئی) کے عرصہ تک چیف ایڈیٹر رہے ہیں اور مولانا محمد علی کے حالات میں ''سیرتِ محمد علی'' ان کی معروف تصنیف ہے۔ جس میں ان کے اسلوبِ نگارش کی تمام خوبیاں سمٹ آئی ہیں۔ ان کی تصنیفات کی صحیح تعداد بتانا ہمارے بس سے تو خیر باہر ہے ہی لیکن ہمارا خیال ہے کہ شاید رئیس صاحب خود بھی ذرا سوچے بغیر صحیح تعداد نہیں بتا سکیں گے۔ تاہم ان کی تعداد چالیس سے کم تو کیا ہوگی۔ ان میں خوبی یہ ہے کہ ہر ہر موضوع پر لکھتے ہیں اور نہایت تیزی سے لکھتے ہیں۔ تلخیص البخاری، سیرت ائمہ اربعہ، نہج البلاغۃ کا اُردو ترجمہ ان کا بالکل تازہ علمی وتاریخی شاہکار ہے۔

آپ کی تصنیفی خدمات میں اسلام اور رواداری، اسلام اور عدل واحسان، سیاست شرعیہ، اسلامی جمہوریت اور تاریخ دولت فاطمیہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کے ماہنامہ ثقافت کے ایڈیٹر رہے اور المعارف کی ادارتی ذمہ داریاں بھی کچھ عرصہ ان کے سپرد رہیں۔ آپ کی وفات ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو ہوئی۔

اس نام سے پرویز صاحب کا تازہ صحیفہ شائع ہوا ہے۔ اس میں زندگی کے مسائل حل کیے گئے ہیں۔ روح وشکم کا قضیۂ دیرینہ طے کیا گیا ہے۔ بدن اور جان کی سلامتی کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ دن دہاڑے قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ گویا اقبال کا یہ شعر حقیقت بن کر نظر کے سامنے آگیا ہے ؏

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر!
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

حقیقت یہ ہے کہ پرویز صاحب اور ان کے ہم خیال اصحاب نے تواتر اور تسلسل کے ساتھ ''مزاج شناس قرآن'' بننے کی جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعی ناروا کررکھی ہے۔ وہ اب ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے۔ قرآن کی منزل ادب ولٹریچر کی منزل نہیں ہے یہ وہ مقام ہے کہ

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

لیکن میں نے غلطی کی، پرویز صاحب جنیدؒ و بایزیدؒ کے قائل ہی کب ہیں؟

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

پرویز صاحب کا اصولِ قرآن فہمی یہ ہے کہ جو کچھ وہ فرمادیں وہی قرآن ہے، وہی اس کی تفسیر ہے، وہی اس کی تعبیر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا پرویز صاحب کو تو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ لیکن ان کے ہم نام اور ہم وطن مرزا غلام احمد صاحب مطعون ہوگئے۔ مرزا صاحب سے اگر کسی موقع پر ہمدردی پیدا ہوتی ہے تو وہ یہی موقع ہے اور ماننا پڑتا ہے ان کی بدنامی اور پرویز کی ''کم نامی'' خوبیِ تقدیر کا کرشمہ ہے۔ ورنہ جہاں تک جرم کا تعلق ہے، دونوں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کو مخاطب کرکے کہہ سکتے ہیں:

ہم تو مرشد تھے تم ولی نکلے

قرآن رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا صحابۂ کرام نے جیسا اور جہاں ضرورت سمجھی، صاحب وحی سے اپنی مشکلات رفع کیں انھیں معلوم تھا کہ کون سی آیت کب نازل ہوئی؟ کیوں نازل ہوئی؟ اس کے اثرات ونتائج کیا ہوئے؟ ان آیاتِ کریمہ کی روشنی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اقدام وعمل کا پروگرام کس طرح ترتیب دیا؟ کسی نے کچھ پوچھا۔ تو آپ نے جواب کیا دیا؟ غرض قرآن فہمی کے سلسلہ میں صحابہؓ کا کوئی حریف نہیں ہوسکتا۔ اور آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی اس کا شارح اور مفسر نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ وہ تھے جن پر قرآن نازل ہوا تھا صحابہ کرامؓ وہ تھے جن کے سامنے قرآن نازل ہوا تھا اور جنھوں نے اس کی تشریح وتعبیر کا علم براہِ راست آنحضرت ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ فہم عامہ (کامن سنس) کا تقاضا یہ ہے کہ تفسیر وتعبیر قرآن کے سلسلہ میں صحابۂ کرام کی رائے کو حرفِ آخر مانا جائے۔ لیکن پرویز صاحب ''روایات'' کے منکر ہیں۔ حالانکہ قرآن بھی روایات ہی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اس لیے وہ صدرِ اوّل کی کسی تفسیر کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس موقع پر قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قرآن سمجھا کس طرح جائے؟ اس کا جواب بہت آسان ہے یعنی پرویز صاحب کی خدمات حاضر ہیں۔

قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود

اس اُصول پر پرویز صاحب تو مطمئن ہوسکتے ہیں۔ لیکن کیا دوسرے لوگ بھی مطمئن ہوسکتے ہیں؟ جواب ظاہر ہے کہ نفی میں ہے۔ پرویز صاحب اور اُن کے مخالفین میں کشمکش یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

اس کتاب میں پرویز صاحب نے روح وشکم کے مسائل از روئے قرآن حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر انھوں نے قرآن کو بیچ سے نکال دیا ہوتا اور ان خیالات کو اپنے ذہن ودماغ کے شاہکار کی حیثیت سے پیش کیا ہوتا۔ تو کوئی شبہ نہیں یہ افکار دلچسپ بھی تھے، قابل غور بھی اور لائق مطالعہ بھی آدمی کے خیالات کلی یا جزئی طور پر قابل قبول ہوں یا نہ ہوں، یہ بالکل دوسری بات ہے۔ لیکن اگر ان میں جدت ہو تنوع ہو۔ رنگارنگی ہو، حسن بیان ہو، لطف زبان ہو، ذہانت کی جلوہ آرائی ہو، طبع رسائی وبلند پروازی ہو، تو ان سے دلچسپی ضرور پیدا ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اگر یہ صورت ہوتی تو اس کتاب کی افادیت بڑھ جاتی اور نوعیت بدل جاتی۔ لیکن بدقسمتی سے صورتِ حال یہ نہیں۔ پرویز صاحب ''مزاج شناس قرآن'' بن کر نمودار ہوئے ہیں۔ ابھی لوگ وقت کے ''مزاج شناس رسول'' سے نجات نہیں پا سکے تھے کہ یہ ''مزاج شناس قرآن'' نمودار ہو گئے۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
دوسری پڑ گئی، اللہ پر سر پہ کیسی؟

مودودی صاحب اور پرویز صاحب میں ایک بہت دلچسپ فرق بھی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ رائے غلط قائم کریں، کسی تعبیر میں ٹھوکر کھا جائیں۔ لیکن بہرحال ان کے صاحبِ علم وفضل ہونے میں شبہ نہیں۔ پرویز صاحب کی ستم ظریفی یہ ہے کہ عربی بالکل نہیں جانتے نہ صحیح عبارت پڑھ سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں، لیکن قرآن کے یکتا شارح اور بے مثال مفسر ہیں، ان کے سامنے رازی، ہیچ اور زمخشری بیکار۔

اب عربی دانی زیر بحث آ گئی ہے تو اس کا ثبوت بھی دینا چاہیے، ثبوت کا ریکارڈ جمع کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے، لہٰذا ''مشتے نمونہ از خروارے'' پر اکتفا کرنا پڑے گا صفحہ ۲۰۱۸ الٹیے اور ایک قرآنی آیت کا پرویزی ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا﴾ (سورۃ النساء:۱۲۳)

''جو قوم بھی ناہمواریاں پیدا کرنے والا پروگرام اختیار کرے گی وہ اس کا نتیجہ بھگتے گی خدا کے قانون کے علاوہ نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو گا نہ سرپرست۔''

آپ یہ کہہ سکتے ہیں شاہ عبدالقادر صاحب سے لے کر مولانا اشرف علی تک بلکہ ڈپٹی نذیر احمد تک کسی نے اس آیت کا یہ ترجمہ نہیں کیا۔ لیکن اس کی ذمہ داری پرویز صاحب پر تو عائد نہیں ہوتی، جو شخص ''مزاج شناس قرآن'' نہ ہو اور ترجمہ کرنے بیٹھ جائے، اس کا ترجمہ لازمی طور پر پرویز صاحب سے مختلف ہو گا اور ملاحظہ فرمایئے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ﴾ (سورۃ النساء:۱۲۴)

''اس سے بہتر نظام زندگی اور کس قوم کا ہو گا جو قانون خداوندی کے سامنے جھک جائے اور توازن بدوش پروگرام کو اپنا لائحہ عمل بنا لے۔''

اس ترجمہ کی ندرت کے دفاع میں کہا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالقادر، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا اشرف علی وغیرہ کے زمانہ میں ''توازن بدوش'' کا رواج ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ سعادت صرف پرویز صاحب کے حصہ میں لکھی تھی، سو انھیں حاصل ہو گئی۔

اور دیکھیے:

﴿وَ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہ ہے محکم اور متوازن نظام ربوبیت خداوندی''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قیم'' کا ترجمہ ''محکم'' اور ''متوازن'' تو خیر لیکن ''دین'' کا ترجمہ ''نظامِ ربوبیت خداوندی'' کسی کو بھی آج تک نہ سوجھا تھا۔ ڈپٹی نذیر احمد نے تعزیراتِ ہند کا ترجمہ کیا اور بہت سے نئے لفظ اُردو زبان کو دیے مثلاً ''استحصال بالجبر''، ''مرافعہ''، ''استغاثہ'' وغیرہ۔ نیز ''بھک سے اُڑ جانے والا مادہ'' بھی انھی کا ترجمہ ہے جس کی اب تک تحسین کی جاتی ہے۔ لیکن اگر ڈپٹی صاحب پرویز صاحب کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کرتے تو بلاشبہ یا تو خود ''بھک سے اُڑ جانے والا مادہ'' بن جاتے یا پرویز صاحب کو بنا دیتے۔

پرویز صاحب کا ایک شاہکار ترجمہ اور ملاحظہ فرمایے:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (سورۃ المطففین:۶)

''تمام نوعِ انسانی خدا کی ربوبیت عامہ کے لیے اُٹھ کھڑی ہوگی۔''

ہے اس ترجمہ کا کوئی جواب؟

اب ایک نمونہ اور پیش کر کے ہم ترجمہ کی گفتگو ختم کر دیں گے۔

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام:۳۱-۳۲)

''یہ جماعت جو سمجھے بیٹھی تھی کہ خدا کے قانون سے ان کا کبھی آمنا سامنا (ٹکراؤ) ہی نہیں ہوگا۔ تباہ ہو کر رہے گی۔ حتیٰ کہ جب انقلاب کی گھڑی دفعتہً نمودار ہو جائے گی۔ تو وہ کف افسوس مل کر کہیں گے۔ کہ اس باب میں جو کچھ ہماری طرف سے ہوتا رہا اس پر ہمیں ندامت ہے۔ لیکن ان کی یہ پشیمانی اس وقت ہوئی جب ان کے اعمال اپنا نتیجہ مرتب کر چکے تھے ان کے اعمال کس قدر ناہمواریاں پیدا کرنے والے تھے اس وقت وہ دیکھیں گے کہ قریبی مفاد پرستی کا نظریہ، زندگی کس طرح بچوں کا کھیل اور سعی لا حاصل تھا۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے اپنی جدوجہد کو خدا کے قانون ربوبیت سے ہم آہنگ رکھا۔ ان کے مستقبل کی نئی زندگی کس قدر منفعت بخش ثابت ہوئی۔ اے کاش یہ لوگ اس حقیقت کو پہلے سمجھ لیتے۔''

اگر آپ نے لفظ و معنی میں ربط پیدا کرنے کی کوشش کی تو ناکام رہیں گے۔ اس لیے کہ آپ کی طرح ہر ظاہر بیں صرف یہی دیکھتا ہے کہ کس لفظ کے کیا معنی ہوئے؟ اس سے زیادہ کچھ سوچ ہی نہیں سکتا، یہ کام صرف ''مزاج شناس'' کا ہوتا ہے کس لفظ کے کیا معنی ہونے چاہئیں؟ چنانچہ جو کچھ ہونا چاہیے تھا اور نہیں ہوا اسے وہ کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ پرویز صاحب

پیغمبری کردو پیمبر نتواں گفت

اب ترجمہ سے قطع نظر ذرا ''قرآنی اصطلاحات'' پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجیے۔

ہم آپ قرآن پڑھتے ہیں اگر عربی نہیں جانتے تو کوئی ترجمہ سامنے رکھ لیتے ہیں اور اگر جانتے ہیں تو بغیر ترجمہ سامنے رکھے، تلاوتِ کلام پاک شروع کر دیتے ہیں۔ کسی لفظ کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ تو منجد سے لے کر لسان العرب تک جو لغت مل جائے اس کی ورق گردانی شروع کر دیتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں گوہر مقصود مل ہی جاتا ہے۔ لیکن ہمارا ''مزاج شناس قرآن'' نہ کتابی علم کا قائل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ لغات کی ورق گردانی کا۔ اس کے نزدیک لغت نویسی کی کوششیں سعی نامشکور کے ذیل میں آتی ہیں۔ جو چاہیں کریں، مزاج شناس، ان رسمیات کا پابند نہیں۔ عوام لغت نویسوں کے محتاج ہیں اور لغت نویس مزاج شناس کے زلہ ربا ہیں، کتنا بڑا فرق ہے دونوں میں!

چنانچہ قرآن کی جو اصطلاحیں قرآن میں نہیں مل سکتیں، ان کی تفصیل مزاج شناس قرآن، یوں پیش کرتا ہے۔ (سب کی گنجائش کہاں سے لائی جائے، صرف چند پر اکتفا کیجیے)

۱- رب۔ ''خدا کا قانون ربوبیت جو تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔''
گویا رب کے معنی رب نہیں ''قانون ربوبیت'' ہیں۔

۲- ربوبیت۔ کسی شے کا کامل نشوونما پا کر اپنی تکمیل تک پہنچ جانا، یعنی اس کی تعمیری صلاحیتوں کا پورے طور پر نشوونما پا جانا۔
یعنی ربوبیت کا رب سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔

۳- حق۔ کسی عمل کا تعمیری پہلو، جو ٹھوس نتائج کی شکل میں سامنے آجائے اور اپنی جگہ پر اٹل رہے۔
یعنی پرویز صاحب خود حق ہیں۔

۴- باطل۔ کسی عمل کا تخریبی پہلو جو منفی نتائج پیدا کرے۔
یعنی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی صاحب

۵- سما۔ خدا کا کائناتی قانون کہ
یعنی ایسا قانون جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ہر چند کہیں کہ ہے...... نہیں ہے۔

۶- فضل۔ معاشی سہولتیں، یعنی کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

۷- تقویٰ۔ معاشی پروگرام کو مستقل اقدار کے ساتھ ہم آہنگ رکھنا اور اس طرح فرد اور معاشرہ کو خوف اور خون سے محفوظ کر لینا۔
گویا اس عہد کا سب سے بڑا ''متقی'' کوئی شخص نہیں۔ ایک پورا ملک امریکا ہے یا پھر روس!

۸- اقام الصلوٰۃ۔ معاشرہ کو ان بنیادوں پر قائم کرنا۔ جن پر ربوبیت نوع انسانی کی عمارت استوار ہوتی ہے۔

کیا سمجھے آپ؟ کہہ دیجیے
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

۹- ایتاء الزکوٰۃ۔ نوع انسانی کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانا۔
پرویز صاحب کی یہ اپج واقعی قابل داد ہے، کیوں نہ ہو۔

بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ!

۱۰- ایمان بالغیب۔ خدا کے نظامِ ربوبیت کے ان دیکھے نتائج پر یقین رکھنا۔
جس کی دعوت پرویز صاحب دے رہے ہیں۔

تلک عشرۃ کاملۃ

غرض کیا کیا عرض کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے!
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

اب آپ خود ہی غور فرمایئے۔ ان اصطلاحات کی روشنی میں اور ترجمۂ بے مثال کی موجودگی میں پرویز صاحب نے جو گل کاریاں کی ہوں گی، ان کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اور ان دلائل کا قرآن سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کوئی راز نہیں!

اقبال نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں سوال کیا۔

''دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کون ہے؟''

لوگوں نے مختلف نام لیے۔ حضرت امام حسینؓ کی مظلومیت پر تقریباً سب متفق ہو گئے۔

اقبال نے کہا:

''نہیں، سب سے زیادہ مظلوم قرآن ہے جو شخص چاہتا ہے مفسر قرآن بن جاتا ہے۔''

کاش پرویز صاحب نے قرآن کی مظلومیت میں اضافہ نہ کیا ہوتا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور اصحابِ حدیث کی فضیلت

از: مولانا عبدالجلیل سامرودی، بمبئی

مولانا عبدالجلیل سامرودی کا تعارف......ان کی اپنی زبانی

میں ناچیز عبدالجلیل بن العلامہ ابی السعادات علی احمد متوطن قریہ سامرود ۱۰-۱۳۰۹ھ کو پیدا ہوا۔
۱۳۲۲ھ میں خدائے کریم نے کسی نہ کسی طریق سے مجھے دہلی پہنچادیا، میری عمر بارہ تیرہ سال یا کچھ کم وبیش تھی، میاں صاحب مرحوم شیخ الکل فی الکل کے مدرسہ میں قیام کیا، مگر مدرسہ کے متولی ومہتمم صاحب نے مجھے مدرسہ میں داخل کرنے سے صاف انکار کردیا کہ ہم کم سن بچوں کو مدرسہ میں داخل نہیں کیا کرتے۔
بہر حال ہم صدر مدرسہ مولوی عبدالوہاب میں جاکر داخل ہوگئے، مولانا موصوف نے بلا لحاظ عمر برابر داخل کرلیا، میری لیاقت علمی صرف اردو کی دوسری تیسری کتاب اور قرآن شریف ناظرہ دیگر ہیچ۔ اردو بھی پوری طرح سے بولنے اور سمجھنے کی لیاقت نہ تھی۔ مولانا موصوف نے بعد داخل کرنے کے ترجمہ قرآن شریف میں طلباء کے ہمراہ کردیا اور ابواب الصرف قدیم شروع کرادی۔
اس ناچیز نے علم دینی کو محض ایک ہستی سے حاصل کیا ہے کہ جس کا ہند میں ثانی نہ تھا، امام شوکانی کا ایک ہی واسطہ سے شاگرد مولانا عارف باللہ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا ابومحمد عبدالوہاب ملتانی رحمہ اللہ۔ البتہ ۱۹۵۲ء میں علامہ سید محمد بدرالدین دمشقی مشہور مستند معمر ہستی دمشق کے مدرسہ دارالحدیث نبویہ میں درس دیا کرتے تھے انہیں میری تحریرات پہنچتیں، میں نے ان سے اجازت طلب کی تھی۔ اس محدث عالی مقام نے سند اجازت محدثین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے بھیجی تھی جس میں انہوں نے کہا تھا "**منهم مولانا الفاضل المدقق الشيخ المحقق العلامة ابى عبدالكبير الشهير بعبدالجليل السامرودى ادام الله تعالىٰ نفعه . آمين**"
اس ناچیز کی چند تصانیف کے نام:
(۱) وسیلۃ النجات فی اتباع سنۃ نبینا سیدنا السادات (عربی، اردو) (۲) اعتقاد الاکابر فی اجراء الصفات علی الظواہر (عربی) (۳) الباعث الحثیث فی فضل علم الحدیث واہلہ الاحیث (عربی) (۴) زہرۃ ریاض الابرار (۵) اعلام من الغنی فی تلخیص الضعفاء والمتروکین من کتاب ابی الحسن الدارقطنی (عربی) (۶) الدلیل الاظہر فی تحقیق معنی اللہ اکبر (عربی) (۷) الغمغمہ فی سنیۃ التسمیۃ عند الاطعمہ وغیرھا دون البسملہ (عربی) (۸) ارسال البرید لقطع لغاویدا اہل التقلید والتردید لمن عزی اہل الحدیث الی القول الجدید (۹) الغمغمہ مع ترجمۃ الجمجمہ (۱۰) الفاکہۃ الغریضہ فی جواز رفع الایدی بعد الفریضہ (۱۱) صمصام الموحدین (۱۲) الانصاف فی ان ماردہ اللاجپوری ردلمذہب الاحناف (۱۳) اصلاح الجرح المتین فی تثلیث التامین (۱۴) بوئے تسلین از قطرات عشرین (۱۵) نسیم الریاحین من ریاض الصالحین شرح ریاض الصالحین امام نووی (۱۶) الخزی الوبیل لمن صنف الجرح الجمیل (۱۷) "عذاب المہین لقاطع الوتین عندرب العالمین الملقب بہ اظہار الحق المبین برد تلبیسات المقلدین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشہیر بہ فقہ احناف کے اسراری گر (۱۸) انتباہ النائمین بجر دوصول روائح خرافات المقلدین (۱۹) نیل المرام بازالۃ الادحام عن اسنان ما یضحی من بھیمۃ الانعام (۲۰) تعلیم الدین المعروف بہ قوانین شرح محمدی (۲۱) احقاق الحق الحقیق (۲۲) تحذیر الانام عن وساوس مانعی القرأۃ خلف الامام (۲۳) اظہار آئینۂ حقیقت (۲۴) الحق الصحیح الصریح فی التراویح (۲۵) طمس العین فی رد دلائل عدم رفع الیدین۔

ان کے علاوہ بھی متعدد کتابیں تالیف کی گئی ہیں اور متعدد کتب گجراتی زبان میں بھی تالیف ہوئی ہیں، پمفلٹ اور اشتہارات گجراتی کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ اس احقر نے مشکوٰۃ شریف کا حاشیہ عربی میں لکھا ہے جو اواخر کتاب الجنائز پہنچا ہے۔ اس میں بجز مسلک صحیح حشو وزوائد کو جگہ نہیں دی گئی۔ امام بیہقی کی کتاب القرأت کا ترجمہ ایک عرصہ سے کیا ہوا ہے بمبئی میں ایک کتاب ثنائی تفسیر و ترجمہ کے متعلق بنام الامر الرشاد طبع ہو چکی ہے۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے رسائل تحریر ہو چکے ہیں جن میں سے کچھ طبع ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں۔ (۲۰ جولائی ۱۹۶۴ء)

....

اس مضمون میں دو چیزیں بیان ہوں گی:

۱- حدیث اور ۲- فضائل حاملین حدیث۔

حدیث کے لغوی معنی

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں: الحدیث الجدید والخبر [1] اس کی جمع احادیث ہے، مگر شاذ۔ صراح ومنتہی الارب میں ہے۔ حدیث نو نقیض قدیم. و خبرِ رسول اللہ ﷺ . وجز آن. احادیث جمع [2] نئی بات۔ یہ قدیم کی نقیض ہے۔ نبی ﷺ کی حدیث کو بھی کہتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی۔ اس کی جمع احادیث ہے" [3]۔ فاضل فیوسی لکھتے ہیں: والحدیث ما یتحدث بہ و ینقل و منہ حدیث رسول اللہ ﷺ ......"اور حدیث اس کو کہتے ہیں جس کو بیان کیا جائے اور نقل کیا جائے اور اسی سے نبی ﷺ کی حدیث بھی ہے"۔ لغات کشوری میں ہے حدیث: خبر، بات نئی چیز اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے [4]۔

حدیث کی تعریف و بیان لفظ خبر وسنت

توضیح وتلویح میں اور علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

وفی الادلۃوھو المراد ھھنا ماصدر عن النبی ﷺ غیر القراٰن من قول او فعل او تقریر [5]۔

"اور دلائل میں سے اور یہی اس جگہ مقصود ہے۔ جو چیز کہ نبی ﷺ سے قرآن کے علاوہ بطور قول، یا فعل، یا تقریر، صادر ہو اس کو حدیث کہتے ہیں"۔

علامہ سلیمان لاہوری تحریر فرماتے ہیں:

....

[1] قاموس المحیط [2] صراح ومنتہی الارب۔ [3] مصباح المنیر، ص ۱۲۴

[4] لغات کشوری [5] ارشاد الفحول ص ۳۳ توضیح وتلویح ص ۳۰ مطبوعہ نولکشور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وبالجملة فالحديث في اللغة الجديد في اصطلاح اكثر المحدثين هو ما اضيف الى النبي ﷺ قولا او فعلا او تقريرا اوصفة فهو اعم من السنة وكثيرا ما يقع في كلام اهل الحديث و منهم العراقي مايدل علىٰ ترادفهما ولو حظافي تسمية بالحديث مقابلته للقراٰن اذ ذلك قديم وهذا حديث والىٰ هذا اشار الحافظ في فتحه و قال المراد بالحديث في عرف الشرع ما يضاف الى النبي ﷺ وكانه اريد به مقابلة القراٰن لانه قديم ❶.

''خلاصہ کلام جدید زبان میں اکثر محدثین کی اصطلاح میں حدیث اسے کہتے ہیں جو نبی ﷺ کی طرف منسوب ہو قولاً ہو یا فعلاً تقریراً ہو یا صفۃً اور یہ سنت سے عام ہے اور اکثر طور پر اہل حدیث کے کلام میں (جن میں عراقی بھی ہیں) ایسا کلام آتا ہے جو ان دونوں کے مترادف ہونے پر دلالت کرتا ہے اور قرآن کے مقابل میں ہونے کی وجہ سے اس کا نام حدیث رکھا گیا ہے کیونکہ قرآن قدیم ہے اور یہ نئی ہے اور اسی بات کی طرف حافظ ابن حجر ؒ نے اپنی کتاب فتح الباری میں اشارہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ شریعت کی عرف میں حدیث اسے کہتے ہیں جو نبی ﷺ کی طرف منسوب ہو، گویا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن کے مقابل ہے، کیونکہ قرآن قدیم ہے''۔

آخری جملہ میں کلام ہے اس لیے کہ قرآن مجید و فرقان حمید پر بھی حدیث کا اطلاق نفس کلام ربانی میں وارد ہے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

وسمی تعالىٰ كتابه حديثا فقال ﴿فليأتو ابحديث مثله﴾

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو بھی حدیث فرمایا ہے چنانچہ فرمایا: اس جیسی کوئی حدیث پیش کرو

و قال تعالىٰ ﴿ افمن هذا الحديث تعجبون ﴾ اور فرمایا: کیا تم اس حدیث سے تعجب کرتے ہو۔

وقال ﴿فما لهؤلاء لا يكادون يفقهون حديثا﴾ اور فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ یہ کسی بات کو سمجھتے ہی نہیں۔

و قال تعالىٰ ﴿حتى يخوضوا في حديث غيره﴾ نیز فرمایا: یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں بحث مباحثہ کرنے لگیں

﴿فباى حديث بعد الله و اياته يؤمنون﴾

نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔

و قال تعالىٰ ﴿فمن اصدق من الله حديثا﴾

نیز فرمایا: حدیث کے لحاظ سے اللہ سے زیادہ کون سچا ہے اور ایک جگہ میں قیلا بھی آیا ہے یعنی اللہ سے قول میں کون سچا ہے۔

ایک جگہ قیلا..... بھی وارد ہے ❷۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حدیث اور قیل ایک ہی چیز ہے۔ مولانا عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں:

اعلم ان الحديث في اصطلاح جمهور المحدثين يطلق علىٰ قول النبي ﷺ و فعله و تقريره. ❸

''جان لو کہ محدثین کی اصطلاح میں حدیث نبی ﷺ کی بات ان کے فعل اور ان کی تقریر پر بولی جاتی ہے''۔

---

❶ مفتاح الاصول ❷ مفردات القرآن ❸ مقدمہ شرح مشکوۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ حدیث کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل و تقریر سے ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ محدثین دو لفظ اور بھی اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ (۱) خبر، (۲) سنت۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الخبر عند علماء الفن مرادف للحديث. ❶

''علماء فن کے نزدیک خبر بھی حدیث کے ہم معنی ہے''۔

مولانا عبدالحق دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

والخبر والحديث في المشهور بمعنى واحد. ❷

''خبر اور حدیث مشہور مذہب میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں''۔

علامہ ابن ملک لکھتے ہیں:

السنة تطلق على قول الرسول ﷺ وفعله و سكوته و طريقة الصحابة والحديث والخبر مختصان بالاول. ❸

''سنت نبی ﷺ کے قول، فعل، سکوت اور صحابہ اکرام کے طریقے کو بھی کہتے ہیں اور حدیث اور خبر صرف قول الرسول ﷺ کے ساتھ خاص ہیں''۔

نور الایضاح میں ہے:

السنة تطلق على قول الرسول عليه السلام و فعله وسكوته و على اقوال الصحابة والحديث يطلق على قول الرسول عليه السلام خاصة. ❹

''سنت نبی ﷺ کے قول، فعل، سکوت اور صحابہ کے اقوال کو کہتے ہیں اور حدیث صرف نبی ﷺ کے قول پر بولی جاتی ہے''۔

دستور العلماء میں ہے: ثم ان العلماء اختلفوا في ان السنة عند الاطلاق هل تختص لسنة الرسول ﷺ او تعمها و غيرها فذهب المتقدمون منا و صاحب الميزان ومن المتأخرين و اصحاب الشافعي رحمة الله عليه و جمهور اهل الحديث الى الاول والباقون الى الثاني ❺.

''علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ بولتے وقت لفظ سنت نبی ﷺ کے طریقے کے ساتھ خاص ہوگا یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے پر بھی بولا جائے گا تو متقدمین اور صاحب میزان اور بعض متاخرین اور اصحاب شافعی اور جمہور اہل حدیث پہلی بات کی طرف گئے ہیں اور باقی دوسرے مسلک کی طرف''۔

نواب سیّد محمد صدیق حسنؒ رقمطراز ہیں:

اولیٰ ہمیں است کہ ایں لفظ را خاص دارند بقول نبوی و بہ مقولات دیگراں اطلاقش نکند، تا غیر حدیث ملتبس بحدیث نشود زیرا

❶ شرح نخبہ ص ۷ ❷ مقدمہ شرح مشکوٰۃ عربی ❸ شرح منار الاصول
❹ نور الایضاح ❺ دستور العلماء ج ۲ ص ۵۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قول غیر نبی صحابی باشد یا تابعی ہم وزن قول معصوم نیست و باحتجاج مستقل نمیرسد وعدم فرق میان سخن او وسخن دیگراں سبب تزلزل جمعی از اہل علم گردیدہ ودر ورطہ تقلید اراء الرجال انداختہ۔ ❶

''بہتر یہی ہے کہ اس لفظ کو نبی ﷺ کے قول کے ساتھ خاص کر دیا جائے اور دوسروں کی باتوں پر اس کا اطلاق نہ کریں تاکہ حدیث دوسری باتوں سے خلط ملط نہ ہو جائے کیونکہ غیر نبی کی بات چاہے صحابی ہو یا تابعی نبی معصوم کی ہم وزن نہیں ہو سکتی اور مستقل طور پر قابل حجت نہیں ہو سکتی۔ اس کی اور دوسروں کی بات میں فرق نہ کرنا اہل علم کی ایک جماعت کے تزلزل کا سبب بنے گا اور آراء الرجال کی تقلید کے میدان میں ڈال دے گا''۔

نیز فرماتے ہیں: واولی آنست کہ لفظ سنت راہمہ مثل لفظ حدیث خاص بجانب نبوت دارند۔ ''بہتر یہی ہے کہ لفظ سنت کو لفظ حدیث کی طرح نبوت کی جانب مخصوص کر دیں۔''

توجیہ النظر میں ہے:

و اما السنة فتطلق فی الاکثر علیٰ ما اضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر فھی مرادفة للحدیث عند علماء الاصول...... ❷

''غالباً جو چیز نبی ﷺ کی طرف منسوب ہو چاہے قول ہو یا فعل یا تقریر اس کو سنت کہا جاتا ہے۔ علماء اصول کے نزدیک یہ حدیث کے ہم معنی ہے''۔

علامہ سلیمان لاہوری، ملا علی قاری اور علامہ وجیہہ الدین علوی گجراتی لکھتے ہیں:

ولان السنة لا تنصرف بظاھرھا حقیقة الا الی الشارع ﷺ ولان سنة رسول اللہ ﷺ اصل و سنة غیرہ تبع فی کلامھم فحمل کلامھم علی الاصل اولی

''کیونکہ سنت اپنے ظاہر سے حقیقتاً نہیں ہٹ سکتی مگر شارع ﷺ کی طرف ہی پھر سکتی ہے کیونکہ پیغمبر ﷺ کی سنت اصل ہے اور دوسروں کی سنت جو ان کے کلام میں آتی ہے وہ تابع ہے تو ان کے کلام کو اصل پر محمول کرنا بہتر ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

لان مطلق ذلک ینصرف بظاھرہ الی من لہ الامر و النھی وھو الرسول ﷺ. ❸

''کیونکہ جب یہ مطلق بولا جائے تو اپنے ظاہر کی وجہ سے اس کو اس طرف پھیرا جائے گا جو امر اور نہی کا اختیار رکھتا ہے اور وہ پیغمبر ﷺ ہیں''۔

علم حدیث کی تعریف:

ہر علم میں موضوع اور مبادی مسائل ہوتے ہیں، علامہ کرمانی نے لکھا ہے:

---

❶ منہج الاصول، ص۹۔ ❷ توجیہ النظر ص۲۔ ❸ شرح نخبہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حده هو علم يعرف به اقوال رسول الله ﷺ و افعاله و احواله و غايته هو الفوز لسعادة الدارين و موضوعه ذات رسول الله ﷺ ...... ❶

''علم حدیث کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال معلوم کیے جائیں اور اس کی غایت دونوں جہانوں کی کامیابی اور سعادت ہے اور اس کا موضوع نبی ﷺ کی ذات ہے''۔

علامہ عینی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔علامہ سیوطی اس پر بایں اسلوب تعریض فرماتے ہیں:

ولم يزل شيخنا العلامة محى الدين الكافيجي يتعجب من قوله ان موضوع علم الحديث ذات الرسول و يقول هذا موضوع الطب لا موضوع الحديث...... ❷

''ہمارے استاذ علامہ محی الدین کافیجی ہمیشہ اس پر تعجب کرتے رہے کہ علم حدیث کا موضوع نبی ﷺ کی ذات ہے اور کہتے رہے کہ یہ موضوع تو علم طب کا ہے علم حدیث کا موضوع یہ نہیں''۔

علامہ سلیمان لاہوری ملتقط الدرر فی اصطلاح اہل الاثر سے تحریر فرماتے ہیں:

وموضوعه ما يبحث فيه عن اعراضه الذاتية كا قواله و افعاله ﷺ واما بيان موضوعية موضوعه فبان نقول ان افعاله موضوع هذا الفن من حيث انها متصلة و مسندة اليه الى غير ذلك من الامور التى يبحث عنها فيه وانما قيدتها بهذه الحيثية لانها داخلة تحت موضوع علم الاصول من حيث انها تستفاد منها الاحكام اجمالا وتندرج ايضًا تحت موضوعات علوم اخر بحسب اعتبارات مختلفة فظهر من هذا فساد قول من قال ان موضوعه ذات الرسول ﷺ من حيث انه رسول الله فان المباحث الواقعة فى هذا الفن راجعة الى اقواله و افعاله لا الٰى ذاته ﷺ و ان كانت الاقوال والافعال متعلقة به و ذكر عن التلويح ان موضوع العلم ما يبحث فيه من اعراضه الذاتية والمراد بالعرض هنا المحمول على الشئ الخابع عنه و بالعرض الذاتى ما يكون منشأة الذات بان يلحق الشئى لذاته ......الخ...... ثم قال فاذا عرفت هذا فعليك يا طالب وجه الله الكريم ملازمة علم موضوعه اقوال رسول الله ﷺ و افعاله الجارية على الوجه القديم و غايته هو الفوز بسعادة الدارين و جنت النعيم و لقاء رب رحيم واجتهد فى تحصيله و تكميله غاية الاجتهاد ولا ترضى بالتقصير فى تحقيق هذا العلم الذى يوصلك الى قرب رب العباد واتق الله الذى خلق الارض والسماء ان ترغب عن علم يورثك الحكمة والنور والهدىٰ و ترغب فيما احدثه قرون فشا فيها الكذب والبدعة الهوىٰ ليفضيك الى دركات نارلظى اعاذنا الله سبحانه من علم يكون هذا شانه. ❸

''کسی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتی کے متعلق اس میں بحث کی جائے اور یہاں آپ کے اقوال وافعال کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور اس کی موضوع کی موضوعیت کا بیان اس طرح ہے کہ ہم کہتے ہیں آپ کے افعال اس فن کا

❶ شرح بخاری جلد ۲۵ ص ۲۸ ❷ تدریب الراوی ص ۴ ❸ مفتاح الاصول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحیثیت آپ کی طرف مسند اور متصل وغیرہ ہونے کے لحاظ سے اس فن کا موضوع ہے کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں اس کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ میں نے اس کو اس حیثیت کے ساتھ اس لیے مقید کیا ہے کہ یہ علم اصول کے موضوع کے تحت اس طرح داخل ہے کہ اس سے مجمل طور پر احکام حاصل کیے جاتے ہیں اور دیگر علوم کے موضوعات کے تحت بھی یہ مختلف اعتبارات کے مطابق درج ہوتے ہیں۔ تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس علم کا موضوع پیغمبر ﷺ کی ذات بحیثیت رسول ہونے کے ہے اس کے قول کی خرابی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس فن کی تمام مباحث آپ کے اقوال وافعال کا مرجع ہیں۔ آپ کی ذات کی طرف یہ مباحث نہیں لوٹتی اگرچہ آپ کے اقوال وافعال آپ کی ذات سے ہی کیوں نہ متعلق ہوں۔ تلویح میں یوں مذکور ہے کہ کسی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے ذاتی اعراض کے متعلق اس میں بحث کی جائے۔ عرض سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو کسی چیز پر اٹھائی جائے اور وہ اس سے پوشیدہ ہو اور عرض ذاتی سے مراد وہ ہے جو کسی چیز کی ذات میں پیدا کیا گیا ہو کہ وہ اس چیز کو اس کی ذات کی وجہ سے لاحق ہو۔ الخ

پھر کہتے ہیں اے اللہ کی رضامندی کو تلاش کرنے والے: جب تم نے یہ بات معلوم کر لی ہے تو اپنے اوپر نبی ﷺ کے وہ اقوال وافعال لازم پکڑو جو قدیم طور پر جاری ہیں۔ اس کی غایت دونوں جہانوں میں نیک بختی اور کامیابی اور نعمتوں والی جنت، رب رحیم کی ملاقات ہے اور ان کو حاصل کرنے اور مکمل کرنے میں بہت زیادہ محنت کرو اور اس علم کی تحقیق میں کوتاہی پر کبھی راضی نہ ہو جو کہ تمہیں اللہ کے قریب تک پہنچا دے گا اور اللہ سے ڈر جاؤ جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور تم حکمت کے وارث بنانے والے علوم اور روشنی اور ہدایت سے بے رغبتی نہ کرنا اور اس چیز میں بھی رغبت نہ کرنا جو بعد کے زمانوں میں پیدا ہو کر لوگوں میں بطور بدعت اور جھوٹ پھیل گئے ہیں، کہیں اس طرح تمہیں یہ خواہش جہنم کے پستی کے درجوں تک نہ پہنچا دے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس علم سے ہمیں پناہ دے جس کا یہ نتیجہ ہو۔''

حجیت احادیث یعنی سنت نبوی ﷺ

سنت مطہرہ کے حجت ہونے پر اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ البتہ جنھیں دین سے واسطہ نہیں وہ تو ضرور اس کی حجیت سے منکر ہوں گے امام شوکانی تحریر فرماتے ہیں:

ثبوت حجية السنة المطهرة واستقلالها بتشريع الاحكام ضرورية دينية ولا يخالف في ذلك الا من لا حظ له في دين الاسلام. ❶

''نبی ﷺ کی سنت مطہرہ کا حجت ہونے اور شرعی احکام کے مشروع کرنے، مستقل بالذات ہونے کا ثبوت ضروری اور دینی ہے اور اس کی مخالفت وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں''۔

تحریر مع تقریر لابن الہمام میں ہے:

حجية السنة ضرورية دينية...... ❷

''نبی ﷺ کی سنت کا حجت ہونا دینی اور ضروری امر ہے۔''

❶ ارشاد الفحول ص ۳۳ ❷ تحریر مع تقریر لابن لاہمام ج ۲، ص ۲۲۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم الثبوت میں ہے:

اما اعتقاد الخبرية و جعل الحجية مشروطة بالنقل بعنوان الخبرية فلا يخفى و هنه...... ❶

''خبریت کے اعتقاد اور اس کی حجیت کو خبریت کے عنوان سے منقول ہونے کے ساتھ مشروط کرنا نہایت کمزور بات ہے''۔

بحر العلوم کی شرح میں لکھتے ہیں:

لان بعد اعتقاد صدوره عمن هو لا ينطق عن الهوىٰ لا معنى لنفي الحجية.

''سنت نبویہ تشریع احکام کے لیے مستقل حجت ہے۔ جب یہ بات مان لی گئی کہ اس کا صدور ایسی ہستی سے ہے، جس کے متعلق خود قرآن ناطق ہے کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى تو پھر اس کی حجیت سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔''

بلکہ ایوب سختیانی کہتے ہیں:

اذا حدثت الرجل بسنة فقال دعنا عن هذا و اجبنا عن القرآن فاعلم انه ضال...... ❷

''یعنی جب تو کسی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی سنت بیان کرے اور وہ کہے کہ اسے چھوڑ اور قرآن سے جواب دو تو تم جان لو کہ یہ گمراہ ہے۔''

رئیس المحدثین علی بن المدینی عبدالرحمٰن بن مہدی سے بیان کرتے ہیں:

الرجل الى الحديث اجوع منه الى الاكل والشرب و قال الحديث تفسير قرآن...... ❸

''یعنی آدمی کھانے اور پینے کی چیزوں سے بھی زیادہ حدیث کا محتاج ہوتا ہے۔ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔''

جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

اعلموا ان من انكر كون حديث النبي ﷺ قولا كان او فعلا بشرطه المعروف في الاصول حجة كفر و خرج عن دائرة الاسلام ❹

''یعنی اس بات کو خوب سمجھ لو کہ جو شخص نبی ﷺ کی حدیث کے خواہ قولی ہو یا فعلی، ثابت ہو جانے کے بعد حجت ہونے سے انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

مزید اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

اصل هذا الرائ الفاسد ان الزنادقة و طائفة من غلاته ذهبوا الى انكار الاحتجاج بالسنة والاقصار على القرآن. ❺

''اس رائے فاسد کی بنیاد اس طرح ہے کہ زندیق اور روافض کا ایک غالی فرقہ سنت نبویہ سے احتجاج کے منکر ہیں۔''

اس زمانہ میں فرقہ نیچریہ ہے کہ جن کا ملجا و ماویٰ فرقہ معتزلہ ہے۔ ہندوستان میں انھوں نے اس کی تخم ریزی کی ہے۔

---

❶ متن مسلم الثبوت، ص ۱۷۵

❷ معرفۃ علوم الحدیث امام حاکم ص ۶۵۔ کفایہ خطیب بغدادی ص ۱۶۔ غنیۃ الطالبین قطب العارفین علامہ جیلانی ص ۹۰۔ امام سیوطی کی مفتاح الجنۃ ص ۲۴ میں امام بیہقی سے بیان کی گئی ہے۔

❸ کفایہ خطیب بغدادی ص ۱۶۔ ❹ مفتاح الجنہ ص ۲ ❺ ص ۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت نبویہ حجت کیوں نہ ہو۔ اللہ عزوجل اپنی کتاب میں وحی اور اپنے نبی کی اتباع کو بنی نوع آدم پر فرض فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: ﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۲۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے باری تعالیٰ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجو جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور کتاب اور حکمت یعنی سنت ان کو سکھلا دے۔ اس میں شک نہیں کہ تو ہی غالب اور حکمتوں والا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۶۴) اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ان مکہ والوں میں انھیں میں سے رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت یعنی قرآن اور سنت نبوی سکھاتا ہے بے شک یہ لوگ تیرے آنے سے پہلے صریح گڑھے میں تھے۔ اس مضمون کی آیتیں کئی ایک مقام پر قرآن مجید میں وارد ہیں۔

امام شافعیؒ ان آیتوں پر لکھتے ہیں:

فذکر اللّٰہ الکتاب و ھو القرآن و ذکر الحکمۃ فسمعت من ارضاہ من اھل العلم بالقرآن یقول الحکمۃ سنۃ رسول اللّٰہ ﷺ ❶

''یعنی اللہ نے کتاب کا ذکر کیا اور وہ تو قرآن ہے پھر حکمت کا ذکر فرمایا میں نے اُن اہل علم سے جو قرآن کے ماہر تھے، سنا وہ کہتے تھے کہ حکمت سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔''

پھر اس کی تصحیح فرماتے ہیں:

وھذا یشبہ ما قال واللّٰہ اعلم لان القرآن ذکر واتبعتہ الحکمۃ و ذکر اللّٰہ منتہ علی خلقہ بتعلیمھم الکتاب والحکمۃ فلم یجز واللّٰہ تعالیٰ اعلم ان یقال الحکمۃ ھھنا الا سنۃ رسول اللّٰہ ﷺ و ذلک انھا مقرونۃ مع کتاب اللّٰہ و ان اللّٰہ افترض طاعۃ رسولہ و حتم علی الناس اتباع امرہ فلا یجوز ان یقال لقول انہ فرض الا لکتاب اللّٰہ ثم سنۃ رسولہ و ذالک لما وصفنا من ان اللّٰہ تعالیٰ جعل الایمان برسولہ مقرونا بالایمان بہ و سنۃ رسول اللّٰہ ﷺ مبینۃ عن اللّٰہ معنی من اراد دلیلا علی خاصہ و عامہ ثم قرن الحکمۃ بھا بکتابہ فاتبعھا ایاہ و لم یجعل ھذا لاحد من خلقہ غیر رسول اللّٰہ ﷺ ......

''اور اس علم والے کی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے زیادہ مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے کیونکہ قرآن مجید کے بعد حکمت کا ذکر ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر یہ احسان بھی ذکر فرمایا کہ اس نے تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی تو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے...... یہ کہا جائے کہ حکمت صرف نبی ﷺ کی سنت ہے اور یہ اس طرح ہے

❶ الرسالہ للشافعی،ص ۱۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ اللہ کی کتاب کے ساتھ جوڑی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیدیا اور ان کے حکم کی اتباع لوگوں پر لازم کردی تو کسی بات کو یہ نہ کہا جائے کہ یہ فرض ہے مگر اللہ کی کتاب پھر نبی ﷺ کی سنت کو کہا جائے اور یہ اس لیے ہے جو ہم نے پہلے بیان کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ایمان کو اپنے ایمان کے ساتھ ملا دیا اور نبی ﷺ کی سنت اللہ تعالیٰ کی مراد کو واضح کرنے والی ہے۔ عامی اور خاصی پر دلیل کے طور پر پھر حکمت کو اس کے ساتھ اپنی کتاب کے ذریعے ملا دیا تو اس کو کتاب کے تابع کردیا اور یہ شان اللہ نے اپنے رسول کے بغیر اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی نہیں بنائی''۔

امام رازی نے اور علامہ نیساپوری نے اچھی وضاحت فرمائی ہے۔

وعن قتادة واليه ذهب الشافعي هي سنة رسول الله ﷺ لانه ذكر تلاوة الكتاب ثم تعليمه ثم عطف عليه الحكمة فيكون شيئا خارجا عنهما و ليس ذالك الا سنة الرسول ❶

''قتادہ سے مروی ہے اور امام شافعیؒ بھی اس طرف گئے ہیں حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے کتاب کی تلاوت بیان کی پھر اس کی تعلیم کو ذکر کیا پھر اس پر حکمت کا عطف کیا۔ جس سے ظاہر ہوگیا کہ حکمت ان دونوں چیزوں سے جداگانہ ہی ہے اور وہ بجز سنت رسول ﷺ کے اور کچھ نہیں ہوسکتا''۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں:

الصواب من القول عندنا في الحكمة انها العلم باحكام الله لايدرك علمها الابيان الرسول له والمعرفة بها و مادل عليه ذلك من نظائره. ❷

''حکمت کے متعلق ہمارے نزدیک درست بات یہ ہے کہ اللہ کے احکام کو معلوم کرنا ہے اور اس کا علم رسول کے بیان کرنے کے بغیر اس کو پہچاننے کے بغیر اور اس کے نظائر میں سے جو اس پر دلالت کرتے ہیں، ان کو جاننے کے بغیر معلوم کرنا ممکن نہیں ہے''۔

مدارک التنزیل میں ہے: **والحكمة السنة وفهم القران** ❸ ......''وہ حکمت سے مراد سنت اور قرآن کا فہم ہے''۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و الحكمة يعني السنة قاله الحسن و قتادة و مقاتل بن حيان و ابو مالك و غيرهم و قيل الفهم ولا منافاة ...... ❹

''اور حکمت سے مراد سنت ہے حسن، قتادہ، مقاتل بن حیان، ابو مالک، وغیرہم نے اسی طرح کہا ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد فہم ہے اور یہ بات بھی سابقہ معنی کی منافی نہیں''۔

یہی ایک وجہ ہے کہ سنت نبوی کتاب اللہ کے مخالف کسی حال میں نہیں۔

---

❶ ملاحظہ ہو نیساپوری مع ابن جریر ج ۱ ص ۴۱۴ ❷ طبری ج ۱ ص ۵۵۷
❸ مدارک التنزیل ❹ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام سیوطی لکھتے ہیں:

ان السنة الثابتة ليست منافرة للقرآن بل معاضدة له و ان لم يكن فيه نص صريح بلفظها فان النبی ﷺ يفهم من القرآن ما لا يفهمه غيره ...... ❶

"بے شک سنت ثابتہ قرآن سے نفرت نہیں دلاتی بلکہ اس کی معاون ہے اگر چہ اس میں ان لفظوں کی صریح نص نہ بھی ہو کیونکہ نبی ﷺ قرآن سے وہ کچھ سمجھ سکتے تھے جو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکے"۔

یہ اگر چہ سیوطیؒ لکھ رہے ہیں مگر امام شافعیؒ کے رسالہ کا عین چربہ ہے امام شافعیؒ سے ص ۱۴ میں لکھتے ہیں بیہقی سے کہ

قال الشافعي و ليس يخالف الحديث القرآن ولكن حديث رسول الله ﷺ يبين معنى ما اراد......

"امام شافعی کہتے ہیں حدیث قرآن کے مخالف نہیں ہوتی بلکہ حدیث اس کا مرادی معنی بیان کرتی ہے"

ابن مسعودؓ فرماتے تھے:

مامن شئ الايبين لنا فی القرآن ولكن فهمنا يقصر عن ادراكه فلذالك قال تعالٰى لتبين للناس ما نزل عليهم اخرجه ابن ابی حاتم.

"کوئی چیز ایسی نہیں کہ اسے قرآن نے بیان نہ کیا ہو مگر اس کے ادراک سے ہماری سمجھ قاصر ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لتبين للناس مانزل اليهم" تا کہ آپ ان کے لیے وہ چیز بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی"۔

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بیان اپنی طرف سے نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ بھی وحی ہی سے ہوا کرتا تھا۔ گو بظاہر وحی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ طبرانی کبیر اور صحیح ابن حبان میں ابن عمرؓ سے وارد ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کونسی جگہ بہتر اور کونسی بدتر ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے تو اس کا علم نہیں مگر میں جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کر کے جواب دوں گا۔ سو جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی کہا میں میکائیل علیہ السلام سے دریافت کروں گا انھوں نے آکر اطلاع دی کہ بہتر مقام مسجد ہے اور بدتر بازار، معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے احرام میں جبہ خلوق والا پہنا ہوا تھا۔ اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے وحی کے آنے کے بعد اسے حکم سنا دیا کہ جبہ کو اُتار اور خلوق دھو ڈال۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں حضرت جبرائیل رسول اللہ ﷺ پر سنت کو بھی لے کر نازل ہوا کرتے تھے۔ جیسے قرآن مجید کو لے کر اُترا کرتے تھے ❷۔

اور بھی احادیث مرفوعہ وارد ہیں جن سے احادیث نبویہ کا بھی وحی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بہر صورت احادیث نبویہ قرآن کی کامل واکمل تفسیر اور شرح ہے۔ امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

❶ امام سیوطی نے مفتاح الجنۃ ص ۱۸ میں امام بیہقی سے اور انہوں نے امام شافعیؒ سے نقل کر کے لکھا ہے۔

❷ یہ مسند دارمی (رقم الحدیث ۵۹۲ فی المقدمہ باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ) و کفایہ اور امام بیہقی کی مدخل اور جامع بیان العلم وفضلہ ابن عبدالبر و ناسخ منسوخ حازمی میں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والبیان منہ ﷺ علی ضربین بیان المجمل فی الکتاب العزیز کالصلوٰت الخمس فی مواقیتها و سجودها و رکوعها و سائر احکامها و کبیانه للزکوٰۃ وحدها و وقتها وما الذی توخذ منه الاموال و بیانه لمناسک الحج الخ ❶

''وہ اس کی وضاحت دو قسم پر ہے ایک یہ کہ کتاب عزیز میں جو مجمل احکام ہیں انہیں بیان کیا جائے جیسے پانچ نمازیں اپنے وقت پر اور ان میں سجدہ ورکوع اور ان کے دیگر احکام یا جس طرح زکاۃ کا بیان اور اس کی تعریف اور وقت کا ذکر کرنا اور جو کسی کے مال (بطور زکوۃ) لیے جاتے ہیں اور حج کے مناسک کا ذکر۔''

امام بیہقی لکھتے ہیں ایک آدمی نے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر (زبردست تابعین میں سے ہیں) سے کہا تم ہمیں صرف قرآن ہی بتایا کرو۔ مطرف نے جواب دیا: خدا کی قسم ہم قرآن کے بدل کے متلاشی نہیں ہیں، بلکہ ہم ایسی ہستی کے متلاشی ہیں جو قرآن کو ہم سے زیادہ جاننے والا ہے۔ انھوں نے یہ ایسی بات ارشاد فرمائی ہے کہ اس کا انکار مکابرہ ہی ہوسکتا ہے۔ اربابِ عقول تو اس بات کا انکار کسی حال میں بھی نہیں کر سکتے، انصاف چاہیے رسول خدا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کے پہنچانے کے لیے منتخب کیا اور آپ ﷺ نے اس چیز کو مخلوق خدا میں پہنچا دیا کیا کسی کو یہ کہنے کی جرأت ہوسکتی کہ جس پر قرآن اُترا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی ہستی قرآن کو سمجھتی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

سیاتی اناس یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللّٰہ ❷

''یعنی لوگ تمہارے پاس قرآن میں شبہات پیش کریں گے تم انھیں حضرت ﷺ کی سنتوں سے سمجھانا اس لیے کہ سنت کے حاملین ہی اللہ کی کتاب سے خوب واقف ہوتے ہیں''۔

امام لالکائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ❸

معلوم ہوا کہ آپ کی طرف مراجعت آپ کی حیات مستعار میں حقیقی طور پر تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف ہوگی۔ میمون بن مہران تابعی اور عطا بن ابی رباح واضح فرماتے ہیں کہ

الرد الی اللّٰہ الرد الی کتابه والی رسوله اذا کان حیا فلما قبضه اللّٰہ فالرد الی سنة ❹

''یعنی خدا کی طرف لوٹانے سے اس کی کتاب طرف لوٹانا مقصود ہے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لٹانا آپ کی حیات میں تھا۔ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو اب یہ لٹانا آپ کی سنت کی طرف ہے''۔

---

❶ جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲، ص ۱۹۰

❷ سنن دارمی رقم ۱۲۱ فی المقدمہ باب التورع عن الجواب فیما لیس فیہ کتاب ولاسنۃ اور جامع بیان العلم لابن عبدالبر ج ۱، ص ۲۳ میں ہے۔

❸ ملاحظہ ہو مفتاح الجنۃ امام سیوطی، ص ۴۱۔

❹ جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲، ص ۱۹۰، ۲۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصولِ شرع

اوپر کے بیان سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اصول شرع دو ہی ہیں ۔(۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول اللہ ﷺ ۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

اصول الشرع اثنتان اٰیۃ محکمۃ و سنۃ قائمۃ لامزید علیھما ❶

''یعنی اصول شرع صرف دو ہی ہیں (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت نبویہ اور بس اس سے زائد نہیں''۔

حدیث ترکت فیکم امرین حاکم وغیرہ کی اس پر شاہد ہے۔علامہ برکلی لکھتے ہیں:

فمرجع الاحکام و مثبتھا اثنتان فی الحقیقۃ...... ❷

''تمام احکام کا مرجع اور ثبوت حقیقت میں جو چیزیں ہیں''۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

اعلم یا اخی ان السنۃ والقراٰن ھما اصل الرای والعیار علیہ و لیس الرای بالمعیاد علی السنۃ بل السنۃ عیار علیہ ومن جھل الاصل لم یصل الفرع ابدا...... ❸

''اے میرے بھائی جان لو کہ سنت اور قرآن رائے کا اصل اور کسوٹی ہیں رائے سنت پر کسوٹی نہیں ہے بلکہ سنت اسی پر کسوٹی ہے اور جس شخص کو اصل معلوم نہ ہو وہ فرع تک کبھی نہیں پہنچ سکتا''۔

قرآن وحدیث نبویہ یہ ہی اصل الاصول ہیں ۔ان کے نہ ہونے پر اتفاق جسے اجماع کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو جہاں کتاب وسنت کے متعلق لکھا تھا، ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ

فان جائک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ ﷺ فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ ...... ❹

''اگر تیرے پاس کوئی ایسا مسئلہ آ جائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو اور اس میں نبی ﷺ کی سنت بھی ثابت نہ ہو تو اس چیز کو دیکھو جس پر تمام لوگ اکٹھے ہو جائیں تو اس کو لے لو''۔

حضرت ابوبکرؓ کا طریقہ اس طرح آشکارا کیا ہے کہ

فان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃ من رسول اللہ ﷺ جمع رؤس الناس و خیارھم فاستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علیٰ امر قضی بہ ...... ❺

''نبی ﷺ کی سنت میں ایک چیز نہ مل سکے تو لوگوں کے سرداروں اور پسندیدہ افراد کو جمع کر کے ان سے مشورہ لے اگر کسی کام پر ان کی رائے اکٹھی ہو جائے تو اس کی مطابق فیصلہ کر دیا جائے''۔

---

❶ تفہیمات الٰہیہ ج ۲، ص ۱۱۸ ❷ طریقہ محمدیہ ص ۹ ❸ جامع بیان العلم ج ۲، ص ۱۷۳
❹ دیکھئے سنن دارمی رقم ۱۶۹، باب الفیا و ما فیہ من الشدۃ۔ ❺ سنن دارمی رقم الحدیث ۱۶۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام میں تو اس امر کا اختلاف نہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ پنجم سے منقول ہے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ

لا رأی لاحد فی کتاب اللّٰہ و انما رأی الائمۃ فیما لم ینزل فیہ کتاب ولم تمض بہ سنۃ سنھا رسول اللّٰہ ﷺ ولا رأی لاحد فی سنۃ سنھا رسول اللّٰہ ﷺ ❶

''یعنی کتاب اللہ میں کسی کی رائے کو دخل نہیں رائے کا دخل تو اس وقت ہے جب کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی کسی کی رائے کو دخل نہیں''۔

حضرت ابن مسعودؓ لوگوں کو نصیحت فرماتے ہیں:

اذا سئلتم عن شئ فانظروا فی کتاب اللّٰہ فان لم تجدوا فی کتاب اللّٰہ ففی سنۃ رسول اللّٰہ فان لم تجدوہ فی سنۃ رسول اللّٰہ فما اجمع علیہ المسلمون فان لم یکن فی ما اجتمع علیہ المسلمون فاجتھد رأیک ❷

''یعنی اگر تم سے مسئلے دریافت کیے جائیں تو تم پہلے کتاب اللہ میں دیکھنا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت میں دیکھنا اگر اس میں بھی نہ ملے تو مسلمانوں کی اجماعی باتوں کو دیکھنا اگر ان میں بھی نہ ملے تو پھر اپنا اجتہاد کرنا''۔

رسولِ خدا ﷺ نے حضرت معاذؓ کو ملک یمن کی طرف تعلیم دینے کی بنا پر روانہ کیا۔ مگر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ فیصلہ تمہارے سامنے آئے تو کس طرح فیصلے کرو گے۔ انھوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں سب سے پہلے تو اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ اگر اس میں نہ ملا تو رسول اللہ ﷺ سنت سے فیصلہ کروں گا اگر اس میں بھی نہ ملا تو از خود اجتہاد کر کے بتاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے اصابۃ القول پر بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا❸۔ یہ حدیث تو مشہور ہے۔ اس میں اجماع کا ذکر نہیں۔ اس لیے آپ ﷺ تو بذاتِ خود حیات تھے۔ اس وقت دوسروں کی نہیں چل سکتی تھی۔ ایک مسلم فرد آپ کے ہوتے ہوئے دوسری ہستی کو کیسے بتا سکتا تھا اس کا صحیح موقعہ تو حضور ﷺ کے بعد ہی کا ہے۔

علم حدیث کی فضیلت

علم حدیث کی فضیلت کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ قرآن شریف کے بعد احادیث نبویہ ہی کا تو مرتبہ بالاتفاق ہے۔ اصول شرع دو ہی تو ہیں۔ (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول اللہ ﷺ بقولِ دیگر احادیث نبویہ ﷺ خود ارشاد نبوی ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا بعدھما کتاب اللّٰہ و سنتی۔ ❹

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں ان کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب، دوسری میری سنت''۔

حدیث کے علم کو دین سے امام ابن سیرین نے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ہے۔ امام طیبی شارح مشکوٰۃ نے اپنے خلاصہ میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

---

❶ سنن دارمی رقم ۴۳۶ باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ❷ سنن دارمی ۱۷۱ باب الفیا و ما فیہ من الشدۃ، رقم ۱۷۰۔

❸ ملاحظہ ہو سنن دارمی ج ۱ ص ۱۰ ❹ کما رواہ الحاکم ج ۱، ص ۹۳ وغیرہ مرفوعاً من حدیث ابی ہریرۃ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العلم بحدیث رسول الله ﷺ و روایته من اشرف العلوم و افضلها لانه ثانی ادلة علوم الاسلام ومادة علم الاصول والاحکام ولا یرغب فی نشره الاکل صادق تقی و لا یزهد عن نظره الا کل منافق شقی .❶

''یعنی احادیث رسول اللہ ﷺ کا علم اور اس کا روایت کرنا تمام علوم سے افضل ہے۔ اس لیے کہ یہ ادلۂ علومِ اسلام کا جزو ثانی ہے۔ بلکہ علم اصول واحکام کا اصلی مادہ بھی ہے۔ اس کی اشاعت میں وہی رغبت رکھے گا جو صادق متقی ہوگا۔ اس کے مطالعہ سے وہی دل چرائے گا جو منافق ہوگا''۔

علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں۔

علم الحدیث علم شریف یناسب مکارم الاخلاق و محاسن الشیم و ینافر مساوی الاخلاق و مشاین الشیم وهو من علوم الأخرة لامن علوم الدنیا......❷

''یعنی یہ علم دنیاوی نہیں بلکہ اُخروی ہے۔ منبع اخلاق حسنہ ومزیل اخلاق قبیحہ ہے''۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

عمدة العلوم الیقینیة و راسها و مبنی الفنون الدینیة و اساسها هو علم الحدیث الذی یذکر فیه ما صدر من افضل المرسلین ﷺ و علیٰ اله و اصحابه اجمعین من قول او فعل او تقریر فهی مصابیح الدجیٰ و معالم الهدیٰ و بمنزلة البدر المنیر من انقادلها ووعی فقد رشد واهتدی و اوتی الخیر الکثیر ومن اعرض وتولی فقد غویٰ و هویٰ وما زاد نفسه الاالتخسیر فانه ﷺ نهی و امرو انذروبشر و ضرب الامثال و ذکر و انها لمثل القرآن او اکثر و قال فی المجلد الثانی معرفة السنة لانها تلو الکتاب و بها قیام الملة وهی میراث النبی ﷺ ......❸

''یقینی علوم کا ستون اور اصل اور دینی فنون کی بنیاد اور اساس علم حدیث ہے۔ اس میں وہ چیز بیان کی جاتی ہے جو تمام رسولوں میں سے افضل رسول سے صادر ہو۔ آپ پر اور آپ کے آل اور صحابہ پر درود وسلام ہوں۔ ان کی بات ہو یا عمل ہو یا تقریر یہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ہدایت کے نشانات ہیں اور روشن چاند کی طرح ہیں، جو ان کے لیے فرمانبردار رہا اور اس کو یاد کیا تو وہ ہدایت پا گیا اور خیر کثیر دیا گیا اور جس نے اعراض کیا اور منہ پھیر لیا تو وہ گمراہ ہوا اور پستی میں جا گرا اور اپنی ذات کو نقصان میں بڑھا دیا کیونکہ نبی ﷺ نے منع فرمایا اور حکم بھی کیا اور ڈرایا بھی اور خوشخبری بھی دی اور آپ نے مثالیں اور نصیحتیں بھی بیان فرمائیں اور یہ (فرامین) قرآن جیسے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور آپ نے دوسری جلد میں فرمایا سنت کو پہچاننا چاہیے کیونکہ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہی ملت قائم ہوتی ہے اور یہ نبی ﷺ کی وراثت ہے''۔

علامہ محمد بن ابراہیم الوزیر معاصر ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

---

❶ شرح مشکوٰۃ للطیبی ❷ مقدمہ ابن صلاح، نوع ۲۷ ص ۱۱۸ ❸ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انه علم الصدر الاول والذی علیه بعد القرآن المعول وهو لعلوم الاسلام اصل و اساس وهو المفسر للقرآن بشهادة لتبین للناس وهو الذی قال الله فیه تصریحا ان هو الا وحی یوحی وهو الذی وصفه الصادق الامین بمماثلة القرآن المبین حیث قال فی التوبیخ ولکل مترف امعه انی اوتیت القرآن و مثله معه وهو العلم الذی لم یشارک القرآن مثواه فی الاجماع ای علی کفر جاحد المعلوم من لفظه و معناه ...... ❶

''یہ پہلے وقت کا علم ہے اور قرآن کے بعد اس پر اعتماد کیا جاتا ہے، اسلامی علوم کے لیے یہ اصل اور بنیاد ہے اور یہ قرآن کا مفسر ہے جس کی شہادت قرآن نے دی ''لتبین للناس'' یعنی آپ قرآن کو لوگوں کے سامنے بیان کریں یہ وہی علم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صراحت سے فرمایا ''ان ھو الا وحی یوحی'' یہ تو صرف وحی ہے جو آپ کی طرف جارہی ہے اور اسی کے متعلق الصادق الامین نے فرمایا کہ یہ قرآن مبین کے ہم مثل ہیں چنانچہ آپ نے ہر خوشحال، خواہشات کی پیروی کرنے والے آدمی کو ڈانٹا اور فرمایا کہ مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی مثل دی گئی اور یہ ایسا علم ہے جس کے بغیر کسی کو بھی قرآن نے اس بات میں اپنے ساتھ شریک نہیں کیا کہ اس کے الفاظ و معانی کو جاننے کے بعد جو شخص انکار کردے وہ اجماعاً کافر ہے''۔

امام نووی تقریب میں لکھتے ہیں:

علم الحدیث من افضل القرب الی رب العلمین و کیف لا یکون وهو بیان طرق خیر الخلق و اکرم الاولین و الآخرین ...... ❷

''رب العالمین کے نزدیک کرنے والی چیزوں میں سے سب سے افضل علم حدیث ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ وہ تمام مخلوق میں سے بہترین اور تمام اگلے اور پیچھے لوگوں میں سے معزز ترین شخصیت کے طریقے بیان کرتا ہے''۔

ان سب کا خلاصہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو، پوشیدہ نماند کہ علم حدیث شرافتی دارد کہ ہیچ علم بمشابہ آں نمی تواند رسید زیرا کہ علم قرآن وعقائد اسلام و احکام شریعت وقواعد طریقت ہمہ موصوف بر بیان پیغمبر ست ﷺ۔ پس ایں علم بمنزلہ صرافیست کہ ناقد جواہر ونقود وجمیع علوم است از وجوہ تفاسیر وادلہ احکام و ماخذ عقائد اسلام۔ آنچہ درنقد ایں صراف کامل العیاد برآمد قابل ترویج دوادوستد۔ پس حکم ایں علم نافذست برجمیع علوم دیگر در اتباع جناب رسالتمآب پناہ کہ سرمایہ سعادت دوجہانی و پیرایہ حیات جاودانی ست البتہ بایں علم است ......ومزاولت ایں علم شخص راہ معنی صحابیت می بخشند۔ ❸

''پوشیدہ نہ رہے کہ علم حدیث وہ عزت رکھتا ہے کہ کوئی علم بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ قرآن وعقائد اسلام اور احکام شریعت اور قواعد طریقت کا علم سب کے سب پیغمبر کے بیان سے ہی واضح ہوتا ہے۔ پس یہ علم بمنزلہ کسوٹی کے ہیں کہ تمام جواہر اور نقود اور تمام علوم کا ناقد ہے۔ وہ علوم تفسیر کے وجوہ سے متعلق ہوں یا احکام کے دلائل سے یا اسلام کے عقائد کے مآخذ سے جو چیز اس صراف اور کامل کسوٹی سے برآمد ہو وہ قابل ترویج اور لین دین کے قابل ہوتا ہے پس یہ علم تمام ان

❶ الروض الباسم ج۱ص۴ ❷ التقریب للنووی ❸ عجالہ نافعہ ص۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم پر نافذ ہے جو نبی ﷺ کی اتباع میں ہیں جو کہ دو جہانوں کی سعادت اور نیک بختی اور دائمی زندگی کا سرمایہ ہے اور اس علم کا حاصل کرنا معنیٰ صحابیت کا راستہ دکھانا ہے۔''

امام زہری سے امام حاکم نقل فرماتے ہیں:

ان هذا العلم ادب الله الذی ادب به نبیه ﷺ و ادب النبی ﷺ امته به وهو امانة الله الی رسوله لیؤدیه علی ما ادی الیه. ❶

''یہ علم اللہ تعالیٰ کا وہ ادب ہے جو اس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو سکھایا اور انہوں نے یہ اپنی امت کو بتایا تو یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول کے پاس امانت ہے کہ اسے وہ اپنی امت تک پہنچائیں''۔

محدثین کی فضیلت

محدثین رحمہم اللہ الاولین والآخرین کی فضیلت میں یہ ارشاد نبوی یعنی

نضر الله امراء سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه غیره ...... ❷

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو ہم سے حدیث سن کر یاد کرے پھر اور لوگوں کو پہنچا دے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے تر و تازگی کی دعا فرمائی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسجد خیف منیٰ میں اپنے آخری حج میں کی ہے۔ دوسری حدیث

یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین . ❸

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس علم کو ہر زمانہ کے عادل حاصل کریں گے۔ اس میں زیادتی کرنے والوں کی تحریف و تبدیل کو اور باطل پسندوں کے حیلہ جوئی کو اور جاہلوں کی بے جا تاویلوں کو دور کرتے رہیں گے''۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے محدثین کی تعدیل فرمائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے عارف باللہ مخدوم معین الدین تہتائی کو لکھا:

والذین اعتقد انا و احب ان یعتقده جمیع المسلمین فی العلماء الاسلام حملة الکتاب و السنة الی اخره یعنی میرا عقیدہ اور میں جو دوست رکھتا ہوں تمام مسلمانوں کے لیے عقیدہ رکھنے کو ان علمائے اسلام کے متعلق جو قرآن وحدیث اور ان کی سمجھ کے بار برداری کرنے والے ہیں۔ اور اہل سنت اور احادیث کی طرف سے مدافعت کرنے والے ہیں کہ وہ عادل ہیں۔

---

❶ معرفۃ علوم الحدیث ص ۶۳ ❷ ترمذی عن زید بن ثابت ۲۶۶۸ کتاب العلم، باب ما جاء فی الحق علی تبلیغ السماع و ابن حبان عن ابن مسعود

❸ یہ حدیث ابو ہریرہؓ، حضرت علیؓ و عبد اللہؓ بن عمرو بن عاصؓ و عبد اللہ بن عمرؓ و ابو امامہؓ اور جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے۔ جم غفیر محدثین نے اسے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے امام احمدؒ سے اس کی تصحیح بیان کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے انھیں عادل ٹھہرایا۔ ارشاد فرمایا کہ اس دین کو ہر طبقہ کے عادل ہی اُٹھائیں گے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے:

لا تزال طائفة من اُمتی ظاهرين على الحق . ❶

"یعنی ایک جماعت حق پر تا قیامت برابر قائم رہے گی"۔

علی بن المدینی سے منقول ہے کہ

هم اصحاب الحديث ❷ یہ جماعت حدیث والوں کی ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا:

ان لم يكونوا اصحاب الحديث وفي رواية اهل الحديث فلا ادرى من هم. ❸

"یعنی اگر یہ لوگ اہلحدیث نہ ہوں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ پھر کون ہوں گے۔"

دور نہ جائیں یہ تو ابن ماجہؒ کے پہلے ہی صفحہ کے حواشی میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے بھی اس جماعت کو حدیث والوں کی جماعت بتایا ہے۔ ❹ یزید بن ہارون امام احمد وابن المدینی وغیرہ کے استاذ بھی فرماتے ہیں کہ اگر اس سے مراد جماعت اہلحدیث نہ ہوں تو میں نہیں جان سکتا کہ اور کون لوگ مراد ہیں ❺۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ ارحم خلفائى قلنا يا رسول الله ومن خلفائك قال ﷺ الذين يأتون من بعدى يروون احاديثى و سنتى و يعلموها الناس . ❻

"اے اللہ میرے خلیفوں پر رحم فرما۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ کے یہ خلفا کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جو میرے بعد آئیں گے۔ میری حدیثوں کو روایت کریں گے۔ میری سنتوں کی لوگوں کو تعلیم دیں گے"۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اولى الناس يوم القيامة اكثرهم على صلاة . ❼

"قیامت کے روز تمام لوگوں سے زیادہ قریب مجھ سے وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہوں"۔

امام سیوطیؒ نے ذکر کیا ہے کہ

فى هذا الحديث بيان صحيح ان اولى الناس به ﷺ فى القيامة اصحاب الحديث اذ ليس فى هذه الامة اكثر صلاة منهم ❽

---

❶ ابوداؤد ۴۲۵۲، کتاب الفتن باب ذکر الفتن ودلائلہا

❷ فتح الباری، امام ترمذیؒ کی جامع الصحیح ج ۲، ص ۴۲۔ شرف اصحاب الحدیث ص ۲۷

❸ دیکھو معرفۃ علوم الحدیث حاکم ص ۲ شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی ص ۲۶

❹ دیکھو شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۲۶۔

❺ دیکھو شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۲۶۔

❻ یہ حدیث خطیب بغدادی کی کتاب شرف اصحاب الحدیث ص ۳۱ میں ہے۔

❼ شرف اصحاب الحدیث ص ۳۵، ایضاً ترمذی رقم ۴۸۴ کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی عن ابن مسعود۔

❽ قوت المغتذی شرح ترمذی بحوالہ صحیح ابن حبان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس حدیث میں بہت ہی صحیح بیان ہے کہ نبی ﷺ سے زیادہ قریب اصحاب حدیث ہوں گے اس لیے کہ اس اُمت میں ان سے زیادہ درود کے بھیجنے والے کوئی نہیں۔'' اسی طرح امام سخاویؒ نے ذکر کیا ہے۔ ❶

عبداللہ بن داؤد خریبی فرماتے ہیں:

میں نے پیشواؤں اور اپنے سے اوپر والوں سے سنا ہے کہ حدیث والے محافظین سنت نبویہ اور خداوندی امین ہیں ❷ ھمس ہمدانی کہتے ہیں جو اس بات کو نہ سمجھے کہ اہل حدیث دین کے محافظ ہیں تو وہ ان مسکینوں میں شمار کیا جائے گا جو خدا کے دین کو دین نہیں سمجھتے۔ ❸

امام ابوداؤد فرماتے ہیں اگر یہ حدیث والوں کی جماعت نہ ہوتو اسلام مٹ جائے ❹۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں اگر حدیث والے ابدال نہ ہوں تو پھر کون ہوں گے۔ خلیل بن احمد کہتے ہیں: اگر اہل الحدیث والقرآن اللہ کے ولی نہ ہوں تو پھر تو کوئی خدا کا ولی ہی نہیں زمین میں۔ ❺ احمد بن سنان قطان فرماتے ہیں: دنیا میں کوئی بدعتی نہ ہوگا مگر کہ وہ اہلحدیثوں سے بغض و عداوت رکھے گا ❻۔

امام احمدؒ کے سامنے ایک مکی کا ذکر ہوا کہ وہ کہتا ہے کہ حدیث والے بُرے ہیں امام احمدؒ نے کہا کہ وہ زندیق ہے زندیق ہے زندیق ہے۔ ❼ حفص بن غیاث کہتے ہیں: حدیث والے ھم خیر اھل الدنیا۔ ''وہ ساری دنیا سے بہتر لوگ ہیں۔'' امام احمدؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک کوئی قوم اہل حدیث سے بہتر نہیں یہ حدیث کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں۔ ❽ علامہ اسد ابن الحاج تلمیذ ابن الہمام لکھتے ہیں:

اسند شيخنا الى بشر بن الحارث سمعت الفضيل بن عياض يقول ما من اهل الحديث الاوفى وجهه نضرة لقول النبی ﷺ نضر الله امراء سمع منا حديثا و الى الحميدی سمعت سفيان يقول ما من احد تطلب الحديث الا وفی وجهه نضرة لهذا الحديث ❾

''فضیل بن عیاض (ایک اہل اللہ زاہد شیخ الحرام احد ائمۃ الہدی والسنۃ متوفی ۱۸۷ھ بقول الجواہر المفید حنفی تلمیذ ابوحنیفہ تھے) فرماتے ہیں کوئی اہلحدیث نہیں مگر اس کے چہرہ میں تازگی ہوتی ہے نبی ﷺ کے ارشاد نضر اللہ امرءا الحدیث کی بنا پر۔''

ابن عربی عارضۃ الاحوذی میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: **هذا دعاء منه عليه الصلوٰة والسلام لجماعة علمه ولابد بفضل الله تعالىٰ من نيل بركته** یہ رسول اللہ ﷺ کی اپنے علم کے حاملین کے لیے دعا ہے۔ جو بفضل الٰہی ضرور ہی آپ ﷺ کی دعا کی برکت پہنچے گی۔

---

❶ القول البدیع ص ۱۰۵ ❷ صحیح ابن حبان۔ خطیب بغدادی نے ابونعیم سے شرف اصحاب الحدیث ص ۳۶ میں نقل کیا ہے۔
❸ دیکھو شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۴۳ ❹ دیکھو شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۵۱۔
❺ دیکھو شرف اصحاب الحدیث ص ۵۰ ❻ دیکھو شرف اصحاب الحدیث خطیب ص ۲۰، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴۔
❼ دیکھو شرف اصحاب الحدیث خطیب ص ۴۷، معرفۃ علوم الحدیث ص ۴۔ ❽ دیکھو خطیب کی شرف اصحاب الحدیث ص ۴۹۔
❾ فتح القدیر شرح تقریر ج ۲ ص ۲۸۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: اس جگہ ایک بات ضرور یاد رکھی جائے کہ فضیل بن عیاض امام ابوحنیفہ کے شاگرد اہل حدیث کا بیان کر رہے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اہلحدیث قدیم سے چلے آرہے ہیں یہ نئی جماعت نہیں جو یہ کہتا ہے کہ مولانا شہید کے زمانہ سے نکلے ہیں وغیرہ باتیں کرتے اور چھچھوندر چھوڑتے ہیں انھیں شرم وحیا کرنی چاہیے۔

امام احمد وغیرہ محدثین گرامی ایسے کوتو ہم ذکر پھر کریں گے بلکہ ہو بھی چکا ہے مگر یہاں ہم حنفیہ کے امام کے شاگرد کے کلام جسے ایک حنفی راسخ العقیدہ نے اپنی مستند کتاب میں نقل کیا ہے۔اس کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں ان کی قدامت متعدد متقدمین کی کتابوں سے ثابت ہے ملاعلی قاری حنفی لکھتے ہیں:

یکفی موجب تکفیر الکیدانی اهانة المحدثین الذین هم عمدة ائمة الذین المفهومة کاهل الحدیث المفضیة الی قلة الادب المخشی بسوء الخاتم اذ من المعلوم ان اهل القرآن اهل اللّٰه واهل الحدیث اهل رسول اللّٰه ﷺ وانشدوا فی هذا المعنی.

اهل الحدیث هموا اهل النبی و ان لم
یصحبوا نفسه انفساهم صحبوا

اماتنا اللّٰه علیٰ صحبة المحدثین [1]

خلاصہ کیدانی والے نے اشارہ تشہد میں کرنے کو انگلی سبابہ سے حرام اور وہ بھی اہلحدیث کی طرح تشبیہ دے کر لکھا تھا۔جس پر ملاعلی قاری تزئین العبارہ میں فرماتے ہیں۔کیدانی کی تکفیر کے لیے صرف محدثین کی اہانت ہی کافی ہے۔محدثین ائمہ دین کی عمدہ ہستیوں میں سے ہیں۔کیدانی والے کا کاہل الحدیث کہنا ہی قلت ادب تھا۔جس کی وجہ سے اس کے سوء خاتمہ کا بھی ڈر تھا۔اس لیے کہ اہل القرآن خدا کے اہل اور اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے اہل ہیں اسی مضمون کو ایک ناظم نے بایں اسلوب ادا کیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے اہل ہیں گو رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک سے صحبت حاصل تو نہیں کی مگر ان کے نفسوں نے حضور ﷺ کی صحبت ضرور حاصل کی ہے۔اللہ میاں محدثین کی صحبت پر ہمیں بھی موت دے۔

حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

تشفع بسوئے رسول خدا ﷺ بعلماء حدیث ودخول در مدد ایشاں عروۃ وثقیٰ وجبل ممدود غیر منقطع است وبرتست کہ محدث باشی یا متطفل بروئے ونیست خیر در غیر ایں کار۔'' [2]

''علمائے حدیث کے ذریعے رسول خدا ﷺ کی طرف شفاعت چاہنا اور ان کے مدار میں شامل ہونا مضبوط اور نہ ٹوٹنے والی رسی ہے اور تجھ پر لازم ہے کہ یا تو محدث بن یا اس کا طفیل بن اور اس کے سوا کوئی اچھا کام نہیں۔''

حضرت مولانا شہید (رحمۃ اللہ علیہ صراط مستقیم) کی فصل ثانی تہذیب الاخلاق تمہید ثالث میں تحریر فرماتے ہیں: اہل حدیث را مقتدائے خود شناسد وبدل محبت ایشاں دارد وتعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملان علم پیغمبر اند وبنوعے مصاحبت پیغمبر ﷺ حاصل کردہ مقبول

---

[1] تزئین العبارہ کے اخیر میں [2] فیوض الحرمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب رسالتمآب گشتہ اند۔" اہل الحدیث کو اپنا مقتدی سمجھے اور اپنے دل میں ان کی صحبت رکھے اور ان کی تعلیم کو لازم سمجھے کیونکہ وہ پیغمبر ﷺ کے علم کی حامل ہے اور پیغمبر ﷺ کی مصاحبت سے ان کے جناب میں وہ مقبول ہو جاتے ہیں۔"

محدثین رحمہم اللہ کی فضیلت کا دروازہ نہایت وسیع ہے ہم نے علم حدیث و حاملین حدیث کے فضائل میں بالخصوص ایک کتاب عربی میں لکھی ہے جس کا نام **الباعث الحثیث فی فضل علم الحدیث و اھل الدحیث** رکھا ہے۔ ایک عرصہ ہوا طبع ہو کر شائع عام ہو چکی ہے اس میں دیکھیں اب میں ایک بات لکھ کر اپنا قلم روکتا ہوں۔ علامہ ابراہیم بن الحسن کردیؒ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے استاذ ابو طاہر کردی کے والد مشہور ہیں ہمارے پاس اس کا قلمی نسخہ ہے۔ یہ بزرگ اپنی کتاب میں اپنی سند سے ابن عربی صوفی مشہور تک بیان کر کے ان کی کتاب مشہور خلائق سے نقل کرتے ہیں:

ما نصه و للورثة حظ من الرسالة ولهذا قيل في معاذ رسول رسول الله ﷺ وما فاز بهذه المرتبة و يحشر يوم القيامة مع الرسل الا المحدثون الذين يروون الاحاديث بالاسانيد المتصلة بالرسول ﷺ في كل امة فلهم حظ في الرسالة وهم نقلة الوحي وهم ورثه الانبياء والفقهاء اذالم يكن لهم نصيب في رواية الحديث فليس لهم هذه الدرجة ولا يحشرون مع الرسل بل يحشرون في عامة الناس ولا ينطلق اسم العلماء الاعلماء اهل الحديث وهم الائمة على الحقيقه الخ [1]

"وارثین کے لیے رسالت سے حصہ ہے اس لیے معاذؓ کے حق میں رسول رسول اللہ ﷺ کہنے میں آیا تھا۔ اس رتبہ کو اور رسولوں کے ہمراہ قیامت کے روز حشر ہونے کو محدثین ہی کی جماعت کو فائز المرامی ہے اور کسی کو نہیں۔ محدث وہ ہیں جو احادیث کو اپنی اسانید متصلہ سے رسول ﷺ تک پہنچاتے ہیں ان کا رسالت میں حصہ ہے۔ یہ ناقلین حدیث ہیں، یہی انبیا کے وارث اصلی ہیں، فقہا کا جب احادیث کے روایت کرنے میں کوئی حصہ نہیں تو ان کے لیے یہ مرتبہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی ان کا حشر رسولوں کے ہمراہ ہوگا بلکہ ان کا حشر عوام الناس کے ہمراہ ہوگا۔ علما کا اطلاق بھی حقیقت میں اہل حدیثوں ہی پر ہے۔ یہی فی الحقیقت امام بھی ہیں۔"

اس بات کو امام شعرانی نے جسے ہمارے احناف بھی مستند ہستی تصور کرتے ہیں، نے بیان کیا ہے۔ [2]

بخوشی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ **هذا ما ظهر لي والله ولي التوفيق و صلى الله على نبينا محمد وآله و صحبه وسلم اجمعين الى يوم الدين.**

[1] فتوحات مکیہ ص ۳۱۲

[2] الانوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ جو طبقات کبریٰ از: شعرانی کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے ج ۱۸، ص ۱۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالبیان حماد

فتنہ انکارِ حدیث

برتر از وہم و گماں رفعت افکارِ حدیث
یہ روایاتِ نبیؐ اور یہ آثارِ حدیث

محوِ غفلت ہوا جب غاشیہ بردارِ حدیث
لے کے انگڑائی اُٹھا ''فتنہ انکارِ حدیث''

دِل کی دنیا ہے کہ پُر نور ہوئی جاتی ہے
کوئی دیکھے تو سہی عالم انوارِ حدیث

کیسے ہوجائے گی مجروحِ خزاں اس کی بہار
جبکہ سرسبز ہے ، شاداب ہے گلزارِ حدیث

بات کس کی ہے سند حاملِ قرآں کے سوا
جو ہے معمارِ شریعت وہی معمارِ حدیث

اس کے نغموں سے نہ کیوں جھوم اُٹھے روحِ حیات
سازِ الہام سے وابستہ ہے ہر تارِ حدیث

ہمیں اللہ کی نصرت سے توقع ہے یہی
کچلا جائے گا سرِ ''فتنہ انکارِ حدیث''

جس کو قرآن سے بے لوث محبت ہوگی
کیوں نہ بن کر وہ رہے دہر میں سرشارِ حدیث

آہ، پہنچاتا ہے وہ روحِ نبیؐ کو صدمہ
جو بد اندیش ہوا در پے آزارِ حدیث

تشنہ لب کیسے رہے ذوقِ یقین و حکمت
جب برستا ہے سدا ابر گہر بارِ حدیث

جان دے کر جو خریدیں بھی تو ارزاں ہے یہ
کاش اس رمز سے واقف ہو خریدارِ حدیث

ہیں احادیث کے ٹکڑے کہ جواہر پارے!
کتنے دلچسپ و دلآویز ہیں آثارِ حدیث

علم و حکمت کے چمکتے ہیں ستارے اُس میں
مطلع صدق و یقیں ، مطلع انوارِ حدیث

یہ وہ فتنہ ہے جو سو فتنوں کا اک فتنہ ہے
جلد دنیا سے مٹے ''فتنہ انکارِ حدیث''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکرین حدیث کے پیشرو۔معتزلہ

از: ملک ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدروی

ملک ابوالمحمود ہدایت اللہ صاحب ۲۳ رمئی ۱۸۹۳ء میں سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ دینیات کی تعلیم مولانا غلام نبی سوہدروی مرحوم، مولانا عبدالحمید سوہدروی مرحوم اور حضرت مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی سے حاصل کی۔ ملک صاحب نے اپنے مسلک کی تائیدوحمایت میں بے شمار مضمون مرحوم ''اہلحدیث'' (امرتسر) میں لکھے۔ اس کے علاوہ سائنس اور فلسفہ کے مقابلہ میں معجزات کی تائید میں ۱۹۱۸ء میں ''فلسفہ اور معجزہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ ماہ محرم ۱۳۴۵ھ میں ''شبیر نامہ'' کے نام سے اہل تشیع کے خلاف ایک کتاب سپردقلم کی جو اتنی مقبول ہوئی کہ محرم ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اس کی فروخت ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ ۱۹۳۲ء میں افاغنہ اور اس کی شاخ ککے زئی سے متعلق ایک مفصل تاریخ ''بدریت افغانی'' لکھی جوز ککے زئی کانفرنس کی طرف سے شائع کی گئی۔ ۱۹۵۱ء میں ''اسلامی اخلاق'' کے نام سے ایک ہزار آیات واحادیث جمع کیں جو مسلمان کمپنی سوہدرہ کی طرف سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے۔ اس کے دوسرے حصہ میں غیر مذاہب کے قائدین کے اُن افکاروخیالات کو جمع کیا گیا ہے جو انھوں نے اسلام اور اس کی اعلیٰ تعلیمات کے بارے میں ظاہر فرمائے ہیں۔ ملک صاحب مختلف اوقات میں مختلف اُمور کے سلسلہ میں پاک وہند کے ایک عرصہ تک بڑے بڑے شہروں میں رہے۔ آج کل اپنے وطن سوہدرہ میں قیام فرما ہیں۔ ملک صاحب عرصہ تین سال تک الاعتصام کے مینیجر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مختلف رسائل وجرائد میں عیسائیت، مرزائیت، شیعیت اور چکڑالویت جیسے فرقوں پر مضامین لکھتے رہے۔ ملک صاحب ۲۳ جولائی ۱۹۶۷ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

....

معتزلہ کا تعارف

قرآن وسنت پر موجودہ منکرین حدیث کی یورش دیکھ کر بعض حضرات سخت گھبرا رہے ہیں کہ اسلام پر یہ ایک نئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ قریباً ہر زمانہ میں اس قسم کے یا اس سے بھی بڑے حملوں کے مصائب کو اسلام نہ صرف برداشت ہی کر چکا ہے بلکہ بالآخر فتح ونصرت اسلام کی قدم بوسی سے ہی مشرف ہوئی اور ان سب منکرین حدیث کی آج ایک فیصدی بھی شناسائی نہیں ہے۔ مسلمان عملاً نہ سہی عقیدۃً آج بھی اُسی جگہ کھڑے ہیں جہاں کہ حضور ﷺ نے ان کو کھڑا کیا تھا یعنی وہی قرآن وسنت جو حضور ﷺ کے سامنے حجت سمجھے جاتے تھے، آج بھی سمجھے جارہے ہیں ؏

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضا

کتاب ''اسلام اور عقلیت'' ایک دہریہ مسٹر محمد شریف ایم اے نے ۱۳۴۰ھ میں شائع کی تھی، جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

''تعجب کی بات ہے کہ دنیا میں اب تک ایسے لوگ موجود ہیں جو خدا، فرشتوں، جنوں، قیامت، قبر، حساب، میزان، پل صراط، جنت، دوزخ وغیرہ کے قصوں کہانیوں کو سچ سمجھتے ہیں۔ آج کل علم وعقل کا زمانہ ہے اور علم وعقل کا تقاضا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کسی چیز کو نہ مانے جب تک مشاہدے اور تجربہ میں نہ آسکے......"

دوسری صدی ہجری سے چوتھی صدی تک کے منکرین حدیث یعنی معتزلوں سے بعض مشہور معتزلہ کے حالات و خیالات یا عقائد کا ذکر اُس کتاب میں کئی جگہ کیا گیا ہے جس کا اختصار ذیل میں عرض کیا جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جس فضا میں ان منکرین حدیث نے پرواز کی تھی اور جس طرح صدیوں تک حکومت نے ان کی اعانت کی تھی، اس کے نتیجہ میں ان منکرین سے سینکڑوں زندیق و ملحد پیدا ہوئے تھے۔ موجودہ منکرین حدیث سے تو ابھی چند مسٹر ظریف اور گوجر خانی وغیرہ وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ جب کروڑوں معتزلہ مٹ گئے، ان کی حکومتیں مٹ گئیں تو یہ بیچارے کے دِن رہیں گے؟

آخر میدان حق وصداقت کے ہاتھ ہی رہے گا اور ع

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

موجودہ منکرین حدیث کی طرح معتزلہ بھی اپنی ضرورت کی چند ایک احادیث کو تسلیم کر لیتے تھے اور اپنی مخالف آیات قرآنی کے معانی بھی بدل دیتے تھے۔ جس طرح آج کل اعراف کا مطلب جنت و دوزخ کے درمیانی مقام کے بجائے "بندر" لیا جارہا ہے (قلندر و مچھندر اور ڈارون کا بندر "طلوعِ اسلام" مجریہ ۱۰/۸۱ صفحہ ۲۱) جل جلالہ۔ "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کی کتنی اچھی مثال ہے۔

منصور کے عہد (۱۳۶-۱۵۸ھ) سے معتزلوں کا عروج شروع ہوا۔ وہ معتزلوں کا بڑا مربی اور قدردان تھا اور عمرو بن عبید کے ساتھ اس کی دوستی زبان زد خلائق تھی وہی عمرو بن عبید بانیٔ اعتزال واصل بن عطا کا یارِ غار تھا۔ اُن دنوں مرجیہ اور وعیدیہ میں مسئلہ "اعمال" شدومد سے بحث ہورہی تھی۔ ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ "اے امام دین! وعیدیہ اصحابِ کبائر کو کافر کہتے ہیں اور کبیرہ ان کے نزدیک کفر ہے لیکن مرجیہ کی رائے میں عمل ایمان کا رُکن نہیں ہے اور معصیت ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی جیسا کہ طاعت کافر کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟"

امام حسنؒ اُس وقت جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے۔ سوال سن کر سوچنے لگے۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ جواب دیتے، واصل بن عطا بول اُٹھا "میری رائے میں صاحب کبیرہ نہ مومن مطلق ہے نہ کافر مطلق بلکہ منزلہ بین منزلتین ہے کیونکہ ایمان عبادت خصال خیر سے ہے۔ جب خصالِ خیر کسی شخص میں پائے جاتے ہیں تو وہ مومن کہلاتا ہے اور مومن اسم مدح ہے۔ فاسق میں خصالِ خیر نہیں ہوتے اس لیے وہ مومن نہیں اور اسم مدح کا مستحق نہیں لیکن اسے کافر مطلق بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتا ہے اور خدا رسول کا قائل ہے اور کبھی کبھی اعمالِ خیر بھی کرتا ہے۔ اس لیے اگر وہ کبیرہ سے بغیر توبہ کے مرجائے تو اسے دوزخ میں رہنا ہوگا، کیونکہ آخرت میں دو مقامات ہیں، جنت اور دوزخ۔ تیسرا مقام نہیں، لیکن اس کا عذاب خفیف ہوگا اور اس کا درکہ کفار کے درکہ کے اوپر ہوگا۔ حضرت حسنؒ نے اس سے اختلاف کیا اس پر واصل مسجد کے دوسرے حصہ میں چلا گیا...... حضرت حسنؒ نے کہا "اعتزل منا" یعنی وہ ہم سے جدا ہوگیا۔ عمرو بن عبید (منصور کا دوست) اور کچھ اور طلبہ جو واصل کے ہم خیال تھے، حسنؒ کو چھوڑ کر اس کے پاس چلے گئے اور یہ لوگ اس روز سے معتزلہ کہلانے لگے۔ اگرچہ اس سے پیشتر بھی قریبا ان خیالات کے لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارج، شیعوں اور قدریوں میں پائے جاتے تھے۔

منصور کی وفات کے بعد مہدی (۱۵۸-۱۶۹ھ) کے عہد میں معتزلہ کو اور عروج حاصل ہوا۔ اس کا وزیر یحییٰ برمکی معتزلہ تھا۔ اس کے ہاں معتزلوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا اور ہر وقت ایسے سائل پر مثلاً کون وظہور، قدوم وحدوث، اثبات ونفی، حرکت وسکون، مماثلت و مباینت، وجود وعدم، اجسام واعراض، تعدیل وتعزیر، کم وکیف، مصاف وامامت وغیرہ مسائل پر مباحث ہوا کرتے تھے۔

ہارون رشید (۱۷۰-۱۹۳ھ) پکا سنی تھا۔ اس کے عہد میں معتزلہ ذرا دب گئے مگر مامون رشید (۱۹۸-۲۱۸ھ) کے عہد میں بہت اُبھرے۔ مامون کو مباحثہ کا بے حد شوق تھا۔ ہر منگل کو اس کے دربار میں معتزلہ مجوسی اور ملحد جمع ہوتے تھے اور دن بھر قیل وقال کرتے تھے۔ یہ سب لوگ آزاد تھے مگر محدثین کو باغی اور کافر سمجھا جاتا کہ وہ قرآن کو مخلوق کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ دسیوں اور محدثین کو مع امام احمد بن حنبلؒ کے پابہ زنجیر اپنے پاس ملک شام میں بلوایا تا کہ اپنے سامنے خلق قرآن کا انکار سنے اور سب محدثین کو قتل کردے۔ مگر محدثین ابھی راستہ میں ہی تھے کہ مامون مرگیا آمدہ بود بلائے ولے بخیر گزرد ؏

تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اُڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پر تماشا نہ ہوا

مامون مسئلہ خلق قرآن میں اس قدر متشدد اور متعصب تھا کہ اس کے سامنے امام عبدالعزیز بن یحییٰ مکیؒ کا مباحثہ معتزلہ کے علامہ بشیر مریسی کے ساتھ ہوا۔ شروع مباحثہ میں مامون نے خود اقرار کیا کہ:

"اگر تم من حیث الدلیل غالب آگئے تو میں اور میرا اہتمام دربار تمہاری اتباع کو اپنی سعادت سے تعبیر کرے گا اور درصورت دیگر تم اپنی اس جسارت اور دیدہ دلیری کے خود ذمہ دار ہو (یعنی قتل کیے جاؤ گے)" ❶

جب مباحثہ ختم ہوا تو مامون اس قدر متاثر ہوا اور "احسنت یا عبدالعزیز" کے نعرے بلند کرنے لگا اور دس ہزار درہم بطور انعام امام عبدالعزیزؒ کو عطا کیے۔ ❷

مگر محدثین پر سختی زیادہ کردی اس قدر کہ اگر موت اس کا گلا نہ گھونٹ لیتی تو امام احمدؒ مع اپنے جملہ ہمراہیان محدثین کے شہید کیے جاتے۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا۔ ۲۱۸ سے ۲۲۷ھ تک خلافت کی۔ خلیفہ ہوتے ہی حکم دیا کہ مدرسوں میں ہر جگہ بچوں کو خلق قرآن کی تعلیم دی جائے۔ اس کے عہد میں محدثین کا امتحان برابر جاری رہا اور ان پر برابر ظلم ہوتا رہا۔ امام احمد بن حنبلؒ کو ۲۲۰ھ میں کوڑے لگوائے گئے۔ البویطی امام شافعیؒ کا ایک مشہور شاگرد قاہرہ سے بغداد پکڑا ہوا آیا اور قید ہی میں مرگیا۔ الرابی بن سلیمان لکھتا ہے کہ:

"میں نے دیکھا البویطی گدھے پر سوار ہے۔ اس کی گردن میں لکڑی کا طوق پڑا ہے۔ گردن سے پاؤں تک اس کے زنجیر پڑا ہے جس کے ساتھ قریباً ۲۵ سیر وزنی ایک گول چیز لٹک رہی ہے۔ البویطی کہتا جاتا تھا، خدا نے دنیا کو لفظ کُن سے پیدا کیا ہے کیونکہ قرآن میں آیا ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾ اگر کلام باری تعالیٰ مخلوق ہے تو لفظ کُن بھی مخلوق ہے تو گویا مخلوق نے مخلوق کو خلق کیا۔ معتصم نے اس گستاخی پر جیل میں دے دیا اور وہیں مرگیا۔"

---

❶ فتنہ خلق قرآن ترجمہ کتاب الحیدہ ص ۲۳

❷ ایضاً، صفحہ ۹۵۔ یہ قصہ چونکہ کتاب اسلام اور عقلیت میں درج نہیں ہے اس لیے اس کا الگ حوالہ دے دیا ہے۔ ابوالمحمود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اک کشش ہے جو لیے جاتی ہے ویرانے میں
راہ پُرخار سمجھتا ہوں مگر جاتا ہوں

معتصم کے بعد اس کا بیٹا واثق خلیفہ ہوا۔ ۲۲۷ سے ۲۳۲ھ تک خلافت کی۔ اس کے عہد میں بھی محدثین کا امتحان برابر جاری رہا اور ان پر برابر ظلم ہوتا رہا۔ ۲۳۱ھ میں اس نے بصرہ کے نائب کو خط لکھا کہ وہاں کے اماموں اور مؤذنوں کا امتحان لے جو خلق قرآن کا اقرار نہ کرے، اس کو قید کر دے۔ امام احمد بن نصر الخزاعی محدثؒ کو خلق قرآن کا انکار اور روایت الٰہی کا اقرار کرنے پر کہا کہ "تو جھوٹا ہے۔" محدثؒ نے جواب دیا کہ تو جھوٹا ہے...... واثق اُٹھا اور اپنے ہاتھ سے محدثؒ کو اسی وقت شہید کر دیا۔

اسی سال ۱۶ ہزار مسلمان قیدیوں کو رومیوں سے چھڑانے کی تجویز ہوئی۔ قاضی احمد بن داؤد (مامون سے لے کر اب تک سب کیا دھرا اسی کا تھا) نے رائے دی کہ صرف وہی قیدی رہا کرائے جائیں جو خلق قرآن کا اقرار کریں، چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔ واثق کے آخری عہد میں ایک مسن بزرگ محدثؒ کسی دور دراز مقام سے زنجیروں سے لدا ہوا بغداد پکڑا آیا۔ واثق کی موجودگی میں قاضی احمد کے ساتھ مباحثہ ہوا۔

محدثؒ نے سوال کیا "آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں مانوں؟" احمد: یہ کہ قرآن مخلوق ہے۔...... محدثؒ: کیا رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اس بات کو مانو؟...... احمد: نہیں!...... محدثؒ: پھر آپ کون ہیں کہ انھیں اس کے ماننے پر مجبور کرتے ہیں؟...... احمد: خاموش رہا۔

محدثؒ: (واثق سے) اے امیر المومنین! یہ میری پہلی دلیل ہے (احمد سے) خدا فرماتا ہے ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ اور آپ کہتے ہیں کہ اسلام مکمل نہیں۔ جب تک القول بخلق القرآن اس میں شامل نہ ہو کس کا اعتبار کرنا چاہیے؟ خدا کا یا آپ کا!...... احمد: کچھ جواب نہ دے سکا۔

محدثؒ: امیر المومنین! یہ میری دوسری دلیل ہے (احمد سے) کیا خدا فرماتا ہے ﴿بلغ ما انزل الیک الخ﴾ جو کچھ بھی تجھ پر اُترا ہے اسے مشتہر کر۔ اگر تو مشتہر نہ کرے گا تو تُو نے فرضِ پیغمبری ادا نہ کیا تو کیا یہ بات رسول ﷺ پر اُتری اور اس نے اُمت تک پہنچائی؟...... احمد: نہیں!...... محدثؒ: ابوبکرؓ نے؟...... احمد: نہیں!...... محدثؒ: عمرؓ، عثمانؓ یا علیؓ نے؟...... احمد: نہیں!...... محدثؒ: تو پھر آپ کون ہیں جو مسلمانوں پر یہ بات ٹھونستے ہیں؟

قاضی احمد مبہوت رہ گیا اور واثق محل کے اندر چلا گیا۔ پلنگ پر بار بار کروٹیں بدلتا اور کہتا جاتا "**وسع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسکت عنہ و لا یسعنا**" یعنی نبی ﷺ تو اس کے متعلق چپ رہے مگر ہم چپ نہیں رہ سکتے...... لیکن محدث کو تین سو دینار دے کر وداع کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد قاضی احمد بن ابی داؤد کی عزت جاتی رہی۔ محدثین پر سختیاں کرنا ترک ہو گیا اور اسی سال واثق مر گیا...... اس کے بعد اس کا بھائی متوکل خلیفہ ہوا۔

خلیفہ متوکلؒ نے محدثین کی بہت عزت کی۔ دربار عمال، قاضی، مفتی، معلم، خطیب وغیرہ ہر جگہ سے معتزلہ کو نکال کر اہل سنت کو رکھا گیا۔ قاضی احمد ...... ۲۳۴ھ میں ...... تعظیم وتکریم کی اور اُن سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ صفات اور رویت باری تعالیٰ کے متعلق حدیثیں جمع کرو۔محدثین کے دن پھرے، جمعہ کے روز تیس چالیس ہزار آدمی جامع صافہ میں اور اتنے ہی جامع المنصور میں ان کا وعظ سننے کو جمع ہوتے تھے۔عوام الناس بہت خوش ہوئے اور متوکل کو دعائیں دینے لگے۔یہ قول زبان زد عوام ہو گیا کہ:

الخلفاء ثلثة ابوبکر الصدیق فی قتل اهل الرد و عمر بن عبدالعزیز فی رد المظالم والمتوکل فی احیاء السنة اماتته الجهم

یعنی خلیفہ تین ہیں۔ابوبکر صدیقؓ جنھوں نے مرتدوں کو قتل کیا۔عمر بن عبدالعزیزؒ جس نے رد مظالم کیا اور متوکلؒ جس نے سنت کو زندہ کیا اور آزاد خیالی کو مار ڈالا۔"

ایک سو سال کے طویل مصائب کے بعد محدثین کی اب سنی گئی۔وہ اللہ تعالیٰ کے بہت مشکور ہوئے۔وہ متوکل کے بہت مشکور ہوئے۔

یہ تو ہوا معتزلہ کا تاریخی تعارف! اب ان کے عقائد اور موشگافیاں ملاحظہ فرمایئے:

معتزلہ کے عقائد اور موشگافیاں

معتزلہ کے بڑے بڑے اصول چار تھے۔(۱) توحید، (۲) عدل، (۳) وعدہ وعید، (۴) عقل۔

اوّل: معتزلہ صفات باری کے منکر تھے۔دوم قرآن کے منکر تھے۔دار القرار میں باری تعالیٰ کی رویت کے منکر تھے۔صفات کے بارے میں وہ اس طرح استدلال کرتے تھے۔صفات دو قسم کے ہو سکتے ہیں......حادث یا قدیم......اگر صفات کو حادث مانیے تو خدا کا محل حوادث ہونا یعنی حادث ہونا لازم آئے گا اور یہ ناممکن ہے۔اگر صفات کو قدیم تسلیم کیجیے تو تعدد قدما یعنی شرک لازم آتا ہے۔اس لیے باری تعالیٰ صفات سے منزہ ہے۔جب ہم کہتے ہیں کہ وہ عالم ہے یا قادر ہے یا حی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ عالم "لذاتہٖ" قادر "لذاتہٖ" ہے۔حی "لذاتہٖ" ہے۔علم اور قدرت اور حیات سے نہیں۔معتزلہ تعدد قدما اور شرک کی بنا پر ہی قرآن کو بھی قدیم سمجھتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ قرآن دوسری کتابوں کی طرح حرفوں اور آوازوں سے مرکب ہے اور کتابوں کی طرح پڑھا جاتا ہے۔اسی طرح لکھا جاتا ہے۔اس لیے ان کی طرح ہی محدث اور مخلوق ہے۔رویت کی نسبت کہتے تھے کہ باری تعالیٰ جہت، مکان، صورت، جسم، تحیر، انتقال، زوال، تاثر وغیرہ سب باتوں سے منزہ ہے اس لیے وہ دار القرار میں نہیں دکھائی دے گا۔قرآن میں جو متشابہ آیتیں ہیں، ان کی تاویل کرنی چاہیے۔صفات، قدم قرآن اور رویت ان تینوں چیزوں کے انکار کا نام معتزلوں نے اصول توحید رکھا تھا۔

دوم: عدل، خدا عادل ہے۔اس نے بندوں کو ان کے کاموں پر قدرت دے رکھی ہے۔ان کو اختیار ہے کہ خواہ وہ اچھے کام کریں خواہ وہ برے کام کریں۔جو اچھے کام کرے گا وہ ثواب پائے گا جو بُرے کام کرے گا وہ عذاب پائے گا۔اگر خدا اپنے بندوں سے بُرے کام کرائے تو ظالم اور بے انصاف ٹھہرتا ہے نیز وہ حکیم ہے۔اس پر واجب ہے کہ وہ بات کرے جس میں بندوں کی صلاح وخیر ہو۔اس اصول کا نام اُنھوں نے عدل رکھا ہوا تھا۔

سوم: وعدہ وعید، اگر مومن کبیرہ سے توبہ کر کے مرے تو ثواب کا مستحق ہوتا ہے لیکن "عوض"، "تفضّل" کا نہیں اور اگر بغیر توبہ کیے مر جائے تو اسے دوزخ میں رہنا ہوگا لیکن اس کا عذاب کفار کے عذاب سے کم ہوگا۔اس اصول کا نام انھوں نے وعدہ وعید رکھا تھا۔

چہارم: عقل، اچھے بُرے کی پہچان یا اچھے کام کرنا اور بُرے کاموں سے بچنا۔معرفت، شکر نعمت وغیرہ یہ سب کچھ انسان پر عقلاً واجب ہے۔ورود سمع سے قبل بھی واجب تھا، جن قوموں پر وحی نہیں اُتری ان پر بھی واجب ہے۔اس اصول کا نام انھوں نے عقل رکھا ہوا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور معتزلوں نے ان اصولوں کی کیا کیا اصلاح کی، حاشیے چڑھائے اور موشگافیاں کیں، یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

ابوالہذیل حمدان

ابن ابی الہذیل الحلاف (المتوفی ۲۲۶ھ) شاگرد تھا عثمان بن خالد الطّویل کا جو شاگرد تھا واصل بن عطا بانیٔ اعتزال کا۔ ابوالہذیل مناظرہ کا بادشاہ تھا۔ اعتزال کی تدوین کی شہرستانی اسے مقدم الطائف اور مقرر الطریقہ کہتا ہے، دیگر معتزلوں سے اس نے ہر مسئلہ میں کچھ نہ کچھ اختلاف کیا۔

مسئلہ صفات

دیگر معتزلے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، صفات کے منکر تھے۔ ابوالہذیل صفات کا قائل تھا مگر اس طرح کہ صفات عین ذات ہیں۔ دیگر معتزلے کہتے تھے کہ خدا عالم لذاتہٖ علم سے نہیں، قادر لذاتہٖ ہے، قدرت سے نہیں، حي لذاتہٖ ہے حیات سے نہیں۔ ابوالہذیل کہتا تھا، خدا عالم ہے علم سے، مگر علم اس کی ذات ہے۔ اسی طرح قدرت اور حیات اس کی ذات ہے۔ یہ صفات الگ نہیں ہیں، عین ذات ہیں۔ اس لیے تعدد قدما لازم نہیں آتا۔

مسئلہ ارادہ

یہ مسئلہ ابوالہذیل کی ایجاد ہے۔ دیگر معتزلے منجملہ اور صفات کے ارادہ کے بھی منکر تھے۔ ابوالہذیل کی رائے تھی کہ خدا صاحبِ ارادہ ہے مگر اس کا ارادہ کرنا خلق کرنا ہے۔ مخلوق ''نی محل'' ہے لیکن خلق نہیں۔ ایسا ہی مراد نی محل ہے مگر ارادہ نی محل نہیں۔ اللہ لم یزل سمیعاً و بصیراً کے معنی ہیں، اللہ سیسمع و سیبصر۔ کیونکہ جب دنیا نہ تھی اور نہ کچھ دیکھنے کو تھا، نہ سننے کو، اس وقت خدا کیا دیکھتا اور سنتا ہوگا؟ اس کا لم یزل سمیعاً و بصیراً ہونا مہمل معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ کلامِ باری تعالیٰ

کلامِ باری تعالیٰ کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ حصہ جو خلق اور تکوین سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً ''کُـــنْ'' دوسرا وہ حصہ جو امر نہی خبر استخبار وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلا حصہ فی محل نہیں لیکن دوسرا حصہ فی محل ہے۔ پہلا حصہ قدیم اور دوسرا محدث ہے۔ [1]

مسئلہ عدل

ابوالہذیل قدری الاولی اور جبری الآخرہ تھا یعنی اس کی رائے میں بندہ اس دنیا میں مختار ہے مگر آخرت میں مجبور ہوگا۔ اس دنیا میں اس کی حرکتیں اختیاری ہیں مگر دوسری دنیا میں مجبوری ہوں گی کیونکہ بندہ اس دنیا میں مکلّف ہے، اس لیے آزاد ہے۔ آخرت میں مکلّف نہیں، اس لیے مجبور ہے۔ یہ بھی کہتا تھا کہ حرکت کا خاصہ ہے کہ آخر کبھی نہ کبھی رُک جاتی ہے اس وقت بہشت دوزخ پر سناٹا چھا جائے گا۔ اہل بہشت کو اس سناٹا میں راحت ملے گی، اہل دوزخ کو تکلیف محسوس ہوگی۔ [2]

---

[1] میرے خیال میں خلق قرآن کا مسئلہ معتزلہ نے شیعوں سے لیا تھا۔ قرآن میں صحابہ کبار کے اوصاف ہونے کے باعث شیعوں کو یہی ایک انتقامی صورت نظر آئی کہ قرآن کو مخلوق بنا دیا۔ مامون چونکہ معتزلہ ہونے کے ساتھ مائل بہ تشیع تھا اس لیے اس نے محدثین کو بزور تلوار یہ مسئلہ منوانا چاہا۔ معتصم اور واثق بھی اسی راستہ پر ہو لیے۔ اگر وہ بے جا تشدد سے کام نہ لیتا تو ممکن ہے اعتزال چندے اور ٹھہرتا۔ (ابوالمحمود)

[2] جہم بن صفوان مشہور جہمی کا خیال تھا کہ بہشت اور دوزخ آخر میں فنا ہو جائیں گے جب کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا خدا اکیلا رہ جائے۔ (ابوالمحمود)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوالہذیل کہتا تھا کہ افعال دو قسم کے ہوتے ہیں۔افعالِ قلوب اور افعال جوارح۔افعالِ قلوب پر قادر ہونے کے لیے صرف سلامتی اور صحت کافی نہیں ہے۔سلامتی اور صحت کے ساتھ قدرت اور استطاعت بھی ہونی چاہیے لیکن افعال جوارح پر قادر ہونے کے لیے صرف سلامتی اور صحت کافی ہے۔نیز ثواب حاصل کرنے کے لیے اچھے کام اور عذاب کے لیے بُرے کام کی نیت ہی کافی نہیں، جب تک وہ کام کیے نہ جائیں اور نیت کرنے والے کی استطاعت بھی ہونی چاہیے۔لنجا اور ٹنڈہ نیت جہاد کی رکھے تو اس کو جہاد کا ثواب نہ ملے گا۔اس نے اپنی استطاعت سے باہر نیت کی ہے۔

مسئلہ تولد

یہ مسئلہ بھی مسئلہ ارادہ کی طرح ابوالہذیل کی ایجاد ہے۔تولد کے معنی ہیں کسی شے کا خود بخود پیدا ہونا۔ابوالہذیل کا خیال تھا کہ جو شے انسان کے فعل سے پیدا ہو، اس کا صانع انسان ہے مگر رنگ اور مزے اور بو کا صانع انسان نہیں۔ یہ خاصیتیں تولد کا نتیجہ ہیں۔لڑکا اگر ماں کے پیٹ سے سب کچھ سیکھ کر نہ آئے تو استاد اس کو کچھ نہیں سکھا سکتا۔اشیا میں خاصیتیں پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔انسان بغیر اُن کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ عقل

مفکر یعنی عاقل وبالغ انسان پر واجب ہے کہ ورود سمع کے قبل بھی خدا کو دلیل سے پہچانے اگر اس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ مستوجب سزا ہے اور ایسا ہی اس پر واجب ہے کہ حسین کے حسن اُور قبیح کے قبح کو جانے، افعال حسنہ مثلاً صدق وعدل پر اقدام کرے اور افعال قبیحہ مثلاً کذب اور ظلم سے اعراض کرے۔صرف نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہی عبادت نہیں، ماہیت اشیا کا دریافت کرنا بھی عبادت ہے۔اگر کوئی شخص مجبور ہو کر برا کام کرے، آخرت میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔موت کا ایک دن مقرر ہے مگر مرگِ ناگہانی کا نہیں۔جس چیز کو خدا نے حلال کیا ہے، وہ رزق ہے حرام چیز رزق نہیں۔دنیا میں کوئی مفید چیز ایسی نہیں جو حلال اور رزق نہ ہو۔ابو یعقوب الشحام اور رادمی بھی ابوالہذیل کے ہم خیال تھے۔

ابراہیم بن سیار النظام

متوفی ۲۳۱ھ ابوالہذیل کا ہم عصر تھا۔بہت متشدد اور صاف گو تھا ''شیطان المعتزلہ'' کہلاتا تھا اور معتزلے کہتے تھے کہ خدا ظلم پر قادر ہے لیکن کرتا نہیں۔نظام کہتا تھا کہ خدا کو ایسے کام پر قدرت نہیں جس میں بندوں کی خرابی ہو، صرف اصلاح کی قدرت ہے۔آخرت میں بھی وہ کسی کے عذاب وراحت کو کم وبیش نہیں کر سکتا، نہ کسی کو جنت ودوزخ سے نکال سکتا ہے۔وہ مجبور ہے گویا کہ خدا ایک قسم کا قانون ہے جو نہ بدل سکتا ہے نہ ٹل سکتا ہے، نہ منسوخ ہو سکتا ہے۔خدا چونکہ جواد ہے، بخیل نہیں، اس لیے اگر وہ ظلم کر سکتا ہے تو ضرور کرتا۔اس نے جیسا کسی کو بنایا، ایسا ہی بنا سکتا تھا۔اس سے احسن اور اکمل نہیں بنا سکتا تھا، بنا سکتا تو ضرور بنا دیتا وہ جواد ہے۔

خدا موصوف بہ ارادہ نہیں اور اوصاف کی اس صفت سے بھی منزہ ہے۔قرآن میں جہاں آیا ہے کہ خدا اپنے افعال کا مرید ہوا، اس کا مطلب ہے کہ اس نے خلق کیا اور جہاں آیا ہے کہ بندوں کے افعال کا مرید ہوا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے حکم کیا۔خدا نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن جیسی کتاب لکھنے سے عربوں کو عاجز ❶ کر دیا، ورنہ ایسی کتاب لکھنا کوئی مشکل نہ تھا اگر کوئی شخص ۱۹۹ درہم چوری یا ظلم سے حاصل کرے تو فاسق نہیں ہوسکتا لیکن اگر ۲۰۰ درہم کرے تو فاسق ہے کہ ۲۰۰ درہم نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جاتے ہیں۔ جو فعل انسان کی قدرت سے باہر ہو جاتا ہے اس کا فاعل خدا ہے۔ آسمان کی طرف پتھر کا پھینکنا انسان کا فعل ہے۔ واپس زمین پر گرانے کا فاعل خدا ہے۔ کل اشیا پر قانون فطرت حاوی ہے۔ انسان نام ہے نفس یعنی روح کا۔ بدن روح کا قالب ہے۔ روح ایک شے لطیف ہے جو بدن میں ایسے ملی ہوئی ہے جیسا کہ عطر پھول کے اندر۔ تیل تلوں میں اور گھی دودھ میں، حالانکہ روح بھی ایک جسم ہے جو لطیف ہونے کے باعث دکھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح رنگ و بو غیرہ بھی جسم رکھتے ہیں، لطیف ہونے کے باعث نظر نہیں آتے۔ انسان کے افعال سب حرکات ہیں۔ سکون بھی ایک حرکت ہے، جس کو حرکت اعتمادی کہتے ہیں۔ ہر چیز لا متناہی ذروں سے مرکب ہے اور ہر ذرہ لا متناہی ذروں سے مرکب ہے۔ جوہر اعراض کے مجموعے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ موجودات کو ایک ہی بار پیدا کیا مگر بعض کو بعض میں چھپا دیا جیسا کہ چیونٹیاں یکے بعد دیگرے ایک بل سے نکل کر دوسرے بل میں جاتی ہیں۔ یہی حال موجودات کا ہے۔ حضرت آدم پہلے پیدا نہیں ہوئے صرف ظہور پہلے ہوا۔

الاسواری، ابو جعفر الاسکافی، جعفر بن مبشر، جعفر بن حرب، محمد بن شعیب، ابوشمر، موسیٰ بن عمران، ابن مبشر یہ مشہور معتزلہ نظام کے ہی ہم خیال تھے۔ بعض مسائل میں قدرے اختلاف تھا۔

الاسواری کہتا تھا خدا ایسے کام پر قدرت نہیں رکھتا جس کو چاہتا ہے کہ نہیں کرے گا یا جس کی نسبت اس نے خبر دی ہے کہ نہیں کرے گا۔ ابو جعفر الاسکافی کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ عقلاء پر ظلم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اطفال و مجانین پر ظلم کرسکتا ہے۔ جعفر بن مبشر کا قول تھا کہ فاسق مسلمان زنادقہ اور مجوس سے بدتر ہیں۔ صحابہ کا اجماع نص اور توقیف میں معتبر ہے مگر معاملات میں مثلاً شرابی کی سزا وغیرہ میں معتبر نہیں۔ (پرویز صاحب بھی یہی کہتے ہیں) محمد بن شعیب، ابوشمر اور موسیٰ بخلاف معتزلہ کہتے تھے کہ صاحب کبیرہ دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ ابن مبشر کہتا تھا کہ خلود فی النار کا علم ورود سمع کے قبل ہوسکتا ہے، دیگر معتزلے کہتے تھے کہ نہیں ہوسکتا۔

احمد بن حائط اور فضل بن الحدثی نظام کے شاگرد تھے، اسلام اور تناسخ کو گڈمڈ کر دیا۔ کہتے تھے، جنت میں صرف آدم ہی نہ تھا بلکہ نوع آدم کے جملہ انسان تھے۔ جنھوں نے نیک کام کیے، جنت میں رہے۔ بداعمالوں کو دوزخ میں ڈال دیا۔ جنھوں نے کچھ نیک اور کچھ برے کام کیے۔ ان کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق کثیف جسم دے کر خوبصورت، بدصورت، امیر، غریب، تندرست، مریض وغیرہ پیدا کیا۔ یہاں تک کہ وہ صرف جنت کے لائق ہو جائیں یا صرف دوزخ کے لائق۔

احمد بن ایوب بن مانوس بھی تناسخ کا قائل تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ جب انسان اطاعت کرتے کرتے نبوت یا ملکیت کے درجے پر پہنچ جاتا ہے یا معصیت کرتے کرتے بہیمیت کے درکے میں چلا جاتا ہے تو اسے سب تکالیف معاف ہو جاتی ہیں اور وہ مکلف نہیں رہتا۔

---

❶ اوپر کہہ آیا ہے کہ خدا جواد ہے بخیل نہیں، وہ کسی پر ظلم کر ہی نہیں سکتا، بلکہ ضرور کرتا۔ (ابوالمحمود)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشیر بن المعتمر بڑا عالم و فاضل تھا۔ بخلاف ابوالہذیل کے وہ کہتا تھا کہ رنگ، بو اور مزہ کا خالق خدا نہیں ہے۔ وہ تو ان چیزوں میں خاصیتیں پیدا کر کے فارغ ہو گیا۔ اب وہ بیکار بیٹھا ہے اور دنیا کا نظام خود بخود چل رہا ہے۔ خدا پر صرف اتنا واجب ہے کہ بندوں کو قدرت اور استطاعت دے اور پیغمبر بھیج کر اُن کو ہدایت کرے۔

معمر بن عباد اسلمی کہتا تھا کہ خدا عالم نہیں کیونکہ علم اسے یا اپنا ہوگا یا غیر کا۔ اگر اپنا ہے تو خود عالم بھی ہوا اور معلوم بھی تو دُوئی پیدا ہوگئی اور اگر غیر کا علم ہوگا تو علم ہونے کے لیے غیر کا محتاج ہوا اور یہ کسر شان ہے۔ قدیم کا لفظ تقادم زمانی پر دلالت کرتا ہے اور اس کا وجود زمانی نہیں۔ اس کا ارادہ کرنا بھی نہ خلق کرنا ہے نہ حکم کرنا۔ ''کچھ سمجھ نہیں آتا، وہ کیا ہے۔'' ع

ایک مرکز پر سمٹ آیا جہانِ آرزو
کثرتِ موہوم سے جب دل پریشاں ہوگیا

مضمون طویل ہوتا جاتا ہے اور ابھی بیسیوں منکرین حدیث، معتزلہ، زنادقہ، ملحدین کے حالات باقی ہیں، حالانکہ ابوالہذیل کے بعد میں نے ہر شخص کے صرف مخصوص اور مختلف عقائد کا ہی ذکر کیا ہے۔ دوسروں سے ملتے جلتے عقائد چھوڑ گیا ہوں۔ اب چند ایک نام اور اشارات سن لیجیے:

ابوجعفر محمد بن عبداللہ الاسکافی، عیسیٰ بن الہیثم اور جعفر بن حرب شاگرد تھے عیسیٰ بن صبیح المکنی بابی موسیٰ المقلب بہ مزدار کے جو بڑا زاہد اور متعصب معتزلہ تھا، جو معتزلہ کے سواسب کو کافر سمجھتا تھا۔ جعفر بن مبشر کا قول تھا کہ قرآن لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ اس کا انتقال ناممکن ہے کیونکہ شے واحد ایک حالت اور ایک وقت میں دو مکانوں میں موجود نہیں ہوسکتی۔ جو قرآن ہم پڑھتے ہیں، وہ اس مکتوب اوّل کی جو لوح محفوظ ہے، محفوظ میں نقل ہے۔ اس لیے محدث اور مخلوق ہے۔

ثمامہ بن اشرس النمیری المتوفی ۲۱۳ھ کا قول تھا کہ دنیا کو پیدا کرنا خدا کی فطرت میں تھا۔ اسے پیدا کرنی ہی پڑی۔ جب یہ فطرت کے ساتھ وابستہ ہے تو خدا کی طرح قدیم بھی ہے۔ حیوانات، مسلمانوں کے بچے اور کفار قیامت کے روز مٹی ہو جائیں گے۔ ان کو جزا سزا کچھ نہ ہوگا۔ یہ ظلم ہے کہ کفار دوزخ میں جلتے رہیں۔

ہشام بن عمر الفوطی غالی معتزلہ تھا کہتا تھا، خدا بندوں کے افعال کا خالق نہیں ہوسکتا۔ جن آیات سے خالق ثابت ہوتا ہے، ان کی تاویل کرنی چاہیے۔ مثلاً

﴿مَا اَلَّفتَ بَینَ قُلُوبِهِم وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَینَهُم﴾

﴿حَبَّبَ اِلَیکُمُ الاِیمَانَ وَزَیَّنَهُ فِی قُلُوبِکُم﴾

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوبِهِم الخ﴾

یہ سب آیات تاویل طلب ہیں۔ جنت دوزخ فی الحال موجود نہیں۔ بے کار پڑے رہنے سے کیا فائدہ۔ شے کا اطلاق ظاہر شدہ چیزوں پر ہی ہوسکتا ہے۔ جو چیزیں ابھی ظاہر نہیں ہوئیں، ان کو خدا نہیں جانتا کیونکہ وہ اشیا میں داخل نہیں۔ مخالفین اعتزال کا قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا جائز ہے۔ اس کے ایک شاگرد عباد کا قول تھا کہ خدا کفر یعنی کافر کا خالق نہیں ہوسکتا۔ نبوت کسبی ہے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ رہے گی۔

www.KitaboSunnat.com

عمر بن بحر الجاحظ نظام کا شاگرد تھا، کہتا تھا...... کفار کو دوزخ میں کوئی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ ان کی صورتیں ہی آتشین ہو جائیں گی۔ اعتزال کا عقیدہ رکھنے والا، اگر رسالت کا قائل نہ بھی ہو تو بھی مسلمان ہے۔ قرآن جاندار ہے کبھی انسان بن جاتا ہے کبھی حیوان وغیرہ۔

یہ ہیں موشگافیاں یا پریشان خیالیاں معتزلہ منکرین حدیث کے متقدمین کی!!!

آپ مضمون ہذا کو مکرر پڑھیے اور غور فرمایئے کہ ان میں ہر ایک چونکہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی ہی عقل پر بھروسہ رکھتا ہے، اس لیے ہر ایک کا منہ الگ الگ سمت کو ہے۔ ایک کچھ کہتا ہے، دوسرا اس کی تردید کرتا ہے، تیسرا ان دونوں کی تردید کرتا ہے اور ہر مسئلہ میں یہی سلسلہ لامتناہی چلا جاتا ہے اور یہ اختلافات نہ صرف فروعات میں ہیں بلکہ اصولوں میں بھی یہی تضاد چل رہا ہے۔ یہی حال آج کل کے منکرین حدیث کا ہے۔

جن اصحاب نے مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی حشمت علی، مولوی احمد علی، مولوی محمد رمضان، اسلم صاحب، عمادی صاحب، پرویز صاحب، اختر صاحب اور گوجر خان صاحب وغیرہ کی تحریرات کو بغور ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ وہ جانتے ہیں کہ ان میں بھی فروعات میں ہی نہیں بلکہ اصولوں میں بھی سخت اختلاف ہے۔ ارکانِ اسلام، نماز روزہ، حج زکوٰۃ کے وجوب وفرضیت میں بھی اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کی مقررہ حدود کو بھی مٹانا چاہتے ہیں اور لطف یہ کہ پھر داعی اسلام۔ مسلمانوں کے مصلح اور ناصح مشفق ہونے کا اعلان بھی کرتے رہتے ہیں اور شاید کون سے اسلام کے مروڑ بھی ان کے پیٹ میں اُٹھتے رہتے ہیں۔ جب کہ ان کے متقدمین معتزلہ نے اسی ہمدردی میں صدیوں تک اہلحدیث اور محدثین کے خون بہائے، کوڑے مروائے، جلاوطن کیا۔ مال ومتاع ضبط کیا اور ہر طرح کے مظالم جائز رکھے مگر آخر حق کی فتح ہوئی۔ باطل نابود ہوگیا۔ اللہ عزوجل نے ان کو ایسا مٹایا کہ آج تک محدثین کا ذکر تو کروڑوں مسلمان درس وتدریس، وعظ وتذکیر میں کرتے رہتے ہیں مگر ان دشمنانِ اسلام کا آج نام تک بھی کوئی نہیں جانتا۔

یہی حال یقیناً اُن دشمنانِ اسلام کا ہوگا جن کا ہر ایک فرد قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی عقل کے پیچھے لٹھ لیے پھر رہا ہے۔

انسان جب خدا سے دور ہو جاتا ہے تو پھر اس کا پاؤں کہیں بھی نہیں ٹکتا۔ جوں جوں اس کی عقل باریک ہوتی جاتی ہے۔ روح تاریک ہوتی جاتی ہے کہ معجزات وحدود وشعائر وغیرہ میں ؏

عقل سے جب گتھیاں اسلام کی سلجھاتا ہوں میں
اپنے ہی دامن کے تاروں میں اُلجھ جاتا ہوں میں

www.KitaboSunnat.com

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone 5866476, 5866396

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجیت حدیث نمبر اخبارات ورسائل کی نظر میں

روزنامہ زمیندار: الاعتصام کا زیر نظر نمبر دو لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے، اول یہ کہ اس شمارہ میں اہل حدیث جماعت کے اور حدیث شریف کے بارے میں عقائد تفصیل سے دیے گئے ہیں۔ دوئم حدیث نبوی کا قرآن مجید سے تعلق، کئی علماء نے تاریخی شواہد اور عالمانہ انداز سے واضح کیا ہے۔

صدق جدید لکھنو: الاعتصام لاہور مسلک اہل حدیث کا داعی و ترجمان ہے، اور اہل حدیث (امرتسر) مرحوم کے بعد جماعت کا سب سے بڑا پرچہ غالباً یہی ہے۔ فرقہ اہل قرآن یا منکرین حدیث کے جواب میں اس نے یہ خصوصی نمبر بڑے آب وتاب سے نکالا ہے۔ مضامین میں متعدد ایسے ہیں جو اپنی ٹھوس معلومات اور پروزن استدلال کے لحاظ سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

ماہ نامہ ترجمان القرآن لاہور: الاعتصام جماعت اہل حدیث کا آرگن ہے۔ قدرتی طور پر اس ہفت روزہ جریدہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کتاب وسنت کی حمایت میں فتنہ انکار حدیث کے خلاف معرکہ آرا ہو۔ اس توقع کے مطابق یہ نمبر ہماری نگاہوں میں قابل خیر مقدم ہے۔

ماہنامہ ثقافت لاہور: الاعتصام نے حجیت حدیث نمبر نکال کر بہت بڑی دینی اور مذہبی خدمت انجام دی ہے اور جو لوگ واقعی احادیث کی حیثیت اور اہمیت سے متعلق کچھ نہیں جانتے لیکن جاننا چاہتے ہیں، وہ ان مقالات کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے خیالات کی تصحیح بھی کر سکتے ہیں اور معلومات میں اضافہ بھی۔

سہ روزہ دعوت دہلی: زیر تبصرہ شمارہ حجیت حدیث نمبر مضامین اور مواد کے لحاظ سے کافی معلوماتی ہے۔ اور ان حضرات کے لیے جو حدیث اور علم حدیث سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں ان کی نظر میں اچھا خاصہ مواد موجود ہے۔ اس میں چند مضامین ندرت فکر، خلوص مقصد اور کاوش صحیح کے لحاظ سے اپنے موضوع میں کامیاب اور منفرد ہیں۔

روزنامہ امروز: الاعتصام لاہور کا ایک مشہور مذہبی ہفت روزہ ہے۔ یہ رسالہ بڑی سنجیدگی اور متانت سے مذہبی مسائل پر اظہار خیال کرتا ہے اور اختلافی امور پر بحث کرتے ہوئے بھی اس کے لہجے کی متانت میں فرق نہیں آتا۔ اس ہفت روزہ کا زیر تبصرہ شمارہ حجیت حدیث نمبر ہے۔ جس میں علمائے اہل حدیث میں سے قریب قریب تمام قابل شخصیتوں نے حصہ لیا ہے۔ الاعتصام کا یہ نمبر بہت اہم اور علمی سرمایہ ہے۔

روزنامہ نوائے وقت: یہ نمبر ان تمام مسائل پر حاوی ہے جن سے حدیث کی حجیت واستناد کے سلسلہ میں واقفیت حاصل کرنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

ماہنامہ الحرم میرٹھ: مضامین محققانہ ہیں اور کوشش وکاوش کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ہم قارئین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس بیش قرار علمی ذخیرہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

روزنامہ کوہستان: الاعتصام مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہے، اس نے اپنا حجیت حدیث نمبر شائع کیا ہے، جس کا مطالعہ اس زمانے میں نہایت ضروری ہے۔ حدیث کے خلاف پرویزیوں نے بعض بااثر لوگوں کے تعاون سے جو مہم چلا رکھی ہے اور علمی طور پر حدیث کے خلاف جو محاذ بنایا گیا ہے اس نمبر میں مستند علماء کی طرف سے اس کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ یہ نمبر ہر مسلمان کے مطالعے میں ہونا چاہیے۔

روزنامہ آفاق: زیر نظر نمبر اس تحریک کے جواب میں نکالا گیا ہے جو آج کل مسلمانوں کے ایک گروہ میں حدیث کے خلاف شروع ہوئی ہے کہ کون سی احادیث مستند ہیں اور کون سی غیر مستند.......... الاعتصام نے ان حالات میں حجیت حدیث نمبر شائع کر کے ایک منفی رجحان کے خلاف آواز بلند کی ہے۔

ہفت روزہ فردوس مظفر آباد آزاد کشمیر: الاعتصام کا یہ نمبر حجیت حدیث کے موضوع پر ایک محققانہ مجموعہ ہے، جس کا مطالعہ ہر اس مسلمان کے لیے مشعل راہ بن سکتا ہے جو موجودہ تہذیب کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پھنس گیا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ